سندھ کے
صوفیائے نقشبند
حصہ دوم
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی ○ پاکستان

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

نام کتاب	سندھ کے صوفیائے نقشبند (دوم)
مصنف	صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر
تاریخ اشاعت	اپریل 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 480
قیمت	-/450 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

پیش لفظ

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی و رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سندھ یونیورسٹی سے مجھے پی ایچ ڈی کے لیے سندھ کے صوفیائے نقشبند کا عنوان دیا گیا میرے آباء و اجداد میں ہند و پاک کی عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمتہ اللہ علیہ (مصنف رسالہ رکن دین) اور حضرت خواجہ مفتی شاہ محمد محمود الوری رحمتہ اللہ علیہ جیسی باکمال علمی اور روحانی شخصیات گزری ہیں جن کو اگرچہ سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ اور چشتیہ تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی لیکن ان کو زیادہ شغف اور انسیت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے رہی تھی اور اسہی میں انھوں نے بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ اس لحاظ سے یہ موضوع میرے لیے نہایت موزوں اور انتہائی دلچسپی کا باعث تھا، میں نے اس پر کام شروع کیا اور سندھ کے دور دراز علاقوں میں نقشبندی خانقاہوں پر خود حاضری دے کے وہاں کے سجادہ نشینوں سے وہاں کے خدام سے وہاں کے کتب خانوں سے مفید اور نادر معلومات جمع کیں۔ چونکہ میرے والد گرامی حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود رحمتہ اللہ علیہ کے سندھ کے اکثر نقشبندی خانوادوں سے بڑے گہرے مراسم تھے اس لیے ان خانوادوں کا بھرپور تعاون مجھے ہر مرحلہ پر میسر رہا جس کے باعث بہت سے ایسے نایاب حالات اور واقعات اور معلومات مجھے حاصل ہوئیں جو صرف ان بزرگوں کے قدیم کتب خانوں کی قلمی بیاضوں میں محفوظ تھیں یا ان کے سینوں میں تھیں۔ لیکن اب الحمدللہ اس مقالہ کے ذریعہ وہ کتابی شکل میں محفوظ ہوکر بندگان خدا کی

ہدایت اور روحانی فیضان کا باعث بن رہی ہیں۔

کچھ صوفیائے کرام کے حالات مقالہ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے لیکن جب اس کی طباعت اور اشاعت کا پروگرام بنا تو جو حالات رہ گئے تھے وہ بھی اس میں شامل کر دیے گئے ہیں تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہوجائے۔

بعض نام نہاد "صوفیائے نقشبند" کے حالات میں نے قصداً اس میں شامل نہیں کئے کیوں کہ ان میں سے بعض اپنے عقائد باطلہ کے باعث اور بعض اعمال قبیحہ کے باعث میرے نزدیک صوفیاء کے گروہ میں شامل ہونے کے ہی لائق نہیں تھے۔

چونکہ یہ مقالہ کافی طویل ہوگیا تھا اور ایک جلد میں اس کی طباعت ممکن نہ تھی اس لیے اس کو دو جلدوں اور دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلی جلد میں تصوف کی اہمیت اس کی تعریف اور تاریخ، تینوں سلاسل یعنی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ کا تعارف اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت، سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبدیہ کی اشاعت کا ذکر ہے اور اس کے بعد سندھ کے چار اضلاع یعنی ٹھٹھ، بدین، دادو اور تھرپارکر، کے صوفیائے نقشبند کے حالات درج ہیں جب کہ دوسرے حصہ اور دوسری جلد میں سندھ کے بقیہ اضلاع یعنی کراچی، حیدرآباد، نوابشاہ، شکارپور خیرپور، سکھر اور لاڑکانہ کے صوفیائے نقشبند کے حالات درج ہیں۔ میں ممنون ہوں اپنے ان دوستوں اور مخلصوں کا جنہوں نے اس عظیم تاریخی ورثہ کو منصۂ شہود پر لانے میں ہمارے ساتھ علمی یا مالی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں اس کی جزائے خیر عطاء فرمائے اور مجھ گنہگار کو اپنے پیارے اولیاء کی اس ادنیٰ سی خدمت کے صلے میں اپنی اور اپنے محبوب کی رضا سے دونوں جہاں میں سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

عاصی و خطاء کار، رحمت رب کا امیدوار

ابوالخیر محمد زبیر

آزاد میدان۔ ہیرآباد۔ حیدرآباد

فہرست

صوفیائے کراچی

میوں عبدالرحیم

میرپورٹوری (ضلع کراچی) کا ایک گاؤں " کوٹ عالمو " ہے ۔ میوں عبدالرحیم اس ہی گاؤں کے رہنے والے اپنے وقت کے ایک متبحر عالم اور نقشبندی بزرگ تھے ۔

آپ کے والد گرامی ، کا نام دین محمد عباسی تھا ۔ اگرچہ آپ کے خاندان کے بزرگ اہل علم تھے لیکن آپ اپنے خاندان میں وہ پہلے فرد ہیں جو اتنی بڑی قابلیت کے مالک ہوئے اور علم و عرفان میں اس بلند مرتبہ پر فائض ہوئے ۔

ولادت :۔ آپ نے اپنی ولادت کا سن اپنی دستخطوں سے تحریر فرمایا ہے وہ تخمیناً ۱۲۳۸ھ ہے ۔

آپ نے عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاجی محمد حاشم چانگائی کے پاس حاصل کی ، اس کے بعد آپ نے مٹیاری میں مخدوم عبدالکریم مہاجر متعلوی کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور وہاں کچھ کتابیں پڑھیں ۔

آپ کے استاد کے آپ کے ہم نام ایک قابل شاگرد میوں عبدالرحیم سومرو (کٹی) ٹھٹوی تھے جب وہ مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوکر ٹھٹہ جانے لگے تو آپ کے استاد نے آپ کو اپنی اپنے قابل شاگرد کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو اچھی طرح پڑھانا اور ان کا خوب خیال رکھنا چنانچہ یہاں ٹھٹہ میں آپ نے بقیہ تمام کتابیں ختم کیں اور فتویٰ نویسی کے کام میں بھی مہارت تامہ حاصل کی ۔

> **تدریس** :۔ ٹھٹہ میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے گاؤں " کوٹ عالمی " میں آگئے اور یہاں پر ایک مدرسہ قائم کر کے تدریس اور فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا۔ لوگ آپ کے پاس اپنے فیصلے لیکر آتے اور آپ شرعی طریقہ سے انکے فیصلے بھی کراتے تھے۔

بیعت :۔ ٹھٹہ میں قیام کے دوران آپ کی ملاقات حضرت خواجہ عبدالباقی مجددی سے ہوئی جو حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی کے صاحبزادے تھے اور نقشبندی سلسلہ کے باکمال بزرگ تھے۔ آپ نے انہی سے شرف بیعت حاصل کیا اور روحانی مدارج طے کیئے۔

اوصاف و خصائل :۔ آپ بیحد متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ اور غنائے قلبی کی دولت سے مالا مال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت میں لوگ بڑی کثرت سے عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔ کشف قبور میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ مطالعہ کے آپ بڑے شوقین تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کتب خانہ میں قلمی کتابوں کے علاوہ بہت سی مطبوعہ کتابوں کا نایاب ذخیرہ جمع کیا اس زمانہ میں جو بھی کتاب بمبئی اور مصر میں چھپا کرتی تھے آپ کے کتب خانہ میں ضرور موجود ہوتی تھی۔ آپ بہت خوشنویس بھی تھے۔ آپ حنفی عقائد اور نظریات پر کاربند تھے۔

وفات :۔ آپ کی وفات ۴ شوال المکرم ۱۳۰۲ ھ میں ہوئی۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ - دین محمد وفائی - ج ۳ ص ۵۶ -

میاں عبدالعزیز مجددی

سرہندی مجددی خاندان کے بزرگ جو حضرت حاجی محمد ضیاء الحق مجددی عرف حضرت شہید کے پوتے اور حضرت حاجی عبدالکریم مجددی کے صاحبزادے تھے ملیر میں آباد سرھندیوں مجددیوں کے مورث اعلیٰ جو بعد وصال کراچی میں مدفون ہوئے۔

والد گرامی:۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں عبدالکریم تھا جو کابل کے شمالی کوھستانی علاقہ نجراب، درہ فرخشاہ میں رہتے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد دوبار حاضری حرمین شریفین کی سعادت سے ہمکنار ہوئے، حضرت میاں بادشاہ صاحب کے لقب سے معروف تھے۔ علم ظاہرو باطن کے جامع تھے، افغانستان اور بلوچستان کے علاقہ میں آپ نے بہت فیض پہنچایا۔ حرمین شریفین سے واپسی پر ۱۲۶۹ھ میں کشتی کے ٹوٹ جانے کے باعث عین جوانی کے عالم میں جام شہادت نوش فرمایا۔

آپ نے اپنے بعد دو فرزند چھوڑے ایک حضرت میاں عبدالعزیز اور دوسرے حضرت میاں ابوالقاسم جو حضرت حاجی جان کے لقب سے معروف و مشہور تھے۔

ھجرت:۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب نے افغانستان میں گڑبڑ کے دوران وہاں سے اپنے بھائی ابوالقاسم کے ہمراہ ھجرت فرمائی اور مستقل کراچی میں آکر آباد ہوگئے۔ کراچی میں آپ نے ترک مسجد کے قریب رہائش اختیار فرمائی۔ کیونکہ یہ مسجد "بابی" قوم کے لوگوں نے بنائی تھی جو قلات سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے آباؤ اجداد کے مخلصین میں سے تھے۔ بعد میں یہ مسجد افغانی حکومت کے زیر انتظام رہی یہاں تک کے اس میں امام کا تقرر بھی افغانی سفیر کرتا تھا۔ آخری افغانی سفیر

دوست محمد خاں ترخی ہوا ہے جو آپ کا بڑا معتقد تھا اور مٹیاری میں بھی اکثر حاضری دیتا رہتا تھا۔

فضائل و کمالات:۔ آپ بڑے فضائل و کمالات کے حامل تھے چنانچہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی آپ کے متعلق انساب الانجاب میں فرماتے ہیں۔

"بکمال فضائل موصوف بودند لطافت طبع شریفش بحد کمال بود درجو و ایثار و تواضع و فراست حظ وافی داشتند"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فضائل و کمالات سے موصوف ہونے کے ساتھ ساتھ بحد لطافت پسند طبیعت کے مالک تھے۔ ایثار تواضع اور فراست و ذہانت آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔

حضرت پیر غلام رسول سرھندی اپنی کتاب "انساب ناموں" میں فرماتے ہیں کہ آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے، کراچی اور آس پاس کے علماء اور صلحاء آپ کے مرید تھے۔ قلات میں آپ کے مریدوں کی کافی تعداد ہے۔ بوبک کے مخادیم بھی آپ سے بڑی ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔

بھرگڑی قوم کے معززین بھی آپ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ ملیر کے اطراف میں رہائش پذیر "جوکھیو" بھی آپ کے بڑے معتقد تھے۔ مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی کے سگے پوتے مخدوم ڈنو بھی آپ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے تھے۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔

شعرو شاعری:۔ آپ شعرو شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے اور بڑے عمدہ اشعار کہا کرتے تھے آپ نے فارسی زبان میں اشعار کے اندر ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں سلوک طریقت اس کے انوار و تجلیات اور اس کے مشارب کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ آپ کے مندرجہ ذیل اشعار مٹیاری میں حضرت بی بی صاحب کے قبہ میں آج بھی تحریر ہیں۔

دریں روضہ کہ انوار الہی است تماشا کن کہ اسرار خدائیست
ہمیشہ خرم و خنداں و پرنور منور مرقد عصمت بناھی است
بچشم خود کشم خاک درش را کہ بس بہتر زکحل اصفہا نیست
عزیزا گیر مشت خاک ایں در کہ بہر آنکہ اکسیر طلائیست

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۳۱۱ء کو کراچی میں ہی ہوئی میوہ شاہ قبرستان میں سرھندی خاندان کے مقابر کے احاطہ میں آپ مدفون ہیں ۔

اولاد :۔ آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی چھوڑیں ۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں :۔ ۱۔ حضرت عبدالقادر ۲۔ حضرت ضیاء احمد ۳۔ حضرت فضل حق ۔ اس میں سے میاں عبدالقادر اپنے والد کی زندگی میں ہی عنفوان شباب کے اندر لاولد فوت ہوگئے البتہ ان کی ایک لڑکی تھی ۔ جبکہ آپ کے دوسرے فرزند حضرت ضیاء احمد کے تین صاحبزادے ہیں جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے ۔ جبکہ آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت فضل حق کا جوانی میں بمرض طاعون ۱۳۲۰ ھ کو کاٹھیاوار کے قریب جام تنگر شہر میں وصال ہو گیا جہاں آپ کے مخلصین نے آپ کا مزار بھی تعمیر کرادیا ہے آپ کے ایک فرزند فضل ھادی تھے جنہوں نے کچھ عرصہ کراچی میں قلندرانہ زندگی گذاری اور اس کے بعد عراق چلے گئے جہاں ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

حالات ماخوذ از :۔ انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان مجددی لاہور

میاں ابوالقاسم مجددی

آپ حضرت میاں عبدالکریم عرف حضرت میاں بادشاہ کے دوسرے فرزند ہیں ۔ آپ حضرت " حاجی جان " کے نام سے معروف و مشہور تھے ۔ آپ نے اپنی ابتدائی زندگی قندھار میں گذاری پھر وہاں سے لس بیلہ (کراچی) میں آکر آباد ہوگئے اور آخر تک یہیں رشد و ہدایت میں مصروف رہے اور یہیں وفات پائی ۔

روحانی مقام :۔ آپ ولایت کے بڑے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے ۔ طبیعت آپ کی بڑی جلالی تھی ۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے ، ذرا سی بھی کوئی شبہہ والی چیز ہوتی تھی تو آپ اس سے اجتناب فرمایا کرتے تھے ۔ احتیاط کی بنا پر بازار کی بنی ہوئی کوئی شے آپ تناول نہیں فرماتے تھے ۔ بڑے صابروشاکر تھے ۔

کشف قبور :۔ کشف قبور میں آپ خاص ملکہ رکھتے تھے ۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے سب کے روبرو ایک شخص کو بلوایا اور اس سے کہا کہ تیری بیٹی جو فوت ہوگئی ہے میں جب اس کی قبر کے قریب سے گذرا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے اپنے زیور بطور امانت اپنے بچوں کے لئے تیرے پاس رکھوائے تھے لیکن تو نے بچوں کو وہ نہیں دیئے اس نے کہا ہے کہ وہ امانت میرے بچوں کو دلواؤ ۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ تم ان یتیموں کا حق فوراً ان کو دے دو ۔ اس طرح یتیموں کا حق آپ نے انکو دلوادیا ۔

اسی طرح ایک صاحب قبر نے آپ سے استدعا کی کہ میرے کفن کا پیسہ ابھی تک ادا نہیں کیا گیا ہے لہذا میرے وارثوں سے وہ ادا کرادیجئے ۔ آپ نے اس کے وارثوں کو بلا کر پوچھا انہوں نے اقرار کیا کہ جس دکان سے اس کے لئے

ضیاء احمد مجددی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد میں سے ایک اور نیر تاباں جنہوں نے "ملیر" (کراچی) کو اپنا مسکن بنایا، اور بندگان خدا کے قلوب کو اپنے علم اور عرفان سے منور کیا۔

آباء و اجداد :۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں عبدالعزیز تھا، جو حضرت عبدالکریم کے صاحبزادے اور حضرت شاہ ضیاء الحق (المعروف بہ حضرت شہید) کے پوتے تھے۔ آپ کے دادا حضرت عبدالکریم ۱۲۶۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آتے ہوئے جہاز غرق ہو جانے کے باعث شہید ہو گئے تھے، آپ کے دادا حضرت عبدالکریم کے دو صاحبزادے تھے، ایک میاں عبدالعزیز (آپ کے والد) اور دوسرے میاں ابوالقاسم اندونوں حضرات نے اپنی مستقل سکونت کے لئے کراچی کا انتخاب فرمایا، آپ کے دو اور بھائی بھی تھے ایک عبدالقادر اور دوسرے فضل حق۔

بیعت و خلافت :۔ آپ نے اپنے والد میاں عبدالعزیز سے شرف بیعت حاصل کیا اور انہیں سے سلوک کی منزلیں طے کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

اوصاف و خصائل :۔ آپ بڑے عبادت گزار، شب زندہ دار اور عمدہ اخلاق سے مزین تھے، صاحب مونس المخلصین آپ کی چند خاص خوبیوں کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

کفن خرید ا گیا تھا وہ ادھار پر خرید ا تھا اور ابھی تک اس کے پیسے ادا نہیں کئے گئے آپ نے فوراً اس کا قرضہ اداء کروایا۔

بزرگ کی وصیت:۔ آپ کے اسی کشف قبور کے باعث ریگستانی علاقہ کے قوم دل لپساڑیں " سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور بزرگ مولوی محمد اسماعیل نے اپنے مخلص کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اگر اس علاقہ میں میاں حاجی میر محمد ابوالقاسم سرھندی تشریف لائیں تو انہیں میری قبر پر نہ لانا۔

وفات:۔ شروع میں آپ لسبیلہ کے علاقہ " سیومیانی " کے قریب رہائش پذیر تھے اور یہیں آپ نے اپنی خانقاہ بنائی پھر آپ کراچی شہر میں نو آباد محلہ میں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ منتقل ہوگئے تھے اور یہیں آپ کی ۱۳۱۴ھ میں وفات ہوئی میوہ شاہ قبرستان کے اندر سرھندی احاطہ میں اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہوئے۔

اولاد:۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے ۔۱۔ محمد صادق ۲۔ محمد سعید ۳۔ محمد فاروق ۴۔ محمد اکرم اور دو صاحبزادیاں تھیں ۔آپ کے بڑے صاحبزادے محمد صادق بڑے صاحب معرفت تھے ان کا بھی کراچی میں ہی وصال ہوا انہوں نے اپنے پیچھے ایک فرزند فضل قیوم چھوڑے جو طاعون کے مرض میں لاولد فوت ہوئے ۔ جبکہ آپ کے دوسرے صاحبزادے محمد سعید اپنے والد کی زندگی میں ہی عمر کوٹ کے قریب بنی سر شہر میں ۱۳۱۲ھ میں انتقال کر گئے تھے انہوں نے اپنے پیچھے ایک فرزند میاں فضل اللہ کو چھوڑا ۔آپ کے تیسرے فرزند محمد فاروق کا کراچی میں ہی وصال ہوا انہوں نے اپنے پیچھے دو فرزند چھوڑے ایک معصوم جان اور دوسرے حمزہ جان آپ کے چوتھے صاحبزادے محمد اکرام آپ کے زمانہ حیات میں ہی عنفوان شباب کے اندر ہی رحلت فرما گئے تھے اور لاولد فوت ہوئے۔

حالات ماخوذ از:۔ انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان مجددی لاہور

" در جود و سخاو سماحت و مہماں نوازی

و عزیز پروری یگانۂ آفاق بودند "

یعنی آپ جو دو سخا، مہمان نوازی، فیاضی میں یکتا تھے، اور رشتہ داروں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

صاحب مونس المخلصین حضرت عبداللہ عرف شاہ آغا رشتہ میں آپ کے داماد ہوتے تھے۔

روحانی طاقت :۔ عبادات و ریاضات کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی روحانی طاقت سے سرفراز فرمایا تھا، چناچہ آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بہت بڑا جادوگر گاؤں میں آگیا اور اس نے اپنے جادو کے زور سے آپ کے خاص خادم اور مرید حاجی ملا عیسیٰ کو بھی اپنا گرویدہ بنا کر اپنے تابع کر لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نمازی پرہیز گار ملا عیسیٰ نماز چھوڑ کے مسجد بند کر کے بیٹھ گیا اور وہ جادوگر مسجد میں کتے کو لئے بیٹھا رہتا تھا کسی نے یہ آپ کو خبر دیدی، آپ فوراً مع احباب کے وہاں تشریف لائے اور اپنی روحانی طاقت سے اس جادوگر کا مقابلہ کر کے اس کو وہاں سے بھگایا اور ملا عیسیٰ پر پانی دم کر کے چھینٹے مارے جس سے وہ اصلی حالت میں آگیا۔

محبت رسول :۔ اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ سے آپ کی محبت اور قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ عرب سے کوئی " عربی " آتا تو آپ ان کا بڑا احترام فرماتے تھے اور دو دو سو روپے بطور نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔

وفات :۔ آپ نے ۱۳۴۵ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت فرمایا کہ ہمارے فرزندوں کو بلا لاؤ جب تینوں فرزند آگئے تو حکم دیا کہ چھوٹے صاحبزادے کو ساڑھے تین سو روپے دیدو، لوگوں نے پوچھا کہ اس تخصیص کی وجہ کیا ہے آپ نے اشارۃً فرمایا کہ بڑوں کو تو ابھی زندہ رہنا ہے، چناچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے

وصال کے ایک سال بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے حجۃ اللہ انتقال فرما گئے۔

مزار:۔ آپ کا مزار مبارک " ملیر (کراچی) " کے پیر سرہندی گوٹھ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں اس وقت کے وزیر جناب " نور محمد استو " کی وزارت ختم کردی گئی، وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور اللہ سے دعا کی تو اللہ نے آپ کی برکت سے انکو دوبارہ وزارت سے سرفرازی عطاء فرمائی۔ سندھ کے لوگ آپ کے مزار پر بڑی عقیدت اور احترام سے حاضر ہوتے ہیں۔

اولاد:۔ آپ کے تین صاحب زادے تھے۔ غلام اللہ جان، حجۃ اللہ جان اور عبداللطیف جان۔

پھر غلام اللہ جان کے تین صاحبزادے ہوئے۔ (۱) غلام مصطفیٰ (۲) عبدالکریم (۳) عبدالحکیم۔ اور حجۃ اللہ جان کے ۵ صاحبزادے تھے۔ (۱) غلام مرتضیٰ (۲) حاجی عبدالفتح (۳) حاجی حزب اللہ (۴) صبغتہ اللہ (جوانی میں انتقال کر گئے مزار ٹنڈو سائنداد میں ہے) (۵) حاجی احمد اللہ، شاہ آغا کے ماموں تھے۔

حجۃ اللہ نے دو شادیاں کیں دوسری شادی حضرت شاہ آغا کی ھمشیرہ سے کی بعد کی تین اولاد انہیں سے ہیں۔

یہ حالات راقم الحروف نے ملیر پیر سرہندی گوٹھ میں جا کے پیر غلام مرتضیٰ جان اور عبدالکریم جان سے زبانی حاصل کیے۔

حالات ماخوذ از (۱) ملاقات پیر غلام مرتضی جان، عبدالکریم جان۔
(۲) مونس المخلصین، شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی ص ۴۹۔

میاں عبدالمالک مجددی

آپ افغانستان کے مشہور سرھندی مجددی بزرگ حضرت شاہ ضیاء الحق (عرف حضرت شہید) کے پوتے تھے اور بڑے نیک اور متقی بزرگ تھے۔

والد گرامی:۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت میاں عبدالحکیم تھا جو حضرت شہید کے پانچوے فرزند تھے اور بڑے روحانی بزرگ تھے۔ آپ کا وصال بھی قندھار کے مضافات دھرادت میں ہوا، حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ انساب الانجاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے بھی آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصلہ ہو چکا ہے " ان الفاظ سے آپ کے علمی اور روحانی مرتبہ کا بخوبی اونداژہ لگایا جا سکتا ہے۔

برادران گرامی:۔ آپ آٹھ بھائی تھے۔

۱۔ میاں عبدالرؤف ۲۔ میاں عبدالقادر ۳۔ میاں عبدالحبیب ۴۔ میاں عبدالمالک ۵۔ میاں غلام مجدد ۶۔ میاں محمد حسن ۷۔ میاں محمد حسین ۸۔ میاں عبداللہ عرف پہلوان

ان میں سے میاں عبدالرؤف نے سندھ کے ایک علاقہ " کچ بھج " میں بحیثیت طبیب اپنی زندگی بسر فرمائی اور وہیں انتقال فرمایا۔ جبکہ دوسرے بھائی میاں عبدالقادر نے کراچی میں اپنی رہائش رکھی اور ۱۳۰۴ھ کے قریب ہی رحلت فرمائی اور اپنے پیچھے دو صاحبزادے میاں غلام محمد اور میاں عبدالرزاق چھوڑے۔ تیسرے بھائی عبدالحبیب نے کابل کے قریب بجزاب میں اپنی زندگی گزاری اور وہیں انتقال کیا اور اپنے بعد دو لڑکے میاں عبدالظاہر اور میاں عبدالطاہر چھوڑے میاں عبدالمالک آپ چوتھے بھائی تھے جنہوں نے کراچی میں زندگی گزاری۔ جبکہ آپ کے پانچویں بھائی میاں غلام مجدد اپنے آبائی علاقہ دھراوت (کابل) میں اپنے والد کی جگہ سجادہ نشین رہے اور وہیں انتقال فرمایا اور اپنے بعد دو لڑکے میاں محمد

امیر جان اور میاں محمد اعظم چھوڑے جس میں سے میاں محمد امیر جان کراچی آگئے تھے ۔ اور میاں محمد اعظم جان مٹیاری میں رہے اور چودہ سال کی عمر میں وہیں وفات پائی ۔

آپ کے چھٹے بھائی میاں محمد حسن اور ساتویں بھائی محمد حسین لاولد فوت ہوئے جبکہ آپ کے آٹھویں بھائی میاں عبداللہ اپنے آبائی علاقہ " دھراوت " میں ہی اپنے والد کے جانشین رہے اور وہیں انہوں نے وصال فرمایا ۔

علم طب :۔ حضرت میاں عبدالمالک علم طب و حکمت مں بڑی مہارت رکھتے تھے اور اس فن کے ذریعہ آپ نے مخلوق خدا کی بڑی خدمت فرمائی ۔

علم نجوم ورمل :۔ آپ کو " علم نجوم اور علم رمل " سے بھی بڑی دلچسپی تھی اور اندونوں فنون میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے ۔

عادات :۔ آپ بڑے متقی اور پرھیزگار تھے بڑے عمدہ اخلاق و عادات کے حامل تھے تواضع اور انکساری آپ کی امتیازی صفات میں شمار ہوتی تھی ۔

وصال :۔ کراچی میں جب طاعون کی وباء پھلی تو اسی وباء میں آپ نے چالیس سال کی عمر کے اندر وفات پائی ۔ اور یہیں مدفون ہوئے ۔

اولاد :۔ آپ نے اپنے بعد ایک صاحبزادہ چھوڑے جن کا نام نورالحق تھا ۔ وہ بھی طاعون کی دوسری یا تیسری وباء میں تیس سال کی عمر کے اندر وفات پاگئے ۔

حالات ماخوذ از :۔ انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان مجددی لاہور

میاں محمد فرید مجددی

کراچی میں "جھرک" کے مقام پر ایک نقشبندی سرہندی مجددی بزرگ گزرے ہیں جن کا نام محمد فرید تھا۔ آپ بڑے صاحب دیانت اور بہت صاحب فراست بزرگ تھے۔

آپ کے والد گرامی کا نام حضرت میاں غلام اکرام تھا جو حضرت میاں فاروق کے پانچوے صاحبزادے تھے اور انہوں نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی انہوں نے اپنے بعد چار صاحبزادے چھوڑے جن میں سب سے بڑے میاں محمد فرید تھے ان کے بعد میاں غلام قنبر ان کے بعد میاں شمس الحق اور چوتھے میاں غلام حیدر۔

میاں محمد فرید کے چھوٹے بھائی میاں غلام قنبر بھی اپنے بھائی کے ہمراہ کراچی میں ہی جھرک کے مقام پر رہا کرتے تھے۔ جبکہ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی میاں غلام حیدر اپنے وطن مالوف افغانسان میں "شبقدر" میں سکونت پذیر تھے۔

حضرت میاں محمد فرید کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت حضرت معصوم ثانی تک اس طرح سے ہے۔

"میاں محمد فرید بن میاں غلام اکرم بن میاں فاروق بن میاں ابوالحسن بن شاہ غلام حسن بن شاہ غلام محمد بن شاہ غلام محمد معصوم المعروف بہ معصوم ثانی"۔

وفات:۔ آپ نے کراچی میں ہی تقریباً پچاس سال کی عمر میں وفات پائی اور یہیں

مدفون ہوئے۔

اولاد:۔ آپ نے اپنے بعد میاں عبدالغفور میاں محمد حسن میاں احمد رحیم کے نام سے تین صاحبزادے چھوڑے۔

حالات ماخوذ از:۔ انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان مجددی لاہور

محمد موسیٰ مجددی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گلشن کے ایک پھول جنہوں نے ایک عرصہ تک کراچی کو اپنے فیوضات سے مستنیر اور روشن رکھا۔

سلسلہ نسب طریقت:۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت میاں فدائے حسین تھا جو حضرت میاں غلام مجتبےٰ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اور طریقت حضرت خواجہ معصوم ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے۔

"حضرت محمد موسیٰ بن حضرت میاں فدائے حسین بن حضرت میاں غلام مجتبیٰ بن حضرت شاہ غلام حسین بن حضرت غلام محمد بن حضرت غلام محمد معصوم المعروف بہ معصوم ثانی"۔

برادران:۔ آپ کل چار بھائی تھے۔ ۱۔ حضرت محمد عیسیٰ ۲۔ حضرت محمد موسیٰ ۳۔ حضرت محمد ابراہیم ۴۔ حضرت میاں نورالحق۔ آپ کے تمام بھائی اپنے آبائی علاقہ قندھار کے مضافات "ہرات" میں سکونت پذیر رہے۔

ھجرت:۔ آپ قندھار سے کراچی تشریف لے آئے اور اپنی آخری زندگی آپ نے اسی شہر میں گزاری۔

بقیۃ سلف:۔ آپ کی ذات بقیہ سلف میں سے تھی، نیک خصائل اور عمدہ اخلاق و عادات کے آپ مالک تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں جامع تھے۔ بالخصوص فن تجوید و قرائت میں بڑا کمال رکھتے تھے۔

تفسیر مراۃ الثقلین " آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے جس سے آپ کے علمی مقام کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ۔ آپ بڑے عابد و زاہد اور نہایت متقی و پرہیزگار تھے آپ نے اپنی تمام زندگی عبادات اور ریاضات میں بسر فرمائی ۔ انتہائی سادہ مزاج تھے اور اسی سادگی کو اپنا شعار بنایا ۔ بڑے سخی اور دریا دل بزرگ تھے انتہائی فقر اور مسکنت کے باوجود جو کچھ آپ کے پاس نذرانے وغیرہ آتے وہ سب فقراء اور مساکین میں اسی دن تقسیم فرما دیا کرتے تھے ۔ بالخصوص طلباء پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے اور ان کو ہمیشہ نوازتے رہا کرتے تھے اور ان کی ضرورتوں کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ان کو فوراً پورا کیا کرتے تھے ۔

سند کے نامور بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی فرماتے ہیں کہ میں کئی بار آپ سے ملاقات کے لیے آپ کی خدمت میں گیا آپ بقیہ سلف صالح تھے ۔ آپ کے عمدہ اور نیک خصائل اور عادات کی فہرست بڑی طویل ہے ۔

وفات :۔ آپ ۱۲۲۳ھ میں جب حرمین شریفین حاضری کے لیے گئے تو وہیں مکہ المکرمہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

اولاد:۔ آپ نے اپنے بعد ایک فرزند " فقیر گل " کے نام سے چھوڑا ہے جو کراچی میں ہی رہائش رکھتے تھے ۔

حالات ماخوذ از :۔ انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان مجددی لاہور

پیر غلام محمد مجددی

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک چمکتے ہوئے آفتاب اور خانوادہ مجددیہ کے ایک دمکتے ہوئے ماھتاب ہیں جنہوں نے آخر میں "ملیر" کو اپنا جائے سکونت بنایا اور ہندوستان پاکستان اور افغانستان سمیت اس پورے خطہ کو اپنے روحانی فیوضات سے روشن و مستنیر کردیا۔

آباؤ اجداد:۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا، آپ کے دادا کا نام حضرت شاہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

والد گرامی:۔ آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے کاملین اہل اللہ میں سے تھے کابل کا بادشاہ امیر حبیب اللہ آپ کے در کی غلامی کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا تھا۔ الحمد للہ راقم الحروف کے آباؤ اجداد کو بھی اقلیم معرفت کے اس ہی شہنشاہ سے اکتساب فیض کا شرف حاصل ہے اور اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ راقم الحروف کے جدامجد ہند و پاک کے عظیم روحانی بزرگ رسالہ رکن دین کے مصنف حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ کے لئے گئے تو حرم شریف میں حضرت ضیائے معصومؒ سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی اس پہلی ملاقات میں حضرت شاہ رکن الدینؒ کے قلب انور پر برستی ہوئی نقشبندی اور مجددی نسبتوں کا آپ نے مشاہدہ کرتے ہوئے فرمایا از شما معرفت سابقہ است " کہ تم سے تو بہت پرانی شناسائی ہے۔ پھر فرمایا ہمیں خانہ کعبہ سے اشارہ ہوا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب آپ کو عطا کردیں ۔ یہ فرما کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ، قادریہ چشتیہ اور

اویسیہ کی خصوصی نسبتوں اور اجازتوں سے مالا مال فرما دیا۔

آپ کے تفصیلی حالات اور آپ کی علمی دینی اور روحانی خدمات کے ذکر کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اگلے صفحات میں آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ غلام محمدؒ کے مختصر ترین حالات کو دیکھ کر آپ کی عظمتوں اور رفعتوں کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے حقیقی روحانی مقام اور مرتبہ کو بیان کرنے کا کسی کو یارا نہیں۔

آپ کی وفات ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ کو ہوئی آپکا مزار مبارک کابل سے ۳۰ میل دور چہار باغ صفا میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

ولادت:۔ ایسے عظیم باپ کے ایسے ہونہار سپوت حضرت شاہ غلام محمد مجددی کی امیر حبیب اللہ خان کے دور حکومت میں چہار باغ صفا (کابل) میں ولادت ہوئی۔

بشارت عظمیٰ:۔ آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ضیائے معصومؒ نے آپ کی ولادت کے بعد حضور سرور کائنات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے میں نے اس کا نام غلام محمد رکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے غلام محمد کو اپنی غلامی میں قبول کر لیا ہے۔ آپ کے شجرہ شریف میں آپ کی اسی نسبت غلامی، محمد کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

مشتغل ہے جو غلامئ محمد میں مدام
اس غلام با محمد حق نما کے واسطے

اسی طرح ایک سید زادہ کی مشکل کے وقت بھاری رقم دیکر جب آپ نے ان کی مالی مدد فرمائی تو انہوں نے شکریہ کے طور پر آپ کو جو اشعار لکھ کر بھیجے

اس کے آخری مصرعہ میں اسی غلامئ محمد کے تمغہ امتیاز کا انہوں نے یوں ذکر فرمایا

فخرت ہمیں بس است کہ غلام محمد

حضرت مولانا خورشید الحسن چشتی صاحب نے اس کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا۔

آنکس کہ جرعہ یاب زجام محمد است
فخرش ہمیں بس است کہ غلام محمد است

تعلیم :۔ چہار باغ صفا کے مدرسہ میں ہی آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور درس نظامیہ کی مکمل تعلیم حاصل کی ۔ اس زمانہ میں آپ کا آستانہ بخارا سمرقند ماوراء النہر اور ہندوستان کے علماء کا مرکز بنا ہوا تھا ۔ سینکڑوں علماء روحانی تربیت اور سلوک کے مدارج طے کرنے کے لئے آپ کے والد گرامی کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے لہذا آپ کو اس طرح وقت کے بڑے بڑے علماء سے علم ظاہری کی تحصیل کے مواقع خوب میسر آئے ۔ اور آپ نے علوم ظاہریہ میں کمال حاصل کیا۔

بیعت :۔ آپ نے کم سنی میں ہی اپنے والد گرامی سے شرف بیعت حاصل کیا آپ مادر زاد ولی تھے ۔ شروع سے ہی استغراق میں رہتے تھے ۔

خلافت :۔ باطنی طور پر براہ راست آپ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پایاں فیوضات و برکات اور دارین کی نعمتیں عطاء ہوئیں اور ظاہری طور پر اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ضیائے معصومؒ کے ہاتھوں سے اجازت و خلافت کے ذریعہ وہ نعمتیں آپ کو پہنچیں ۔

اس کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک روز آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے دیکھا حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار گہربار

سجا ہوا ہے اور آپ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں وہاں ایک جانماز اور ایک دستار رکھی ہوئی تھے حضور نے آپ کو حکم دیا کہ اس جانماز پر کھڑے ہو جاؤ اور حضور نے وہ دستار خود اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر رکھی۔ حضور کے سامنے ایک ڈھیر لگا ہوا تھا حضور نے اس ڈھیر میں سے اٹھایا تو آپ نے اپنی جھولی آگے کردی حضور نے آپ کی جھولی میں ڈالا اور ایک آیت تلاوت فرمائی جس میں علم کی زیادتی اور مراتب کی طرف اشارہ تھا پھر حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیر میں سے دوسری مرتبہ اٹھایا اور ایک دوسری آیت پڑھتے ہوئے آپ کی جھولی میں ڈالدیا اسی طرح حضور نے تیسری مرتبہ اس ڈھیر میں سے اٹھایا اور آپ کی جھولی میں ڈالدیا۔ آپ نے حضور سے یہ حاصل کرکے اپنی جھولی کو سمیٹ لیا۔ صبح جب آپ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ضیائے معصومؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا!

" بیٹا! تم نے جو آج دیکھا ہے اس کو ہم بہت پہلے دیکھ چکے ہیں

فاروق اعظم کی نگاہ کرم:۔ علمی اور روحانی دولت کے ساتھ ظاہری دولت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی فراوانی کے ساتھ عطاء فرمائی تھی اور دل اس سے بھی بڑا عطا فرمایا تھا۔ جب آپ حج بیت اللہ کے لئے گئے تو وہاں بھی آپ نے خوب صدقہ و خیرات کیا۔ ایک روز آپ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف تھے کہ مسجد شریف میں وہاں کے ایک برگزیدہ عالم اور مدرس نے آواز لگانی شروع کردی کہ اھھنا فاروقی، اھھنا فاروقی، کیایہاں کوئی فاروقی ہے۔

اس وقت مسجد نبوی میں آپ کے علاوہ اور کوئی فاروقی (حضرت عمر فاروق کی اولاد میں) موجود نہیں تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شاہ آغا جان کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ یہ عالم صاحب کیا فرما رہے ہیں حضرت شاہ آغا انکے پاس گئے اور انکو آپ کے پاس بلا کرلے آئے۔ انہوں نے آپ سے وہ ہی سوال

کیا کہ اھھنا فاروقی آپ نے فرمایا ہاں ہم فاروقی ہیں ہمارے جدامجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی لپنے آپ کو فاروقی لکھا کرتے تھے ۔ یہ سنکر مدینہ شریف کے وہ بزرگ عالم اور درویش آپ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہی ہیں وہ جن کے پاس جانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے ۔ پھر انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے یہاں مدینہ شریف میں ایک مدرسہ قائم کیا ہوا ہے خود مزدوری کر کے اس کے اخراجات پورے کرتا ہوں لیکن اب بڈھا ہو گیا ہوں ، طلباء زیادہ ہو گئے ہیں مدرسہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں اور زیادہ مزدوری اب مجھ سے نہیں ہوتی اس صورت حال میں اب مدرسہ کا چلانا مشکل ہو گیا تھا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سارا ماجرا عرض کیا آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا عمر تم ان کا مسئلہ حل کرو حضرت عمر بن الخطابؓ نے پھر مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا حرم شریف کے اندر ایک میری اولاد میں سے موجود ہیں جاؤ ان سے جا کر مدرسہ کا خرچہ لے لو ۔ لہذا میں آپکی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں ۔ یہ سن کر خوشی و مسرت سے آپ نہال ہو گئے اور جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب مدرسہ کے خرچہ کے لئے دے دیا جو مدرسہ کے اخراجات کے کئی سالوں کے لئے کافی ہو گیا ۔

آپ اکثر اس واقعہ کو سنا کر بڑی فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس پر بڑا ناز ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اپنی اولاد میں فرمایا اور مجھ سے یہ خدمت لی ۔

معمولات :۔ آپ شب بیداری فرماتے تھے ، حافظ قرآن تھے ساری رات تلاوت قرآن میں مصروف رہا کرتے تھے ۔ ہر روز پندرہ پارے رات کو اور پندرہ پارے دن میں تلاوت فرمایا کرتے تھے کسی روز ۱۸ پارے رات کو تو ۱۲ پارے دن کو تلاوت فرماتے تھے الغرض دن اور رات میں روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد و وظائف حزب البحر

درود شریف ، اللہ الصمد کا ورد ہر روز فرمایا کرتے تھے ۔

آمدنی کی تقسیم :۔ آپ کی بے شمار ذاتی جائدادیں اور جاگیریں تھیں اور آپ اس میں سے غرباء مساکین اور طلباءؒ کے لئے خوب اخراجات فرمایا کرتے تھے ، لیکن جب سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی اور تین مرتبہ حضورؐ کی عطاؤں سے اپنی جھولی کو بھرا تھا اس وقت سے آپ ھنے اپنی تمام آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا ایک حصہ کتابوں کی خرید اور علماء ، طلباء کی خدمت میں خرچ ہوتا تھا تو دوسرا حصہ یتیموں مسکینوں اور ناداروں کے لئے خرچ ہوتا تھا اور تیسرا حصہ اپنے اور اپنے اھل وعیال کی ضروریات کے لئے مقرر تھا ۔

جب آپ کی زمینوں سے غلہ آتا تھا تو باقاعدہ نقارہ بجایا جاتا تھا تاکہ تمام غرباء ومساکین کو اطلاع ہو جائے اور کوئی حقدار محروم نہ رہ جائے ۔ لوگ نقارہ کی آواز سنکر دور دراز تک کے علاقوں سے آتے تھے اور ملا مال ہوکر جاتے تھے ۔

آپ کے صاحبزادگان نے راقم الحروف سے فرمایا کہ روس سے جہاد کے بعد اب افغانستان میں دوبارہ ہماری جائدادیں بحال ہو رہی ہیں تو ہم نے وہاں نصیحت کردی ہے کہ ہمارے والد کے زمانہ میں ان جاگیروں سے جن جن لوگوں یا مدارس یا دینی ، اداروں کی مدد کی جاتی تھے وہ سب دوبارہ جاری کردیجائے ۔

مدرسہ :۔ آپ نے چہار باغ صفا میں ایک دینی درسگاہ بھی قائم فرمائی تھے جس سے آج تک ھزارہا لوگ فیضیاب ہو کے جاچکے ہیں اس کے تمام اخراجات آپ ہی اٹھایا کرتے تھے ۔ اس مدرسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں زیادہ تر ان نابینا طالب علموں کو داخلہ دیا جاتا ہے جن کو کوئی مدرسہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا ۔

ہیبت حق :۔ عبادات و ریاضات کے باعث آپ کے جلال اور ہیبت حق کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے رؤسا، امراء حکمران خان نواب چوھدری حتیٰ کے وزراء اور بادشاہوں کو بھی آپ کے دربار میں لب کشائی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے آپکو انہی متکبرین کی اصلاح اور تربیت کے لئے بھیجا ہے۔

جہاد آزادی :۔ آجکل کے نام نہاد پیروں کی طرح آپ نے خانقاہوں کی چار دیواری میں صرف ذکر و اذکار تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ بقول علامہ اقبال۔

نکل کر خانقاہوں سے رسم شبیری اداء کر

آپ نے افغانستان کی جنگ آزادی جو اس وقت جنگ استقلال کے نام سے مشہور تھی اس میں بھرپور طریقہ سے حصہ لیا اور اپنے تمام مریدین کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ خود آپ کے چچا نے بھی اس جہاد میں بنفس نفیس شرکت کی آپ نے اس جہاد کے لئے اس وقت کی حکومت کو ایک لاکھ بیس ھزار روپے دئے۔ اور اس وقت کے فوج کے جرنیل محمد خان اور نائب سالار ناظم دوست محمد کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔

ہجرت :۔ افغانستان کے سیاسی حالات کے باعث آپ ۱۹۳۰ء میں افغانستان سے ہجرت فرما کر حرمین شریفین چلے گئے یہاں کچھ سال آپ نے قیام فرمایا اس سفر میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ آغا بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہاں سے آپ ھندوستان تشریف لائے اور یہاں، بمبئی، اسکے بعد سورت نوساری میں تقریباً ۱۴ سال تک مقیم رہے اور اس خطہ کو اپنے فیوضات سے مستفیض فرمایا۔

پھر جب پاکستان بن گیا تو زعمائے پاکستان بالخصوص لیاقت علی خان کی گزارش اور دعوت پر آپ ۴۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے ابتداً آپ نے ۹

مہینہ کراچی میں قیام فرمایا پھر کوہ مری تشریف لے گئے وہاں سے لاہور تشریف لائے یہاں تین سال قیام فرمایا اسی قیام کے دوران آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا پیر فضل الرحمن کی ولادت ہوئی اس کے بعد مستقل ملیر کراچی میں تشریف لے آئے اور آخری ایام یہیں گزارے اور یہیں وصال فرمایا۔

والد کا ارشاد:۔ ھند و پاک کے مختلف علاقوں میں آپ کے سفر اور مختلف عرصوں کے لئے آپ کے قیام کے باعث یہ پورا خطہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے انوار و تجلیات سے روشن و منور ہو گیا۔ اور اسطرح آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ ضیائے معصومؒ کی وہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی جو آپ نے فرمائی تھی کہ میں نے اپنے ایک صاحبزادے شاہ غلام قادر کے افغانستان سپرد کردیا اور دوسرے صاحبزادے "میاں جیو" کے ھندوستان سپرد کردیا۔

ہم عصر علماء و مفکرین:۔ ھندوپاک کے نامور علماء محدثین اور مفکرین آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کے معترف تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ تمام فرقوں کے علماء اور ہر مسلک کے مقتدر رہنما اور علماء آپ کی یکساں عزت کرتے تھے۔ انہیں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی
- حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی
- حضرت مولانا عبدالحامد بدایوانی
- حضرت مولانا عبدالغفور مدنی
- مولانا محمد یوسف نبوری (نیوٹاؤن)
- مفتی محمد شفیع (دارالعلوم کورنگی)
- مولانا احتشام الحق تھانوی
- مولانا محمد سلیمان ندوی (مصنف سیرۃ النبیﷺ)
- حضرت علامہ مفتی محمد محمود الوری
- حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد دھلوی

مفتی محمد شفیع کی شہادت:۔ حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے مقام اور مرتبہ کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے جو دارالعلوم کورنگی کے بانی اور شیخ الحدیث اور دیوبندی مکتب فکر کے بہت بڑے عالم مولانا مفتی محمد شفیع نے آپ کے متعلق اپنی کتاب " ذکر اللہ " میں لکھا ہے ۔وہ آپ کا نام لئے بغیر آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ افغانستان سے ہجرت کر کے آئے ہوئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور کے روضہ انور پر حاضر ہوتا تھا تو بعض لوگ ایسے بھی آتے تھے کہ جو حضور کو سلام پیش کرتے تھے تو حضور خود ان کو وعلیکم السلام کہہ کے جواب عنایت فرمایا کرتے تھے اور میں اس جواب کو سنا کرتا تھا۔

حضرت مجدد کی نگاہ کرم:۔ آپ کے تمام امور پر آپ کے جداعلیٰ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی نگاہ رہتی تھے ۔آپ کے تمام معاملات ان کی مرضی اور منشاء کے مطابق طے پاتے تھے ۔ حتیٰ کے کوئی نامناسب کام ہونے لگتا تو حضرت امام ربانی کی روحانیت آپ کی دستگیری فرماتی تھے اور آپ اس کام سے کنارہ کش ہوجاتے تھے ۔چناچہ اس قسم کا ایک واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا کہ قبائلی علاقہ سے دو بڑے عالم و فاضل بھائی آپ کی خدمت میں روحانی تربیت کے لئے آئے ۔آپ نے دونوں کی تربیت فرمائی اور دونوں کو بلند مقام پر فائز کردیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! ان میں سے بڑے بھائی کو خلافت بھی عطا فرما دیجیئے آپ نے فرمایا اچھا کل دونگا ۔ صبح جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے خاص خلیفہ مولانا غلام نبی صاحب سے فرمایا مولانا! رات کو عجب معاملہ پیش آیا۔ رات کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھ سے فرمایا ۔ میاں جیو! از خدا نمی ترسی ۔ از ناقص ناقص پیدا میشود واز کامل کامل ۔

لہذا حضرت امام ربانی کا یہ ارشاد سن کر میں نے بڑے کو خلافت دینے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اب چھوٹے کو دونگا حضرت امام ربانی کے ارشاد کی رو سے وہی اس کے لائق ہے۔

سیاستدانوں کی عقیدت :۔ ھند و پاک کے نامور سیاسی زعماء قائد اعظم محمد علی جناح، جواہر لال نہرو، لیاقت علی خان سردار عبدالرب نشتر خواجہ ناظم الدین نواب صدیق علی خان آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت رکھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور مختلف مواقع پر آپ سے دعائیں کرایا کرتے تھے۔

پاکستان کا مژدہ :۔ قائد اعظم اور جواہر لال نہرو پہلے انگریزوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد کر رہے تھے لیکن جب قائد اعظم نے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ خطۂ زمین کا نعرہ لگایا تو جواہر لال نہرو کو بڑا ناگوار گزرا اور وہ قائد اعظم سے ناراض ہو گیا اور ایک روز حضرت قبلہ پیر غلام محمد مجددی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ دعا کریں کہ قائد اعظم پاکستان کے مطالبہ سے باز آجائیں اور یہ نیا راستہ چھوڑدیں آپ نے فرمایا تم جس چیز کو چھوڑنے کے لئے مجھ سے سفارش کرنا چاہتے ہو اس کو اللہ نے منظور کر لیا ہے یہ ملک ہر حال میں بنکر رہے گا۔ اب بھلا میں قائد اعظم سے اسکے خلاف کیسے کہہ سکتا ہوں۔

قائد اعظمؒ کی پگڑی :۔ قائد اعظم نے اپنے خاص رفقاء موسیٰ قلعہ دار اور محمد علی بینار کے ذریعے آپ کو یہ پیغام بھجوایا کہ میری رھبری اور رہنمائی فرمائیں کہ پاکستان کے حصول کے لئے جو میں جدوجہد کر رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی یا نہیں۔ آپ نے قائد اعظم کو کہلوایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے سر پر پگڑی بگڑ رہی تھی حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست فرما دیا ہے لہذا مطمئن رہو انشاء اللہ پاکستان ضرور بنے گا اور

اس کا سہرا تمہارے سر ہوگا۔

پاکستان آمد:۔ پاکستان بنے کے بعد جواہر لال نہرو نے آپ سے عرض کیا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں ہم آپ کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے ادھر متعدد زعمائے پاکستان بالخصوص نواب زادہ لیاقت علی خان نے آپ کو پاکستان تشریف لانے اور قیام فرمانے کی خصوصی دعوتیں دیں آپ نے جواہر لال نہرو کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور لیاقت علی کی دعوت کو قبول فرماتے ہوئے پاکستان تشریف لے آئے ۔آپ کو لیاقت علی خان سے بڑی محبت تھی اسی لئے جب آپ کو اس کے قتل کی اطلاع ہو تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپ بہت خفا ہوئے ۔

پاکستان کی مدد:۔ نہ صرف یہ کہ آپ خود پاکستان تشریف لائے بلکہ ہندوستان کے بڑے بڑے نامور سرمایہ داروں کو جو آپ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے ان کو بھی پاکستان جانے اور وہاں کاروبار کرنے کا حکم دیا ۔ ان سرمایہ دار خاندانوں میں خاص طور پر آدم جی ، باوانی ، پاکولا والے ، سورت کی بڑی بڑی میمن فیملیز شامل ہیں جو آپ کے حکم سے پاکستان آئیں اور یہاں اپنے سرمایہ سے انہوں نے پاکستان کو مستحکم کیا۔

غلام محمد کی عقیدت:۔ بڑے بڑے امراء رؤسا اور حکمران آپ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے انہی میں پاکستان کے گورنر جرنل غلام محمد بھی تھے جو آپ کے بڑے عقیدت مند تھے ۔ اور انکی آپ سے عقیدت اس طرح شروع ہوئی کہ کرنل ضیا اللہ جو غلام محمد کا معالج خاص تھا وہ ہی آپ کا علاج کرتا تھا ایک دفعہ آپ کے لئے کسی دوا کی ضرورت پیش آئی جو ملک میں نہیں ملتی تھے تو اس نے کہا کہ غلام محمد کی دواؤں کیساتھ باہر سے آپکی دوا بھی آجائیگی ۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔

" غلام محمد برباد تھا اگر داتا کی اس پر نگاہ نہ ہوتی "

کرنل ضیاء اللہ نے آپ کے یہ الفاظ جب غلام محمد کو بتائے تو وہ تڑپ گیا اور آپ کی عظمت کا قائل ہو گیا ۔ کہنے لگا جب میں پیدا ہوا تھا اس وقت میری ماں نے مجھے داتا کے دربار پہ لاکر ڈال دیا تھا اور عرض کیا تھا کہ میرا یہ بچہ آپ کے سپرد ہے ۔ یہ وہ راز تھا جو سوائے میرے اور میری ماں کے کسی کو پتہ نہیں تھا جس ذات کو میرا یہ راز بھی پتہ ہے وہ یقیناً خدا کا مقرب بندہ ہے ۔ اس وقت سے وہ آپکا معتقد ہو گیا ۔

ایک دفعہ غلام محمد بیمار ہوا تو آپ سے کہلوایا کہ سخت بیمار ہوں اٹھ نہیں سکتا آپ یہاں تشریف لا کر مجھ پر دم فرما جائیں ۔ آپ نے فرمایا اس شرط پر آؤنگا کہ میرا نام وغیرہ اخبارات میں نہ آئے اور میرے آنے کی کوئی تشہیر نہ ہو ۔ اس نے یہ شرط منظور کرلی اور آپ نے اس کو جا کر دم فرمایا اور اللہ نے اس کو صحت عطاء فرمادی ۔

اسلامی نظام کے لئے دعا:۔ ایک روز گورنر جرنل غلام محمد نے آپ سے عرض کیا کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے دعا فرمائیں ۔ آپ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور جلال میں فرمایا "جس کو تم خود نہیں چاہتے اس کی دعا کے لئے کیوں کہتے ہو" ۔

والد گرامی کی نگاہ:۔ والد گرامی کے وصال کے بعد بھی ان کی روحانیت آپ کی ہمیشہ پاسداری فرماتی تھی اور ہر معاملہ میں آپ کی نگہبان رہتی تھی ۔ چنانچہ گورنر جرنل غلام محمد کی دواؤں کے ساتھ جب آپ کی دوا باہر سے آئی تو آپ نے اس کو الماری میں رکھدیا کہ صبح اس کو استعمال کرونگا ۔ لیکن اسی رات حضرت شاہ ضیائے معصومؒ کی آپ کو زیارت ہوئی انہوں نے اس شیشی کا انگلی سے نشانہ بنا کر اس کو دور پھینک دیا اور فرمایا بیٹا! اس دوا کو استعمال نہ کرنا ، صبح آپ اٹھے تو آپ نے اس دوا کو استعمال کرنے سے انکار فرمادیا جب اس دوا کو

واپس کرنے کے لئے الماری میں دیکھا تو اس کی شیشی چورہ چورہ ہوئی پڑی تھی ۔

اسی طرح بھاولپور جب آپ وہاں کے نواب کی دعوت پر تشریف لے گئے تو اس نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور رخصت کرتے وقت پچاس ایکڑ زمین آپ کو بطور نذرانہ پیش کی اور عرض کیا کہ صبح منشی آپ کی خدمت میں رجسٹر وغیرہ لیکر حاضر ہوگا اور یہ تمام زمین آپ کے نام کر دیگا ۔ رات کو خواب میں آپ کو اپنے والد حضرت شاہ ضیائے معصومؒ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا بیٹا! ان زمینوں کو مت لینا صبح آپ نے ان زمینوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور خادم کو اپنی جیب سے پیسے دیکر ٹکٹ منگائے اور اسی وقت وہاں سے رخصت ہوگئے ۔

وصال :۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۲ ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۲ کو علم و معرفت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا ۔ کراچی میں ماڈل کالونی ملیر میں آپ کو دفن کیا گیا جہاں آج بھی آپ کا مزار منبع انوار بنا ہوا ہے ۔

خلفاء :۔ آپ کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

۱۔ مولانا حبیب النبی صاحب (بھکی شریف صوبہ سرحد)

۲۔ مولانا ولی النبی صاحب (بھکی شریف صوبہ سرحد) شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد ۔

۳۔ مولانا مطیع النبی صاحب (بھکی شریف صوبہ سرحد)

۴۔ صاحبزادہ بہاؤ الحق صاحب (تیرہ ۔ قبائل)

۵۔ مفتی مظفر احمد صاحب (کراچی)

۶۔ مولانا مقبول احمد صاحب (سورت)

۷۔ مولانا حافظ علی صاحب (سورت)

۸۔ حضرت مولانا عبدالسلام مجددی (افغانستان)

اولاد:۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت غلام احمد مجددی المعروف بشاہ آغا جان (افغانستان)

۲۔ حضرت نور احمد مجددی عرف نور آغا (کراچی)

۳۔ حضرت عبداللہ آغا مجددی (کراچی)

۴۔ حضرت فضل محمود مجددی (افغانستان)

۵۔ حضرت فضل ربی آغا (کراچی)

۶۔ حضرت فضل غفار مجددی (مدفون کراچی)

۷۔ حضرت فضل الرحمن مجددی (کراچی)

جانشین:۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت غلام احمد مجددی عرف شاہ آغا جان آپ کے جانشین تھے لیکن افغانستان میں روس اور کمیونزم کے خلاف جو جہاد ہوا اسمیں آپ لاپتہ ہوگئے اور ابھی تک کہیں سے آپکا سراغ نہیں مل سکا ہے۔

آپ کے بعد یوں تو حضرت قبلہ پیر غلام محمد صاحب کے دیگر کراچی میں رہائش پذیر تمام صاحبزادے رشد و ھدایت کے فرائض انجام دے رہے ہیں بالخصوص حضرت نور آغا اور پیر فضل الرحمن مجددی کی مساعی جمیلہ کسی سے پوشیدہ نہیں

صاحب تذکرہ کے صاحبزادگان حضرت پیر نور احمد مجددی اور حضرت پیر فضل الرحمن مجددی اور ان کے دیگر برادران سے راقم الحروف نے یہ حالات زبانی حاصل کیے۔

نور احمد مجددی

آپ حضرت پیر غلام محمد مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں جو آج کل ملیر کراچی میں اپنے والد کے مزار شریف کے قرب میں اپنے برادران گرامی قدر کے ساتھ مخلوق کی فیض رسانی اور رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت افغانستان میں ۱۹۳۰ھ کو ہوئی۔

تعلیم:۔ مدرسہ حسنیہ سورت میں آپ نے عربی فارسی اور درس نظامیہ کی تعلیم پائی اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

بیعت:۔ آپ پہلے اپنے والد گرامی حضرت شاہ غلام محمد مجددیؒ سے بیعت ہوئے پھر جب آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ آغا مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہوئے تو آپ نے ان سے تجدید بیعت کی۔

ہجرت:۔ ۱۹۴۸ء میں جب نواب زادہ لیاقت علی خان کی دعوت پر آپ کے والد گرامی پاکستان تشریف لائے تو آپ بھی انکے ہمراہ پاکستان آگئے۔ کراچی میں ایک عرصہ قیام فرمایا۔ پھر ۱۹۶۳ء میں دوبارہ ظاہر شاہ کی دعوت پر افغانستان تشریف لے گئے۔ لیکن اس وقت آپ کا کراچی آنا جانا رہا۔ لیکن جب افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب آیا اور آپ کے خاندان کے بہت سے افراد کو شہید اور بہت سوں کو گرفتار کر لیا گیا تو آپ کا خاندان مستقل طور پر کراچی میں منتقل ہو گیا۔ ہر سال ملیر میں عرس شریف کی محفل منعقد کرتے ہیں جسمیں آپ کے

، چھوٹے بھائی حضرت پیر فضل الرحمن مجددی مریدین و متوسلین سے خصوصی خطاب فرماتے ہیں اور آپ آخر میں خصوصی دعا فرماتے ہیں۔

اس بار عرس شریف کے موقعہ پر اس فقیر کو بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مزار شریف پر چادریں چڑھانے کے بعد حضرت ضیاء معصومؒ کے ایک خلیفہ کے صاحبزادے حضرت محمد مسعود جو اس وقت مدینہ شریف میں مسجد غمامہ کے امام اور خطیب بھی ہیں ان کی تلاوت اور آخر میں عربی صلواۃ و سلام نے سماباندہ دیا۔ دعا کے بعد لنگر تقسیم کیا گیا۔

اولاد:۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ غلام مصطفیٰ اور ایک صاحبزادی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ رحمت تا دیر سلامت رکھے اور آپ کے فیوض و برکات کو ہمیشہ اسی طرح جاری و ساری رکھے۔

راقم الحروف نے صاحب تذکرہ سے خود ان کی زبانی حاصل کیے۔

عبداللہ آغا مجددی

آپ حضرت پیر غلام محمد مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے اپنے بھائیوں کے ہمراہ ماڈل کالونی ملیر میں رہائش پذیر ہیں۔

ولادت:۔ آپ کے والد گرامی کا جس زمانہ میں نو ساری سورت میں قیام تھا اس وقت ۱۹۴۴ء میں وہاں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم:۔ میٹرک تک مروجہ تعلیم آپ نے کراچی میں حاصل کی اور اس کے بعد کالج کی تعلیم آپ نے افغانستان میں حاصل کی۔

آپ ماشاء اللہ بہت متشرع اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر قائم ہیں اور ورع و تقوے سے آراستہ ہیں۔

اولاد:۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ فیض احمد مجددی

۲۔ احمد مدثر مجددی

۳۔ نوید احمد مجددی

۴۔ امان اللہ مجددی

راقم الحروف نے صاحب تذکرہ سے خود ان کی زبانی حاصل کیے۔

فضل ربی مجددی

آپ حضرت پیر غلام محمد مجددی کے پانچویں صاحبزادے ہیں اور ملیر میں رہائش پذیر ہیں آپ سے بڑے یعنی حضرت پیر غلام محمد مجددی کے چوتھے صاحبزادے حضرت فضل محمود مجددی اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ آغا جان کی طرح افغانسان کی جنگ میں لاپتہ ہوگئے تھے۔

ولادت:۔ حضرت فضل ربی مجددی کی نو ساری سورت (ہندوستان) میں ۴۷ء میں ولادت ہوئی۔

تعلیم:۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم ملیر کراچی میں ہی حاصل کی اور افغانستان میں کالج کی تعلیم حاصل کی جس میں سائنس فزکس وغیرہ آپ کے مضامین تھے۔ آپ بہت ہی نیک صالح متقی اور پرہیزگار ہیں۔

اولاد:۔ آپ کا ایک صاحبزادہ احمد سہیل مجددی اور ایک صاحبزادی ہیں جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

راقم الحروف نے صاحب تذکرہ سے خود ان کی زبانی حاصل کیے۔

فضل الرحمن مجدد

آپ حضرت پیر غلام محمد مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے چھوٹے ساتویں صاحبزادے ہیں جو ملیر میں رہائش پذیر ہیں آپ سے بڑے یعنی حضرت پیر غلام محمد مجددیؒ کے چھٹے صاحبزادے حضرت فضل غفار مجددی کم سنی میں ہی وصال فرماگئے تھے اور انکا مزار کراچی میں ہی ہے۔

ولادت :۔ حضرت پیر فضل الرحمن مجددی دامت برکاتہم العالیہ کی ولادت حضرت پیر غلام محمد مجددی کے لاہور کے زمانہ قیام کے دوران ہوئی۔آپ کا سن ولادت ۱۹۵۰ء ہے۔

تعلیم :۔ آپ نے ابتدائی اسکول کی تعلیم ماڈل کالونی ملیر میں حاصل کی پھر افغانستان تشریف لے گئے اور وہاں یونیورسٹی تک اعلیٰ تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ وہاں کے بڑے بڑے علماء مثلاً مولانا نصراللہ وغیرہ سے عربی کی تعلیم حاصل کی اور مولانا محمد حفیظ سے تصوف کی کتابیں پڑھیں۔

بیعت :۔ اپنے بڑے بھائی اور اس آستانہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ آغا جان سے شرف بیعت حاصل کیا اور انہیں سے سلوک کی منزلیں طے کیں۔

آپ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں یکتا ہیں مریدین و متوسلین کو بڑے بلیغ انداز میں واعظ و نصیحت بھی فرماتے ہیں اور تصوف اور معرفت میں ڈوبی ہوئی تقریر فرماتے ہیں۔

مختلف دینی روحانی اور مذہبی محافل کو اپنے قدوم میمونت لزوم سے شرف بخشتے ہیں۔اپنے آباؤ و اجداد کے حسن و کمالات کی ایک لاجواب نشانی ہیں۔اس

فقیر پر خصوصی شفقت و محبت فرماتے ہیں ۔ آپ کی محبت میں فقیر کو حضرت ضیائے معصومؒ کو حضرت شاہ رکن الدینؒ کیساتھ جو قلبی تعلق اور محبت تھی اس کی جھلک نظر آتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپکا سایہ تا دیر سلامت رکھے ۔ اور اس آستانہ کی رونقوں کو ہمیشہ آباد رکھے ۔

اولاد :۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں ۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

ا۔ ثناء اللہ مجددی　　۲۔ احمد بلال مجددی　　۳۔ محمد جنید مجددی

راقم الحروف نے صاحب تذکرہ سے خود ان کی زبانی حاصل کیے۔

مفتی محمد عبداللہ نعیمی

مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے ان عظیم نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں جو علم ظاہر اور باطن کے جامع تھے جن کے دم سے ایک طرف مسند تدریس و افتا آباد تھی تو دوسری طرف مسند رشد و ھدایت کو چار چاند لگے ہوئے تھے ۔ جو علم و عمل اور زھد و اتقاء میں اسلاف کا نمونہ تھے ۔ اندرون سندھ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے ذریعہ آپ نے علوم دینیہ اور مسلک حقہ اہل سنت و الجماعت کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں ۔

ولادت :۔ آپ ایرانی مکران کے محلہ ریکسر ادارہ پل مقام چاہ بار مکران ایران میں پیدا ہوئے آپ کا سن ولادت ۱۳۴۴ھ ، ۱۹۲۵ء ہے ۔

والد گرامی :۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد رمضان تھا جو ۱۹۳۵ء میں بلوچستان سے نقل مکانی کر کے سندھ منتقل ہوگئے تھے اور ملیر (کراچی) میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھے ۔

تعلیم :۔ آپ نے کراچی میں ہی یہاں کے مقتدر علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی ، آپ کے اساتذہ میں یہ نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ (۱) مولانا حکیم اللہ بخش سندھی ، (۲) مولانا حافظ محمد بخش جیلی ، (۳) مولانا محمد عثمان مکرانی ، (۴) تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی آپ نے حضرت تاج العلماء کے زیر سایہ دارالعلوم مخزن عربیہ (کراچی) سے دورہ حدیث کیا اور ۱۹۶۰ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی ۔

دارالعلوم کا قیام :۔ تحصیل علم کے بعد اب اس نور سے مخلوق خدا کو فیضیاب کرنے کے لئے آپ نے ۱۹۵۵ء سے گوٹھ صاحبداد میں تعلیم القرآن کے

نام سے جو مدرسہ قائم کیا ہوا تھا اس کو دارالعلوم کی شکل دے دی اور دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے نام سے اس کو علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تدریس کا سندھ میں ایک بہت بڑا مرکز بنادیا۔

تعمیر دارالعلوم :۔ ۱۹۶۱ء میں جب دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ نے خود بنفس نفیس عام مزدوروں کیساتھ مل کر اس دارالعلوم کی تعمیر میں حصہ لیا جس سے آپ کی بے نفسی خلوص اور علوم دینیہ کی اشاعت اور دارالعلوم کے قیام سے آپ کے والہانہ شغف کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دارالعلوم کا نظم و ضبط :۔ دارالعلوم کا بہترین اور مثالی انتظام وانصرام آپ کی لاجواب انتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار تھا۔ راقم الحروف ایک بار آپ کی زندگی میں دارالعلوم حاضر ہوا تو اساتذہ کا انداز تدریس طلباء کا حسن ادب کھانے کے وقت طلباء کا مثالی نظم و ضبط نماز کے اوقات میں ہر طالب علم کا جماعت میں شرکت کے لئے ذوق و شوق کیساتھ مسجد کی طرف پیش قدمی کرنا، ہاسٹل کی نظافت اور پاکیزگی الغرض ہر چیز مثالی اور نرالی تھے۔ اس کے متعلق جسٹس سید مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے چند لفظوں میں جو اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اس کے متعلق اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں آپ فرماتے تھے۔

> " طلبہ میں اتنا عظیم الشان نظم و ضبط صرف مفتی صاحب کی کرامت کا نتیجہ کہا جاسکتا ہے "۔

دارالعلوم کے طلباء سے اپنی اولاد کی طرح پیار اور محبت فرماتے تھے انکی ہر آسائش کا خیال رکھتے تھے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ وہ بیمار ہوجاتے تو خود علاج کراتے تھے خود بھی سادگی کو شعار بنایا اور اسی کی طلباء کو ہمیشہ نصیحت کی۔ یہی وہ کشش تھی جس کے باعث طلباء دور دور سے آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے اور دارلعلوم طلباء سے ہمیشہ معمور رہتا تھا۔

بیعت و خلافت :۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں الحاج سید عبدالخالق شاہ مکرانی سے بیعت تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت الحاج عبداللہ سولنگی سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ (ویھڑ) شریف کے خاص خلیفہ اور کامل نقشبندی بزرگ تھے ان سے آپ شرف بیعت رکھتے تھے۔ انہی سے مدارج سلوک طے کئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ لیکن کسر نفسی کے باعث آپ نے عام طور پر بیعت کرنے سے ہمیشہ احتراز فرمایا البتہ آخر زمانہ میں چند حضرات کو آپ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حج بیت اللہ :۔ ۱۹۷۱ء میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سال حج اکبر تھا اور وہ بھی آپ کو مفتی اعظم ہند اور شہزادہ امام احمد رضا حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حاصل ہوا۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی بار آپ کو عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔

فتویٰ نویسی :۔ تبلیغ اور تدریس کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کے میدان میں بھی آپ نے بے مثال کارنامے انجام دئے فتووٰں کے جواب ایسے جامع مدلل اور عقلی و نقلی دلائل سے مرصع ہوتے تھے کہ سائل کی مکمل تسلی و تشفی ہوجاتی تھے بلکہ اسکے سامنے مخالفین کے لئے بھی بولنے کی گنجائش نہیں رہتی تھے۔ اپنی فتاویٰ نویسی میں آپ نے اس میدان کے بڑے بڑے شہسواروں سے داد تحسین وصول کی چناچہ جسٹس مفتی شجاعت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہنا پڑا کہ۔

> "آپ کے فتوے ہاں یا نہیں تک محدود نہیں تھے بلکہ آپ کے فتوے نہایت مدلل اور نصوص کتب سے مالا مال ہوتے تھے اندرون سندھ کے لئے وہ بلا شبہ مرجع فتویٰ تھے اور بڑے اہم

فتوے انکے پاس آتے تھے "۔

آپ کے صاحبزادے اور جانشین علامہ صاحبزادہ محمد جان نعیمی نے آپ کے فتووں پر مشتمل پہلی جلد فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ کے نام سے ۱۴۱۱ ھ میں شائع کردی ہے جو اہل علم کے لئے ایک زریں تحفہ ہے ۔ صاحبزادہ صاحب نے اس مجموعہ کی ترتیب تدوین اور تحشیہ میں جو محنت شاقہ کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے ۔

عادات و خصائل :۔ آپ بیحد شفیق خلیق ملنسار متقی پرہیزگار ، مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب فرمانے والے بڑے مہمان نواز بڑے حلیم اور بردبار انسان تھے ۔ عشق رسول آپ کا طرہء امتیاز تھا ، اس کی گواہی خود آپ کے استاذ کی زبانی سنیئے حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات جامعہ نعیمیہ کراچی فرماتے میں ہیں کہ " میں نے اپنے استاذ محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی قدس اللہ سرہ القویٰ کو موصوف کے علم و فضل زہد و تقوے ، شوق مطالعہ تفقہ فی الدین اور رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کی تعریف کرتے ہوئے بار بار سنا ہے ۔

آپ کو قلمی کتابیں جمع کرنے کا بیحد شوق تھا سندھ اور بلوچستان کے نامور علمی گھرانوں دکانوں اور لائبریریوں سے آپ نے قلمی کتب یا ان کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں حاصل کر کے اپنے پاس ایک نادر ذخیرہ جمع کیا ۔ ایک دفعہ آپ اس فقیر کے پاس بھی اسی سلسلہ میں تشریف لائے تھے اور اس فقیر کے آباؤ اجداد کے کتب خانہ میں جو قلمی کتب ہیں ان کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی فقیر نے ان کے ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے تمام قلمی کتب ان کو دکھائیں ان میں سے ۱۲۴۴ ھ کی قلمی نہایت خوش خط لکھی ہوئی ایک تصوف کی کتاب نجم العلم شرح عین العلم آپ کو بہت پسند آئی آپ نے اس کی فوٹو کاپی کرانے کی خواہش

ظاہر کی اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے چند دنوں کے بعد اسکی فوٹو کاپی کرا کے اپنے پاس رکھی اور اصل کتاب کی دوبارہ نئی جلد بنواکر وہ فقیر کو واپس کردی ۔ یہ احتیاط اور امانت داری آپ جیسے علمائے باعمل کا ہی خاصہ تھا ۔

علماء کا ادب :۔ حضور سرور کائنات کی نسبت اور حضور کے علم کی نسبت کی وجہ سے سادات کرام اور علمائے کرام مشائخ عظام کا بیحد ادب و احترام کیا کرتے تھے ، یہ انکے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک واضح نشانی تھی ۔

ایک روز فقیر اپنے اس ہی مقالہ " سندھ کے صوفیائے نقشبند " کے سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ حاضر ہوا تو آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اپنی جگہ پر بڑے اصرار کیساتھ فقیر کو بٹھایا اور بڑی تواضع کے بعد رخصت کرتے وقت کچھ نذرانہ بھی دیا ۔ یہ فقیر شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا ۔ لیکن آپ نے فرمایا یہ ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ جو بھی کسی بزرگ کی اولاد آتی ہے ہم اس کی خدمت میں ضرور نذرانہ پیش کرتے ہیں آپ بھی بزرگوں کی اولاد ہیں لہذا یہ نذرانہ ضرور قبول کریں ۔ اللہ اکبر ! اولیاء کرام اور بزرگوں کی نسبتوں کا بھی کیا ادب اور ان کے واسطوں کی بھی کس درجہ پاسداری تھی ۔۔

وفات :۔ وصال سے ایک ہفتہ قبل مسجد غوثیہ میں آخری خطبۂ جمعہ میں اپنے لقائے الہیٰ کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ۔

" آپ حضرات مسجد میں کسی اور خطیب کا انتظام فرمالیں ممکن ہے کہ میں آئندہ جمعہ سے نہ آسکوں " ۔

اور وصال سے صرف ایک روز قبل دارالعلوم کے تمام طلباء کو نماز عشاء کے بعد ہال میں جمع کر کے فرمایا ۔

" آج مجھ سے جو مسئلے دریافت کرنے ہوں کر لو آج کے بعد تم

کس سے پوچھوگے"

صبح نماز فجر کے بعد ایک طالب علم کو گھر بھیجا کہ گھر سے میرے لئے صرف ایک کرتا لے آؤ سفر میں ضرورت پیش آئیگی تو استعمال کر لونگا۔ اور اس کے بعد بذریعہ کار سہون شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد شہید کار چلا رہے تھے مفتی محمد احمد نعیمی اور آپ کے دیرینہ رفیق فقیر محمد بلوچ اور حاجی دوست محمد بلوچ آپ کے ہمراہ تھے جب آخری اسٹاپ آمری پر کار پہنچی تو کار کا اچانک دروازہ کھل گیا آپ چلتی گاڑی میں سے باہر آگئے اور شدید زخمی ہوگئے کرتا تار تار ہو گیا اور وہ ہی کرتا جو ساتھ لیا تھا پہنایا گیا۔ سہون سے حیدرآباد اور یہاں سے کراچی آپ کو لایا گیا، طویل راستہ سر سے خون کافی نکل چکا تھا اسلئے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کو خون چڑھایا جائے گا جب آپ نے سنا تو فرمایا میرے جسم میں پلید خون مت چڑھاؤ۔ اللہ اکبر جان دینی گوارا کر لی لیکن آخر وقت میں بھی تقوے اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ الغرض ۱۰ شوال المکرم مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء رات ۳ بجکر ۱۰ منٹ پر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ روح پرواز کرنے کے باوجود آپ کا قلب ۲۰ منٹ تک ذکر الہیٰ میں مستغرق رہا یہ دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ (ملیر) کے احاطے میں سپرد خاک کردیا گیا۔

اولاد:۔ آپ نے اپنے بعد چھ۔ (۶) صاحبزادے اور (۵) صاحبزادیاں چھوڑیں صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید، جو جوانی کے اندر ایک حادثہ میں شہید ہوگئے۔ (۲) مولانا محمد قاسم جان (۳) علامہ مفتی محمد جان نعیمی (۴) بشیر احمد جان (۵) نذیر احمد جان (۶) منیر احمد جان۔ آپکی معنوی اولاد یعنی آپکے تلامذہ سندھ اور بلوچستان اور پنجاب میں پھیلے ہوئے ہیں

اور دین کی خدمت میں مصروف ہیں ۔

جانشین :۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا غلام محمد جان نعیمی کی شہادت کے بعد آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا محمد جان نعیمی آپ کے جانشین ہوئے جو اخلاق و عادات اور اوصاف و شمائل حقہ کے صورت و سیرت میں اپنے والد گرامی کا کامل نمونہ ہیں ۔ اپنے والد گرامی کی دونوں مسندوں یعنی تبلیغ و تدریس اور افتاء وارشاد کو بخوبی سنبھالے ہوئے ہیں ، دین متین اور مسلک حقہ کی اشاعت کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت عطا فرمائے اور یہ چشمہ علم و معرفت ہمیشہ آباد رہے ۔

حالات ماخوذ :۔ مقدمہ فتاوی مجددیہ نعیمیہ۔ از ڈاکٹر محمد مسعود احمد دارالعلوم مجددیہ ۔ ملیر

مفتی مظفر احمد

آپ مفتی اعظم هند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے جو پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے اور اهالیان پاکستان کو اپنے آباؤ اجداد کے علمی اور روحانی فیوضات سے ایک عرصہ تک فیضیاب فرماتے رہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت دهلی میں ہوئی۔

تعلیم:۔ مدرسہ عالیہ فتحپوریہ میں قاری فضل الدین سے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اسی مدرسے میں نامور علماء سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصل کی اور ۱۳۵۱ ھ ، ۱۹۳۲ء میں اسی مدرسہ سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔

فن طب:۔ اس کے بعد آپ فن طب و حکمت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت کے نامور طبیب حکیم جمیل الدین خان سے آپ نے فن طب حاصل کیا اور اس میں مرتبہ کمال پر پہنچے۔ بہت سے آزمودہ نسخے آپ نے تیار کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے جب کوئی پریشان حال آتا تھا تو آپ نسخہ بھی لکھ دیا کرتے تھے اور اپنے پاس سے بھی بعض خاص دوائیں دیا کرتے تھے۔

فتح پوری کی امامت:۔ جامع مسجد فتحپوری دهلی کی شاہی امامت آپ کے جدامجد حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود صاحب محدث اعظم دهلی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے چلی آرہی تھی جبکہ حضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے سسرال سے ملی تھی جن کے یہاں شاہان مغلیہ کے دور سے یہ منصب چلا آرہا تھا پھر یہ منصب حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور ان

کے دور میں حضرت مفتی محمد مظہر احمد صاحب پندرہ سال کی عمر سے اس مسجد میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے نیابت کے علاوہ آپ فتویٰ نویسی بعد نماز جمعہ درس قرآن اور تبلیغ اور رشد و ھدایت کے کام بھی سر انجام دیا کرتے تھے۔ بہت سے غیر مسلم آپ کے ھاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بیعت و خلافت:۔ پاک و ھند کے عظیم روحانی بزرگ رسالہ رکن دین جیسی مشہور زمانہ کتاب کے مصنف اور راقم الحروف کے جدامجد حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار مبارک الور میں ہے) سے مفتی صاحبؒ نے الور میں شرف بیعت حاصل کی اور انہی سے روحانی تربیت لی پھر پاکستان تشریف لائے تو آپ کے مرشد زادے سندہ کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت راقم الحروف کے والد گرامی حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے والد گرامی مفتی اعظم ھند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہؒ نے بھی اجازت و خلافت عطاء فرمائی تھی جبکہ حضرت ضیائے معصومؒ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت خواجہ پیر غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ جو ملیر میں رہائش پذیر تھے ان سے بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔

فتویٰ نویسی:۔ آپ نے دھلی کے قیام سے لیکر کراچی کے زمانہ قیام تک تقریباً چالیس سال فتاویٰ نویسی کے فرائض انجام دئے اور اس میدان میں بھی اپنے آباؤ اجداد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے آپ کے فتووں کو دیکھ کر آپ کی فقاھت جزئیات پر آپکی دست رس عقلی اور نقلی دلائل پر آپکے عبور کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کے برادر حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے فتاویٰ مسعودی کے آخر میں آپ کے تحریر کردہ ایک فتوے کا عکس شائع کیا ہے جس

میں سائل نے فجر کی اذان کے بعد آواز لگا کر لوگوں کو جگانے کے متعلق شرعی حکم معلوم کیا تھا جسکے جواب میں مفتی اعظم ھند حضرت قبلہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب عنایت فرمایا کہ یہ تثویب ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ موجب ثواب ہے جبکہ اسی سوال کے جواب میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے یہ لکھا کہ اوّل تو یہ امر تثویب میں داخل ہے نہیں اور اگر تثویب بھی ہو تو یہ بدعت ہے اور مکروہ ہے اس پر حضرت مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی جواب تحریر فرمایا جس میں مفتی کفایت اللہ کے فتوے کا بلیغ رد کرتے ہوئے تثویب کے جائز اور مستحسن ہونے کو بڑے قوی دلائل سے ثابت فرمایا۔ حضرت مفتی اعظم ھند اور آپ کے فتوے کی ھندوپاک کے مقتدر علماء اور مفتیان کرام نے تصدیقات فرمائیں جن میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصدیق کے آخر میں فرمایا کہ مولانا مظفر احمد سلمہ نے اس کا بہت نفیس و بالغ رد فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔ اسی لئے حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو بس مفتی مظفر احمد صاحب کے فتووں پر بھروسہ ہے"

فیض رسانی:۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تلقین، رشد و ھدایت وعظ و نصیحت اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ جہاں مخلوق خدا کو فیض پہنچایا وہاں آپ نے طب و حکمت اور تعویذ و عملیات کے ذریعہ بھی بے شمار بندگان خدا کی فیض رسانی فرمائی کیونکہ اس فن میں بھی آپ مہارت تامہ رکھتے تھے اور بڑے بڑے کامیاب علاج آپ نے ظاہری اور روحانی طریقے سے کئے۔ اس کے علاوہ آپ کے بہت سے علمی مضامین مختلف پمفلٹ اور رسائل میں شائع ہو کر مخلوق کی ہدایت اور رہبری کا ذریعہ بنتے رہے۔

ہجرت:۔ آپ تقریباً چھبیس (۲۶) سال جامع مسجد فتحپوری دھلی میں امامت و

خطابت اور افتا کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ بھی پاکستان تشریف لے آئے اور فریر روڈ کراچی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ اور ۱۹۷۱ء تک اس خطہ کو اپنے علمی اور روحانی فیوضات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔

محب مرشد:۔ آپ کو اپنے مرشد گرامی حضرت شاہ رکن الدین الوریؒ سے والہانہ محبت تھی کبھی محفل میں آپ کے مرشد گرامی کا ذکر آجاتا تو بڑے عشق و الفت میں ڈوب کر ان کے واقعات سنایا کرتے تھے فرماتے تھے ایک روز ہم حضرت صاحبؒ علیہ الرحمۃ کے ساتھ مسجد سے نماز پڑھ کر آرہے تھے کہ راستہ میں ایک ہندو بوڑھے کو دیکھا کہ حضرت شاہ رکن الدینؒ کو دیکھ کر بھاگا اور گلی میں گھس گیا جب اس سے پوچھا گیا کہ کیوں بھاگا تو کہنے لگا کہ یہ وہ ہیں ان کی نظر جس پر پڑ جاتی ہے وہ کلمہ پڑھنے لگتا ہے اور مسلمان ہوجاتا ہے۔

اپنے مرشد سے آپ کی ارادت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس میرے مرشد کے موئے مبارک اور انکی ٹوپی مبارک ہے جب مجھے قبر میں رکھو تو یہ تبرکات میرے ساتھ رکھ دینا تاکہ میری بخشش کا سامان ہوجائے۔

محبوب مرشد:۔ ادھر مرشد کے قلب میں بھی آپ کی بڑی وقعت اور منزلت تھی جب آپ کبھی تشریف لاتے تو مرشد کریم آپ کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم آپ کی کیوں نہ عزت کریں آپ میں دو خوبیاں جمع ہیں ایک تو آپ حافظ قرآن ہیں اور دوسرے یہ کہ ہمارے مرشد زادے ہیں۔

اسی نسبت کے باعث میرے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ بھی آپ کی بڑی عزت فرمایا کرتے تھے اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ حضرت شاہ مفتی

محمد محمود الوریؒ کی بڑی عزت اور تکریم فرمایا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے مرشد زادے تھے

چناچہ حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہؒ جب پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے بزم ارباب طریقت کے نام سے تمام سلسلہ سے تعلق رکھنے والے دوست احباب کی ایک تنظیم بنائی تاکہ اس کے تحت علمی دینی روحانی اور تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھی جا سکیں اور اس تنظیم کا سرپرست اعلیٰ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کو بنایا جب کہ مفتی محمد مظفر احمد صاحب کو صدر حکیم مشتاق احمد صاحب کو نائب صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو نائب صدر اور سیٹھ احمد کو نائب صدر اور قاضی حمایت اللہ کو ناظم اعلیٰ اور ذکرالرحمن کو ناظم اور سعید غنی کو خزانچی مقرر فرمایا ۔ ایک دفعہ اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ قاضی حمایت اللہ صاحب کے حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب سے کچھ اختلافات ہوگئے جس کی بناء پر مفتی صاحبؒ نے استعفیٰ دے دیا ہر چند احباب نے آپ سے استعفیٰ واپس لینے کی درخواست کی لیکن آپ نے استعفیٰ واپس لینے سے انکار کردیا آخرکار بزم کے چند اراکین مولانا رفیق الاسلام وغیرہ حضرت قبلہ مفتی محمد محمود الوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاضی حمایت اللہ جو بہت بڑے اردو کے ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کے خاص چہیتے مریدوں میں سے تھے ان کی شکایت کی اور حضرت مفتی صاحب سے انکے اختلافات کو بیان کیا تو یہ سنکر حضرت شاہ محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آگیا اور فرمایا قاضی حمایت اللہ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب صرف ننھے میاں (راقم الحروف) کے ماموں ہیں وہ صرف ہمارے نہیں بلکہ ہمارے حضرت صاحب (حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے بھی مرشدزادے ہیں ان کی شان میں معمولی سی بے ادبی بھی ہمیں گوارا نہیں اور ان کے احترام میں ذرہ برابر فرق نہیں آنا چاہیئے ۔ اور آپ نے آنے والوں کے ذریعہ

مفتی صاحبؒ کو پیغام بھیجا کہ وہ میرے کراچی آنے تک اپنا استعفیٰ واپس لے لیں۔ جب مولانا رفیق الاسلام صاحب نے مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مرشد زادے حضرت شاہ محمد محمود الوریؒ کی یہ گفتگو سنائی اور آپ کا پیغام پہنچایا تو مفتی صاحبؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنا استعفیٰ واپس لیتے ہوئے فرمایا۔

میں اس دن موت کو ترجیح دونگا جس روز مجھ سے بھائی
صاحب کے حکم کی سرتابی ہو"

سبحان اللہ! دونوں ایک دوسرے کو مرشد زادہ سمجھ کر کسقدر ایک دوسرے کا پاس ادب رکھتے تھے۔ اب یہ اعلیٰ قدریں کہاں۔

سیاسی دینی خدمات:۔ دھلی سے ہجرت کر کے جب آپ کراچی تشریف لائے تو یہاں سب سے پہلے آپ نے کھوڑی گارڈن کی ایک چھوٹی سی مسجد میں سے خطابت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد جامع مسجد آرام باغ میں آپ نے امامت فرمائی اس کے بعد عیدگاہ میدان میں بھی آپ برسوں آنرری خطیب کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ جمعیت اہل سنت کے نام سے آپ نے ایک تنظیم بنائی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا اس وقت کے مقتدر علماء مولانا مفتی غلام محی الدین صدر الافاضل کے بھتیجے مولانا ضیاء الدین سہروردی مفتی غلام قادر کشمیری وغیرہ کیساتھ ملکر اس پلیٹ فارم سے دینی ملی اور بہت سی سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا اور مسلک حقہ اور دین متین کی ترویج و اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ختم نبوت کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتیٰ کے مفتی محمد عمر نعیمی اور مولانا عبدالحامد بدایونی وغیرہ کیساتھ آپ گرفتار ہوئے اور سینٹرل جیل کراچی میں ایک ساتھ قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

حق گوئی :۔ آپ کے اوصاف و کمالات میں حق گوئی اور بے باکی آپ کی ایک امتیازی صفت ہے ۔ صدر ایوب کے مارشل لاء میں جب ہر شخص حاکم وقت سے کانپ رہا تھا یہ مرد درویش علیٰ الاعلان بغیر کسی خوف کے جلسوں میں ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہا تھا ۔ کسی بڑے سے بڑے کا رعب و دبدبہ آپ کو حق بات کہنے سے کبھی باز نہ رکھ سکا۔

ختم نبوت کے سلسلہ میں زمانہ اسیری کے دوران جیل کا یہ قانون تھا کہ جب جیلر آئے تو سب قیدی اس کی تعظیم کریں اور اس کو سلام کریں لیکن آپ نے اس کی تعظیم کرنے سے انکار کردیا جب وہ آتا آپ اس وقت تلاوت قرآن میں مصروف ہوجایا کرتے جب اس قانون کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی تو آپ نے فرمایا قرآن کی تعظیم کے آگے ہم جیلر کی تعظیم کے پابند نہیں ، آپ کی اس جرأت اور بے باکی کو دیکھ کر آپ کے تمام ساتھی علماء بھی گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اب دیکھیئے آپ کو اس کی کیا سزا دی جاتی ہے لیکن تائید الہی نے آپ کو ہر آفت اور مشکل سے محفوظ رکھا اور آپ کے ساتھی علماء کو کہنا پڑا کہ ہم آپ کی کرامت کے قائل ہوگئے ۔

تصلب :۔ اپنے مسلک اور عقیدہ میں تصلب کی بناء پر کسی بدمذہب کے پیرو کار سے میل جول یا اختلاط کے آپ قطعاً روادار نہیں تھے اسی لئے ۱۹۷۰ء میں آپ نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی صرف اس لئے مخالفت کی کہ وہ مولانا احتشام الحق تھانوی کے اسٹیج پر کیوں چلے گئے ۔ مفتی صاحبؒ کی نظر میں سیاسی سطح پر بھی کسی بدعقیدہ سے اشتراک عمل درست نہیں تھا۔

مسلک میں آپ کے اسی تصلب کی بناء پر حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد) آپ سے بہت محبت کیا کرتے تھے جب کراچی آتے تھے سب سے پہلے آپ کو یاد فرما کے اپنے پاس بلوایا کرتے تھے ۔

وصال :۔ ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء مطابق ۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ کو آپکا وصال ہوا ۔ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ آپ کو پاپوش نگر (ناظم آباد کراچی) کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا ۔

اولاد :۔ آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

محمد ظفر احمد :۔ حافظ قرآن اور بہترین قاری اور بڑے نیک متقی اور پرھیزگار ہیں ۔ آپ کی پرسوز آواز میں پورا قرآن پاک اعلحضرت مولانا احمد رضا خانؒ کے ترجمہ کیساتھ رکارڈ ہو کر مارکیٹ میں آچکا ہے ۔

محمد اظہر احمد :۔ آپ بھی حافظ قرآن بڑے ذھین و فطین ہیں آجکل کراچی میں ہی تجارت کررہے ہیں ۔

محمد نذر احمد :۔ آپ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں فن طب میں بڑا کمال رکھتے ہیں نبض شناسی اور تجویز و تشخیص میں اسلاف کی یادگار ہیں ۔

راقم الحروف نے حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادے جناب حافظ قاری محمد ظفر احمد صاحب اور مفتی صاحب کے رفیق خاص مولانا رفیق الاسلام صاحب اور تذکرہ مظہر مسعود مصنفہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور بزم جاناں مصنفہ راقم الحروف سے یہ حالات حاصل کیے۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

آپ ھند و پاک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ایک عظیم خانقاہ، خانقاہ مسعودیہ مظہریہ کے ایک ایسے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے ایک طرف مسند رشد و ھدایت کو آباد رکھا تو دوسری طرف میدان تحریر و تحقیق میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑدئے۔ جنہوں نے اپنے "قلب اور قلم" دونوں کے ذریعہ اپنے علمی اور روحانی فیوضات سے ایک جہاں کو فیضیاب کر کے اس عظیم نقشبندی خانقاہ کی جانشینی کا حق اداء کر دیا آپ نے علمی تاریخی اور تحقیقی میدان میں جو بڑے بڑے محیرالعقول کارنامے انجام دئے ہیں اگرچہ دنیا والوں کی طرف سے آپ کو اس پر کئی گولڈ میڈلز اور ستارہ امتیاز وغیرہ مل چکے ہیں لیکن فقیر کی نظر میں آپ کے لئے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے پیاروں نے آپ کو اپنا پیارا بنا کر اپنے دین کی اشاعت اور اپنے عشق کے فروغ کے لئے آپ کو چن لیا ہے۔ کیونکہ انکی نگاہ کرم کے بغیر اتنے بڑے بڑے کام ڈاکٹر صاحب کے بس کے نہ تھے، یہ سب انکا کرم ہے اس اعزاز و کرام پر ڈاکٹر صاحب جتنا ناز کریں کم ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلہ یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آباء و اجداد:۔ آپ کے والد گرامی جامع مسجد فتحپوری کے امام اور مفتی، ھند و پاک کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت مفتی اعظم ھند مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کی ۱۴ رمضان ۱۳۸۶ ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات ہوئی آپکے وصال کی خبر ہندوستان اور پاکستان کے قومی اخبارات اور رسائل نے ان الفاظ میں شائع کی۔ دنیائے تصوف کا شہنشاہ اور آسمان علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا۔ کسی نے لکھا۔ شریعت و طریقت کے ایوانوں میں اداسی چھاگئی۔ کسی نے لکھا آسمان سلوک و طریقت کا آفتاب غروب ہو گیا کسی

نے لکھا علوم شریعت و معرفت کے اس بے بہا خزینہ کو ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کردیا گیا۔ کسی نے لکھا عالم با عمل فاضل بے بدل فقیہہ یگانہ شریعت و طریقت کا یہ خورشید تاباں غروب آفتاب کے وقت نگاہوں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہوگیا۔ کسی نے لکھا۔ دھلی کی بزم صوفیاء اتقیاء، علماء سونی ہوگئ۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی مسلمانان عالم کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تھی ڈاکٹر صاحب نے اسی مفتی اعظم اور اسی ولیِ کامل اور یگانہ زمانہ کی آغوش رحمت میں پرورش پائی ہے۔ پھر کیوں نے آپ بھی یگانہ ہونگے۔

ڈاکٹر صاحب کے جدامجد فقیہ الہند حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود دھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد جامع مسجد فتحپوری میں باقاعدہ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کا اس وقت آغاز کیا جب ھندوستان میں دیوبند، بریلی، ندوہ وغیرہ کا کوئی مدرسہ معرض وجود میں نہیں آیا تھا اور آپ کی تدریس کا انداز ہی ایسا نرالا تھا کہ درس حدیث نبوی کے وقت طلباء کو روحانی طور پر دربار نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضری نصیب ہو جایا کرتی تھی۔ آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کو کون بیان کر سکتا ہے آپ کے متعلق ایک معروف نقشبندی بزرگ حضرت مولانا ہدایت علی جیپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس جامع تبصرہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ۔

> حضرت مولوی مسعود صاحب کی تعریف کیا کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (سید امام علی شاہ صاحب) جیسے ہوں اور انکے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین جیسے ہوں۔

حضرت خواجہ مفتی رحیم بخش الملقب بشاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۰ رجب امرجب ۱۳۰۹ ھ، ۱۸۹۲ء دھلی میں وفات پائی اور درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ آپ کے وصال پر غالباً حضرت خواجہ شاہ

محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قطعہ تاریخ لکھا۔

مسعود شہ فرد جہاں ہم شمع بزم عارفاں　　محبوب رب لم یزل صلو علیہ و آلہ

شان نبی جاہ علی ہم نور حق سرتابہ پا　　برہان ایمان و ملل حسنت جمیع خصالہ

صیت نوالش چار سو من فیضہ لا تقنطوا　　بدرا لدجے صدرالا جل کشف الدجی بجمالہ

برداشت ازعالم قدم پئے سال وصلش ازعدم　　سعدی بگفتا از ازل بلغ العلیٰ بکمالہ

۱۳۰۹ھ

حضرت فقیہہ الھند شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مفتی اعظم ھند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتووں کے مجموعے فتاویٰ مسعودی اور فتاویٰ مظہری کے نام سے ڈاکٹر صاحب نے شائع کئے ہیں اس کے علاوہ ان دونوں حضرات کے حالات میں تذکرہ مظہر مسعود کے نام سے ایک ضخیم کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔ تفصیلی حالات کیلئے ان مذکورہ کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ولادت:۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ کے نانا سید واحد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ان کی بیٹی سیدہ عائشہ کے یہاں ایک ایسا ہونہار بچہ پیدا ہوگا جو عالم اسلام میں نام پیدا کریگا۔ چنانچہ ان کی پیش گوئی کے مطابق ۱۳۴۸ھ، ۱۹۳۰ء کو جامع مسجد فتحپوری دھلی کے قریبی محلہ میں ڈاکٹر صاحب کی ولادت ہوئی۔

تعلیم:۔ قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی حاصل کی اس کے بعد ۱۹۴۰ء ۱۳۵۹ھ میں مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد جامع فتحپوری دھلی میں داخل ہو کر پانچ سال علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۵ء میں اورنٹیل کالج دھلی سے فارسی علوم کی تحصیل کر کے مشرقی پنجاب یونیورسٹی شملہ سے فاضل فارسی کا امتحاں پاس کیا ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور حیدرآباد میں اپنی عمہ

محترمہ کے یہاں ۵۸ء تک قیام کیا۔یہاں آپ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک، انٹر، بی اے اور فاضل اردو کے اور سندھ یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) ایم ایڈ اور علوم شرقیہ کے امتحانات پاس کئے اور سندھ یونیورسٹی سے گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کئے۔ ۷۱ء میں اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ملازمت:۔ آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد تعلیم ہی کا مقدس پیشہ اپنایا اور ۵۸ء میں بحثیت لیکچرار شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرپور خاص میں آپ کی تقرری ہوئی ۶۸ء میں آپ کو گورنمنٹ کالج لورالائی (بلوچستان) کا پرنسپل مقرر کیا گیا اس کے بعد ٹنڈو محمد خان کھپرو مٹھی سکرنڈ ٹھٹہ کے کالجوں میں پرنسپل رہے اور آخر میں سندھ سیکریٹریٹ میں ایڈیشنل سیکریٹری تعلیمات کی حیثیت سے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دئے اور ۹۱ء میں آپ رٹائرڈ ہو گئے۔

بیعت و خلافت:۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے اپنے والد گرامی مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اپنے آباء و اجداد کے روحانی فیوضات وبرکات سے اپنے قلب کو منور کیا۔ ادھر حیدرآباد میں اپنے والد گرامی کی بے حد محبوب اور سب زیادہ منظور نظر ذات اپنے وقت کے قطب اور عاف باللہ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے خوب فیضیاب ہوئے اور اپنے قلب و روح کو تسکین و طمانیت کی دولت سے مالا مال کر لیا۔ چنانچہ راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق جو اس وقت بقید حیات تھے ڈاکٹر صاحب نے تحریر فرمایا۔

> حضرت مدظلہ العالی کی زیارت کو دل چاہتا ہے خلوت میں اپنے علمی کاموں میں مصروف رہتا ہوں مگر جب یاد آتی ہے، خلوت

میں جلوت کا لطف اٹھاتا ہوں مولیٰ تعالیٰ حضرت کا مبارک سایہ قائم و دائم رکھے ، کیا بتاؤں کہ ان کی ذات گرامی سے کتنی تسکین ملتی ہے "۔

حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو ڈاکٹر صاحب سے اور ڈاکٹر صاحب کو حضرت قبلہ سے بے پناہ محبت تھی ۔ جب کبھی کوئی پریشانی یا غم لاحق ہوتا تو فوراً حضرت قبلہ کو آپ عریضہ ارسال کرتے اور حضرت قبلہ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب کو تصوف کے وہ وہ اسباق لکھ کر ارسال فرماتے کہ جو آپ کی قلبی طمانیت اور تسکین کا باعث بنتے چلے جاتے تھے ۔ چنانچہ اپنے چھوٹے بھائی مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ان کی جدائیگی کے غم سے مضطرب ہو کر جب ڈاکٹر صاحب نے حضرت قبلہ کو خط ارسال فرمایا تو اس کے جواب میں حضرت نے آپ کو معرفت سے بھرے ہوئے جام ارسال کر کے آپ کے لئے یوں تسلی و تشفی کا ساماں مہیا کیا تحریر فرمایا۔

بیشک مولانا منظور صاحب کی یاد نے آپ کو ضرور بے چین کیا ہو گا وہ یادہی کے قابل تھے اس دنیا کی ناپائیداری ظاہر ہو کر اس سے بے زاری اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے جس کے باعث شوق عقبیٰ حاصل ہوتا ہے طاعات میں چستی پیدا ہوتی ہے جو منشاء تخلیق ہے پھر قاری صاحب کی ماشاء اللہ صوفیانہ زندگی ضرور معاون ہوتی ہو گی ۔ تسکین حق تعالیٰ کے حکیمانہ فعل پر نظر رکھنے میں ہے کہ حکیم تلخ دوا بھی دیتا ہے تو نفع ہوتا ہے حکیم مطلق کے افعال کی حکمتوں پر نظر کیجئے کہ مصائب کے تلخ اور رنج و الم کی کڑوی جرعوں میں نہ معلوم کیا کیا روحانی منافع آپ کے لئے ہیں جو اس نے تجویز فرمائے ہیں ۔ اس سے انشاء اللہ تسکین ہو گی ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحب سے قلبی محبت کے باعث ان کے دکھ اور غم پر بے قرار ہو جاتے اور ان کی خوشی پر اپنی قلبی فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ڈاکٹر صاحب نے آپ کو اپنی کسی تقریب میں مدعو کیا تو آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں ارشاد فرمایا۔

> بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جناب کی تقریب مسرت میں یہ حقیر شریک نہ ہو انشاء اللہ ہفتہ کے روز بعد نماز مغرب احباب کے ساتھ شریک طعام ہونگا۔

اور خط کے اختتام پر دعائیں دیتے ہوئے فرمایا مزید دعائے ترقی دارین پر یہ تحریر ختم کرتا ہوں۔ یقیناً یہ ایک ولی کامل کی قلم سے نکلی ہوئی دعا تھی جو بارگاہ الہیٰ میں شرف قبولیت پا کر ڈاکٹر صاحب کی ترقی دارین کا سبب بنتی چلی گئی

۔ ایک روز مٹھی کے زمانہ قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب کا ایک مکتوب گرامی راقم الحروف کے نام آیا جس میں وہاں کہ مذھبی حالات کا ذکر تھا اسی ضمن میں وہاں کی مسجد کے امام صاحب کا تذکرہ بھی آگیا کہ۔

> " امام صاحب جامع مسجد بہت مہربان ہیں بلکہ عاشق زار ہیں ایک ہفتہ سے مصر ہیں کہ مرید کر لیں۔ بوڑھے ہیں مگر اظہار آرزو میں بے باک۔ اس سیہ کار سے یہ حسن ظن نہ صاحب اجازت نہ اجازت کے لائق۔ پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا ہوں
>
> ۔

جب فقیر نے یہ مکتوب حضرت قبلہ والد گرامی شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو آپ نے بے اختیار اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا کو لکھ دو کہ انکار کرنے کی ضرورت نہیں ماشاء اللہ یہ جوہر قابل اس لائق ہے کہ اس عظیم منصب کو سنبھال سکے لہذا ہماری طرف سے انکو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

کی اجازت ہے ، طالبان حق کو بیعت کر کے خوب فیض پہنچائیں اور ان کے قلوب کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کے دین متین کی محبت سے روشن اور منور کر کے ان کو عامل بالسنتہ بنائیں ۔ فقیر نے ۲۷ نومبر ۱۹۷۴ کو ڈاکٹر صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں یہ مژدہ جانفزاء تحریر کیا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے قلبی تبریکات بھی پیش کیں ۔

اس طرح ڈاکٹر صاحب کے جدامجد حضرت خواجہ محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو روحانی میراث تھی وہ حضرت شاہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ان تک پہنچ بھی گئی اور ان کے والد گرامی حضرت مفتی اعظم مفتی محمد مظہراللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت بھی اداء ہو گئی کہ انکے والد کو ان کے آباؤ اجداد کی روحانی امانت اور وراثت حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پہنچائی اور ان کے صاحبزادے کو خواجہ محمد رکن الدینؒ کے صاحبزادے نے یہ امانت ان کے سپرد فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ اس آستانہ مسعودی کو ہمیشہ آباد رکھے اور اس فیض سے عالم کو منور و مستنیز رکھے ۔

اس کے بعد لورائی شریف کے سجادہ نشین حضرت شاہ زین العابدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ڈاکٹر کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا ۔

ڈاکٹر صاحب نے ۳ ذیعقد ۱۳۹۴ھ ، ۱۹۷۴ء سے بیعت کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرماتے آئے ہیں اس لئے آپ کو بھی یہی سلسلہ زیادہ محبوب ہے اور اسی سلسلہ میں آپ بیعت فرماتے ہیں ۔ چنانچہ آپ کے ایک سوانح نگار ایک اچھے ادیب جناب محمد عبدالستار طاہر صاحب نے آپ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی آرزو ظاہر کی تو آپ نے فرمایا میں تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں بیعت کرتا ہوں ۔

علمی اور تحقیقی کام :۔ ڈاکٹر صاحب نے تحریری طور پر اب تک جو علمی اور تحقیقی کام کیا ہے وہ بڑی وسعت کا حامل ہے ، مختلف موضوعات پر آپ کے سینکڑوں مضامین مقالات اور کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں جس میں بعض آپ کے مقالات تو دنیا کے مختلف ملکوں یں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر ھزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں ۔ ھند و پاک کا شاہد ہی کوئی ایسا دینی معیاری رسالہ یا مجلہ ہو گا جس میں آپ کی تحقیقی تحریر شامل اشاعت نہ ہوئی ہو ۔آپ کے بہت سے مقالات کے فارسی عربی انگریزی فرانسی ، ڈچ ، ھندی ، گجراتی وغیرہ میں ترجے ہو کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکے ہیں اور ان علاقوں کے باشندوں کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بن رہے ہیں ۔چونکہ آپ کی تحریر میں دلائل کا وزن اور محبت کی حلاوت ہوتی ہے اس لئے اپنوں اور بے گانوں سب کے لئے وہ یکساں قابل قبول اور روح پرور ہوتی ہے ۔

اور بعض اہم نزاعی مسائل پر ڈاکٹر صاحب کی تحریر چونکہ قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی اور پیار بھرا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے اس لئے آپ کی وہ تحریر علماء میں جتنی مقبول ہوتی ہے اسی طرح وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے ۔آپ کا سب سے بڑا اہم کارنامہ یہ ہے کہ بعض مذہبی دینی اور سیاسی تحریکیں اور ان کے بعض اہم کردار اور قائدین جن پر دجل و فریب کے پردے ڈالکر حقائق کو بالکل مسخ کردیا گیا تھا آپ نے مستند تاریخ کی روشنی میں ان حقیقتوں کو عالم آشکارا کردیا ، جن میں تحریک نجدیت ، وہابیت ، تحریک بالا کوٹ تحریک ترک موالات تحریک خلافت ، تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بعض اہم انکشافات پر مشتمل آپ کے تحقیقی مقالات انتہائی اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں یوں تو بہت سے موضوعات پر سینکڑوں مضامین مقالے اور کتابیں آپ نے تحریر کی ہیں لیکن

بعض اہم آپ کی تحریریں خاص طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً

(۱) اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر کا ایک تاریخی جائزہ :۔ اس موضوع پر آپ کا یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں آپ کو سندھ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے

۔ (۲) عجائب القرآن :۔ کے نام سے مشہورر خطاط خورشید عالم گوہر نے ایک ایسا نادر قرآن پاک کا نسخہ تحریر کیا ہے جس میں گزشتہ چودہ صدیوں سے رائج سینکڑوں رسم الخطوں کے ذریعہ قرآن کو لکھا گیا ہے اس نایاب نسخہ کے لئے مقدمہ ڈاکٹر صاحب نے قلمبند فرمایا جو ۱۹۸۲ء میں آخری پیغام کے نام سے کراچی میں شائع ہوا جس کے لئے مولانا منتخب الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ قرآنیات پر بہترین کتاب ہے"۔

(۳) میلاد اور سیرت :۔ کے موضوع پر بہت سے مضامین و مقالات کے علاوہ جان جاں ، جان ایمان ، جشن بہاراں ، دعائے خلیل ، علم غیب ، تعظیم و توقیر جیسی کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں آپ کی ایک تصنیف عیدوں کی عید کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرف قبولیت عطاء فرمایا کہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہو چکی ہے ۔ عربی زبان میں اس کے ترجمہ کی مدینہ شریف میں تقسیم حضور کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے

(۴) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے تحقیقی مضامین معارف (عظم گڑھ) اور الفرقان میں شائع ہوئے اور انہوں نے وقت کے بڑے بڑے محققین سے داد تحسین وصول کی چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی نے لکھا ۔ آپ نے اس موضوع پر بہت سا ایسا مواد بھی فراہم کیا ہے جو ہم جیسوں کی دسترس سے باہر تھا ۔ ہم جیسوں پر آپ نے بڑا احسان فرمایا ۔

مولانا غلام رسول مہر نے لکھا کہ حضرت مجدد پر جو مقالہ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل قدر ہے ۔ مولانا عبدالماجد

دریا بادی نے لکھا۔ مضمون سرسری طور پر معارف میں پڑھا اور پڑھتے وقت پسند بھی کیا بلکہ جابجا اس سے مستفید بھی ہوا تھا کتابی صورت سے اسے چھپوانے کا مشتاق رہونگا۔ الغرض ایسا تحقیقی مقالہ سیرت مجدد الف ثانی کے نام سے کراچی سے ۸۴ء میں شائع ہوا۔

(۵) حضرت سید صادق علی شاہ، حضرت شاہ مفتی محمد مسعود احمد صاحبؒ اور حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی تفصیلی سوانح ان کے فتاوے ان کے مکاتیب ان کے مضامین ان کے خطبات پر آپ نے بہت سا تحقیقی کام کیا ہے جس میں سے بہت سا چھپ کر منظر عام پر آبھی چکا ہے۔

ماہر رضویات:۔ آپ کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ عالم اسلا کی ایک اہم شخصیت اعلحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور خدمات سے نہ صرف یہ کہ جدید علمی دنیا کو متعارف کرایا بلکہ تعصبات کے دبیز پردوں کو ہٹا کر ان کے حقیقی انوار اور فیوضات سے ایک عالم کو منور کردیا۔ یہ آپ ہی کی محنت شاقہ کا ثمرہ ہے کہ آج پاکستان اور بیرون ممالک میں امام احمد رضا کے نام سے کئی ادارے قائم ہو گئے ہیں جو آپ کی سرپرستی میں ان کے تصانیف کی اشاعت کا کام انجام دے رہے ہیں، ان کی شخصیت پر عالمی سیمینار اور کانفرنس منعقد کرارہے ہیں۔ ان کے علمی اور تاریخی کاموں پر تحقیق کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کی بہت سی یونیورسٹیوں میں اعلیحضرت پر کچھ کام ہو چکا ہے اور پانچ فضلاء ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں اور دس ایم فل کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں جبکہ اس وقت دس یونیورسٹیوں میں اس موضوع پر اعلیٰ تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ ایک دفعہ راقم الحروف ٹھٹہ میں ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا تو دیکھا ایک غیر ملکی خاتون جو باہر کسی یونیورسٹی میں اعلیحضرت پر تحقیقی کام کر رہی ہیں وہ معلومات کے لئے ڈاکٹر صاحب کے پاس آئی ہوئیں تھیں اور اپنے مقالہ کے لئے مفید اور

قیمتی تاریخی مواد حاصل کر رہی تھیں۔

اسی طرح اردن ایران، فرانس اور پاکستان کے انسائکلوپیڈا آف اسلام میں اعلیٰ حضرت پر اہم تحقیقی مقالات کی شمولیت یہ بھی ڈاکٹر صاحب ہی کا کارنامہ ہے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے بعض اہم گوشوں پر لکھی گئی ڈاکٹر صاحب کی مطبوعات اور مقالات بعض تو اسقدر مقبول ہوئے ہیں کہ ساری دنیا میں ایک سال کے اندر اندر کئی کئی ایڈیشن اس کے شائع ہو چکے ہیں اور کئی کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ الغرض امام احمد رضا خانؒ صاحب کے حوالے سے آپ کے تحقیقی کاموں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی تفصیلات میں اب تک کئی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں لیکن اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کا کام جاری ہے اور ان تمام کاموں کے ذکر کے لئے بھی کئی مجلدات درکار ہیں۔

جناب عبدالستار طاہر نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے حضرت مسعود ملت اور رضویات ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں اعلحضرت پر بات ہوتی ہے وہاں حضرت مسعود ملت کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔

اور سچ کہا سید وجاہت رسول قادری صاحب نے کہ۔ "سچ تو یہ ہے کہ مسعود ملت کا دنیائے رضویت ہی پر نہیں بلکہ تمام دنیائے سنت نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام پر احسان ہے اس لئے کہ مسعود ملت نے کمال عبد مصطفیٰ یعنی کمال الاولیاء سے لوگوں کو روشناس کرایا جو صحیح معنوں میں اللہ رب العزت کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب دورہ ہندوستان کے دوران بریلی گئے تو وہاں جامعہ نوریہ رضویہ میں بھی آپ کو استقبالیہ دیا گیا۔ یہ وہ ادارہ ہے جس کے سرپرستوں اور منتظمین اور مدرسین میں مفتی اختر رضا خان صاحب علامہ شاہ تحسین رضا خاں صاحب مولانا محمد منان رضا خان صاحب مولانا تطہیر احمد اور

مولانا محمد حنیف خاں صاحب جیسے حضرات شامل ہیں وہاں ۲ دسمبر ۹۲ء کو تمام علماء، اساتذا اور طلباء کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس میں آپ کی خدمات کا بر ملا اعتراف کرتے ہوئے کہا گیا۔

تقریباً بائیس سال سے جس نے علمی دنیا میں امام احمد رضا کے نام کا سکہ اپنوں اور غیروں کے قلوب و اذھان پر جما رکھا ہے جنکی بدولت امام احمد رضا کا اسم گرامی ہند و پاک کی حدود سے نکل کر امریکہ افریقہ برطانیہ سعودی عرب ہالینڈ مصر اور افغانستان کی یونیورسٹیوں میں پہنچ چکا ہے جہاں کثیر تعداد میں ریسرچ اسکالر پروفیسر ڈاکٹر امام وقت کی جلیل القدر شخصیت پر تحقیقی مقالے لکھنے میں مصروف ہیں جسے آج دنیا ماہر رضویات کے نام سے جانتی اور پہچاتی۔ انہوں نے امام اہل سنت پر اتنا لکھا کہ پوری ایک جماعت مل کر بھی نہ لکھ سکی۔ امام ہمام کے حیات طیبہ اور ان کے کارناموں کے ان گوشوں کو عیاں کردیا جو حیز خفا میں تھے اور امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں چھپ چکے تھے جس پر اپنوں کی بے توجہی سے پردے پڑچکے تھے اور اغیار کی چابک دستی بے بنیاد الزامات کے ذریعہ جن کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہتی تھی خداوند قدوس کا ان پر یہ خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے اس عظیم کام کے لئے خاص طور پر ان کا انتخاب فرمایا اور یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی۔

بریلی سے شائع ہونے والے "سنی دنیا" کے مدیر مولانا عبدالنعیم عزیزی نے ڈاکٹر صاحب کی ان خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا۔ مسعود ملت، وہ مبارک و مسعود وجود ہے جس کے دنیائے رضویت میں ورود مسعود سے تازہ بہار آگئی۔ اور جس کا وجود ملت اسلامیہ یعنی جماعت اہل سنت کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے ایک روشنی ہے۔

عادات و فضائل:۔ آپ بیحد متقی اور پرہیز گار ہیں۔ آپ کے تقوے کا یہ

عالم ہے کہ بقول پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمن صاحب کہ جب ٹھٹہ کے ایک ڈپٹی کمشنر نے یوم اقبال کے موقعہ پر آپ کو دعوت دی تو اس کھانے کو آپ نے اس خیال سے نہیں کھایا کہ کہیں کسی غریب پر ظلم کر کے یہ پیسہ حاصل نہ کیا گیا ہو ۔ محبت اور اخلاص اتنی کہ آپ کا ہر طالب علم آپ کو اپنے والد کی طرح عزیز رکھے اور آپ کا ادب کرے حتی کے اس نفرت اور عصبیت کے دور میں راقم الحروف نے دیکھا کہ سندھ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو تنظیمیں عصبیت پر چل رہی تھیں ان کے طلباء ایک دوسرے کو قتل کئے ڈال رہے تھے ایک دوسرے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے تھے لیکن ڈاکٹر صاحب کے سامنے آ کر مؤدب کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور آپ کی بات غور سے سنا کرتے تھے ۔ عصبیت کے باوجود آپ سے بے پناہ محبت اور پیار کرتے تھے ۔ حتیٰ کے زمانہ مٹھی کے قیام کے دوران ھندو بھی آپ کی زلف محبت کے اسیر ہو گئے ۔ اور کہا کرتے تھے کہ مسلمان تو ایک ہی دیکھا ہے مولانا مسعود صاحب " ۔ جب آپ کا مٹھی سے تبادلہ ہوا تو آپ کی جدائیگی پر مسلمان تو مسلمان کافر اور ھندو بھی رو رہے تھے ۔

آپ بے شمار علمی کاموں کے باوجود اپنے چاہنے والوں کو بڑی پابندی سے خطوط کے جواب عنایت فرماتے ہیں حالانکہ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے اندرون ملک کے علاوہ بیرون ممالک سے سینکڑوں خطوط آتے ہیں لیکن آج تک کسی کو جواب میں تاخیر تک کی کبھی شکایت نہیں ہوئی ۔ ہر ماہ بزم ارباب طریقت کے تحت ایک روحانی محفل منعقد کرتے ہیں جس میں سلسلہ عالیہ نقشبدیہ کے وظائف کے علاوہ نعت اور آپ کا خصوصی خطاب ہوتا ہے جس میں اپنے محبین کی آپ روحانی تربیت فرماتے ہیں اس کے علاوہ ہر ہفتہ مکتوبات امام ربانی کا درس بھی دیتے ہیں ۔ الغرض صورت و سیرت اور علم و عمل میں اپنے آباء واجداد اور اسلاف کا نمونہ ہیں اور علمی روحانی فیوضات سے ایک عالم کو بہرور کر

رہے ہیں ۔ ان تمام علمی عظمتوں اور شہرتوں کے باوجود تواضع اور انکساری کا یہ عالم ہے کہ اپنے ایک مکتوب میں فقیر راقم الحروف کو تحریر فرمایا ۔

"یہ ساری باتیں تحدیث نعمت کے طور پر لکھی گئی ۔ ورنہ فقیر تو سیہ کار و گنہ گار ہے شاید اتنا سیہ کار کوئی نہ ہوگا" اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آخرت میں سرخرو فرمائے آمین ۔

اولاد :۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۴ ھ ، ۱۹۶۴ء کو کراچی میں آپ کی شادی ہوئی جس میں ہندوستان سے آپ کے والد گرامی اور راقم الحروف کے نانا حضرت مفتی اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے اور شادی میں شرکت فرمائی ۔ آپ کی تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے ابوالسرور محمد مسرور احمد ہیں ۔ صاحبزادے صورت و سیرت میں ماشاء اللہ اپنے والد کے مظہر اتم ہیں. یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب ہی کی زیر نگرانی روحانی تربیت بھی حاصل کر رہے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے حج کے موقعہ پر حرم شریف میں ان کو بیعت بھی فرمایا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت بھی عطاء فرما دی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے آباء واجداد کی وراثت کا صحیح امین بنائے اور اس مسند کو تاقیامت آباد رکھے ۔

خلفاء :۔ ڈاکٹر صاحب نے اب تک جن حضرات کی تربیت فرما کے ان کو اجازت و خلافت عطاء فرمائی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

(۱) صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب
(۲) مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب (سجادہ نشین درگاہ ، خواجہ باقی باللہ دھلی)
(۳) علامہ مفتی محمد مکرم احمد صاحب (خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری)
(۴) علامہ مولانا محمد عبدالحکیم خاں الاختر شاہجہاں پوری (لاہور)

(۵) حکیم محمد عاقل چشتی مظہری (دھام پور بجنور ۔ بھارت)

(۶) الحاج غلام قادر خان (راولپنڈی)

(۷) صوبیدار نبی شاہ (صوبہ سرحد)

(۸) جاوید اقبال مظہری ایڈوکیٹ (کراچی)

حالات ماخوذ از :۔ (۱) مکتوبات ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام راقم الحروف

(۲) جہان مسعود، آر بی مظہری مطبوعہ کراچی

(۳) مسعود ملت اور رضویات، محمد عبدالستار طاہر

(۴) تخصصات حضرت مسعود ملت، محمد عبدالستار طاہر

(۵) منزل بہ منزل، محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ حیدر آباد

علامہ محمد شفیع اوکاڑوی

آسمان خطابت کا وہ درخشندہ ستارہ اور اقلیم سخن کا وہ بے تاج بادشاہ جس نے اپنی آواز کی سحر انگیزی ، اپنے بیان کی دلاویزی اور اپنی زبان کی شیرینی سے ایک جہاں کو مسحور کر کے دلوں کے گلشن عشق مصطفیٰ کی خوشبوؤں سے مہکا دیئے ۔

اور آج بھی اگرچہ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی روح پرور تقاریر کی لاکھوں آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں مسلمانوں کے قلوب کو عشق رسول سے گرما رہی ہیں ، محبوبان خدا کے حسین تذکروں سے دلوں کے شگوفے کھلا رہی ہیں اور یاد شہدائے کربلاء سے آنکھوں کو رلا رہی ہیں ۔

ولادت :۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی شیخ کرم الہیٰ تھا جو پنجاب کے ایک شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے اور نقشبندی سلسلہ میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے ۔ اور ہجرت سے قبل کھیم کرن مشرقی پنجاب (بھارت) میں رہائش پذیر تھے ۔ ان کے یہاں ۱۹۳۰ء کو علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کی ولادت باسعادت ہوئی ۔

بشارت :۔ پنجاب میں نقشبندیوں کے ایک مشہور آستانہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین اور اپنے وقت کے ایک ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے قبل آپ کی ولادت اور آپ کے فضل و کمال کی آپ کے والد گرامی کو بشارت دے دی تھی ۔

اس کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کو جب آپ کے والد حاجی کرم الہیٰ صاحب اپنے ایک دوست حاجی محمد علی کے ہمراہ حضرت میاں شیر محمد صاحب کی

خدمت میں بیعت ہونے کی عرض سے شرقپور شریف حاضر ہوئے تو اس وقت رات ہو چکی تھی اور حضرت میاں شیر محمد صاحب اندر تشریف لیجا چکے تھے ۔ خادموں نے اندونوں سے کہا کہ اب سو جاؤ صبح اٹھ کر حضرت صاحب سے ملاقات ہو گی ۔ ابھی یہ دونوں حضرات کمرہ میں جا کر لیٹے ہی تھے کہ اندر سے بلاوا آگیا کہ کھیم کرن سے جو دو نوجوان آئے ہیں حضرت میاں صاحب ان کو یاد فرما رہے ہیں ۔ یہ دونوں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انکو اپنے ساتھ دسترخوان پہ بیٹھ کر کھانا کھلایا اور پھر آنے کا مقصد پوچھا جب انہوں نے عرض کیا کہ ہم بیعت ہونے کی عرض سے حاضر ہوئے ہیں تو آپ نے علامہ اوکاڑوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی حاجی کرم الہیٰ کو اپنے پہلو میں محبت سے لیکر فرمایا " کرم الہیٰ دیاں نہراں وگیاں " ۔ یعنی اللہ کے کرم کی نہریں بہینگی ۔ اور ان کے ساتھی محمد علی سے فرمایا تم دونوں یعنی (محمد صلیٰ اللہ علیہ وسلم اور علی کرم اللہ وجہہ) کا فیض پاؤ گے اور محمد علی ہو جاؤ گے ۔ پھر فرمایا جاؤ اب سو جاؤ صبح بیعت کرینگے ۔ چنانچہ صبح آپ نے دونوں کو بیعت فرمایا وظائف کی تلقین کی اور حاجی کرم الہیٰ سے وہ الفاظ دوبارہ دھرائے جو رات کو فرمائے تھے

الغرض آپ کی بشارت کے مطابق جب علامہ اوکاڑوی کی ولادت ہوئی تو اس وقت حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ وصال فرما چکے تھے ۔ جب آپ کے والد آپ کو اپنے مرشد خانہ لے گے تو اس وقت شرقپور شریف میں میاں شیر محمد صاحب کے چھوٹے بھائی حضرت میاں غلام اللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی صاحب) اس وقت شرقپور شریف کے آستانہ کے سجادہ نشین تھے آپ نے اوکاڑوی صاحب کو جو اس وقت بہت چھوٹے تھے اپنی گود میں لیکر ان کی پیشانی کو چوما اور پھر فرمایا

" یہ تو میرے حضرت میاں صاحب کی بشارت ہے یہ تو ہمارا نور

نظر ہے"

اور ساتھ میں کرم الٰہی صاحب سے یہ بھی فرمایا جب یہ تعلیم مکمل کر لے تو یہاں لے آنا ہم اس کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔

تعلیم:۔ آپ نے اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اور ہجرت کے بعد جب اوکاڑا منتقل ہو گئے تو یہاں دارالعلوم اشرف المدارس میں حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑی صاحب سے اور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں غزالئ زماں رازئ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی سے علوم دینیہ اور حدیث کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

بیعت:۔ چونکہ آپ کے والد گرامی شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے اسلیۓ وہ آپ کو بھی کچھ بڑے ہونے پر اپنے مرشد خانہ لے گئے اور وہاں کے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت میاں غلام اللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی صاحب) کی خدمت میں آپ کو پیش کیا اور آپ کو بیعت کرنے کی درخواست کی جس کو آپ نے قبول فرماتے ہوئے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے روحانی فیوضات سے مستفیض فرمایا۔

مرشد کی محبت:۔ آپ کے مرشد حضرت ثانی صاحبؒ کو آپ سے بڑا پیار تھا، وہ جہاں بھی جلسوں میں جاتے آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ علامہ اوکاڑوی صاحب نے آپ ہی کے زیر سایہ اپنی خطابت کا آغاز فرمایا۔ اس زمانے میں مسلم لیگ کا بڑا زور تھا اور تحریک پاکستان عروج پر تھی۔ حضرت میاں ثانی صاحب طوفانی دورے فرما رہے تھے اور اپنے مریدین کو مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کی تلقین فرما رہے تھے اس وقت بھی ہر جلسہ اور ہر دورہ میں علامہ اوکاڑوی صاحب آپ کے ہمراہ ہوتے تھے اور اپنی شعلہ نوائی سے تحریک میں جان ڈال رہے تھے اس کے علاوہ اوکاڑوی صاحب کو یہ بھی سعادت حاصل رہی کہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقعہ پر ۲ ربیع الاول کو شرقپور شریف میں رات کے ۳ بجے سے فجر کی آذان تک آپ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا آپ کے خطاب میں آپ کے پیران کرام کا وہ فیضان جاری ہوتا تھا کہ ہزاروں کا مجمع ساکت و خاموش کیف و محبت سے سرشار ہوتا تھا۔ یہ ڈیوٹی حضرت ثانی صاحب نے لگائی تھی کہ ہر عرس پر آخیر میں خطاب کیا کرو اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ محمد شفیع کے ہوتے ہوئے اب کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ڈیوٹی چالیس سال خوب سنبھالی۔ صبح ۳ ربیع الاول کو ختم شریف کی محفل ہوتی تھی اس میں بڑے بڑے علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ ہی کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ اسی تقریب عرس میں ایک مرتبہ بہت سے لوگوں نے آپ کے سر پر انوار الہیٰ کی شعاؤں کا مشاہدہ کیا اور آپ کی محبوبیت اور عظمت کے معترف ہو گئے۔

حضرت کرماں والوں کی شفقت:۔ آپ کی روحانی تربیت اگرچہ آپ کے مرشد حضرت میاں غلام اللہ صاحب المعروف حضرت ثانی شرقپوری نے فرمائی آپ کو اپنے ساتھ رکھ کر روحانی مقامات طے کرائے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کامل خلیفہ اور اپنے وقت کے صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری (کرماں والا شریف) کی صحبت سے بھی آپ نے بہت سے فیوضات و برکات حاصل کئے۔ چنانچہ علامہ اوکاڑوی صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے مزار پر مل گئے اور مجھ کو اپنے پہلو میں لے کر فرمایا حافظ جی! آپ سے تو اپنا رشتہ اور تعلق ہو گیا ہے۔ آپ سے ہمیں محبت ہو گئی ہے جانے ان کے فرمانے میں کیا اثر تھا کہ مجھے بھی دل میں ان کی عقیدت اور محبت محسوس ہونے لگی پھر تو میرا یہ معمول بن گیا تھا کہ روزانہ عشاء کے بعد

سائیکل پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں کرماں والا حاضر ہوتا اور فجر تک حضرت کی خدمت میں لگا رہتا تھا ۔ میں نے ان کی خدمت میں کتنے علوم و معارف حاصل کئے اور ان سے کتنا فیض پایا اس کا بیان میں آنا مشکل ہے ۔ کبھی درس کے دوران مجھے کتاب میں کوئی مشکل مقام سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بغیر عرض کئے وہ بات خود بیان فرما دیا کرتے تھے اور مجھے شرح صدر حاصل ہو جاتا تھا ۔ تقریباً دس سال اوکاڑوی صاحب نے ان کی خدمت میں رہ کر فیوضات ظاہری و باطنی سے اپنے دل کو منور کیا ۔ اور اس مقام پر پہنچے کہ ایک روز حضرت کرماں والا حضرت فیضان نوری کا ذکر فرما رہے تھے کہ خدا کے خوف سے ان کی کمر جھک گئی تھی ۔ سب حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا ، اوکاڑوی صاحب نے روتے ہوئے عرض کیا کہ جب ان مقدس ہستیوں کا یہ عالم ہے تو ہمارا کیا حال ہو گا اس پر آپ نے تین مرتبہ خوشی سے فرمایا تم محبوب ہو تم محبوب ہو تم محبوب ہو ۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز اپنے اسکول جس میں میں پڑھاتا تھا اور جہاں میری تنخواہ اس وقت ۸۰ روپے ماہانہ تھی ، انسپیکشن ہونے والا تھا میں متفکر تھا آپ نے فرمایا فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائیگا اور تمہاری تنخواہ چار سو روپے ہو جائیگی ۔ اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد کے مطابق انسپکشن کی رپورٹ بہت عمدہ آئی اور اس کے چند دنوں کے بعد کراچی کی بولٹن مسجد کی طرف سے امامت و خطابت کے لئے مجھ سے اصرار کیا گیا اور چار سو روپے کی تنخواہ مقرر کی جب میں حضرت کی خدمت میں اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا تو بغیر پوچھے فرمایا حافظ جی ہم نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ کی تنخواہ چار سو روپے ہو گی ۔ جاؤ! کرچی مدینہ کا دوروازہ ہے وہاں اللہ تعالیٰ کثرت مال بھی دیگا اور کثرت اولاد بھی دیگا اللہ کریم اتنی برکتیں دیگا کہ کبھی ختم نہیں ہونگی ۔ چنانچہ میری آپ نے ڈیوٹی کراچی لگادی اور میں آپ کا حکم نہ ٹال سکا اور کراچی منتقل ہو گیا ۔

جب اوکاڑوی صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تو اس کے بعد انہوں نے ایک لائسنس حاصل کر کے ریوالور خرید لیا ایک دفعہ حضرت کرماں والوں نے اس کو دیکھا تو فرمایا حافظ جی اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی تم مقبول بارگاہ رسول ہو تمہیں اب کوئی نہیں مار سکتا اوکاڑوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے مجھ کتنی دعائیں دیں کیا کیا عطاء فرمایا کیا کیا مشاہدات اور مکاشفات ہیں یہ سب بیان سے باہر ہیں بلاشبہ وہ غوث وقت اور قطب زماں تھے مجھے سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ میرا بیٹا (کوکب نورانی) انہی کی غلامی میں داخل ہے اور انہی سے بیعت ہے۔

مقبول بارگاہ رسول:۔ اوکاڑوی صاحب نے صلہ ستائش سے بے نیاز ہو کر حضور کے دین کی جو اخلاص کے ساتھ خدمت کی وہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطاء کر گئی۔ اور اس کا اظہار اس وقت ہوا جب آپ کو روضہ رسول کی حاضری نصیب ہوئی مدینہ شریف کی حاضری کے دوران آپ حضور کے قدموں کی طرف بیٹھا کرتے تھے اور درود و سلام پڑھتے رہتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

عشاء کے بعد جب وہاں کے خدام حرم شریف کو خالی کرا کے صفائی کیا کرتے تھے تو آپ بھی اپنے ہاتھوں میں جھاڑو لیکر دربار رسول کی جاروب کشی میں مصروف ہو جایا کرتے تھے اس کو اپنے لئے بڑا فخر سمجھتے تھے۔ آدھی رات کو مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں لمبے لمبے سانس لے کر بوئے رسول کو سونگھتے ہوئے نغمات حبیب گنگناتے پھرا کرتے تھے۔ ایک روز عید کے دن روضہ شریف کی سنہری جالیوں کے سامنے ادب سے کھڑے ہو کر حضور سے عرض کیا کہ آج عید کا دن ہے ماں باپ اپنے نالائق بچوں کو بھی اس دن عیدی دے دیا کرتے ہیں

لہذا اس نالائق گنہگار کو بھی کوئی عیدی عطاء فرما دیجئے ۔آپ فرماتے ہیں اس دن میں اہل عرب کے طریقہ کے مطابق پہلے حضور کے چچا حضرت عباس کے مزار شریف پر حاضر ہوا اس کے بعد حضرت حمزہؓ کے مزار پر حاضر ہوا اور ان دونوں سے سفارش کروا کے پھر یہ عرض حضور کی خدمت میں پیش کی اور ان دونوں چچاؤں کی سفارش قبول کرنے کی حضور سے درخواست کی ۔ چنانچہ جب رات کو حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جا کر سویا تو دیکھا ایک سنہری تختی ہے جو چمک رہی ہے اس پر ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے " محمد شفیع " لکھ دیا آپ فرماتے ہیں میں بہت مسرور ہوا اتنی میں میری آنکھ کھل گئی قریب ہی قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب وظائف میں مشغول تھے آپ نے میرے کہے بغیر فرمایا مولانا آپ کو مبارک ہو کیا آپ نے حضور سے کچھ مانگا تھا میں نے عرض کیا جی ہاں عیدی مانگی تھی ۔ انہوں نے فرمایا آپ کو عیدی مل گئی کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ اللہ نے مجھے ایک سنہری لوح (تختی) عطاء فرمائی ہے جس میں میرے خاص غلاموں کے نام اور عاشقوں کے نام لکھے ہوئے ہیں ۔ لہذا حضور نے اپنے خاص غلاموں کی فہرست میں آپ کا نام لکھ لیا ہے اور آپ کو دکھلا دیا گیا ہے ۔

اس کے بعد حضرت قطب مدینہ نے اسی وقت تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے بھی آپ کو سرفراز فرمایا ۔

ابتدائی حالات :۔ ۴۷ میں آپ اپنے والد کے ہمراہ کھیم کرن سے ہجرت کر کے اوکاڑہ آکر آباد ہو گئے یہاں آنے کے بعد جامع مسجد مہاجرین منٹگمری میں آپ نے نماز جمعہ کی خطابت شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ برلد ہائی اسکول اوکاڑہ میں دینیات کے معلم کی حیثیت سے تدریس کا کام بھی شروع کر دیا ۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے اصرار پر آپ کراچی تشریف لے آئے اور یہاں کی سب

سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) میں ایک عرصہ تک بحیثیت خطیب و امام کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ اس کے بعد تقریباً تین سال جامع مسجد عیدگاہ میداں میں سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ میں اور بارہ سال جامع مسجد نور (نزد جوبلی سینما) میں آپ نے بلا معاوضہ اپنی خطابت سے مخلوق خدا کو فیضیاب کیا ان مساجد میں آپ نے تفسیر قرآن کے درس دئے اور تقریباً ۲۱ برس میں قرآن کریم کے نو پاروں کی تفسیر بیان فرمائی ۔

قیام مدارس :۔ آپ نے علوم مصطفیٰ کی نشر و اشاعت کے لئے کراچی میں مختلف مقامات پر مدارس دینیہ قائم فرمائے ۔ جس میں ۱۹۶۴ء میں پی ای سی ایچ سوسائیٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق جن کے آپ چیرمین بھی تھے دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم فرمایا ۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ (سولجر بازار) جو اب گلستان شفیع اوکاڑوی کے نام سے موسوم ہے یہاں ایک قطعۂ زمین پر جو گذشتہ سو برس سے مسجد کے لئے وقف تھا آپ نے اس میں تعمیر مسجد کا آغاز فرمایا اور اسی مقام پر بلامعاوضہ ہر جمعہ خطاب فرمانا شروع کر دیا ۔ راقم الحرف بھی ایک دفعہ آپ کے خطاب کے دوران وہاں پہنچا تو آپ نے ازراہ عنایت اس فقیر کو آگے بلایا اور آخر میں بعد صلوٰۃ وسلام کے دعا بھی اس فقیر سے ہی کرائی اس وقت اس مسجد کی تعمیر کا کام زور شور سے جاری تھا آپ نے وہاں ایک ٹرسٹ قائم فرمایا جس کا نام گلزار حبیب ٹرسٹ رکھا جس کے آپ بانی اور سربراہ تھے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام آپ نے جامع مسجد گلزار حبیب اور اس سے متصل ایک عظیم الشان دارالعلوم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب کے نام سے بنانے کا آغاز فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی اس کی تعمیر کے کافی مراحل طے کر لئے ہنوز دونوں منصوبے زیر تکمیل ہیں

اس مسجد میں علامہ اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا کوکب نورانی صاحب جمعہ اور عیدین کے خطاب کے علاوہ مختلف مذہبی اور دینی مواقع پر اپنے خطاب اور تبلیغی پروگراموں سے اس کو آباد رکھے ہوئے ہیں۔ ان علوم محمدیہ کی برسات اور ان انوار و تجلیات کی جھرمٹ میں حضرت علامہ اوکاڑوی صاحبؒ کا مزار مبارک بھی ہے جہاں آپ اپنے لگائے ہوئے عشق مصطفیٰ کے اس گلزار اور چمنستاں میں بہت راحت کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

خطابت:۔ پر مغز مضامین پر اثر طرز استدلال دلکش انداز بیان خوش الحانی اور لحن داودی اور رب کی طرف سے عطاء کردہ مقبولیت عام حضرت علامہ اوکاڑویؒ کی خطابت کی یہ وہ امتیازی خصوصیات تھیں جنھوں نے ان کو خطیب پاکستان کے لقب سے ساری دنیا میں معروف و مشہور کر دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ انکا نام سنتے ہی لوگ گھروں سے نکل آتے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانوں کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس مجمع میں عوام بھی ہوتے تھے اور خواص بھی اور سب یکساں ان کی تقریر سے لطف اندوز ہوتے اور اپنے دامن کو حسن عقیدہ اور حسن عمل کے مہکتے پھولوں سے بھر کے جاتے تھے۔بے شمار گمراہ راہ راست پر آئے اور بے شمار عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو کر گئے۔اس راقم الحروف نے جہاں عوام کو آپ کی تقریر کا شیدا دیکھا وہاں بڑے بڑے علماء، فقہا و خطباء اور مناظرین کو آپ کے کیسٹوں سے اکتساب فیض کرتے ہوئے دیکھا اور ان کی زبان سے اس برملا اعتراف کو بھی سنا کہ " خطیب پاکستان " کی تقریروں سے ہمیں اپنی تقریروں اور مناظروں کے لئے وہ مواد ملتا ہے جو ہماری کامیابیوں کا ضامن ہوتا ہے۔

میلاد ، معراج ، گیارھویں ، سیرت ، اعراس اور دیگر مذھبی جلسوں کے

علاوہ ماہ محرم میں مجالس ذکر شہادت بالخصوص شب عاشور ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع سمیت آپ نے چالیس سال کے عرصہ میں تقریباً اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا جو ایک عالمی رکارڈ ہے۔ پاکستان کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو آپ کی خطابت کی سحر انگیزیوں سے مسحور نہ ہوا ہو حتی کے شرق اوسط اور خلیج کی ریاستوں بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ اور یورپ کے دیگر بہت سے ممالک میں بھی آپ کی تقاریر بہت مقبول تھیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف جنوبی افریقہ میں ۱۹۸۰ء تک آپ کی تقاریر کی ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہوئیں۔ الغرض اس بلبل چمنستان رسالت نے ساری دنیا کو عشق رسول کے ترانوں سے چہکا دیا۔ اور آج بھی سینکڑوں علمی موضوعات پر ان کی آڈیو اور وڈیو کیسٹس ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنائے ہوئے ہیں اور ایک جہاں کو فیضیاب کر رہی ہیں۔ تقریباً تین ہزار لوگ آپ کے ہاتھ پر شرف با سلام ہوئے اور ہزارہا لوگ اپنے عقیدہ و اعمال کی اصلاح کر کے فائز المرام ہوئے اور آج بھی آپ کی کیسٹوں کے ذریعہ آپ کا یہ فیض جاری ہے قیامت تک جاری رہی گا۔

خلافت:۔ حضرت خطیب پاکستان کو بیعت کا شرف تو حضرت میاں غلام اللہ صاحب (معروف حضرت ثانی صاحب) سجادہ نشین شرقپور شریف سے حاصل تھا سید محمد اسماعیل کرمانوالے سے بھی آپ نے روحانی فیوضات و برکات حاصل کئے اور اپنی روحانی تکمیل کی۔ آپ کے اس روحانی مقام اور دینی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے دنیا بھر کے بڑے بڑے مشائخ اور صوفیاء نے آپ کو مختلف سلاسل میں اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ جن مشائخ کے نام معلوم ہو سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت پیر ابراہیم سیف الدین گیلانی:۔ نقیب اشرف دربار

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (بغداد شریف) نے قادریہ سلسلہ میں اجازت عطاء فرمائی ۔

(۲) حضرت مفتی اعظم ہند محمد مصطفی رضا خان صاحب شہزادہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحبؒ (بریلی شریف) نے بھی قادری سلسلہ میں آپ کو اجازت عطاء فرمائی ۔

(۳) حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ) نے آپ کو نقشبندیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ شاذلہ اشرفیہ سمیت آٹھ سلسلوں میں اجازت عطاء فرمائی ۔

(۴) غزالی زماں رازئی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب نے آپ کو نقشبندیہ چشتیہ صابریہ سمیت دیگر سلاسل کی اجازت بھی عطاء فرمائی ۔

(۵) دمشق کے ایک بزرگ نے بھی آپ کو قادریہ شازیہ سلسلہ کی اجازت دی ۔

(۶) شیخ محمد علی جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہوں نے بھی آپ کو بہت سے سلاسل کی اجازت دی ۔

(۷) مدینہ منورہ کے ایک اور بزرگ جو شیخ الدلائل کے نام سے معروف تھے انہوں نے بھی اپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ۔

(۸) مدینہ نبوی کی ایک روحانی شخصیت شیخ علاؤ الدین نے بھی آپ کو روحانی نسبتوں سے اور اجازتوں سے نوازا ۔

(۹) سندھ میں نقشبندیوں کے ایک معروف آستانہ لواری شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ گل حسن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو نقشبندی سلسلہ کی نسبتوں اور اجازت سے سرفراز فرمایا ۔

لواری شریف اور قاضی احمد میں جو مذہبی جلسے ہوتے تھے اس میں اکثر آپ کے خصوصی خطابات ہوتے تھے بعض مواقع پر اس فقیر کو بھی آپ کی

معیت میں ان آستانوں میں حاضری اور خطاب کا شرف حاصل ہوا ۔
(۱۰) ملتان کے ایک بزرگ حسین بخشؒ نے بھی آپ کو اجازت عطاء فرمائی ۔
(۱۱) کانپور کے ایک بزرگ جو کراچی میں رہائش پذیر تھے ان سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی ۔
(۱۲) آپ کے استاذ حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی سے بھی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی ۔

الغرض روحانی طور پر بہت سے اولیاء اور صوفیاء کی روحانی نسبتوں کے آپ جامع تھے ۔

امتحان عشق :۔ خود بھی عشق مصطفیٰ میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی عشق حبیب کبریا سے خوب سرشار کیا ۔ اور جب اس راہ عشق میں امتحان آئے تو اس میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ۔ ۵۲ ، ۵۴ ، میں تحریک ختم نبوت کے دوران دس مہینہ منٹگمری جیل میں ناموس رسالت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتیٰ کے اس اسیری کے دوران آپ کے دو صاحبزادے تنویر احمد اور منیر احمد کا بھی انتقال ہو گیا لیکن آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی ۔

اسی طرح اپنے پیارے نبی اور ان کے پیارے پھولوں اور لاڈلوں کے عزت و ناموس کی حفاظت کے جرم میں ۱۲ کتوبر ۱۹۶۲ ، کو کراچی کے ایک علاقہ کھڈا مارکیٹ میں جلسہ عام کے دوران آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں آپ شدید زخمی ہو گئے مگر اس وقت بھی انکوائری آفیسر کے سامنے اس عاشق رسول کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ میری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں میں اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور اپنے آقاﷺ کی تعریف و ثناء کرتا ہے ۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اپنے اوپر قاتلانہ حملہ کرنے والوں کو معاف کرتا ہوں ۔ میرا خون ناحق بہایا

گیا اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے اور اس کو میری نجات کا ذریعہ بنادے ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں آپ کی یہ دعا اور قربانی شرف قبولیت پا گئی اور رات آپ کو حضور رحمۃ للعالمین صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی جس میں حضور نے آپ کو اپنی بارگاہ میں مقبولیت اور معیت کا جانفزا مژدہ عطاء فرمایا یہی وجہ تھی کہ اس ارشاد کے بعد اس عاشق رسول نے مزید ولولہ اور ایک نئی کیفیت اور جذبہ کے ساتھ کام شروع کر دیا اور عوام میں ان کی مقبولیت بھی بڑھتی چلی گئی ۔

سماجی و سیاسی خدمات:۔ مذہبی اور دینی خدمات کے علاوہ سماجی اور سیاسی خدمات میں بھی آپ پیچھے نہیں رہے ۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ نے جہاں اپنی تقاریر کے ذریعہ پورے ملک میں جذبہ جہاد پیدا کیا وہاں قومی دفاعی فنڈ میں لاکھوں روپے کا چندہ اور سامان بھی جمع کر کے دیا ۔ اسی طرح علماء کا ایک وفد لیکر آزاد کشمیر گئے جہاں مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں میں فنڈ اور سامان اپنے ھاتھوں سے تقسیم کیا ۔ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات کے علاوہ سیالکوٹ ، جھمپ جوڑیاں ، لاھور ، واگھ کھیم کرن کے مشہور محاذوں پر اپنی ولولہ انگیز تقریروں کے ذریعے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے ۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور اس میں کامیابی حاصل کی ۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلیٰ اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا ۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا ۔ اس کے علاوہ وزارت مذہبی امور کی قائم کردہ کمیٹیوں کے آپ رکن رہے ۔ محکمہ اوقاف پاکستان کے نگراں اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے بھی رکن مقرر ہوئے ۔ قومی سیرت کمیٹی کے بنیادی رکن رہے ۔

وفات:۔ ۲۰ اپریل کو آپ نے اپنی جامع مسجد گلزار حبیب میں نماز جمعہ کے

اجتماع سے خطاب فرمایا اس رات آپ پر تیسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراض قلب میں آپ کو داخل کردیا گیا جہاں منگل کے دن ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کو بوقت صبح ۵۵ برس کی عمر میں آذان فجر کے بعد باآواز بلند درود سلام پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۲۵ اپریل کو آپ کی نماز جنازہ علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ نے پڑھائی اور سہ پہر آپ کو جامعہ گلزار حبیب کے احاطہ میں دفن کردیا گیا۔

صاحبزادے:۔ آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے چھوڑے۔

(۱) مولانا کوکب نورانی:۔ سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جو ماشاء اللہ تحریر و تقریر میں اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں۔ بہترین خطابت اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ اپنے والد گرامی کے مشن کو خوب زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ صورت و سیرت اخلاق و عادات میں اپنے والد گرامی کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمردراز عطاء فرمائے

(۲) ڈاکٹر محمد سبحانی:۔ آپ منجھلے صاحبزادے ہیں اور ڈاکٹری کی اعلیٰ سند حاصل کرنے کے لئے بیلجیم میں قیام پذیر ہیں۔

(۳) حامد ربانی:۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو نہایت حلیم اور بہت اچھے ادیب ہیں۔

تصانیف:۔ آپ کی مندرجہ ذیل محققانہ تصانیف ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر قبولیت عام پا چکی ہیں۔

۱۔ ذکر جمیل، ۲۔ ذکر حسین، ۳۔ راہ حق، ۴۔ درس توحید، ۵۔ شام کربلا، ۶۔ راہ عقیدت، ۷۔ امام پاک اور یزید پلید، ۸۔ برکات میلاد شریف، ۹۔ ثواب العبادت، ۱۰ نماز مترجم، ۱۱۔ سفینہ نوح، ۱۲۔ مسلمان خاتون، ۱۳۔ انوار رسالت ۱۴۔ مسئلہ طلاق ثلثہ، ۱۵ نغمہ حبیب، ۱۶۔ مسئلہ سیاہ خضاب، ۱۷۔ انگوٹھے چومنے

کا مسئلہ ، ۱۸۔ اخلاق و اعمال ، ۱۹۔ تعارف علمائے دیو بند ، ۲۰۔ میلاد شفیع ، ۲۱ جہاد و قتال ، ۲۲۔ آئینہ حقیقت ، ۲۳۔ نجوم الھدایت ، ۲۴۔ مسئلہ بیس تراویح ، ۲۵۔ مقالات اوکاڑوی وغیرہ۔

اخلاق و عادت:۔ سادگی ، تواضع ، حلم ، بردباری ، انکساری ، ملنساری ، خوش خلقی ، شیریں کلامی ، خندہ پیشانی یہ ان کے اخلاق حسنہ کی ایک جھلک ہے۔ شہرت و مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود آپکی عاجزی اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اولیاء اور بزرگان دین سے آپ جھک کر ملتے تھے ، اس راقم المعروف نے کئی مرتبہ مشاہدہ کیا کہ جب کبھی آپ والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے آتے تو بڑے ادب سے ان کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر دست بوسی کیا کرتے تھے اور اسی نسبت کے باعث اس فقیر سے بھی خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے اور دلداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

پیغامات تعزیت:۔ آپ کی وفات پر بے شمار پیغامات تعزیت دنیا کے کونہ کونہ سے موصول ہوئے۔ اس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات نے مختلف انداز سے اپنے غموں کا اظہا کیا۔ مثلاً اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے طویل پیغام میں کہا کہ میں نے ذاتی طور پر انہیں ایک مخلص انسان ایک باعمل عالم دین اور اسلام کا سچا خادم پایا مولانا مرحوم کو ان کی غیر معمولی خدمات کے اعزاز میں حکومت پاکستان نے گزشتہ سال انہیں ستارہ امتیاز کا سول ایوارڈ پیش کیا۔ وہ ایک ممتاز عالم دین شعلہ بیان خطیب اور پر اثر مبلغ اسلام تھے۔

غزائی زماں کی رائے:۔ حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحبؒ نے آپ کے متعلق فرمایا۔ "وہ اپنے محاسن میں بے مثال تھے ، خاندانی شرافت و تربیت کے اثرات اور اپنے مشائخ کے فیوضات و برکات کے نشانات

ان میں چمکتے ہوئے نظر آتے تھے ۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ صاحب محسودالاقران تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو سیاسی بصیرت بھی عطا فرمائی تھی ۔ اس میدان میں بھی انہیں نمایاں کامیابی نصیب ہوئی مختصر یہ کہ انہوں نے اپنی علمی استعداد زور قلم اور قوت گویائی سے دین متین اور مسلک اہل سنت کی وہ عظیم خدمت کی کہ ان کے دور میں کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی نہ سر دست کسی ایسے سعادتمند بطل جلیل کی توقع کی جا سکتی ہے ۔

صاحبزاد فیض الحسن کی رائے :۔ آپ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو اپنے وقت کے ابوالکلام آلو مہار شریف کے سجادہ نشین علامہ صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ شاہ صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ۔

> آپ کے خون کا گروپ بہت اچھا ہے جسے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبولیت ملی ہے اور وہ گلشن اسلام کی آبیاری میں شامل ہوا ہے ۔

علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے :۔ شارح مسلم شریف علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ مجھے دین کے حصول کی رغبت حضرت مولانا اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت ملی ہے ۔

غلام اللہ خان کی رائے :۔ دیو بندی مکتب فکر کے مقتدر عالم غلام اللہ خان کہا کرتے تھے کہ مولانا اوکاڑوی جیسی باصلاحیت اور با اثر شخصیت اگر ہمارے گروہ میں ہوتی تو تمام پاکستان کے باشندے ہمارے مسلک کے ہو چکے ہوتے ۔

حالات ماخوذ از :۔ (۱) شام کربلا ، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی ، مطبوعہ لاہور۔
(۲) رسالہ محمد شفیع اوکاڑوی ، ناشر مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی
(۳) خطیب پاکستان ، ناشر مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی کراچی
(۴) سہ ماہی گنج کرم ، جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء

حکیم مشتاق احمد

کراچی میں " حیدری دواخانہ " کے نام سے ایک ایسا دواخانہ جہاں جسمانی امراض کی بھی دوا ملتی ہے اور روحانی امراض کو بھی شفا ملتی ہے ۔ اس چھوٹے سے دواخانہ میں " حکیم مشتاق احمد " کے نام سے " حکمت و معرفت " کا ایک جہاں آباد ہے جہاں صبح سے رات تک بیماروں اور دکھ درد کے ماروں کا ایک ہجوم ہوتا ہے اور اس " مسیحا " کے ہاتھوں ظاہری باطنی روحانی اور جسمانی شفاء کے جام لٹ رہے ہوتے ہیں ۔

بشارت ولادت :۔ آپ کے آباؤ اجداد ہندوپاک کی عظیم روحانی شخصیت اور ایک مرد کامل حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اور انہی سے بیعت تھے ۔ چنانچہ ایک دن آپ کی دادی نے خواب میں دیکھا کہ میری دونوں انگلیوں سے خوب دودھ ابل رہا ہے ۔ وہ حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور اپنا خواب بیان کیا آپ نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے بشارت دی کہ تمہارے یہاں ایک پوتا ہوگا جس کے علم و حکمت سے مخلوق خدا کو خوب فیض پہنچے گا اور حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خوب احیاء ہوگا ۔

ولادت :۔ حضرت خواجہ کی بشارت کے مطابق ۶ شوال المکرم ۱۸۹۴ء کو دہلی میں آپ کی ولادت ہوئی ۔

والد گرامی :۔ آپ کے والد گرامی کا نام قاضی اشتیاق احمد تھا ۔ وہ بھی حضرت خواجہ سے شرف بیعت رکھتے تھے ۔ اور اس زمانہ میں سرکاری ملازمت کیا کرتے تھے

ابتدائی تعلیم:۔ آپ ایک روز بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اس طرف سے حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین" کا گذر ہوا۔ ولایت کی نگاہ نے اس گوہر آبدار کو دیکھا تو فرمایا تمہاری جگہ یہاں نہیں "آؤ ہمارے ساتھ چلو" اپنے ساتھ لائے اور خود قرآن کی ابتدائی تعلیم دینی شروع فرمادی اور اس کے بعد عربی کی کچھ ابتدائی کتب خود پڑھائیں اور اس دوران مفتی اعظم حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ دھلی سے الور تشریف لائے ہوئے تھے ان سے بھی آپ نے شرح ماۃ عامل وغیرہ کے کچھ اسباق پڑھے۔ الغرض یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کی تعلیم کا آغاز اللہ کے دو برگزیدہ بندوں کے ہاتھوں سے ہوا۔ لہٰذا اس علم میں پھر کیوں نہ برکت ہوگی۔

اعلیٰ تعلیم:۔ ۱۶ سال کی عمر تک آپ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں رہ کر الور کے اندر ہی اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی اس کے بعد آپ عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اس وقت کے نامور دارالعلوم مدرسہ فتحپوریہ دھلی میں داخل ہوگئے جہاں آپ نے مولانا عبدالرحمن مولانا سلطان محمود مولانا احمد علی محدث میرٹھی جیسے فاضل اساتذہ سے درس نظامیہ کی تکمیل کر کے سند حدیث اور سند فراغت حاصل کی۔

طب و حکمت:۔ اس کے بعد آپ نے طبیہ کالج دھلی میں داخلہ لے لیا جہاں نامور حکماء سے علم طب حاصل کیا حتیٰ کے حکیم اجمل خاں جیسے طبیب حاذق کی کلاسوں میں بھی شریک ہو کر ان سے بھی استفادہ کیا اور ان کی شاگردگی کا بھی شرف حاصل کیا۔ حکیم فرید احمد باسط نے جو اس وقت کالج کے ہاؤس فزیشن تھے ان کے یہاں آپ نے ایک عرصہ تک پریکٹس کی۔ اس فن میں بھی آپ نے اپنی لیاقت اور صلاحیت کی بنیاد پر اعلیٰ مقام حاصل کیا چنانچہ حکیم اجمل خاں صاحب کہا کرتے تھے کہ "مجھے اس بچہ پر فخر ہے"۔ اور ایک نواب کے علاج کے لیے اپنی جگہ پر یہ کہہ کر بھیجا کہ اس کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے فخر ہے"۔

ملازمت :۔ گوالیار کے یونانی ہسپتال کے لئے ایک ماہر اور تجربہ کار طبیب کی ضرورت تھی جو علاج کے ساتھ ساتھ اس کا انتظام بھی اچھی طرح سنبھال سکے چنانچہ جب راجہ نے وہاں کے لئے طبیب مانگا تو طبیہ کالج کے پرنسپل نے وہاں کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا اور راجہ کو لکھا کہ یہ ہمارے کالج کا قابل فخر طالب علم ہے۔ بہرحال گوالیار میں تقریباً پچیس سال آپ نے اس ہسپتال میں اپنے فن کے ذریعے مخلوق خدا کی خدمت انجام دی

بیعت :۔ حضرت قبلہ شاہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ میں حضرت شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو رہا ہوں تم بھی ہو جاؤ۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ آپ ہو جائیے ابھی میں غور کر رہا ہوں۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کس سے بیعت ہوں کہ ایک روز گوالیار میں قیام کے دوران میں رات کو مکتوبات امام ربانی کا مطالعہ کرتے کرتے سو گیا مکتوبات شریف میرے سینہ پر تھی کہ مجھے خواب میں آواز آئی اٹھو اٹھو امام ربانی مجدد الف ثانی تشریف لا رہے ہیں اتنے میں حضرت امام ربانی تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ رکن الدین اس وقت شیخ العالم ہیں انہیں کا فیض تم کو اب پہنچ رہا ہے اور انہی سے تم کو آئندہ بھی پہنچے گا لہذا انہی سے بیعت ہو جاؤ۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد پا کر آپ ۱۹۶۲ء میں حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور شرف بیعت عطا کرنے کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا تم مریدوں سے زیادہ مستفیض ہو " پھر جب دوبارہ عرض کیا تو آپ نے بیعت فرمایا اور بیعت فرمانے کے بعد آپ کے والد جو اسوقت وہیں موجود تھے ان کو مبارکباد دی۔ اور توجہات خصوصیہ سے نواز کر معرفت و حقیقت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔

خلافت :۔ آپ کے مرشد زادہ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کی روحانی استعداد اور مخلوق خدا کی فیض رسانی کو دیکھا تو ۵۰ء میں آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے ایک مکتوب میں حکیم صاحب سے اپنی قلبی رضامندی کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ یہ فقیر اس کو چاہتا ہے جس کو اللہ چاہتا ہے۔

فیض رسانی :۔ ۴۸ء سے آپ نے کراچی میں ہسپتال روڈ پر اپنے دواخانہ میں ہر جمعہ کو مراقبہ ختم خواجگان اور نعت و تقاریر کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور آپ کی استقامت کا یہ عالم ہے کہ خواہ آندھی ہو یا طوفان کوئی تقریب ہو یا بیماری کسی حالت میں یہ محفل ناغہ نہیں ہوتی۔ سکون کے متلاشی لوگ ہر جمعہ کو یہاں آتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے دلوں کی طمانیت کا سامان حاصل کر کے جاتے ہیں۔

فیض امام ربانی :۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی فیض آپ کے ہمیشہ شامل حال رہا بچپنہ میں پڑھائی میں کچھ دل نہیں لگتا تھا اور سبق یاد نہیں ہوتا تو آپ کے والد آپ کو حضرت شاہ محمد رکن الدین کی خدمت اقدس میں لے گئے اور آپ کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت امام ربانی کے مزار شریف پر لے جاؤ اور وہاں زائرین کی جوتیوں کی خاک ان کو چٹاؤ آپ کے والد نے ایسا ہی کیا اور وہ خاک آپ کے لیے خاک شفا بن گئی اسی وقت ذہن دل دماغ سب کھل گئے اور خوب تعلیم میں دل لگا۔

گوالیار کے زمانہ قیام کے دوران حکیم صاحب وہاں کے ایک کامل بزرگ بابا مسیح الدین عرف بھنگا میاں کے مزار شریف پر جو قلعہ گوالیار کے نیچے واقع تھا ہر جمعرات کو حاضری دیا کرتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ان بزرگ کی شان یہ تھی کہ ان کے مزار پر جنگل کے درندے بھی حاضری دیا کرتے تھے ایک

روز حکیم صاحب شام کو اندھیرے سے حاضری دیکر واپس آرہے تھے کہ دروازہ پر شیر مل گیا، شیر کو دیکھتے ہی حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے فوراً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لی اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شیر اپنے سر کو جھکا کر اس قطب وقت کی چوکھٹ کو چومتا ہوا اور اس در کی خاک کو چاٹتا ہوا ادب سے واپس چلا گیا۔

استقامت:۔ یوں تو اللہ تعالی نے آپ کو تمام اچھے اور عمدہ اخلاق سے نوازا ہے لیکن حلم اور استقامت جس کے لئے عربی کی مثل مشہور ہے "الاستقامت فوق الکرامت" وہ آپ کا امتیازی وصف ہے۔ آپ کے حلم کی یہ شان ہے کہ بعض دفعہ عرس شریف کے موقع پر مریدین کے جھرمٹ میں آپ کو بعض آپ کے بزرگ پیر بھائیوں نے کسی بات پر ڈانٹ دیا تو آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا اور آپ کبھی ان کے خلاف کوئی لفظ اپنی زبان پر نہ لائے حتیٰ کے ان کے ادب و احترام میں بھی کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

استقامت کا یہ عالم ہے کہ جو آپ کے معمولات پچھلے سینتالیس سالوں سے جاری ہیں ان میں آج تک سرمو فرق نہیں آنے دیا خواہ وہ مطب کے اوقات ہوں یا گھر کے معمولات ہوں، خواہ ہفت روزہ حلقہ و مراغبہ کی محفل ہو یا سالانہ مرشد کے عرس پر حیدرآباد کی حاضری ہو الغرض ہر کام اپنے وقت پر پابندی کیساتھ انجام پذیر ہوتا ہے۔ ایک روز آپ کے مرشد زادہ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کا کراچی کے تبلیغی دورہ کے موقعہ پر مسجد مقدس میں قیام تھا جہاں حکیم صاحب کے معمولات میں سے تھا کہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد حاضری دیا کرتے تھے ایک روز ایسی طوفانی بارش ہوئی کہ مسجد کے چاروں طرف گھٹنوں گھٹنوں پانی کا ایک دریا بن گیا کوئی گاڑی یا سواری وہاں نہیں آسکتی تھی لیکن جوں ہی حکیم صاحب کے آنے کا وقت ہوا لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسی

دریا کو عبور کر کے حکیم صاحب اپنے وقت مقررہ پر حاضری کی سعادت سے ہمکنار ہو گئے۔

دواخانہ:۔ عبادات و ریاضات کے باعث ورع و تقوے کا ایک اعلیٰ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا ہے اور اسی تقوے کے باعث اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھ میں بھی شفاء رکھی ہے۔ ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر جب مریض یہاں آتا ہے تو دوا کے ساتھ آپ کی دعا بھی اس کے لئے اکسیر کا کام کرتی ہے اور وہ شفایاب ہوتا چلاجاتا ہے۔ اسی لئے مفتی اعظم حضرت شاہ مفتی محمد مظہراللہ رحمۃ اللہ علیہ جب دھلی سے پاکستان آئے تو آپ کے دواخانہ میں بھی تشریف لائے اور فرمایا " یہ دواخانہ نہیں بلکہ دعا خانہ ہے "۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کی عدم موجودگی میں حضرت قبلہ مفتی اعظم کے سامنے جب آپ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا " ہم ان سے خوش ہیں " یہ انہی اولیاء کی دعاؤں اور قلبی رضا کے اثرات ہیں جنہوں نے حکیم صاحب کی ذات کو مایوس اور نامراد لوگوں کے لئے " نشان شفا " اور علامت فرحت بنا دیا۔

رضائے رشد:۔ اسی طرح آپ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد رکن الدینؒ کی بھی رضائے قلبی حاصل تھی۔ جس کا اظہار جان مراد جیسے القابات سے ہوتا ہے جو انہوں نے حکیم صاحب کو اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمائے۔ حکیم صاحب نے بھی یہ مقام " ادب " کے ذریعہ حاصل کیا۔ ان کے ادب مرشد کا یہ عالم ہے کہ مرشد کے آستانہ کا کوئی بچہ بھی آجائے تو اس کی تعظیم کے لئے سراپا ادب بنکر کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ کوئی اجنبی شخص اگر مرشد کی طرف سے بھیجا ہوا آجائے تو اس کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

ایک روز گوالیار میں کسی جلسہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری ہوئی، وہاں جلسہ میں جب حکیم صاحب

بھی تشریف لے گئے تو وہاں پر موجود لوگ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور بڑی عزت سے آپ کو مسند پہ بٹھا کے حضرت مولنیا نعیم الدین صاحب سے بڑے بڑے القابات کے ساتھ آپ کا تعارف کرانے لگے، حکیم صاحب نے کہا کہ میں خود اپنا تعارف کرا دیتا ہوں کہ میں حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کفش برداروں میں ہوں " ان الفاظ کا اور اپنے مرشد کے اس انداز ادب کا مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے قلب پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے جب حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حکیم صاحب کی تعریف کی تو آپ کے مرشد نے خوش ہو کر آپ کو ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا جس میں تحریر فرمایا کہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تاثرات سنکر فقیر بہت خوش ہوا اور ہمارے دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خوب نوازے " اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اب فقیر چاہتا ہے کہ تم عالم غیب کی طرف متوجہ ہو۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کی یہی وہ رضائے قلبی اور دعائیں ہیں جنہوں نے مجھے دونوں جہاں کی دولتوں سے مالامال کردیا ہے۔۔جو کچھ میرے پاس ہے سب انہی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

اولاد:۔ ماشاء اللہ حکیم صاحب کے تین صاحبزادے ہیں ۱۔ اخلاق احمد ۲۔ زبیر احمد ۳۔ مقبول احمد بڑے صاحبزادے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں دوسرے دونوں صاحبزادے سرکاری ملازمتوں میں ہیں اور ماشاء اللہ بہت صالح اور نیک اور اپنے والد کے اخلاق و صفات کے صحیح امین ہیں۔ میاں زبیر احمد کو حکیم صاحب نے اجازت و خلافت بھی عطاء فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اس فیض رکنوی کو تا دیر جاری و ساری رکھے آمین۔

(راقم الحروف نے یہ حالات حکیم صاحب سے ان کی زبانی حاصل کیے۔)

شاہ حکیم اللہ نیازی

حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اللہ نیازی، قادری، چشتی نظامی، چشتی صابری نقشبندی سہروردی کا شمار بھی ان بزرگان دین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی بھولے بھٹکے انسانوں کو صراط مستقیم پر ڈالنے اور انہیں ظلمت سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے صرف کر دی۔

ولادت:۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے وسط میں آپ کی الہ آباد کے مقام پر ولادت ہوئی۔

علوم ظاہریہ:۔ آپ کی تعلیم کی ابتداء قرآن و حدیث سے ہوئی، علم معقول و منقول اور تفسیر و فقہ کے درس سے فارغ ہونے کے بعد "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے آپ نے دنیاوی مروجہ تعلیم کی بھی تحصیل کی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔

علوم باطنیہ:۔ ان ظاہری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کے نور باطن اور روحانیت نے آپ کے محاسن اور کردار کو اور بھی چار چاند لگا دیا۔ اس روحانیت کی تکمیل آپ نے حضرت مولانا محمد عبدالشکور نیازی الہ آبادی سے کی اور انہی سے خلافت حاصل کر کے ان کی مسند پر رونق افروز ہوئے، ان کے علاوہ آپ کو دو اور بزرگوں یعنی شاہ محی الدین احمد علوی "بریلوی" اور شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں نیازی بریلویؒ سے بھی خاص خلافت اور اجازت کا شرف حاصل تھا، یوں تو آپ کو پانچوں سلسلہائے طریقت یعنی نقشبندی، قادری، چشتی نظامی، صابری، سہروردی میں اجازت و خلافت حاصل تھی لیکن زیادہ تر رجحان آپ کا چشتیہ نظامیہ کی طرف تھا، اسی لئے آپ جب فروری ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے تو یہاں ۱۹۵۲ء میں لیاقت آباد کے اندر آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد

رکھی جس کا نام " خانقاہ عالیہ نیازیہ ، نظامیہ " رکھا ۔

ملازمت :۔ تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ ایک عرصہ تک ریاست گوالیار کے محکمہ انہار میں ڈسٹرکٹ آفیسر کے عہدہ پر مامور رہے ۔ اس کے بعد کچھ عرصہ الہ آباد ہائی کورٹ میں اردو ہندی ، عربی اور فارسی زبان کی دستاویزات کو انگریزی زبان میں ڈھالنے کے لئے مترجم کے فرائض بھی انجام دیتے رہے اور آخیر میں اسی شعبہ سے آپ نے پینشن بھی حاصل کی ۔

رشدو ھدایت :۔ ان تمام امور کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی صحبتوں سے اپنے باطن کو منور کر کے آپ نے تبلیغ اور رشد و ھدایت کا بھی سلسلہ جاری رکھا ، جس سے تقریباً دو سو ھندو سکھ اور عیسائی آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے ۔

عادات :۔ کتاب و سنت کی راہ پر استقامت نے آپکو اخلاق عالیہ کا آئینہ دار بنا دیا تھا اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا اور خوشنودی کے لئے آپ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے ، منبع شریعت و طریقت تھے ۔ عشق مصطفیٰ سے آپ کا سینہ روشن تھا ۔

زبان میں آپ کے بڑی تاثیر تھے ، بڑے سحر البیان مبلغ تھے ۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے غیر مسلم آپ کی تبلیغ سے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر فائز امرام ہوئے ۔

شاعری :۔ جہاں آپ ایک بلند پایہ فقیر روشن ضمیر تھے وہاں آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے ۔ اور اکثر صوفیانہ رنگ میں اشعار کہا کرتے تھے ، چونکہ آپ عالم بھی تھے ، عارف بھی شاعر بھی تھے خطیب بھی لہذا اپنے ہم عصر علماء و صوفیاء شعراء فقہاء و فضلاء سے آپ کا رابطہ رہتا تھا ، اور چونکہ آپ کی خانقاہ وغیرہ کے سالانہ اعراس میں ان حضرات کا آنا جانا ہوتا تھا اسلئے آپ کے بہت سوں سے گھر جیسے

مراسم تھے۔

وفات:۔ ہزاروں طالبان ہدایت کی رہبری کا فریضہ انجام دے کے آپ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار خانقاہ نیازیہ نظامیہ مشکوریہ کراچی میں مرجع خلائق ہے۔

حالات ماخوذ از، روزنامہ جنگ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۱ء، تحریر مولانا وشیقتہ الرحمن نیازی۔

صوفیائے حیدر آباد

غلام محی الدین مجددی

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچویں پشت میں ہیں آپ کے والد حضرت شاہ غلام صادق اور دادا حضرت خواجہ غلام محمد معصوم تھے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی تک اس طرح سے ہے۔

"خواجہ غلام محی الدین بن خواجہ غلام صادق بن غلام محمد معصوم بن خواجہ محمد صبغتہ اللہ بن خواجہ محمد صبغتہ اللہ بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی"

سندھ میں آمد:۔ آپ ابتداء میں پشاور رہتے تھے پشاور سے پہلی بار ۱۷۹۰ء میں آپ شکارپور تشریف لائے لیکن پھر واپس تشریف لے گئے اور اس کے بعد ۱۸۰۶ء میں دوبارہ شکارپور تشریف لائے اور مستقل یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔

تالپوروں کی عقیدت:۔ اس زمانہ میں سندھ کے تالپور حکمراں آپ کی بڑی عزت اور قدر و منزلت کیا کرتے تھے، ۔اور اس عزت و تکریم کی وجہ آپ کی ایک مشہور کرامت ہے۔

کرامت یہ ہے کہ قندھارر کے امیر تیمور بن احمد شاہ ابدالی کے زمانہ میں شکارپور کا حاکم مولا داد خاں تھا جو آپ کا بڑا معتقد تھا وہ آپ کو اپنے ہمراہ سفرج پر لیکے نکلا، یہ قافلہ جب حیدرآباد سندھ پہنچا تو آپ کی کرامت اور ولایت کا شہرہ سن کر لوگ دور دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت ہونے لگے ۔اس زمانہ میں حیدرآباد کے حاکم میر کرم علی خاں (میر فتح علی تالپور فاتح سندھ کے بھائی) کی تازہ وفات ہوئی تھی اور اس کی قبر سے مسلسل دھواں نکل رہا تھا لوگوں نے ہزار کوششیں کیں لیکن وہ دھواں نکلنا بند نہیں ہوا، میر کرم علی خاں کے عزیزوں میں سے کسی نے آپ کی شہرت سنکر ارادہ کیا کہ آپ

کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اس صاحب قبر پر سے اس عذاب کے ٹلنے کی اور اس کی بخشش کی دعا کے لئے عرض کرے ۔ جوں ہی وہ آپ کے پاس آنے کے لئے چلا آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ فلاں شخص ہمارے پاس آرہا ہے اسے ہمارے پاس نہ آنے دینا ، چنانچہ خادموں نے حکم کی تعمیل کی اور ان صاحب کو آپ سے ملنے نہ دیا جب یہ بات میر کرم علی خاں تالپور کی لڑکی " بی بی جندو " کو معلوم ہوئی تو وہ قرآن کریم ہاتھ میں لیکر آپ کی طرف چلی تاکہ اس کا واسطہ دیکر آپ سے دعا کے لئے عرض کرے آپ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہو گیا اور آپ نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ اس بچی سے کہنا ہمارے پاس آنے کی تکلیف نہ کرے اسے تسلی دینا اور کہنا کہ فکر نہ کرے انشاء اللہ تمہاری مشکل ضرور آسان ہو جائے گی ۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ میر کرم علی تالپور کی قبر کے برابر میں میرے برابر کی ایک قبر بھی تیار کرو ۔ جب وہ قبر بھی تیار ہو گئ تو آپ نے اس میں لیٹ کر دیکھا اور تنہائی میں تین دن تک مسلسل اس میں مراقبہ فرمایا اور دن رات خدا کی عبادت کی اور عجز و زاری اور التجا و دعا میں مصروف رہے ، حق کے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وہ دھواں نکلنا بند ہو گیا لیکن لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے سجدہ کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی تھی ۔

اس کرامت کو دیکھ کر تالپور حکمراں آپ کے بڑے معتقد ہو گئے اور انہوں نے آپ کے صاحبزادوں کے نام ۲۵ ہزار ایکڑ جاگیریں کر دیں اور آپ کے صاحبزادے جب حج سے واپس آئے تو شکارپور میں ان کو ہمیشہ کے لئے ٹھہرالیا اور اپنی حویلیاں ان کی رہائش کے لئے خالی کر دیں ۔

تالپوروں کی حکومت ختم ہونے کے بعد بھی وہ جاگیریں بعد میں حکومت نے آپ کی اولاد کے لئے بحال رکھیں ۔

وفات و مزار :- آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی البتہ آپ کے مزار کے متعلق صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں کہ وہ شہر حیدرآباد سے متصل واقع ہے "

مزار فرزند الیشان حضرت غلام محی الدین متصل شہر حیدرآباد سندھ ہست یزار و یتبرک بہ "

سجادہ نشین :- آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک خواجہ نظام الدین دوسرے خواجہ فدا محی الدین ، آپ کے بعد خواجہ نظام الدین آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور اس سلسلہ کو کافی فروغ دیا۔

فدا محی الدین کے بعد ان کے ایک فرزند حاجی محمد شریف ان کے بعد ان کے صاحبزادے بحرالدین اور ان کے بعد ان کے صاحبزادی خدیجہ (۱۳۹۱ ھ) ہوئیں۔

حالات ماخوذ از :-

(۱) مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ۔ مطبوعہ کراچی ص ۵۳
(۲) تکملہ مقالات الشعراء ، ابراہیم خلیل ، سندھی ادبی بورڈ ص ۶۰۰
(۳) تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ۔ ص ۲۵۶ - ۲۰۷
(۴) لوائح خانقاہ مظہریہ ۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء ص ۱۳ - ۱۴

خواجہ عبدالرحمن مجددی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی وہ پہلی شخصیت جو سندھ آکر رہائش پذیر ہوئی اور جس سے سرھندی مجددی سلسلہ کو سندھ میں فروغ حاصل ہوا وہ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی کی ذات گرامی ہے۔

نام و نسب:۔ آپ کا اسم گرامی عبدالرحمن تھا، آپ کے والد گرامی کا نام شیخ عبدالقیوم مجددی تھا آپ کا سلسلہ نسب صرف نو (۹) واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اکتالیس ۴۱ واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہہ سے ملتا ہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۴ ھ، ۱۸۰۸ء میں احمد شاہی شہر میں ہوئی جو قندھار کے نام سے مشہور ہے۔

تکمیل علوم ظاھری و باطنی:۔ آپ نے اپنے علاقہ کے مقتدر علماء بالخصوص ملا حبیب اللہ قندھاری مؤلف کتاب مختنم سے علوم ظاہری کی تحصیل کی اور سترہ سال کی عمر تک تمام علوم متداولہ میں کامل دسترس حاصل کرلی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کمالات باطنی کی تحصیل اپنے والد گرامی اور وقت کے قطب حضرت شیخ عبدالقیوم سرھندی مجددی سے کی اور اس میں بھی کمال حاصل کیا اور ۱۲۷۰ ھ میں جب آپ کے والد گرامی انتقال فرماگئے تو آپ ان کی جگہ پر مسند نشین ہوگئے اور مخلوق کی رہبری کا عظیم کام آپ کے سپرد ہوگیا۔

اخلاق و شمائل:۔ آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کی جیتی جاگتی تصویر تھے، صاحب مونس المخلصین آپ کے شمائل و اوصاف کا چند الفاظ میں جامع نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بخلعت اخلاق محمدی مفتخر گر دیدند تواضع و مسکنت و استقامت شریعت وتوکل و صبر و رضا و خدمت فقراء و ترحم بر خلق اللہ وفور تقویٰ وجود و سخا خاصۂ حضرت الیشان بود" (۱)

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر دولت سے سرفراز فرمایا تھا آپ کے اندر غرور و تکبر کا شائبہ تک نہ تھا، آپ کا طرز بود و باش انتہائی سادہ تھا، مریدین جو نذرانے پیش کرتے تھے وہ آپ اکثر فقراء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے دنیاوی ساز و سامان میں اگر کسی چیز کی طرف آپ کو رغبت تھی تو وہ عمدہ عمدہ دینی کتابیں تھیں ۔ اگر کسی اچھی کتاب کا نام سن لیتے تھے تو اس کو حاصل کئے بغیر نہ رہتے تھے ۔ اس طرح آپ نے کتابوں کا ایک نایاب اور نادر ذخیرہ جمع کیا جس سے خود بھی اسفادہ فرمایا اور آنے والی نسلیں بھی اس سے خوب مستفیض ہوئیں ۔

محبت رسول :۔ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی جس کا ثبوت آپ کا وہ پیکر تھا جو اخلاق اور اوصاف مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا ۔ اس کے علاوہ زیارت حرمین شریفین سات مرتبہ کرنے کے باوجود یہ شوق ہمہ وقت آپ کے سینہ میں موجزن رہتا تھا اور فراق محبوب آپ کو ہمیشہ بے چین و بے قرار رکھتا تھا ۔

تعظیم رسول :۔ محبت خود آداب سکھا دیتی ہے ۔ آپ نے اپنے محبوب نبی کا کس طرح ادب کیا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک روز محمد یوسف صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ بعض لوگ کہیں سے آئے ہیں اور اپنے آپ کو سید بتلاتے ہیں اب نہ معلوم وہ حقیقت میں سید بھی ہیں یا نہیں لہذا ان کی کیا تعظیم کریں ۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی درمیان میں آگیا ہے لہذا اب ان کی تعظیم فرض ہو گئی

اگر بالفرض وہ شخص سید ہوا تو وہ تعظیم کا حقدار ہے اس کے تعظیم ہو گئی اور اگر سید نہ ہوا تو کم از کم نام کا ادب تو ہو گیا۔

اسی طرح ایک روز سید اسماعیل شاہ کے صاحبزادے سید حیدر شاہ نے اپنے گھر آپ کی دعوت کی جو آپ نے منظور فرمالی، جب دعوت کا دن آیا تو اس روز آپ کی طبیعت کافی ناساز ہو گئی، مخلصین نے عرض کیا کہ آج طبیعت بھی ناساز ہے، گرمی بھی بہت سخت ہے اور مسافت بھی کافی ہے، لہذا آپ انکار فرمادیں تو بہتر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی عام آدمی دعوت کرے تو اتباع سنت میں اس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے چہ جائیکہ یہ تو سید زادہ ہیں یہ تو آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی باعث بڑے اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہیں بھلا ان کی دعوت کیسے رد کرسکتا ہوں کچھ بھی حال ہو جائے ان کے گھر ضرور جاؤں گا۔

آپ کے سیرت نگار اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کرتے ہیں کہ، ایک صاحب کچھ احادیث کا انتخاب لکھ کر لائے اور حضرت کی خدمت میں اس کو پیش کردیا، اس تحریر میں لکھنے والے نے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آیا وہاں " صلیٰ اللہ علیہ وسلم " لکھنے کے بجائے جلدی میں مخفف " صلعم " لکھ دیا۔ آپ نے جب دیکھا تو سخت تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور کے نام کے ساتھ پورا درود لکھا کرو کیونکہ ایک شخص ایسا ہی کیا کرتا تھا ایک روز رات کو خواب میں آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دوسری باتیں تو خوب لکھتے ہو لیکن جب ہمارا نام آتا ہے تو درود و سلام لکھتے وقت تمہارا ہاتھ نہیں چلتا، یہ خواب دیکھ کر جونہی اس شخص کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے ناخن اس کی انگلیوں سے جدا ہو چکے تھے۔ حضرت کی زبانی یہ روایت سنکر وہ لکھنے والا لرزہ براندام ہو گیا، اور رو رو کے عرض کرنے لگا کہ حضور! اپنی پچھلی غلطی پر انتہائی نادم ہوں آپ اللہ کی

بارگاہ میں میرے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ میری اس خطا سے درگزر فرمادے اور مجھے بخش دے، آپ کچھ دیر مراقبہ میں مصروف ہوئے اور سر اٹھاکے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خطاء معاف فرمادی ہے لیکن آئندہ اس معاملہ میں بے حد احتیاط رکھنا۔

حاضری مزارات اولیاء :۔ اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے مزارات پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے، اور اس کے لئے دور دراز کی مسافتیں طے کیا کرتے تھے۔ جب کسی ولی کے مزار پر حاضر ہوتے تو وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر اچھی طرح اکتساب فیض فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں۔

" و برائے مزارات اولیاء از راہ ہائے دور دراز سفر می کردند و بر مزارات اولیاء قدس اسرارھم مدتے اقامت می کروند" (۲)

سرہند سے ہجرت :۔ آپ کے آباؤ اجداد کا وطن اصلی تو سرہند شریف تھا لیکن جب سلطنت اسلامیہ کو زوال آیا اور سکھوں نے پنجاب پر غلبہ حاصل کیا تو مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور شہر کے شہر ویران ہوگئے۔ چنانچہ سرہند شریف سے بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد نے مختلف ممالک کی طرف ہجرت کرنے شروع کر دی، بعض رامپور چلے گئے تو کچھ عرب شریف چلے گئے اور کچھ خراساں کی طرف ہجرت کر گئے خراساں کی طرف ہجرت کرنے والوں میں آپ کی پانچویں پشت کے آباؤ اجداد، حضرت شاہ غلام حسن اور شاہ غلام حسین بھی تھے یہ دونوں بھائی وہاں کے حکمران احمد شاہ درانی کی استدعا اور اپنے مخلصین کے اصرار پر پشاور ہجرت فرما کے تشریف لے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔ آپ کے جدامجد حضرت شاہ غلام حسن نے آخر تک یہیں اقامت رکھی اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار بھی آپ کا پشاور شہر سے باہر چھاؤنی کے قریب واقع ہے لیکن شاہ غلام حسن کے فرزند حضرت غلام نبی پشاور

سے ترک سکونت کر کے قندھار میں اقامت گزیں ہوگئے یہیں آپ کا وصال ہوا اور اسی شہر میں آپ کا مزار واقع ہے ۔ شاہ غلام نبی کے بعد ان کے فرزند خواجہ فضل اللہ انکے فرزند شاہ عبدالقیوم بھی قندھار میں ہی رہے اور یہیں آپ کے مزارات ہیں ۔ خواجہ عبدالرحمن کی ولادت اور تربیت بھی یہیں قندھار میں ہوئی وہ مکان اور مسجد جہاں آپ نے اور آپ کے آباؤ اجداد نے زندگی بسر کی آج بھی قندھار کے محلہ " بردرانی " میں موجود ہے ۔ اپنے والد گرامی شیخ عبدالقیوم کے انتقال کے بعد آپ نے قندھار کے مشرقی جانب " ازغستان " کے مقام پر ایک زمین خرید لی تھی مسجد وغیرہ بنا کر وہیں آپ منتقل ہوگئے تھے ۔

قندھار سے ہجرت :۔ ۱۲۸۱ ھ میں امرائے کابل اور سرداران محمد زئی کے درمیان نااتفاقی کے باعث قندھار طوائف الملوکی کا شکار ہوگیا ، انگریزوں کے ایجنٹ امیر عبدالرحمن نے ایوب خان کے خلاف قندھار پر لشکر کشی کی اور وقت کے تمام علماء اور مشائخ نے امیر عبدالرحمن کی حکومت کو نصرانیوں کی حکومت قرار دیا اور ایوب خاں کی حمایت کرتے ہوئے اس سے جہاد کا فتویٰ دے دیا اور ایوب خاں کی بھرپور تائید کی ، لیکن شومئ قسمت ایوب خاں کو شکست ہوئی اور امیر عبدالرحمن نے قندھار پر غلبہ حاصل کر لیا ، اور اپنے مخالفین سے انتقام لینا شروع کردیا ، اور چن چن کر ان کو تہہ تیغ کرنے لگا ، چناچہ عبدالرحیم آخوند زادہ ، آغا عمر جان ان کے نوجوان صاحبزادے آغا عبدالباقی جان کو قتل کردیا ۔

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت خواجہ عبدالرحمنؒ نے تقریباً پچاس ساٹھ اپنے افراد خانہ کے ہمراہ عرب شریف کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمالیا ۔ چناچہ ۱۲۹۷ ھ میں اپنے کچھ مال و اسباب اور کتابوں کو لیکر آپ قندھار سے چل پڑے ۔ راستہ میں " قلات بلوچی " ، بھاگ ناڑی " گڑھی لیسین (شکارپور) میں قیام فرماتے ہوئے

کشتی کے ذریعہ متعلوی پہنچ گئے، جو آجکل مٹیاری کے نام سے مشہور ہے ۔ ابھی چند روز ہی یہاں قیام فرمایا تھا کہ آپ کے والد کا ایک مرید سید میراں محمد شاہ جو ٹکھڑ کا بہت بڑا زمیندار تھا آپ کو اصرار کر کے ٹکھڑ لے آیا، جہاں آپ نے تقریباً ایک سال قیام فرمایا۔

حجاز مقدس کی روانگی اور واپسی :۔ ٹکھڑ سے آپ اپنے تمام اھل خانہ اور دیگر مخلصین کے ہمراہ حجاز مقدس کی طرف روانہ ہوگئے، کراچی اور بمبئی کی بندرگاہوں کو عبور کرتے ہوئے حجاز مقدس پہنچ گئے یہاں ۱۳۰۰ھ سے لیکر ۱۳۰۲ھ تک یعنی تین سال آپ نے طائف شریف اور مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ سندھی (والد شیخ محمد حسین سندھی) کے پاس گزارے اور ایک سال چار ماہ کا عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا اس کے بعد دوستوں کے مشورہ اور بعض بزرگوں کے ارشادات پر بالخصوص مولانا مہاجر مکی بانی مدرسہ صولتیہ کے مشورہ پر آپ نے خراساں واپسی کا ارادہ فرمالیا لیکن جب مراجعت فرما ہوئے اور سندھ سے گزر ہوا تو مخلصین نے عرض کیا کہ حضور! وہاں کے حالات درست نہیں ہیں آپ یہیں سندھ میں قیام فرمائیں اور مخلوق خدا کو فیضیاب فرمائیں، چناچہ آپ نے سید میراں محمد شاہ اور اللہ بخش شاہ کے یہاں ٹکھڑ میں سکونت اختیار فرمالی اور کچھ ہی دنوں میں آپ کا آستانہ مرجع خاص و عام بن گیا۔ بے شمار لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہو کر راہ ھدایت پاگئے۔

ٹنڈو سائیں داد میں سکونت :۔ وصال سے دو تین سال قبل یہ واقعہ رونما ہوا کہ دریائے سندھ کا رخ تبدیل ہو کے ٹکھڑ کی جانب ہو گیا جس سے اس گاؤں کی تباہی کے آثار پیدا ہوگئے لوگوں نے یہ گاؤں چھوڑ کر مختلف مقامات پر منتقل ہونا شروع کردیا۔ آپ کا ایک مرید میر غلام علی تالپور تھا جو ٹنڈو غلام علی میں رہتا تھا اس نے آپ سے درخواست کہ کہ ٹنڈو محمد خاں کے قریب ٹنڈو

سائیں داد میں نہر کے کنارے میری زمین اور باغات ہیں اور وہ بڑا پر فضا مقام ہے اور دریا کا وہاں خطرہ بھی نہیں ہے آپ وہاں سکونت اختیار کرلیں تو میرے لئے انتہائی باعث سعادت ہوگا ۔ میں وہاں کی زمین درگاہ کے لئے نذر کرتا ہوں آپ قبول فرمالیں تو میری خوش نصیبی ہوگئی آپ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت عطاء کیا اور یہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی ۔

وفات :۔ ۲ ذیقعد ۱۳۱۵ ھ ، ۱۸۹۸ ء بروز جمعۃ المبارک ضحوہ کبریٰ کے وقت بواسیر کے مرض میں اکھتر (۷۱) سال کی عمر پا کر واصل بحق ہوگئے ۔ آپ کا مزار مبارک ٹنڈو سائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور ٹکھڑ سے جانب شمال ایک میل کی مسافت پر " کوہ گنجہ کے دامن میں واقع ہے ۔ زائرین کی سہولت اور آسانی کے لئے وہاں مسقف کمرے اور دالاں ہیں لیکن آپ کی وصیت کے باعث قبر مبارک کے محاذی چھت میں سوراخ کردیا گیا ہے تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے ۔

منقبت :۔ ٹکھڑ کے ایک جید عالم فاضل اور عظیم شاعر حکیم سید حاجی حافظ قاضی اسد اللہ شاہ فدا نے آپ کی شان میں ایک منقبت لکھی تھی جس کے ہر مصرعہ کے پہلے لفظ سے آپ کی عمر مبارک (۷۱) اور پہلے مصرعہ سے آپ کا سن وفات ۱۳۱۵ ھ نکلتا ہے ۔

اس منقبت کے چند اشعار بطور نمونہ تحریر کئے جاتے ہیں ۔

حاحزن آں مطلع سر ولا رفتت از جہاں

۷۱ ۱۲۴۴ھ

واہ ویلا ہائی رحلت کرد آں عین الیقین

۷۱ ۱۳۱۵ھ

پاگ بازی زیب دہ آں خازن اسرار گنج

۷۱ ۱۲۴۴ھ

بوئے احمد سر و ناز مرشد ہر انس جاں

۱۳۱۵ھ ۱۷

بدر دین بدر سماء رشد صاحب عقل فہم

۱۲۴۴ھ ۱۷

مہبط انوار ارحم خواجہ سرھندیاں

۱۳۱۵ھ ۱۷

با ادب ایں آمدہ رحلت ولادت سنہ

۱۲۴۴ھ ۱۷

تو بیاب از جاں فدا ہر مصرع اے ہرکا رواں

۱۳۱۵ھ ۱۷

تصنیفات :۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی علوم عقلیہ و نقلیہ میں یگانہ روزگار تھے فارسی اور عربی میں مہارت تامہ رکھتے تھے، نظم سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن نثر بہت سلیس اور مسجع تحریر فرماتے تھے۔ آپ کی تصنیفات حدیث، فقہہ، سلوک تصوف اور فتویٰ کے موضوع پر پائی جاتی ہیں، فارسی زبان میں آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں۔

۱۔ شیخ یحییٰ منیری کے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ۔

۲۔ مسائل فقہیہ

۳۔ فتاویٰ۔

۴۔ ملاحسین واعظ کاشفی کی کتاب "الرشحات" پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ۔

۵۔ آغاز سلوک۔

۶۔ دعائے ختم القرآن (عربی)

مندرجہ بالا کتابوں میں سے کچھ طبع ہو چکی ہیں جبکہ بقیہ غیر مطبوعہ حالت میں ٹنڈو سائیں داد کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

اولاد امجاد:۔ آپ نے چار شادیاں فرمائیں، ہر ایک سے اولاد ہوئی لیکن وہ آپ کے سامنے ہی بچپنے میں فوت ہو گئیں۔ سوائے آخری زوجہ محترمہ کے کہ ان سے دو فرزند اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

ایک صاحبزادے کا نام خواجہ محمد حسن جان جو کہ آپ کے بعد جانشین ہوئے اور دوسرے خواجہ محمد حسین جان مجددی تھے۔

۱۔ مونس المخلصین، عبداللہ جان۔ مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ ص ۶

۲۔ مونس المخلصین، عبداللہ جاں خواجہ، ص ۶

حالات ماخوذ از ۱۔ مونس المخلصین، خواجہ عبداللہ جان، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ

۲۔ مقالہ ٹنڈو محمد خان کی سرھندی بزرگ قلمی۔

خواجہ محمد حسن جان مجددی

حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددیؒ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین اور ٹنڈوسائیں داد میں سرھندی مجددی آستانہ کے خورشید ضیاء بار، علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر علم ظاہری و باطنی کے شاہ سوار حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندیؒ۔

ولادت:۔ ۶ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ ، ۱۸۶۱ء کو افغانستان کے شہر قندھار میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب آپ کے والد گرامی نے قندھار سے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ بھی اس سفر ہجرت میں انکے ہمراہ تھے اس سے قبل ۱۸۸۰ء میں جب افغانستان میں فرنگی استعمار کے خلاف علماء اور مشائخ نے جہاد کا اعلان فرمایا تو آپ نے بھی اپنے والد کے ہمراہ اس جہاد میں بھرپور طریقہ سے عملی طور پر حصہ لیا اور انگریزوں کے ایجنٹوں کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھرپور مردانہ وار مقابلہ کیا۔

تعلیم و تربیت:۔ اپنی تعلیم کے متعلق خود آپ نے اپنے تصنیف " تذکرۃ الصلحاء میں جو لکھا ہے اس کے مطابق سورۃ " انا انزلنا " آپ نے حضرت ملا میر اعظم افغاں علی زئی معروفی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اس کے بعد چند فارسی کتب ان کے صاحبزادے حضرت ملا باز محمد سے پڑھیں اس کے علاوہ جب سندھ کے ایک گاؤں ٹکھڑ میں آپ نے ۱۲۹۷ھ میں ھجرت کے بعد قیام فرمایا تو یہاں کے مشہور عالم حاجی لعل محمد متعلوی (مٹیاری والے) سے بھی کچھ عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد جب آپ اپنے والد کے ہمراہ گئے تو وہاں مکہ معظمہ کی مشہور دینی درسگاہ " مدرسہ صولتیہ " تھا جس کے بانی حضرت مولانا " رحمت اللہ مہاجر مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن کی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی، ضعف

پیری کے باعث وہ خود نہیں پڑھاتے تھے، بلکہ شہر کے معروف اور مشہور علماء
وہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے چناچہ اس مدرسہ میں مولانا نور محمد
صاحب سے آپ نے کچھ اسباق پڑھے۔ اس کے علاوہ مکہ معظمہ میں عرب شریف
کی ایک بڑی اہم اور برگزیدہ شخصیت اور عالم اسلام کے ایک نامور عالم اور محقق
حضرت علامہ سید شیخ احمد ذینی دحلان (۱) کی خدمت میں اپنے والد گرامی کے حکم سے
حاضر ہو کر احادیث کا سماع کیا اور علم حدیث کا ان سے اکتساب کیا۔

سند حدیث :۔ آپ نے حدیث کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری کا درس
سبقاً سبقاً اپنے والد گرامی سے لیا اور انہی سے اس کی سند حاصل کی آپ کے والد
گرامی کو سند حدیث حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی
دھلویؒ مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی، اس کے علاوہ ۱۳۲۰ھ میں آپ کے
والد ماجد کی ملاقات حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے
ایک متبحر عالم حدیث شیخ محمد ابو نصر شامی دمشقی سے ہوئی ان سے بھی آپ نے
حدیث مسلسل بالروایہ کی اجازت حاصل کی۔

حفظ قرآن :۔ آپ کو بچپن سے حفظ قرآن کا شوق دامن گیر تھا، ایک روز
اپنے اس شوق کا اظہار اپنے والد گرامی سے کردیا، انہوں نے جواب میں حافظ
شیرازی کا یہ مصرعہ پڑھا کہ "عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا" اور فرمایا کہ
یہ آسان کام نہیں تم اپنی تمام توجہ تحصیل علوم دینیہ کی طرف رکھو۔ لیکن اس
ممانعت کے باوجود آپ کا یہ شوق کم نہ ہوا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا اور آپ نے
خاموشی سے قرآن کو یاد کرنا شروع کردیا۔ باوجود اس کے کہ عربستان میں گھر
کے کام کاج، سودا سلف لانے کی ذمہ داری، مدرسہ میں دینی تعلیم کے حصول
اور بقیہ اوقات میں طواف اور عمرہ جیسی عبادات کی ادائیگی میں بے پناہ
مصروفیت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب وقت تھوڑا سا ملتا آپ حفظ میں

مصروف ہو جاتے اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک نشست میں تین تین چار چار رکوع بعض دفعہ آدھا آدھا سپارہ یاد کر کے اٹھتے ، لیکن اس ڈر سے کہ کہیں والد گرامی کو خبر نہ ہو جائے آپ نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں نے حفظ شروع کر دیا ہے ، جب بائیس پارے آپ نے حفظ کر لئے تو اس وقت لوگوں کو خبر ہوئی جب یہ اطلاع آپ کے والد گرامی کو پہنچی تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جب آپ نے مکمل حفظ کر لیا تو انہوں نے اس خوشی میں ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا اور احباب کو کھانا کھلایا ۔

درس مکتوبات :۔ آپ نے علوم باطنیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی ، چناچہ اس سلسلہ میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا درس سبقاً سبقاً اپنے والد ماجد سے لیا ، آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد حسین فرماتے تھے کہ ٹکھڑ کے قیام کے زمانے میں ہم دو بھائی اور حضرت عبدالقدوس (المعروف بشیریں جاں) اور چوتھے سید حاجی اسد اللہ شاہ حضرت سے ایک ساتھ مکتوبات پڑھا کرتے تھے ۔

مذہبی و علمی خدمات :۔ آپ علم و معرفت کے ایک بحر نا پیدا کنار تھے ۔ اپنے اس علم و حکمت سے آپ نے مخلوق کو وعظ و ارشاد کے ذریعہ بھی فائدہ پہنچایا اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی ۔ آپ برداشتہ قلم بڑی فصیح اور سلیس فارسی اور عربی تحریر فرماتے تھے آپ کی بہت سی تصانیف کے علاوہ وہ بے شمار خطوط بھی ہیں جو آپ نے احباب کے خطوط کے جواب میں وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے اس میں بہت سے آپ کے صاحبزادے پیر ہاشم جان سرھندی نے جمع فرمائے تھے ۔یہاں آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی علمی ، سماجی ، سیاسی اور مذہبی خدمات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

(۱) **شِفَاءُ الْأَمْرَاضْ :۔** عربی زبان میں لکھی گئی اس تصنیف میں آپ نے

ابتداء سر سے لیکر پاؤں تک تمام امراض بدنیہ کا روحانی علاج یعنی تعویذات، وظائف اور ادعیہ ماثورہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد دیگر مشکلات اور قضائے حاجات کے لئے دعاؤں اور وظائف کا تذکرہ کیا ہے ۔ ان میں بعض ایسے وظائف اور عملیات بھی ہیں جو آپ کو اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ سے حاصل ہوئے تھے ۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ابھی تک ٹنڈوسائیں داد کے تاریخی کتب خانہ میں موجود ہے ۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت آپ نے ۲۳ جمادی الآخریٰ ۱۳۱۴ھ میں حاصل کی

(۲) اَنِیْسُ الْمُرِیْدِیْن :- آپ کی یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں سلوک طریقہ نقشبندیہ کے متعلق بڑی نفیس ابحاث کے علاوہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی کے حالات واقعات، معتقدات، کرامات، اخلاق و عادات، ملفوضات وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب ۱۳۱۶ھ میں آپ نے تصنیف فرمائی اور ۱۳۲۸ھ، ۱۹۱۰ء میں مطبع مجددی امرتسر سے یہ شائع ہوئی ۔

(۳) اَنْسَابُ الْاَنْجَاب :- یہ علم تاریخ کی کتاب ہے ۔ جس میں آپ نے حضرت امام ربانی سے لیکر اپنے زمانہ تک کے تمام خاندان مجددیہ کے افراد کے شجرہء نسب ذکر فرمائے ہیں ۔ اور ساتھ ساتھ ہر ایک کے مختصر سے حالات اور "سن" وفات وغیرہ بھی تحریر فرمائے ہیں ۔ ۲۶ رجب ۱۳۴۰ھ بروز اتوار اس کتاب کی تصنیف سے آپ فارغ ہوئے ۔

(۴) اَلْاُصُوْلُ الْاَرْبَعَۃ :- مونس المخلصین کے مصنف حضرت عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں جب وھابی، نجدی اور دیوبندی عقائد یہاں سندھ میں آنے لگے اور سندھ کے بعض علماء مثلاً دین محمد وفائی نے تقویت الایمان کا سندھی ترجمہ کر کے توحید الایمان کے نام سے شائع کر کے اس فرقہ کے عقائد کو پھیلانا شروع کیا تو آپ اس کے خلاف کھڑے ہو گئے اور آپ نے اس فرقہ کے عقائد کے رد میں الاصول

الاربعہ فی تردید الوھابیہ " کے نام سے یہ کتاب تصنیف فرمائی، جسے اپنے خرچ پر آپ نے چھپواکے لوگوں میں مفت تقسیم کرایا۔ اس زمانہ میں امرتسر سے " الفقیہہ " اخبار نکلتا تھا۔ اس میں بھی اس کتاب کا اشتہار شائع ہوا۔ یہ کتاب نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے بہت سے ممالک میں مشہور و مقبول ہوئی اس کتاب کی دیباچہ میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے اور وھابی عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

" مخفی مباد کہ دریں زماں فرقہ از اہل ہوا در اسلام پیدا شدہ است کہ خود اہل حدیث می نامند و در مقابلۂ اہل سنت والجماعت خصوصاً مقلدین مذھب حنفیہ کارروائی ہائے مخالفانہ بہ پیمانہ اعلیٰ بعمل می آرند و در پیش اطفائے نور ملت و مذھب بجاں کوشاں اند بسا عوام را در دام فریب خود آور دہ ہم مشرب خود نمودہ اند " الحاصل اصول مابہ النزاع درمیان مقلدین و غیر مقلدین چہار چیز است التعظیم لغیر اللہ تعالیٰ، التوسل بارواح الصلحاء والاستمداد منھا، الندا للغائب دسماع الموتیٰ الاتباع والتقلید لارباب المذھب الاربعۃ، این چہار چیز را وھابیہ شرک و کفر بدعت میدانند چنانچہ در عقائد آنہا بحوالہ کتب آنہا ذکر یافت، و اہل السنۃ و الجماعت مقلدین مذاھب اربعہ ایں ہر چہار چیز را مباح و مسنون و واجب میدانند الحال برما مقلدان لازم است کہ دلائل اباحت و تسنن ووجوب امور معلومہ از روئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال و افعال سلف صالح و جمہور علمائے امت مرحومہ ثابت کنیم "۔

یہ تصنیف ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ بروز پیر اختتام کو پہنچی۔

(۵) طَرِیقُ النَجاتْ :- اس زمانہ میں ایک آزاد خیال لوگوں کا ایک فرقہ

پیدا ہو گیا تھا جو اپنے آپ کو "نیچریہ" کہتے تھے، اور یونانی فلاسفر کی طرح ہر اسلامی بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے، اور اگر ان کی ناقص عقل میں کوئی چیز نہ آتی تو اس سے انکار کر دیتے تھے چنانچہ انہوں نے حضور کی جسمانی معراج، عذاب قبر، میزان اعمال اور دیگر بہت سے عقائد شرعیہ کا انکار کر دیا، اس فرقہ کے سربراہ ہندوستان میں سرسید احمد خاں تھے آپ نے اس فرقہ کے عقائد باطلہ کے رو میں یہ کتاب عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور معقولی دلائل اور واضح مثالوں سے اس قسم کے عقائد عوام کے ذھن نشین کرنے کی کوشش کی بعد میں اس کے فائدہ کو مزید عام کرنے کے لئے آپ کے صاحبزادے پیر محمد هاشم جان نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو سیالکوٹ سے چھپ چکا ہے یہ کتاب کئی سال مدرسہ الاسلام کراچی کے نصاب میں بھی شامل رہی ہے۔

اس کتاب کا سن تالیف ۱۳۴۹ھ ہے۔

(۶) اَلْعَقَائِدُ الصَّحِيحَۃُ :- اس زمانہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کے درمیان چند مسائل پر اختلاف اتنا بڑھ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگنے لگے۔ ان متنازعہ مسائل میں سے چند یہ تھے مسئلہ علم غیب، مسئلہ ایصال ثواب، مسئلہ بشریت، مسئلہ تعظیم غیر اللہ، مسئلہ سماع موتیٰ، مسئلہ توسل، مسئلہ ندائے غائب، مسئلہ زیارت قبور مسئلہ شفاعت، مسئلہ عرس، مسئلہ امکان کذب، وغیرہ آپؒ نے "اَلْعَقَائِدُ الصَّحِيحَۃُ فِي بَيَانِ مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃُ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں ان مسائل کا قرآن و سنت اور اجماع کی روشنی میں جائزہ لیا اور اس سلسلہ میں اسلاف کے صحیح عقائد کو بھرپور دلائل سے بیان فرمایا۔ اس کتاب کا سن تالیف ۴ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ ہے۔ یہ کتاب مطبع فقیہ امرتسر سے اردو ترجمہ کیساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۷) رِسَالَہ تَهْلِيلِيَّہ :- اس کتاب میں آپ نے کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ " کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ کلمہ کے پہلے جز کی تشریح کرتے ہوئے توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق اعتقادات کا ذکر فرمایا ہے اور کلمہ کے دوسرے جز کی تفسیر میں آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے متعلق آپ کی نبوت و رسالت کے متعلق کیا کیا عقائد رکھنے چاہیئے ان کا ذکر فرمایا ہے ۔ اور آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ آپ کا ذکر ولادت آپ کا ذکر بعثت ، آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد امجاد ، اصحاب و خلفاء اور آپ کے معجزات خصائص و شمائل و عادات کا ذکر فرمایا ہے ۔

۳۰ صفحات کا یہ رسالہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور سے چھپ چکا ہے اس رسالہ کا سن تالیف ، ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ ھ ہے ۔

(۸) تَذْكِرَةُ الصُّلَحَاءِ فِيْ بَيَانِ الْأَتْقِيَاءِ :- خراسان ، عربستان ، سندھ ، ھندوستان میں آپ جس جس عالم یا ولی اللہ سے ملے اور ان کی صحبت سے لذت یاب ہوئے ، ان کے حالات اس کتاب میں آپ نے درج فرمائے ہیں ۔ اس کتاب میں آپ نے تقریباً تیس اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے ، سندھ سے تعلق رکھنے والے جن اصحاب کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ نام قابل ذکر ہیں ۔

مولوی عبدالرحمن سکھر والے ، مخدوم محمد مجذوب سہون والے ، حاجی محمد عثمان شاہ میرپوری ، آخوند سکندر بختیار پوری ، حاجی محمد اسماعیل خان نظامانی خلیفہ احمد خان نظامانی ، درس محمد ھاشم کڑلی والے ، حاجی میاں عبدالواحد بوبکائی میاں تاج الدین چوٹیاری والے ، حاجی محمد احسان جرداد حافظ ابوبکر سیدہانی حاجی سلیمان ٹکھڑائی مولوی عطاء اللہ سکھر والے ، حاجی طیب میمن ۔ فارسی زبان میں لکھی گئی یہ تالیف ۱۳۳۶ ھ کی ہے ۔ جو ۱۳۴۸ ھ میں مطبع رئیس المطابع کانپور سے چھپ چکی ہے ۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی صاحبداد صاحب سلطان کوٹی نے کیا ہے ۔

(۹) شَرحِ حِكَمِ شَيْخ عَطَاءُ اللهِ سِكَندرِيْ :- شیخ العارفین ابوالفضل

تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری نے ایک کتاب " حکم " کے نام سے علم توحید پر عربی میں تصنیف فرمائی ، آپ نے فارسی زبان میں اس کی بسوط دو سو صفحات پر مشتمل شرح تحریر فرمائی ، اس تالیف کی ابتداء آپ نے یکم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں کی اور اختتام ۲۹ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ کو فرمایا۔

(۱۰) پنج گنج :۔ جب آپ ۱۳۲۰ھ میں حرمین شریفین سے واپس تشریف لارہے تھے تو دوران سفر آپ نے یہ پانچ رسالے تحریر فرمائے ، پہلے رسالہ میں آپ نے ۱۳۲۰ھ میں اپنے سفر حجاز کے حالات تحریر فرمائے ہیں ۔ اور دوسرے رسالہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور قصیدہ چہل کاف کی فارسی میں شرح کی ہے تیسرے میں حج کے مسائل دعائیں اور وہاں کے خاص خاص مقامات مقدسہ اور مزارات متبرکہ کا ذکر کیا ہے ۔ اور چوتھے رسالہ میں وہ احادیث مسلسل جو آپ کو حضرت شیخ سید محمد ابو نصر و مشقی سے ملی ان کو نقل فرمایا اور پانچویں رسالہ میں کچھ سبق آموز نصائح اور دینی دنیوی فلاح دینے والے امور کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱۱) سَفَرُ نَامَہ عَرَبِستَانُ :۔ ۲۲ شعبان سے آپ نے حجاز مقدس ، عراق اور شام کا سفر شروع فرمایا اور ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو وہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا اس سفر کے حالات اور اس میں مشاہدہ کئے گئے عجیب و غریب حالات و مشاھدات کا آپ نے اس سفر نامہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ انبیاء و اولیاء کے مزارات اور ان پر حاضری اور وہاں حاصل ہونے والے فیوضات و برکات کا بھی اس میں تذکرہ کیا ہے ۔

(۱۲) اَلاِشَارَہ اِلَی البُشَارَہ :۔ نماز کے اندر حالت تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا ، علماء کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے ، بعض اس کے قائل ہیں حکیم علی نواز شکار پوری نے ایک رسالہ " بشارت " کے نام سے لکھا جس میں اس کو ثابت کیا گیا ۔ لیکن ساتھ ساتھ حضرت امام ربانی کا اس میں اس انداز سے رد کیا

گیا جس سے آپ کی بے ادبی اور گستاخی ہوتی تھی لہذا آپ نے اس کے جواب میں "الاشارہ الی البشارہ" کے نام سے یہ کتاب تحریر فرمائی جس میں اپنے جدامجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات دئے ۔ یہ کتاب قلمی ہے اور ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے ۔

(۱۳) رِسَالَہ فِی بَابِ صِحَۃِ الجُمُعَۃِ فِی القُریٰ :۔ "تابستان" کے زمانہ قیام میں آپ کوئٹہ کے مضافات میں "ملک شابو" نامی ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے ، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے قبل یہاں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے ، جب آپ نے تشریف لا کر جمعہ کی نماز کی ابتداء فرمائی تو بہت سے علماء نے اعتراض کیا جس کے جواب میں آپ نے کتب فقہ کی مختلف عبارت سے "مصر کی یہ تعریف ثابت کی کہ "مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا اور اس کے مطابق "ملک شابو" میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ۔ اور اس کی تفصیل اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمائی ۔ یہ قلمی نسخہ ہے جو ناپید ہے ۔

(۱۴) لُغَاتُ القُرآنِ :۔ اس کتاب میں آپ نے قرآن کے مشکل الفاظ کی آسان عربی الفاظ میں شرح فرمائی ہے ۔

(۱۵) رسالہ در قواعد تجوید :۔ اس رسالہ میں آپ نے فن تجوید و قرأت کے قواعد اور اصول قلمبند فرمائے ہیں یہ بھی قلمی رسالہ ہے ۔ اس رسالہ کے آخر میں آپ نے "ضاد" کے مخرج کی بڑی محققانہ تحقیق بھی فرمائی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو "ضاد" کے مخرج کو "ظا" کے مشابہ قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ اس کے متعلق یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

"بعضے متشدداں صحیحاً زا یا ظا" می خوانند ایں غلط صریح است گناہ عظیم است و تحریف قرآن است آلخ"

اس رسالہ کا سن تالیف ۴ جمادالاول ۱۳۴۹ھ اس کے آخر میں تحریر ہے ۔

(۱۶) رِسَالَہ دَر سُلُوکِ نَقشبَندِیَہ :۔ اس رسالہ میں آپ نے طریقہ

نقشبندیہ کے لطائف خمسہ اور مراقبے وغیرہ کی تفصیلات ذکر فرمائی ہیں۔

(۱۷) رِسَالَہ دَرْ تَحْقِیْقِ وَحْدَتِ الْوُجُوْدِ وَ الشُّهُوْدُ :۔ اس رسالہ میں تصوف کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ وحدت الوجود و الشہود کے متعلق دونوں فریقین کے دلائل اور آخیر میں حضرت امام ربانی کے مسلک اور مشرب کی تائید میں دلائل و براهین تحریر فرمائے ہیں۔

نادر کتب خانہ :۔ آپ کو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح کتابوں سے والہانہ شغف تھا، بلکہ عشق کی حد تک کتابوں سے انسیت تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کتب خانہ میں وہ وہ نادر اور نایاب قلمی اور مطبوعہ کتابیں جمع فرمائیں جن کی مثال کسی اور کتب خانہ میں ملنی مشکل ہے۔ اس کتب خانہ میں تفسیر حدیث، فقہہ، ادب اور دیگر علوم دینیہ کے بڑے نادر اور نایاب قلمی نسخے موجود ہیں۔ بالخصوص سندھ کے نامور علماء اور فقہاء اور صوفیاء مثلاً مخدوم محمد هاشم ٹھٹوی، مخدوم محمد معین ٹھٹوی، ابراهیم ٹھٹوی خلیفہ احمد خاں نظامانی محمد امین سندھی، مخدوم عبدالواحد سیوستانی، مخدوم محمد جعفر بوبکائی، میاں فقیر اللہ شکارپوری اور بہت سے سندھ کے محققین کے علاوہ سرهندی اور مجددی خاندان کے صوفیاء کی قلمی تصنیفات کا ایک لاجواب ذخیرہ ہے جو پہلے آپ نے ٹنڈوسائیں داد میں رکھا تھا لیکن جب ان کتابوں میں کیڑا لگنے لگا تو آب و ہوا کی مناسبت سے آپ نے قلمی رسالے اپنے کوئٹہ والے مکان میں منتقل فرما دئے تھے جو آج تک وہاں موجود ہیں۔ ان نادر قلمی نسخوں میں سے چند نسخوں کی فہرست حضرت شاہ آغا نے اپنی تصنیف مونس المخلصین میں درج کی ہے۔

شعر و شاعری :۔ شعر و شاعری کی طرف آپ کا طبعی میلان تھا، یہی وجہ ہے کہ ایک مخصوص بیاض میں آپ نے خیام، سعدی، جامی، صائب اور حافظ جیسے اساتذہ وقت کی اپنی پسندیدہ غزلیں نوٹ فرما رکھی تھیں اور کبھی کبھی ان اشعار

کو آپ ایسے ذوق سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجایا کرتے تھے ، کبھی کبھی آپ اشعار ترنم سے ذوق لیکر پڑھا کرتے تھے اور کبھی تحت اللفظ پڑھتے تھے۔

اگر چہ شعر و شاعری میں آپ نے کبھی انہماک نہیں رکھا البتہ کبھی قلب پر کوئی کیفیت طاری ہوئی تو وہ خود بخود اشعار کا روپ دھار کر آپ کی زبان پر آگئی۔ چنانچہ کوئٹہ میں جب زلزلہ آیا تو اسمیں آپ کے صاحبزادے محمد شریف انتقال فرماگئے جن کے فراق میں سوز و گداز سے بھرا ہوا یہ مرثیہ فارسی میں آپ نے کہا۔

بے تو اے دل راحت دنیا چہ کنم
جان شیریں چہ کنم دیدہ بیناچہ کنم
زندگی بہر تو خوش داشتم اے راحت جاں
چوں تو رفتی من غمدیدہ تنہاچہ کنم
فرقت روئے تو اے جان پدر زخم دل است
زخم ناصور بگر دید مدا واچہ کنم
گر بیر سیدن من رفتنت اے جاں بودی
جان و مالم بعوض دا دمی اماچہ کنم
صبر و توفیق و رضا بخش بمن اے مولیٰ
یابا ایمان برم غیر ایں غیر تمناچہ کنم

ایک دفعہ آپ اسقدر شدید بیمار ہوئے کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ لیکن جب کچھ افاقہ محسوس ہوا اور بیماری ختم ہونے لگی تو اس وقت آپ نے عربی میں یہ اشعار کہے۔

لَسْتُ اَدْرِیْ مَا اَحَرِّرُ فِیْ کَمَالِ الْعَافِیَۃ
نِعْمَۃٌ مَعْبُوْنَۃٌ عِنْدَالرِّجَالِ الْعَافِیَۃ

لَيْسَ يَدْرِيْ كُلُّ شَخْصٍ مَا يُقَاسِيْهَا الْمَرِيْضُ
لَا وَ لَا يَعْرِفُ لَهَا قَدْرٌ بِحَالِ الْعَافِيَة
صِرْتُ مَحْمُوْمًا بِاَمْرِ اللّٰهِ فَانْحَلَّتْ قُوٰی
ذَكَّرَتْنِيْ مَا نَسِيْتُ الْعَهْدَ هَا لِلْعَافِيَة
قُلْ هٰذَا كُلُّ هٰذَا مَلَّ هٰذَا حَلَّ ذَا (۲)
كَيْفَ لَا اَشْكُوْ اِلَى الْمَوْلٰى زَوَالَ الْعَافِيَة
رَبَّنَا اجْمَعْنَا بِفَضْلِكَ يَا كَرِيْمُ الْمُسْتَعَانُ
حُرْمَةَ الطّٰهٰ الْمُرْتَجٰى فِيْ وِصَالِ الْعَافِيَة

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت و وفات ایک شعر میں اس طرح کہی ہے۔

سنینش کامل و عاشق تولد

۴۷۱ ۹۱

وفا تش داں تو مشعوق الہیٰ

۵۴۲

حضرت شیریں جاں آغا کی تاریخ وفات آپ نے لکھی جو آج تک آپ کے لوح مزار پر کندہ ہے۔

شیخ عبدالقدوس حق آگاہ
کرد زین دار بے بقا رحلت
شب پنج شنبہ چارم عاشور
روح شاں شد رواں سوئے جنت
سال ترحیل او بگفت حسن
لفظ مغفور باسر حسرت

۱۳۲۶

عشق رسول :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں آپ فنا تھے صاحب مونس المخلصین نے آپ کے بہت سے خوابوں کا ذکر کیا ہے جس میں سے اکثر ایسے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ پر آنحضرت کی شفقت و عنایت کا ذکر ہے ۔

یہ محبت کا تقاضہ تھا کہ " دلائل الخیرات " آپ ہر روز پابندی سے پڑھا کرتے تھے ۔ اکثر آپ کی زبان پر درود شریف ہوتا تھا ۔ آٹھ بار آپ کو روضۂ رسول کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ۔

دیار رسول مدینہ منورہ کی اپنے اشعار میں تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ۔

زاو صاف مدینہ ہر چہ گویم قطرہ از دریا است
عفاف آنجا کفاف آنجا صلوۃ آنجا زکواۃ آنجا
خدا وندا عطاء کن بندہ خود را بفضل خود
قیام آنجا مقام آنجا حیات آنجا ممات آنجا
اگر خواہی کہ بینی جنت الماویٰ دریں عالم
نشین در روضۂ اطہر بخواہ از حق نجات آنجا

سیاسی خدمات :- ۱۲۹۶ ھ میں جب انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کیا تو وہاں کے تمام علماء اور مشائخ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا ، اس وقت قندھار کے قریب " غزوہ میوند " کے نام سے جو مشہور جنگ ہوئی اس میں آپ کے والد گرامی نے بھی بھرپور حصہ لیا ، اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی اس کم عمری کے باوجود آپ بھی اپنے والد کے شانہ بشانہ اس جہاد میں شریک تھے ۔ صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں کہ آخری معرکہ میں ، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور میں نے دیکھا کہ میدان جنگ میں تیروں اور گولیوں کی بارش میں

جہاں بڑے بڑے سورما ہمت ہار گئے وہاں آپ خود بھی کمال استقامت کیساتھ دشمن سے برسرپیکار رہے اور مجاہدین میں بھی جوش و جذبہ پیدا فرماتے رہے ترکوں کی حکومت کے آپ زبردست حمایتی تھے ۔ اس وقت کے خادم الحرمین شریفین سلطان عبدالحمید خان کو آپ خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے تھے ۔ جب انگریزوں نے سلطان عبدالحمید خاں کا تختہ الٹا تو آپ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اس کے بعد جب اس کی جگہ محمد شاہ خاں تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو آپ نے اس کو بھی خلیفتہ المسلمین تسلیم کیا اور ہر طرح سے اس کی اعانت فرمائی حقؒ کے جب جنگ بلقان ہوئی تو مجاہدین کی مالی مدد کے لئے آپ نے اپنے مخلصین اور اھالیان سندھ سے فنڈ جمع کر کے " ھلال احمر " کو مجاہدین کی مدد کیلئے ارسال فرمایا۔

تحریک خلافت :۔ جب تحریک خلافت چلی اور ہندو مسلم اتحاد اس عروج پر پہنچ گیا کہ بعض مسلمان لیڈروں نے گاندھی کو اپنا مقتدا اور پیشوا حقؒ کے مہدی کہنا شروع کر دیا تو آپ نے اس کی سخت ممانعت کی اور فرمایا کہ " تعجب ہے لوگ نصاریٰ سے ترک موالات کرتے ہیں اور جو نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں " یعنی مشرکین ان سے بھائی چارہ قائم کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے ۔ جب حیدرآباد میں آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے اس میں شرکت کی آپ سے اجازت طلب کی آپ نے بادل ناخواستہ ان کو شرکت کی اجازت دیدی ، جب کانفرنس سے واپسی پر آپ کے صاحبزادگان نے کانفرنس کا حال سناتے ہوئے آپ کو بتایا کہ اس کانفرنس میں سندھ کے نامور علماء اور مشائخ مثلاً پیر صاحب جھنڈہ والے ، سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی ، مولانا عبدالکریم درس ، مولانا محمد صادق کھڈہ والہ نیچے بیٹھے ہوئے تھے ، اور ان سب کے درمیان ایک بلند چبوترہ پر تخت بچھایا ہوا تھا جس پر گاندھی بیٹھا ہوا تھا تو یہ سن

کر آپ کو اس قدر حزن و ملال ہوا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ کیا اتنے سارے علماء اور مشائخ میں ان کو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آیا جو صدارت کرتا ، ایک ہندو کافر کو مشائخ کے مقابلہ میں یہ عزت دیکر انہوں نے قوم مسلم کو ذلیل و خوار کردیا۔ اس طرح جب انہی لیڈروں نے یہ تحریک چلائی کہ سندھ ، پنجاب اور ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں جا کر آباد ہو جاؤ تو آپ نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ، نہ آپ نے خود ہجرت فرمائی اور نہ اپنے متعلقین کو اس کی اجازت دی ، آپ نے فرمایا کہ نہ وہاں اس ملک میں اتنے لوگوں کی گنجائش ہے اور نہ ہی وہاں کی سختیوں کو یہ سندھ اور ہندوستان کے لوگ سہ سکیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ بہت سے قافلے جو کچھ اپنا ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ کر وہاں گئے ان کو جب وہاں جگہ نہ ملی تو واپس اس حال میں آئے کہ یہ اپنا ملک بھی ان کے لئے اجنبی بن گیا تھا۔

اسی طرح جب کانگریسی علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ انگریزوں کا بنایا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے اور اس کو پہنکر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم کا کپڑا پہننے میں شرعی لحاظ سے کوئی حرمت نہیں ہے۔ اگرچہ اپنا بنایا ہوا کپڑا پہننا مستحب اور مستحسن ہے لیکن انگریز کے بنائے ہوئے کپڑے کو شرعی لحاظ سے حرام قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ محض کسی کی مخالفت میں شرعی احکام کو بدل دینا جائز نہیں ، حتیٰ کہ یہ مسئلہ اتنا بڑھا کہ حیدرآباد میں اس کے لئے ایک مناظرہ کی تاریخ طے ہوئی جس میں آپ کے ہمراہ مولانا عبدالقیوم بختیار پوری ، حاجی لعل محمد متعلوی مولانا محمد عثمان تھے ، اور تحریک خلافت والوں کی طرف سے حاجی اسد اللہ شاہ ٹکھڑائی ، مولوی محمد صادق ، حکیم شمس الدین نوشہرہ والے تھے جبکہ اس مناظرہ کے منصف اور ثالث مولانا معین الدین اجمیری تھے جو خلافت کمیٹی راجپوتانہ کے صدر تھے جب مناظرہ ہوا تو آپ کے دلائل کو وزنی قرار دیتے ہوئے آپ کے

حق میں مولانا معین الدین اجمیری نے فیصلہ دیا اور اس مناظرہ کی تمام روئداد ایک کتاب میں تحریر فرما کر اس کو شائع فرمایا اس کتاب کا نام " القول الفیصل فی جواز الثیات من الحربی المقاتل " رکھا۔ آپ کے سوانح نگار آغا عبداللہ جان لکھتے ہیں کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں جب ھندوستان سے علماء کی سندھ میں آمدورفت ہوئی تو وہابی اور نجدی عقائد بھی سندھ میں آنے شروع ہوگئے۔ حق کے دین محمد وفائی نے "تقویۃ الایمان" کا سندھی ترجمہ، "تَوحِیدُ الاِسلَامُ" کے نام سے لکھ کے چھپوایا تو آپ ان عقائد کے خلاف جہاد کیلئے کھڑے ہو گئے اور سب سے پہلے آپ نے بھرپور کوشش کر کے شکارپور سے " الحنیف " کے نام سے ایک اخبار جاری کرایا اس کے علاوہ " اصول اربعہ " اور اس جیسی بہت سے کتابیں تصنیف فرماکے شائع کروائیں جس میں دلائل اور براھین سے ان کے عقائد کا رد کیا گیا، اسی طرح جب سعودی حکومت کی طرف سے گنبد خضراء کو مہندم کرنے کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ بے چین و بے قرار ہوگئے۔

چناچہ صاحب مونس المخلصین رقمطراز ہیں کہ

" دایں میاں باز فتنۂ نجدیت و توھب در سندھ سربالا کردو مخفی نماند کہ در ملک سندھ تمام علماء و مشائخ و سلف صالحین از زمانۂ قدیم ہمہ سنی مقلدو حنفی المذھب بودند وچوں نجدیہ بربلا د حجاز مسلط شدند و مظالم آنہا از سفک د ما وقتل نفوس و نہب اموال مسلمین و تکفیر مسلماناں و تخریب مقامات مقدسہ و ہدم قبور و قباب شنیدند خیلے حسرت و افسوس خوردند و تمام مسلمانان عالم رادل سوختہ و جگر کباب گردید گوکہ بعضے ہم مشربان او خوشاں خوش شدند وشادمانی ہا کردند و تار مبارکبادی ہا فرستادند و برمظالم آنہا پردہ انداختند تا آنکہ خبر ہدم

گنبد خضرائے سرکار مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام التحیۃ بسمع

الیشاں رسید پس بے قرار د بے آرام شدند"۔ (۳)

اس مسئلہ کے حل کے لئے سندھ کے تمام معززین اور علماء دین کو آپ نے شکارپور میں جمع فرمایا اور اس اجلاس میں روضۂ نبی کی حفاظت کی تدابیر سوچی گئیں۔

سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ سندھ کے عاشقان رسول کی طرف سے ابن سعود کو ایک تار روانہ کیا گیا جو خاں بہادر علی بخش خاں محمد حسین جو ممبر کونسل تھے ان کے ذریعہ وائسرائے تک پہنچایا گیا اور وائسرائے کے توسط سے سعودی فرمانروا کو پہنچایا گیا، دوسرے ہی روز بادشاہ کی طرف سے اس کا جواب موصول ہوگیا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں روضۂ اطہر کی بے حرمتی کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں۔

تحریک پاکستان:۔ جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا اور ھندوستان کے اکثر مسلمان اپنی ایک جداگانہ حکومت حاصل کرنے کے لئے تل گئے تو بعض مسلمان کانگریس کے ساتھ ملکر ایک جداگانہ اسلامی مملکت کی مخالفت کرنے لگے لیکن سندھ کے مشائخ اور علماء اھل سنت نے حصول پاکستاں کے لئے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی جس کی جہ سے مسلم لیگ کو سندھ میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی، اس کامیابی کا سہرا جہاں سندھ کے اور مشائخ کے سر ہے وہاں سرھندی مجددی خانوادہ کے اس چشم وچراغ حضرت خواجہ حسن جانؒ کے سر بھی ہے جنہوں نے سندھ میں کانگریسیوں کی بھرپور مخالفت کی اور مسلم لیگ کی بھرپور اعانت اور مدد فرمائی اور اس سلسلہ میں لپنے مریدوں کو اس کے لئے خصوصی ھدایت نامے جاری فرمائے چناچہ آپ کا ایک مکتوب گرامی یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنی

مریدوں کو مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے کی کس طرح ھدایت فرمائی۔

"مخلصین مکرمین وڈیرہ محمد قاسم وڈیرہ عبداللہ و قاضی جان محمد سلمہم ربہم بعد از دعائے خیر شمایاں مخلصاں رابطریق نصیحت تحریر میشودکہ در قصۂ خاص مقابلہ ھندواں است با مسلماناں و سید علی اکبر شاہ رانکٹ مسلم لیگ دادہ شدہ است بنا براں برشمایاں لازم کہ از مخالفت اودستبردار شویدو ھر قدر کہ بتوانید امداد بکنید و السلام۔

۶ ماہ صفر ۵۶ ھ　　　　فقیر محمد حسن عفی عنہ"

یہ آپ کا آخری خط تھا جس میں آپ نے اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کی مخالفت سے منع کیا اور اس کی ہر طرح سے مدد کرنے کا حکم دیا۔ اس خط کے پانچ ماہ بعد تقسیم پاکستان سے قبل آپ انتقال فرماگئے، لیکن آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور اسی سال پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

وصال:۔ ۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ ھ بروز پیر ظہر اور عصر کے درمیان آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ٹنڈوسائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر "کوہ گنجہ" نامی آپ کے آبائی قبرستاں میں آپ کے والد ماجد کے پہلو میں آپ دفن کردیا گیا۔

قطعہ تاریخ:۔ حضرت مولانا رشید احمد مجددی رامپوریؒ نے آپ کی وفات پر اردو میں یہ قطعۂ تاریخ لکھا۔

عارف کامل اٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے
طالبان دین کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق
جس کے ایک ادنی اشارے سے ہوا کرتے تھے حل
مسئلے علم طریقت کے ادق سے بھی ادق

ہو رہی ہے اہل عرفان میں یہ باہم گفتگو
ہو گیا کم اب کتاب معرفت سے اک ورق
فکر ہے تاریخ رحلت کی تو کہدو اے رشید
مرشد کامل امیر ملک معنیٰ قطب حق
۱۳۶۵ھ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد ابراہیم (گھڑی والے) نے فارسی زبان میں یہ قطعہ تاریخ رقم کیا:۔

آہ از رحلت ولی جہاں قطب عالی مقام و غوث زماں
مقتداء و مجدد ملت پیشوائے سبیل راہ رواں
غازی وہم مہاجروخوش خلق ہم سخی و کریم و ذواحساں
در شریعت نظیر نعماں بود در طریقت چو عارف خرقاں
در عرب در عجم مرید انش ہم بہ پنجاب و سندھ وھندوستان
تاج آل امام ربانی فانی ذات ایزد سبحاں
کرد رحلت بروز دو شنبہ بعد ادائے نماز ظہر عیاں
یوم روز دوم و ماہ رجب کہ نمود انتقال آں ذیشان
چوں تفحص نمودم از تاریخ پاتخم چین بگفت رواں
ناظما حین نزع جاں پاک
کلمۂ پاک داشت ورد زباں
۱۳۶۵ھ

اولاد امجاد:۔ آپ نے تین شادیاں فرمائی، پہلی زوجہ محترمہ سے پانچ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئی جن میں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں شروع میں فوت ہوئیں بقیہ تین لڑکے اور سات لڑکیاں بقید حیات رہیں ۔ دوسری شادی آپ نے کراچی

میں حضرت محمد فاروقؒ (۱۴) کی صاحبزادی سے کی، جنکے بطن سے تین لڑکیاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن میں سوائے ایک صاحبزادے محمد حنیف کے باقی تمام ۱۳۵۴ھ میں کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوگئے۔ تیسرا نکاح آپ نے سادات کلی گل محمد کے علی جان آغا کی صاحبزادی سے کیا جن کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، پہلی بیوی سے جو صاحبزادے بقید حیات رہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ جان عرف شاہ آغا۔ (۲) عبدالستار جان۔ (۳) محمد هاشم جان۔

شاہ رکن دین سے تعلق:۔ آپ جب سرہند شریف عرس کے موقعہ پر تشریف لیجاتے تھے تو وہاں دنیا بھر کے علماء اور مشائخ سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی تھیں جو بعض دفعہ گہری محبت اور دوستی میں تبدیل ہوجاتی تھیں راقم الحروف کے جدامجد اور ہندوستان کی معروف روحانی شخصیت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسالہ رکن دین) سے بھی آپ کا تعلق عرس کے موقعہ پر سرہند میں ہوا جو دوستی کا روپ دھار گیا آپ کی اکثر فارسی زبان میں حضرت شاہ رکن دینؒ سے تصوف کے بڑے ادق اور اعلیٰ اعلیٰ مسائل پر خط و کتابت ہوتی تھی، چناچہ آپ کے ایک والا نامہ کا تذکرہ شاہ رکن الدینؒ نے اپنے تصنیف توضیح العقائد میں اس طرح کیا ہے۔

> "ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق مئی ۱۹۲۱ء کو بمقام ٹنڈوسائینداد خاں ضلع حیدرآباد سندھ، دروازہ مکان عالیشان حضرت ولایت مآب قطب وقت مولانا و مخدومنا جناب مولوی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت امام الاولیاء مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت پیلو کا ہے اس سال اس درخت کے اندر بعد موسم خزاں جس قدر پتے آئے ان کے اوپر جناب روحی فداہ رحمت عالم محمد رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

نہایت نورانی قدرتی قلم سے لکھا ہوا تھا اسی طرح دیگر اضلاع سندھ میں درختوں کے پتوں پر نام نامی جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سنہ کے اندر قدرتی خط سے لکھا ہوا ظاہر ہوا چنانچہ حضرت مولانا ممدوح الصدر نے دو برگ سبز ذریعہ ڈاک فقیر کے پاس بھی روزانہ کئے حضرت مولانا موصوف الصدر کے دو مکتوبوں کی عبارت جو خاص اس بارہ میں فقیر کو تحریر کی ہے نقل کر کے درج کرتا ہے ۔"

اسی طرح جب الور میں حضرت شاہ رکن الدینؒ کا وصال ہوا تو آپ نے جو مفصل تعزیت نامہ ارسال فرمایا تھا اس کا ایک جملہ یہ تھا ۔" افسوس شمع محفل نقشبندیاں از میاں برخواست " اس جملہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے قلب میں حضرت شاہ رکن دین کیلئے کیا مقام تھا اور آپ نقشبندی صوفیاء سے کسقدر محبت رکھتے تھے ۔

۱۔ فتوحات اسلامیہ ، سیرت نبویہ ، تقریب الاصول ، الدار السنیہ جیسی عظیم کتابوں کے مصنف اور مکہ معظمہ کی مفتی اعظم ۔

۲۔ قل الطاقۃ کل العقل مل القلب حل الضعف (منہہ قدس سرہ)

۳۔ مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ ص ۲۰۲

۴۔ محمد فاروق ابن ابوالقاسم ابن حضرت عبدالکریم ابن حضرت شاہ ضیاء الحق شھید ابن حضرت شاہ غلام نبی ۔

۵۔ حالات ماخوذ ، از مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ

عبداللہ جان عرف شاہ آغا

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی مجددی کے بڑے صاحبزادے عبداللہ جان سرھندی جو شاہ آغا کے نام سے مشہور اور معروف تھے، بڑے عابد و زاھد دیندار عالم و عارف بہترین فقیہ اور فقیر تھے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ، ۱۸۸۷ء کو "ٹکھڑ" میں ہوئی سیف الدین کشمیری نے اپنی ایک لمبے قصیدہ میں آپ کی ولادت کا مادہ، تاریخ "نجم برج فضل و کمال" سے نکالا ہے۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ اپنے دادا خواجہ عبدالرحمن کے نواسوں اور پوتوں میں کیونکہ پہلے نرینہ اولاد تھے اس لئے آپ اپنے دادا کو بہت محبوب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں آپ نے اپنے جد بزرگوار کے آغوش رحمت میں تربیت پائی آپ کے دادا کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ رات کو اپنے برابر میں آپ کی چارپائی بچھواتے تھے۔ اور سونے سے پہلے دعائیں پڑھ کے آپ پر دم کرتے اسی طرح صبح اٹھ کر سب سے پہلے آپ پر دم فرماتے تھے۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ کے والد گرامی وقت کے متبحر عالم اور عارف خواجہ محمد حسن کی زیر عاطفت آپ کی تربیت ہونے لگی اور اس عارف وقت نے آپ کو علوم ظاہری باطنی سے جگمگا دیا چناچہ آپ خود اپنی کتاب مونس المخلصین میں فرماتے ہیں۔

"چونکہ اوھم بدر من بود و ھم پیر من وھم استاد من نعمت ہائے حضرت باری تعالیٰ و تقدس بواسطہ اوبر من بار یدہ اندوواز دست اور رسیدہ۔

شکر لطف تو چمن چوں کند اے ابر بہاری
کہ اگر خارو اگر گل ہمہ آور دہ تست

اپنے والد گرامی سے آپ نے قرآن کریم فارسی اور عربی کی کتابوں کے علاوہ خوش خطی بھی سیکھی ، جب والد گرامی سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو مولوی حاجی عبدالقیوم بختیار پوری کو آپ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا اس کے علاوہ سندھ کے چیدہ چیدہ علماء مولوی لعل محمد متعلوی ، حاجی حسن اللہ پاٹائی ، مولانا خیر محمد مگسی سے بھی آپ نے کتابیں پڑھیں ۔ جبکہ دورہ حدیث خود آپ کے والد گرامی نے آپ کو کرایا ۔

شادی :۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے اپنی بھانجی یعنی حضرت عبدالقدوس عرف شیریں جان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کردیا ۔ شادی کی دعوت اتنی عظیم الشان تھی اور اس کثرت سے دوست احباب اور مخلصین نے اس میں شرکت کی کہ اس سے قبل اس جگہ پر کبھی ایسی تقریب نہیں ہوئی تھی ۔

بیرون ملک سفر :۔ ان اھلیہ سے آپ کے یہاں ایک صاحبزادہ غلام صدیق جان تولد ہوا جو بہت خوبصورت اور بہت ذہین تھا لیکن بقضائے الہیٰ پانچ سال کی عمر میں ہی فوت ہو گیا جس کا آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ دنیا کی ہر شیٔ سے آپ کا دل اٹھ گیا اور ہر شیٔ آپ کو بری لگنے لگی ، چناچہ آپ کے والد نے آپ کو مرغابی کے شکار کے لئے " کولاب ہنجر " بھیجا تاکہ آپ کا دل بہل جائے اور وہاں سے آپ کو ہندوستان اور سرہند شریف کی زیارت اور سیر و سیاحت کے لئے بھیجدیا وہاں سے واپسی پر آپ کا دوسرا نکاح حضرت ضیاء احمد (ملیر والے) کی صاحبزادی سے کر دیا ، ۱۳۳۲ھ میں آپ نے اپنے والد کے ہمراہ ، عراق ، شام ، بیت المقدس ہوتے ہوئے حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج کی سعادت حاصل کی ۔

رشد و ھدایت :۔ ۱۳۵۹ھ میں آپ کے والد گرامی نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کے مریدوں کو رشد و ہدایت کرنے کی غرض سے شمالی علاقہ میں جانے کا حکم فرمایا، لیکن آپ نے کسر نفسی کے طور پر اور اپنے آپ کو اسکا اہل نہ سمجھتے ہوئے وہاں جا کر رشد و ھدایت کرنے اور مرید وغیرہ کرنے سے پہلو تہی کی اور والد صاحب کو ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیج دیا، آپ کے والد نے اس کے جواب میں آپ کو یہ والا نامہ تحریر فرمایا جس سے آپ کے مقام اور مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

"برخوردار"

وقت روانگی ایشاں گفتہ بودیم کہ ہر کہ طالب طریقت باشد اورامحروم نکند، تلقین طریقت و نصیحت استقامت شریعت شریف کردہ باشید۔ باز مکرر تحریر میشود کہ درعین ظلمات زمانہ ہمیں راہ باریک مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اھالیھا با نور اتباع سلف صالح ماندہ اگرچہ رائے نام است تاھم نشان اصالت و بوئے محبت دراں باقی است عمر فقیر باخیر رسیدہ امانتی کہ از حضرت قبلہ و اجازت عام کہ باین ناقابل عطاء فرمودہ بودند فقیر بایشان می سپاردو الحمدللہ کہ بار امانت باہل آں سپردہ شد۔ اوتعالیٰ توفیق نیک رفیق گرداند و مخلصاں را از توجہ شما فیضیاب گرداند۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

تصانیف :۔ نظم و نثر دونوں کے آپ بادشاہ تھے۔ فقہ تاریخ اور تصوف پر آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

۱۔ راحت القلوب (فارسی)

۲۔ برگ سبز (فارسی)

۳۔ مونس المخلصین (فارسی)

۴۔ راحت القلوب (سندھی)

۵۔ ھدایت الحج (سندھی)

۶۔ راحۃ المخلصین (سندھی)

نثر نگاری:۔ نثر نگاری کی تمام اقسام اور فنون پر آپ کو کامل قدرت حاصل تھی چنانچہ حافظ ھارون نکھڑائی کے خط کے جواب میں آپ نے ایک بے نقط خط تحریر فرمایا جو یہاں بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

" سالک مسالک سداد، صاعد مصاعد و داد موسس اساس آمال سر کردہ اہل کمال مکرم کا مگار اکرم اللہ حالہ و حصل آمالہ "

اولاسلام مالا کلام مع دعائے حصول کام و وصول مرام مطالعہ کردہ معلوم دار دکہ الحمد اللہ الود و دمحرر درد آلودہ محامد کرد گار عائد حال سراسر ملال دارد و صلاح حال محمود المآل اہل کمال راہموارہ مسئول و ماموَل ماھوامرام کہ مرا سلئہ مرسلہ در عمل مہملہ مسطورہ، کلک درو سلک در دم محمود و طالع مسعود وردو سرور آمود آورد مطالعۂ اودلم را معمور کرد ور و حم رامسرور کرد م۔ اللہ اعلم کہ ہمسر علامہ ھمام محرر " سواطع الالہام " کار کردہ و داد عالم کمال دادہ مگر عمل طور مسطور سلوک طرح مسلوک اصلا در اساً سہل و معمول اہل علم و کمال آمدہ ام اگر در دورہ دگر طرح عدم اصدار کلمہ ھائے کلام اللہ و کلام الرسول در مراسلہائے مہملہ مسلوک گردو لعلاکہ در و سرآرو و اہل علم محال گردو "

انتہی۔

شاعری :۔ شاعری سے بھی آپ کو بڑا شغف تھا آپ کے کلام میں بڑی سلاست اور سادگی نظر آتی ہے ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی شان میں آپ کی لکھی ہوئی منقبت کے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

یا مجدد الف ثانی اے شہ عالی جناب
مقتدائے شرق و غرب و ملجائے شیخ وشاب

پیش قدر رفعت تو آسمان سر بر زمین
پائے بوس درگہ تو خسر و گردوں رکاب

شمع جمع اہل عرفاں نورچشم کاملاں
انجم چرخ و لایت زتو ۔روشن آفتاب

عرض عبداللہ بشنو کن توجہ از کرم
جلوہ فرماتا کہ دل روشن شود چوں ماھتاب

نسبتے دارم بتو شاھا وسیلہ سوئے تو
حبذا تلک الوسیلہ نعم ذاک الا نتساب

رد مکن از در گہت ایں سائل در ماندہ را
کز کریماں عار باشد بر غریباں سدباب

دوستاں ھر کس کہ استدعا زمن کروہ دعا
حاجت اوشاں رواکن ھم دعائم مستجاب

صد سلام از ما نثار روضہ ات ھر صبح و شام
کلما سجعت حمام فی ریاض المستجاب ۔

پہلے آپ تخلص بھی عبداللہ ہی رکھتے تھے لیکن بعد میں شائق تحریر فرمانے لگے آپ کی قلمی بیاض جو آپ کے صاحبزادے پیر سعید جان کے پاس ٹنڈو سائینداد میں ہے اس میں بہت سی آپ کی غزلیں ہیں ان میں سے چند اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں ۔

بعد از وفات نعش مرا بر درش برید
سازید خاک کولیش عبیر کفن مرا
شائق بد درچشم تو محمود گشته است
یارب تو عفو کن به حسین و حسن مرا

ایک اور تصوف کے رنگ میں آپ کی غزل ہے۔
از سرو ناز من توچه قامت کشیده
از بوستاں صنع الہیٰ دمیده
نازم بخت خود که بس از مدتے دراز
درعین انتظار بوصلم رسیده

ایک اور خوبصورت غزل کے چند اشعار یہ ہیں۔
ہر کس که رفت باز زلفش بدر نشد
اے دل ترا که گفت که آنجا مقام گیر
مغرور چاپلوسی یاران خود مشو
در ہر قوم نہا وہ برائے تو دام گیر
بے غم کسے بدولت سلطان نمی رسد
چوں جم تونیز بادہ غمہا بجام گیر
شائق بکوئے رھبر خود خاک راہ شو
زا نجا ہدایت رہ بیت الحرام گیر

وفات:۔ حضرت شاہ آغا نے ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی آپ کا مزار مبارک بھی " کوہ گنجنہ میں آپ کے آبائی قبرستان میں ہے۔

اولاد:۔ آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزدے چھوڑے۔ (۱) غلام علی جان ان

کی ولادت ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ ٹنڈوسائینداد میں ہوئی، انہوں نے فارسی کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مولوی لعل محمد سے پڑھیں ان کے ایک صاحبزادے عبدالحمید اور ایک صاحبزادی ہے۔

(۲) حضرت شاہ آغا کے دوسرے صاحبزادے "غلام نبی جان" ہیں جو ۲۲ ربیع الاولی ۱۳۴۲ھ کو ملیر میں پیدا ہوئے اور مدرسہ اینائی میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔

(۳) محمد سعید جان۔ حضرت شاہ آغا کے تیسرے صاحبزادے ہیں جو ۱۳۴۳ھ کو عین عید کے روز پیدا ہوئے، لہذا "عید" پر ایک سین کا اضافہ کر کے ان کا نام اسی مناسب سے "سعید" رکھا گیا۔

آپ کی ولادت پر محمد اسماعیل سرھندی روشن نے ایک طویل تاریخ لکھی ہے جس کے آخری چند شعر یہ ہیں۔

متولد چو شد بہ عید سعید	بہنا وہ از ان سعید ش نام
علم و فضل و ہدایت و عرفان	یابد از طالع نکو فرجام
فازہ اللہ بدرجۃ الکمال	صانہ ربہ عن آلآ لآم
ارخہ اذ طلبت من روشن	قال فی الفور "ظفر الاسلام

۱۳۴۳ھ

حالات ماخوذ از

(۱) مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی۔

(۲) مقالہ ٹنڈو محمد خان کی اولیائے سرھند قلمی۔

(۳) دیوان روشن۔ محمد اسماعیل روشن، مطبوعہ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

عبدالستار جان

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے دوسرے صاحبزادے عبدالستار جان سرھندی جو فضائل علمی سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عالی ھمت اور بلند حوصلہ کے مالک تھے۔

ولادت:۔ ۱۳۱۱ ھ ، ۱۸۹۴ء کو ماہ رجب المرجب میں ٹکھڑ گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی ، جب آپ کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ کے جد بزرگوار خواجہ عبدالرحمن بقید حیات تھے ، اور وہ آپ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے انہوں نے اپنے کندھوں پر آپ کو کھلایا ہے۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ نے اپنے وقت کے متبحر عالم علامہ حافظ محمد یوسف سے ابتدائی عربی ، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے والد گرامی کے سامنے زانوئے تلمند طے کیا اور انہی سے اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔

اوصاف و خصائل:۔ اچھی سیرت عمدہ اخلاق ، علوم ، فنون ، بزرگی ، عبادت گزاری یہ سب آپ کو اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ نے بہت سے ممالک کے سفر کئے اور دنیا کے عجائب و غرائب کو دیکھا اور علوم و معلومات کے خزانے حاصل کئے۔ آپ بڑے خوش مزاج عالم با عمل ، شریعت کے پابند حق گو اور بڑے بے باک مقرر تھے۔ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی آپ کا وصف خاص تھا اور اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب حرمین شریفین میں قحط پڑا تو آپ نے سندھ کے علاقہ میں گندم اور بہت سا فنڈ تنہا جمع کیا اور حکومت کی مزاحمت اور ممانعت کے باوجود اس کو حرمین شریفین پہنچا کر دم لیا۔ اور اس کو فقراء

حرمین شریفین میں تقسیم فرما کر سکون و اطمینان حاصل کیا۔

اسی طرح اپنے والد گرامی کی ان کے آخری ایام میں آپ نے بڑی جانفشانی کیساتھ خدمت کی۔ آپ کی تیمار داری علاج معالجہ اور ہر قسم کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ ہونے دیا۔

شاعری:۔ شعر و شاعری سے بڑا ذوق رکھتے تھے، اور عمدہ کلام کہتے تھے۔ ٹنڈو سائنداد میں " انجمن شعراء " کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی اور اس انجمن کے تحت بہت سے مشاعرے بھی کرائے۔ فارسی اور سندھی دونوں زبانوں میں آپ شعر کہتے تھے۔ آپ کی شاعری کا اپنا ایک الگ رنگ تھا۔ بطور نمونہ چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

سر نہ پیچیم زتوتا تاب و توانم باقی است
دل نہ گیرم زتوتا روح و روانم باقی است

مایۂ زندگی و حاصل عمر خود را
صرف کردیم مگر مہر بتانم باقی است

رفعت آرام و سکون در رہ عشق تو مگر
سوز دل درد جگر آہ و فغانم باقی است

گرچہ در چشم زدن رفت نگارم زمن
مزہ بوسے آں لعل لبانم باقی است

سطر باباز سرا نغمۂ داؤدی را
پیر گشتیم چہ شد عشق جو انم باقی است

اولاد:۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی آغا غلام دستگیر جان (ولد غلام جان) کی صاحبزادی سے کی جس سے دو صاحبزادے غلام فاروق (ولادت ۱۳۳۱ھ) اور غلام عثمان (ولادت ۱۳۳۳ھ) پیدا ہوئے۔

دوسری شادی آپ نے آقا محمد حسین کی صاحبزادی سے کی جو وفات کر گیئں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تیسری آپ نے آغا عبدالحلیم کی صاحبزادی سے کی جن کے بطن سے ایک لڑکا غلام صدیق (ولادت ۱۳۴۶ھ پیدا ہوا۔ یہ زوجہ بھی جب انتقال کر گئیں تو آپ نے آغا غلام اسماعیل کی صاحبزادی سے چوتھا نکاح کیا جن کے بطن سے چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

حالات ماخوذ از

(۱) مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی۔

(۲) مقالہ ٹنڈو محمد خان کی اولیائے سرھند قلمی۔

حافظ محمد ھاشم جان سرھندی

سرھندی مجددی خاندان کا ایک جگمگاتا ہوا آفتاب و ماھتاب ، جو اپنے اجداد یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے محاسن صوری اور معنوی کا جگمگاتا ہوا آئینہ تھا ۔ صورت ایسی کہ نظر ہٹانے کو جی نہ چاہے ۔ اور صحبت ایسی کہ وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہے ۔ صاحب علم و معرفت ایسے جیسے ایک بحر ذخار لیکن تواضع اور خوش خلقی ایسی جیسے ابر نوبہار ، چونکہ آپ راقم الحروف کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود صاحب الوری نقشبندی کے اجمیر شریف میں ہم سبق رہنے کی وجہ سے گہرے دوست تھے اس لئے ان کا ہمارے یہاں اور ہمارا ان کے یہاں اکثر آنا جانا رہتا تھا ، جس کی وجہ سے اس مجسمۂ حسن و اخلاق کی کیف بار صحبتوں سے اس راقم الحروف کو بھی لطف اندوز ہونے کے خوب مواقع میسر آئے ۔

ولادت :۔ ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۲ ھ ، ۱۹۰۴ ء کو ٹنڈو ساہیں داد (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدرآباد سندھ) میں آپکی ولادت ہوئی آپ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی کے دوسرے لاڈلے صاحبزادے تھے ۔ آپ کا سلسلۂ نسب تیرھویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے ۔

تعلیم و تربیت :۔ سب سے پہلے آپ کے حفظ قرآن کے لئے قاری حافظ احمد صادنبیری کا تقرر کیا گیا جن سے آپ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا آپ کے حفظ قرآن کی خوشی میں آپ کے والد نے ایک عظیم الشان دعوت طعام کا اہتمام کیا ۔ شعرائے وقت نے تاریخ کہیں ایک شاعر نے آپ کے حفظ

قرآن کی لفظ " حافظ ھاشم " ۱۳۳۵ھ سے تاریخ نکالی اس کے بعد آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں اور تکمیل کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں مدرسہ معینیہ میں وقت کے نامور منطقی استاد حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری سے چند سال لگ کر معقولات و منقولات کی منتہی کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ ٹونک میں حکم سید برکات احمد ٹونکی فرنگی میں مولانا عبدالباری فرنگی محل، سید امیر علوی اجمیری سے بھی اکتساب علوم و فنون کیا۔ اس ہی زمانہ میں مولانا معین الدین اجمیری کے بھائی حکیم نظام الدین سے آپ نے علم طب کی تعلیم حاصل کی اور اس میں بھی کمال حاصل کیا سندھ واپس آکر تدریس و ارشاد اور طبابت میں مصروف ہو گئے۔

استاذ کی نظر کرم:- آپ کے استاذ علامہ مولانا معین الدین اجمیری کی آپ پر کس قدر نظر کرم تھی اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ، جس زمانہ میں آپ منطق کی ایک اہم کتاب قطبی اور میر قطبی کا درس لے رہے تھے، مولانا معین الدین کو برٹش گورنمنٹ کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں اور فرنگی غاصبوں کے خلاف ایک فتویٰ جاری کرنے کے پاداش میں قید کی سزا ہو گئی، لیکن آپ کے استاذ نے یہ گوارا نہ کیا کہ میرے اس لائق شاگرد کے اسباق میں حرج ہو اس لئے جیل سے آپ کو قطبی اور میر قطبی اور شمسیہ کے اسباق کی شرح لکھ کر بھیجتے رہے اور یہ شاگرد رشید استاذ کی ان تحریروں سے اکتساب فیض کرتا رہا مولانا معین الدین کے وہ اسباق جو آپ نے جیل سے لکھ کر بھیجے تھے ان کو قاضی حمایت اللہ نے راقم الحروف کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری نقشبندی کی کوششوں سے طبع کرا کے درس نظامیہ کے طلباء کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ مہیا کر دیا۔ اس کتاب کا نام " معین المنطق " رکھا گیا اس کتاب کے " حدیث آغاز " میں پیر ہاشم جان مجددی تحریر فرماتے ہیں کہ " آج

پینتالیس سال کے بعد مکاتب علمیہ کو مرتب کر کے شائع کیا جارہا ہے اس نادرہ روزگار کاوش فنی و قلمی کی اشاعت کے سلسلہ میں علمی حلقوں کو جناب محترم علامہ مفتی محمود صاحب الوری کا بطور خاص شکر گزار ہونا چاہیئے کہ جنکی ذاتی دلچسپی اس کی اشاعت کا سبب محرک معد بنی ۔ کیونکہ شرف تلمند کے لحاظ سے ممدوح الشان میرے برابر کے شریک ہیں اور چاہتے ہیں کہ حال اور مستقبل کے جملہ طالبان منقولات و معقولات حضرت استاذی کے تبرکات سے مستفید ہوتے رہیں ۔

خلافت :۔ آپ اپنے والد کے بڑے منظور نظر تھے ، انہی سے روحانی فیض حاصل کیا ، انہی کے دست حق پرست پر بیعت کی انہی سے سلوک کی منزلیں طے کیں اور انہیں سے سلسلہ ، عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی ۔

عشق مصطفیٰ :۔ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کا عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا ، اکثر و بیشتر درود شریف آپ کے ورد زبان ہوتا تھا ، اور دوراں وعظ جب کبھی نام مبارک آپ کی زبان پر آتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہوجاتا تھا ۔ اور ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری ہوجاتی تھی ، آپ کی تقریر اور وعظ کا موضوع اکثر محبت اور سیرت مصطفیٰ ہوتا تھا ۔ بعض دفعہ لوگ آپ سے کسی اور موضوع پر بولنے کے لئے عرض کرتے تو آپ جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے ۔

که ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اگر اس طرف عشق صادق تھا تو اس طرف سے بھی محبوب کی خاص نظر کرم تھی ، چناچہ ایک دفعہ کوئٹہ کے قیام کے دوران آپ سخت بیمار ہوئے سخت تکلیف سے بے چین تھے کہ رات کو آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کو نصیب ہوگئی جس سے آپ کو قرار آتا چلا گیا ۔

علمی و دینی خدمات:۔ آپ کا اکثر وقت دینی اور علمی خدمات میں گزرا، شروع میں آپ سال کے چار مہینے گرمیوں کے کوئٹہ میں گزارتے تھے اور بقیہ ایام ٹنڈو سائیں داد میں رہتے تھے، آخری عمر میں آپ نے کراچی میں نارتھ ناظم آباد میں کوٹھی خرید کر وہیں رہائش اختیار کر لی تھی۔ کوئٹہ میں قیام کے دوران آپ ہر جمعہ اور ہفتہ کو پولیس لائن اور فوجی چھاؤنی میں فوجیوں سے خطاب فرماتے تھے کیونکہ افواج پاکستان میں آپ کے کثرت سے ارادت مند اور عقیدت مند تھے۔ اس کے علاوہ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے پشتو زبان میں آپ کی تقریر بھی آتی تھیں۔

یہ آپ کا کمال تھا کہ آپ کئی زبانوں مثلاً، پشتو عربی، فارسی، سندھی اور اردو پر ایسی مہارت رکھتے تھے کہ ہر زبان آپ کی مادری زبان محسوس ہوتی تھی، کراچی کے زمانہ قیام میں ہر جمعہ کو آپ نے اپنے مکان پر وعظ و ارشاد کی محفل کا اہتمام فرما رکھا تھا جس میں آپ کے مریدین شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کا ذکر اور مراقبہ کے بعد آخر میں خطاب ہوتا تھا۔ سندھ اور بلوچستان میں آپ کے ہزاروں مریدین ہیں۔ مذہبی کتب کی ترویج و اشاعت اور دینی مدارس کی ترقی کے لئے آپ ہر وقت کوشاں رہتے تھے راقم الحروف کے والد گرامی نے حیدرآباد میں ایک دارالعلوم رُکْنُ الْاِسْلَامِ جَامِعَۂ مُجَدَّدِیَہ کے نام سے قائم فرمایا تو آپ نے اسکی تعلیمی ترقی کے لئے بھرپور تعاون فرمایا حتیٰ کے درس نظامیہ اور دورہ حدیث کے منتہی طلباء کے امتحان کے لئے آپ خود تشریف لاتے تھے اور بڑی عرق ریزی سے طلباء کا امتحان لیتے تھے۔ اس دارالعلوم سے آپ کو خصوصی محبت تھی یہاں پڑھانے کے لئے سندھ کے مدرسین اور علماء کا انتخاب بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے کسی مدرس کی تقرری سے قبل تجرباتی طور پر جو تدریسی نشست ہوتی تھی اس میں آپ خود شریک ہو کر اس استاذ کی تدریسی صلاحیت کا اندازہ فرمایا

کرتے تھے ۔ ایک دفعہ راقم الحروف بیضاوی شریف کا ابھی دارالعلوم میں درس دے رہا تھا تو آپ درس میں تشریف لے آئے پورا مکمل درس سنا اور بعد میں والد گرامی سے بڑی تعریف فرمائی اور مجھے بڑی دعاؤں سے نوازا ۔

انداز گفتگو :۔ آپ کی گفتگو اور کلام کا انداز بڑا دلکش اور دلربا تھا ۔ راقم الحروف کیساتھ بڑی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے ، ایک روز خصوصی کرم فرماتے ہوئے کوئٹہ سے راقم الحروف کے لئے موزے لیکر آئے اور یہ کہہ کر عطا فرمائے کہ ،

" یہ موزے آپکی پابوسی کے لئے کوئٹہ سے چل کر آئے ہیں ۔
لہٰذا ان کا دل نہ توڑیں " ۔

والد صاحب قبلہ سے دوستانہ انداز میں مگر تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے جو نوک جھوک ہوتی تھی اس پر ہزار مزاح اور اس کی لطافتیں قربان ۔ خط وکتابت میں بھی بہت خوبصورت چھیڑ چھاڑ ہوتی تھے محفل میں بھی اکثر مزاح کا رنگ غالب ہوتا تھا ، جب والد صاحب جواب دیتے تھے تو آپ بہت محظوظ ہو کر مسکراتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مزے دار باتیں سننے کے لئے ہی تو آپ کو چھیڑتا ہوں ۔

سیاسی و ملی خدمات :۔ دینی و ملی تحریکوں سے آپ کو ابتداء ہی سے شغف رہا ۔ تحریک خلافت میں اپنے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے ساتھ بھرپور حصہ لیا برصغیر کے طول و عرض میں جلسوں سے خطاب کیا منگوں میں شرکت کی صوبہ ، سندھ میں تحریک کو پروان چڑھایا ۔ انگریزوں کے تسلط اور غاصبانہ سرگرمیوں کے خلاف جدوجہد میں اپنے استاد محترم مولانا معین الدین اجمیری کا بھرپور ساتھ دیا ، چنانچہ جب آپ کے استاذ کا یہ فتویٰ شائع ہوا کہ اس فرنگی دور میں پولیس اور فوج کی نوکری حرام ہے تو یہ اشتہار چسپاں کرنے کے جرم میں

آپ کے چند ساتھی گرفتار ہوگئے اور آپ بھی معتوب قرار دئے گئے لیکن آپ کے واپس سندھ آجانے پر معاملہ رفع دفع ہوگیا۔

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ مسلم لیگ کی حمایت اور معاونت میں بھرپور کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد مجاھدین کشمیر نے آزادی کشمیر کے لئے جہاد شروع کیا تو آپ نے اپنے مریدین کو جہاد میں شریک ہونے پر تیار کیا چناچہ آپ کے حکم پر ھزاروں مریدین جمع ہو گئے لیکن حکومت پاکستان کی طرف سے اس کی اجازت نہ مل سکی۔

۱۹۵۲ء میں اس مملکت خداداد پاکستان کے اندر اسلامی دستور کے لئے بھرپور جدوجہد فرمائی اور حکومت کے چیلنج پر علماء کرام کا جو اجلاس ہوا اس میں آپ نے نمایاں طریقہ سے حصہ لیا اسی اجلاس میں ۲۲ نکات منظور کئے گئے۔

لواری شریف (سندھ) کے متعلق جب آپ کو یہ خبر ملی کہ عرس کے موقعہ پر وہاں حج کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے تو اس فتنہ کے انسداد کے لئے آپ نے سب سے پہلے مضامین لکھے جو سندھ کے اخبارات میں شائع ہوئے اور بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس فتنہ پر ہمیشہ کے لئے پابندی عائد کی جائے۔

آپ کے دل میں پاکستان کی سلامتی اور مسلمانوں کا بے پناہ درد تھا۔ وہ دشمنان اسلام کے خلاف شمشیر بے نیام تھے۔ جی ایم سید ابتداء آپ کے والد گرامی خواجہ محمد حسن جان کے حلقۂ ارادت سے وابستہ تھے جب ان کے خیالات تبدیل ہوگئے تو آپ نے ان سے تعلقات ختم کر لئے، ایک دفعہ آپ مدینہ طیبہ میں روضۂ اطہر کے سامنے تلاوت کلام اللہ میں مصروف تھے کہ سید عبدالھادی اور جی ایم سید وہاں آپ سے ملنے آگئے لیکن آپ نے جی ایم سید کے ساتھ مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

"خدا اور رسول کے خلاف حملوں کی وجہ سے مجھے تم سے نفرت ہے"

یہ کہہ کر تلاوت پھر شروع کر دی بعد میں جی۔ ایم سید کو آپ نے پیغام بھیجا کہ آپ سے مجھے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں ہے سوائے اس کے جو آپ نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا ہے اگر آپ اپنی ان کارگزاریوں سے تائب ہوجائیں۔ اور مجھے تائب ہونے کی چند سطور لکھ دیں تو میں یہیں سے سندھ کے اخبارات کو آپ کے تائب ہونے کی خبر بھیجدوں اس کے بعد میں آپ سے خود ملنے کے لئے آپ کے پاس آجاؤں گا۔ اس کے جواب میں جی ایم سید نے لکھا کہ میں تو پہلے ہی تائب ہو چکا ہوں۔(۲)

آپ سے پوچھا گیا کہ اس وقت ملک پاکستان مختلف قسم کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے آپ کے نزدیک انمیں سب سے بڑا فتنہ کونسا ہے؟

تو آپ نے فرمایا یہاں لادینیت سب سے بڑا فتنہ ہے اور اس کی پرورش کرنے والے شیخ ایاز اور جی ایم سید ہیں ان لوگوں نے اصول دین پر رکیک حملے کئے ہیں، یہ قادنیت سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں سندھی ہیں اور نئی پود کو سندھی قومیت کی بنیاد پر ابھار رہے ہیں اور ان میں تعصب پیدا کر رہے ہیں جو انتہائی خطرناک ہے سندھ میں جب ملک دشمن عناصر نے اپنے سیاسی مفادات کے خاطر نئے اور پرانے سندھیوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر کے نوبت فساد تک پہنچا دی تو آپ نے رات دن ایک کر کے پورے سندھ کے دورے کئے خطوط لکھے، بیانات دئے، اور اس فتنے کا مکمل سد باب کر کے اتفاق اور بھائی چارہ کی فضاء پھر سے پیدا کر دی۔

پاکستان میں جب سوشلزم کا فتنہ نمودار ہوا تو اس کی سرکوبی کے لئے بھی آپ نے حتیٰ المقدور کوششیں فرمائیں۔ چنانچہ حیدرآباد میں اسمبلی کی ایک نشست کے لئے سوشلسٹ امیدار کے مقابلہ میں ایک مشترکہ امیدوار کھڑا کرنے کی غرض سے اس حلقہ کے تمام امیدواروں نے آپ کو اور حضرت قبلہ

مفتی محمد محمود صاحب الوریؒ کو تحریری طور پر ثالث مقرر فرمایا چنانچہ آپ حضرات نے غور و خوص کے بعد قاضی محمد اکبر کے حق میں فیصلہ دیا اور ان کو امیدوار نامزد کیا ۔ اس فیصلہ کی دستاویزات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں جس پر پیر ھاشم جان سرھندیؒ مفتی محمد محمود صاحبؒ اور تمام امیدواران کے دستخط موجود ہیں ۔

علماء سے مراسم :- علمائے اہل سنت میں سے مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی ، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی ، صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی ، فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں مولانا سید ابوالبرکات صاحب ، مولانا مشرف احمد صاحب ، مولانا محمد مظہرہ اللہ سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے محدث کچھوچھویؒ کی خطابت اور مولانا مشرف احمد صاحب کی علمیت اور فتویٰ نویسی سے آپ بہت متاثر تھے ۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں آپ فرماتے تھے ۔

> " فاضل بریلوی نے عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اس دور کے عظیم علماء میں شامل ہیں اگر فاضل بریلوی اپنے دور کے ان فتنوں کا سدباب نہ کرتے اور ان لوگوں کا شدید مقابلہ نہ کرتے تو نہ معلوم آج وہ طوفان کہاں پہنچتا " ۔ (۴۰)

تحریری کام :- دینی اور ملی خدمات میں دن رات مصروفیت کے باعث آپ تصنیف و تالیف کی طرف بھرپور توجہ نہیں دے سکے تاہم بعض تراجم آپ کی یادگار ہیں ۔

۱۔ قُرَّةُ الْعُيُونُ فِي سِيْرَةِ الْاَمِيْنِ الْمَامُوْنُ ، (مصنفہ ابن سید الناس)
(سندھی ترجمہ کیا جو غیر مطبوعہ ہے)

۲۔ فرائض الاسلام (مصنفہ مخدوم محمد ھاشم) کا ترجمہ کیا

۳۔ اَلْعَقَائِدُ الصَّحِيْحَہ (مصنفہ محمد حسن جان) کا اردو ترجمہ کیا

۴۔ طَرِیْقُ النِّجَاتْ (مصنفہ محمد حسن جان) کا اردو ترجمہ کیا

۵۔ اَذْکَارِ مَعْصُوْمِیَہ (مصنفہ خواجہ محمد معصوم) کا سندھی ترجمہ کیا

٦۔ مُقَدَّمہ عُمْدَةُ الْمَقَامَاتْ (فارسی)

وفات:۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام شاہ بو کلی نزد کوئٹہ میں ہوئی۔ جسد اطہر ٹنڈوسائیں داد لایا گیا اور آبائی قبرستان "کوہ گنجہ" میں سپرد خاک کردیا گیا۔

شعرو سخن:۔ اشعار آپ کہتے نہیں تھے البتہ اساتذہ کا کلام آپکو از بریاد تھا اور آپ کی گفتگو خوبصورت اردو فارسی اور عربی کے اشعار سے مزین ہوتی تھی

اولاد:۔ آپ نے دو شادیاں کیں آپ کی پہلی شادی آپ کے والد گرامی کی بھانجی یعنی حضرت شیرین جان آغا کی صاحبزادی سے ہوئی ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے ایک فضل اللہ (ولادت ۱۳۴۲ھ) اور دوسرے محمد زبیر اور تیسرے محمد عابد جان دوسرے صاحبزادے بچپنہ ہی میں فوت ہوگئے تھے، دوسری شادی آپ نے کوئٹہ میں کی جس سے آپ کے ایک صاحبزادے حامد جان اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

حالات ماخوذ از

۱۔ مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ

۲۔ معین المنطق، معین الدین احمیری، مطبوعہ، مشہور پریس کراچی ۱۹۶۷ء

۳۔ تذکرہ اکابر اھل سنت، محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷٦ء

۴۔ طریق النجات، محمد حسن جان سرھندی، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۰ھ ۱۹۷۹ء

۵۔ ترجمان اھل سنت، پیر ہاشم جان سے ایک ملاقات، شمارہ اگست ۱۹۷۴ ص ۳۳

٦۔ تذکرہ مظہر مسعود، محمد مسعود احمد ڈاکٹر، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۹ء

۷۔ ھفت روزہ اداکار، سندھ کے عظیم پیر ہاشم جان سے خصوصی ملاقات۔

عبدالقدوس عرف شیریں جان

سرھندی خاندان کی ایک اور شیریں اخلاق کی مالک شخصیت، آقا عبدالقدوس عرف شیریں جانؒ جن کے متعلق انسب الانجاب میں خواجہ محمد حسن جان لکھتے ہیں کہ :-

" وزھد و تقویٰ و فہم و فراست یگانۂ روزگار بودند "

اور جن کے متعلق محمد اسماعیل جان مجددی (روشن) فرماتے ہیں۔

عبد قدوس آں شہ عالی جناب
بود شاہ کشور حلم و حیا
حاجی آقا یش لقب مشہور بود
درمیان دوستان و اقربا
ماہ علم و فضل و نجم رشد و فیض
آسمان عقل و خورشید سخا

نام و نسب :- آپ کا اسم گرامی عبدالقدوس تھا، والد کا نام حضرت حبیب اللہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب شاہ صفی اللہ کابلی تک اس طرح سے ہے۔

" عبدالقدوس بن حبیب اللہ بن امین اللہ بن صفی اللہ "

آپ حضرت خواجہ عبدالرحمن سرھندی مجددی کے بھانجے بھی تھے، داماد بھی تھے اور آپ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔

ولادت :- ۱۲۷۲ھ، ۱۸۵۵ء میں قندھار شہر میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تربیت :- ابھی آپ پانچ سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی کا بمبئی میں

دوران سفر انتقال ہو گیا۔ اس طرح بچپنہ میں ہی آپ باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے آپ کے ماموں حضرت خواجہ عبدالرحمن نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور خود آپ کی تربیت فرمائی اپنے بچوں کی طرح ان سے شفقت و محبت رکھی، بلکہ محبت میں آپ اکثر ان کو "شیریں جان" فرمایا کرتے تھے، چناچہ اسی نام سے آپ معروف و مشہور ہو گئے، اور آپ بھی اپنے ماموں سے بہت محبت اور بے حد ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ خواجہ عبدالرحمن نے بچپن سے لیکر جوانی تک آپ کو اپنے آغوش تربیت میں رکھا، ظاہری اور باطنی علوم سے آپ کو بہرہ ور کیا اور خاندان مجددیہ کا سلوک طے کراکے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی آپ کو مسند رشد و ہدایت پر متمکن کر دیا۔ چناچہ آپ کے مریدین "لسبیلہ" کے علاقہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

ھجرت:۔ افغانستان میں جب فتنہ و فساد برپا ہوا تو آپ خواجہ عبدالرحمن کے همراہ وہاں سے ہجرت فرما کے ٹکھر میں آکر آباد ہو گئے۔ اور یہیں آپ کے همراہ رہنے لگے۔ پھر جب خواجہ عبدالرحمن کے انتقال کے بعد خواجہ محمد حسن جان نے ٹنڈوسائینداد کو آباد کیا تو آپ بھی ان کے ہمراہ ٹنڈوسائیں داد آگئے لیکن آخر میں آپ نے ٹنڈو محمد خاں میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی۔

علمی مقام:۔ آپ تمام علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے چناچہ حدیث فقہ اور تصوف کی بہت سی کتابوں پر آپ نے حاشیہ بھی لکھے ہیں۔ فارسی شعر و شاعری سے بھی آپ کو کافی رغبت تھی چناچہ آپ کا کلام معیار مضمون، الفاظ کی بندش چستی، بے ساختگی روانی اور شیریں زباں میں اپنی مثال آپ تھا۔ بطور نمونہ آپ کے چند لکھے ہوئے حسین نعتیہ اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

سجدگاہے قدسیاں از خاک آدم ساختند
در سر شتش نور احمد را بہ پنہاں ساختند

از بیاض مصطفیٰ خورشید تاباں کردہ اند
از سواد ملک او شام غریباں ساختند

درمیان مہ دینہ . عجب بنہادہ اند
خاک قبرش بہر عاشق کعبہ جاں ساختند

یار غار مصطفیٰ صدیق اکبر بودہ است
حضرت فاروق رافتاح و عادل ساختند

معدن جو دوحیا رازیب عثمان کردہ اند
ساقی کوثر بحشر شاہ مرداں ساختند

از دل سنگین لیلیٰ کعبۂ جاں ساختند
و از غبار خاطر. مجنوں بیا باں ساختند

ہمچو مژگاں سالہا دست دعا برداشتم
تا مرا بے مدعا چوں چشم گریاں ساختند

اہل دل چوں نا امید از دامن مطلب شدند
ہمچو دست غنچہ ہا صائب گریباں ساختند

بندہ قدوس را در روز محشر غم مباد
چوں شفیع امزنبین سالار محشر ساختند

وفات:۔ ۱۳۳۴ھ کو آپ اس دار فانی کو الوداع کہہ کر اپنے حقیقی محبوب کی طرف کوچ کر گئے ۔آپ کے ماموں خواجہ عبدالرحمن کے مقبرہ میں " کوہ گنجہ " کے اندر آپ کو دفن کیا گیا ۔

تاریخ وفات:۔ خواجہ محمد حسن جان نے آپ کی تاریخ وفات اسطرح کہی ۔

شیخ عبدالقدوس آگاہ
کرد زین دار بے بقا رحلت
شب پنجشنبہ چارم عاشورہ
روح پاکش رواں سوئے جنت
سال ترحیل او بگفت حسن
لفظ مغفور باسر حسرت
۱۳۳۴ھ

حضرت محمد اسماعیل مجددی (روشن) نے آپ کی تاریخ وفات ایک طویل مرثیہ میں کہی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

باز اکنوں گشت از دور سما — خاک آمانی مخلوق خدا
چوں کشاید عقدہ از تار کار — از شفق دست فلک بستہ حنا
از حفائے دھر وجود آسماں — ہچوں گل کردیم پیراھن قبا
عبدقدوس آں شہ عالی جناب — بود شاہ کشور حلم و حیا
کیمیا کارے کہ قلب ہچومس — می شدے ز اکسیر فیض اوطلا
بہر دیدار جناب ذوالجلال — ساخت نقد ہستی خودرافنا
آفتاب فیض حق بروئے جو تافت ، — ہچوں شبنم گشت زیں گلشن جدا
شام جمعہ ہچوں خورشید بریں — سوئے مغرب رفت آں مہر ہدا
آہ کا ندر بطن ماھی مزار — ہچو یونس رفت آں چراغ علا
بود چوں گنجینۂ اسرار حق — در زمین ہچوں خزنیہ شد خفا
روشنا در باغ فردوس بریں — باد دائم در جوار مصطفیٰ
با سر افسوس روشن سال وصل — گوئی صدر مجلس فیض وھدا
۱۳۳۴ھ

اولاد :۔ آپ نے لڑکیوں کے علاوہ اپنے پیچھے تین لڑکے چھوڑے ۔ سب سے بڑے صاحبزادے آغا عبدالسلام جان تھے جو آپ کے جانشین بنے ۔ دوسرے عمر جان تھے ۔ اور تیسرے صاحبزادے عبدالغفار جان تھے ۔ دوسرے صاحبزادے عمر جان مادر زاد گونگے اور بہرے تھے ، لیکن اس کے باوجود بڑی فہم و فراست کے مالک تھے ، آپ کے والد نے آپ کی شادی شکارپوری حضرات میں کردی تھی جن سے آپ کے دو صاحبزادے ہوئے ایک عبدالطیف ، دوسرے عبدالجبار عمر جان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ جوانی میں ہی فوت ہوگئے ۔

حالات ماخوذ از

(۱) مونس المخلصین ، عبداللہ جان شاہ آغا ۔

(۲) دیوان روشن ، محمد اسماعیل جان روشن (۳) مقالہ ٹنڈو محمد خان کی سرہندی اولیاء ۔

(۴) انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان ۔

عبدالسلام جان

سرھندی خانوادہ کے چشم و چراغ " آغا عبدالسلام جان ۔ آپ آقا عبدالقدوس عرف شیریں جان کے بڑے صاحبزادے تھے ، آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۷ ھ کو تکھڑ میں ہوئی ، آپ خواجہ محمد حسن کے بھانجے تھے ۔ اور آپ کے والد شیرین جان خواجہ عبدالرحمن کے بھانجے تھے ۔

آپ نے دو شادیاں کیں ۔ پہلی زوجہ سے پانچ فرزند ہوئے جس میں سب سے بڑے فرزند غلام احمد جان فضائل علمی و کمالات صوری کے جامع تھے ۔

دوسری شادی سے آپ کے چار فرزند ہوئے ۔ (۱) غلام قیوم (۲) حبیب اللہ یہ دونوں صاحبزادے حافظ قرآن تھے ۔ (۳) صفی اللہ (۴) غلام محمد ، یہ صاحبزادے مادر زاد گونگے اور بہرے تھے ۔

افسوس آپ کے حالات اس سے زیادہ دستیاب نہ ہو سکے ۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ۔

عبدالغفار جان

سرھندی مجددی خاندان کے ایک اور چشم و چراغ حضرت عبدالغفار جان
آپ حضرت عبدالقدوس المعروف آقا شیرین جان کے تیسرے صاحبزادے تھے آپ
کی ولادت ٹنڈو محمد خان میں ۱۳۲۱ھ کو ہوئی۔
آپ علوم درسیہ کے فارغ التحصیل تھے۔
آپ کو حضرت خواجہ حسن جان سرھندی نے اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔
آپ کے چار فرزند ہوئے

۱۔ عبدالباقی۔ ۲۔ امین اللہ۔
۳۔ عظیم اللہ۔ ۴۔ محمد انور۔

اس سے زیادہ آپ کے حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

حالات، خوذاز مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی۔

غلام احمد جان

حضرت آقا عبدالقدوس شیرین جان کے پوتے، اور آغا عبدالسلام جان کے بڑے صاحبزادے " غلام احمد جان " جو ظاہری اور معنوی کمالات کے جامع تھے آپ کے لئے صاحب مونس المخلیصین لکھتے ہیں کہ ۔

" بفضائل علمی و کمالات صوری موصوف است "

ولادت :۔ آپ کے ولادت ۱۳۳۱ ھ ، ۱۹۱۳ء کو ٹنڈو محمد خان کے شہر میں ہوئی

تعلیم و تعلم :۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد حضرت آقا شیریں جان سے حاصل کی، اس کے علاوہ فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی سے بھی پڑھی ہیں ۔ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم سندھ کے نامور علماء مثلاً حضرت محمد قاسم گرھی یاسینی ، مولوی عبدالقیوم بختیار پوری ، حافظ محمد حسین ٹھٹوی وغیرہ سے حاصل کی اور اس میں کمال حاصل کیا ۔

آپ نے اپنی ساری زندگی دینی اور علمی خدمات میں گزاری ۔ آپ بڑے فصیح البیاں مقرر بھی تھے ۔ اس کے علاوہ سرہندی بزرگوں میں بڑے خوش نویس شمار ہوتے تھے پینتالیس سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کا شوق ہوا ۔ چونکہ حافظہ بڑے بلا کا رکھتے تھے اس لئے اس عمر کے باوجود صرف ایک سال کی مدت میں اپنے سارا قرآن حفظ کرلیا ۔ اس سلسلہ میں پیر ابراہیم جان خلیل آپ کے لئے کہا کرتے تھے ۔

طرفہ تر آنکہ در دواز دہ ماہ

حفظ فرمود سر بسر قرآن

کمالات ظاہری و معنوی:- آپ بڑے عابد، زاھد، درویش صفت، اھل قلم فصیح البیان مقرر، خوش پوش، خوش اخلاق، نثر اور نظم نگاری میں یکساں ماہر، اکثر اوقات ریاضات اور عبادات میں گزارتے تھے۔

حدیث، فقہ اور دیگر علوم قرانیہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

نثر نگاری:- آپ کی نثر نگاری کسقدر عالمانہ پر کشش، مرصع مسجع اور تشبیہات و استعارات سے کسقدر معمور ہوتی تھے اس کا اندازہ آپ کے اس ایک مکتوب گرامی سے ہو سکتا ہے۔

" شیریں زبان طوطی بیان خوش الحال دوست دو مغز بادام ویک پوست عزیز از جان سلمہ ربہ "

گلدستۂ تسلیمات و گلہائے تکریمات آراستہ برشتۂ آداب و تعظیمات پیراستہ ھدیہ احباب و تحفہ اصحاب می دارم دیشب ھنگامہ صبح کہ از خواب نوشیں چشم برکشادم و دیدم کہ مسافر شبنیہ سیاہ پوش بسترہ شبرنگ فراہم می ساخت ہنوز پشت ندا وہ کہ مہمانے فرحندہ پئے آواز نئے بالباس سفید بر بساط دنیا جلوہ اگر شد و تحفہ و خلعت کہ عالم دنیا را باد بنواخت قرص آفتاب عالمتاب بود در ساعتہ پر تو اد عالمگیر واز سما تا سمک رسید، دیدم کہ ہمہ جانوراں و مرغاں راہ خود و شغل خود درد پیش گرفتند ناگاہ بخت خواب آلودم چیزے چشم برھم زدو آواز پائے شیندم معلوم شد کہ قاسد خطے رسایند۔

مبارک نامہ راچوں برکشادم

گہے بردیدہ گہہ برلب نہادم

خط دیدم لبے خوشخط و نامہ دیدم بس نامور خروفش آراستہ چوں
روئے عروس چہ خال و چہ خط و مضمونش بس اعلیٰ و مقفیٰ چوں
مروارید سفتہ یادر ھائے ریختہ برائے محب آب حیات یا حکم
نجات برار تحت تو گوئی لب لباب باعطر و گلاب اے عزیز از جان

اگر از خدمتت دورم بدل شرمندگی دارم
چوں طوطی طوق در گردن نشان بندگی دارم
انتہیٰ

شاعری:۔ نثر نگاری میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ شعر و شاعری میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کے چند مندرجہ ذیل اشعار سے آپ کے کلام کی جدت اور ندرت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
آپ کا تخلص حافظ تھا۔

بحمداللہ عطا شد نیک مولود — شگفتہ غنچۂ در باغ مقصود
ہو یدا از جبینش بخت و اقبال — درخشندہ چو غرہ ماہ مشہود
انیس و مونس و ہم قرۃ العین — سعادتمند فرخ فال مسعود
سکندر بخت عمر خضر بادش — دگر چوں نام خالد فتح و موجود
اطال اللہ عمرہ بالبقاء — الیٰ مادام دنیا . بالخلود
ویحفظ و یعطیہ الھدایہ — بجاہ المصطفیٰ والسورۃ الھود

ایک تاریخ ولادت آپ کی کہی ہوئی

امروز در گلشمان سرامیکرو بلبل خوشنوا
صیاد گل رامژدہا نورست غنچہ خوشنما
یعنی امین اللہ را فرزند کردہ حق عطاء
نیک اختر وہم خوبرو باشد مبارک مرحبا

از ماہ محرم بست و شش درلیل اسعدار بعا

در وقت خرم چوں بہار آمد پیام جاں فزا

تاج ہمایوں چوں نہی بر خالد وقت دگر

۵ ۱۳۶۵ھ

۱۳۷۰ھ

سال ولادت این عیاں گرد دبگو حافظ دعا ۔

حالات ماخوذ، از

(۱) مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ۔ مطبوعہ کراچی

(۲) مقالہ ٹنڈو محمد خان کی سرھندی اولیاء ۔

امین اللہ جان امین

سندھ میں سرھندی مجددی خاندان کے ایک اور چمکتے ہوئے موتی اخلاق اور اخلاص کے پیکر پیر امین اللہ جان سرھندی، آپ کا تخلص بھی امین تھا۔ آپ حضرت شیریں جان کے پوتے اور عبدالستار جان کے صاحبزادے تھے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۳۵۰ھ، ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں آپ مکہ معظمہ چلے لے گئے اس کے علاوہ ۱۹۵۸ء میں دوبارہ آپ کو زیارت حرمین شریفین کے سعادت نصیب ہوئی اور حج بھی کیا۔

تعلیم و تربیت:۔ قرآن پاک کی تعلیم کا آغاز آپ نے مکہ معظمہ میں کیا۔ جب واپس ٹنڈو محمد خاں آئے تو یہاں حافظ غلام احمد جان سرھندی سے قرآن پڑھا حافظہ تیز دیکھ کر آپ کے والد گرامی نے حافظ محمد ایوب بختیار پوری کے پاس آپ کو بھیج دیا، جہاں آپ نے قرآن پاک مکمل حفظ کیا۔ اس مبارک موقعہ پر آپ کے والد کو حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نے مبارک باد کا ایک خط ارسال کیا۔ اس کے بعد آپ گڑھی لیسین چلے گئے، جہاں آپ نے علامہ محمد ابراہیم کے پاس عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، عربی اور فارسی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ لاہور روانہ ہوگئے جہاں آپ نے طب سیکھی اور مطب کیا۔

عادات و اخلاق:۔ امین اللہ جان بڑے خوش اخلاق، خوش طبع، سادگی پسند حاتم صفت، رحمدل اور خوش پوشاک ہیں ٹنڈو محمد خان کے اہل علم حضرات آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

شاعری :۔ آپ ایک ایسے شاعر ہیں جن کے کلام میں بڑی پختگی پائی جاتی ہے آپ کے فن میں ذوق جمالیات کی بھرپور ترجمانی ہے ۔ شاعری کی ہر صنف میں آپ کا کلام ملتا ہے جذبات کی فراوانی آپ کے کلام کی روح ہے ۔ آپ نے اپنے چچا عبدالسلام جان سرھندی کی وفات پر یہ مرثیہ کہا ۔

آہ عبدالسلام جان آقا
کرد رحلت زعالم فانی

حامیٔ دین ، ماحیٔ بدعت
واقف رمز ھائے فرقانی

سروے از باغ حضرت قیوم
آنکہ بودست قطب ہمدانی

گل بنے دلکشا ھمیشہ بہار
از ریاض امام ربانی

از شریعت مثال او ناپید
در طریقت چوں پیر خرقانی

منبع فیض و بحر جو دو سخا
زینت صدر بزم اقرانی

چشم گیتی ندید ہمسر او
بر علو کمال انسانی

وقت آسود در بہشت بریں
مالبغمہائے ھجر زندانی

ایک اور درد بھری آپ کی غزل

از فراقش فتاد برق بدل چشم بارو چون ابر نیسانی
حاصل زندگانیٔ ماشد اے دریغا غم و پریشانی

حال مادر فراق او اکنوں یا الٰہی تو خوب می دانی

کس ندانست راز موت و حیات عقل خود غرق بحر حیرانی

بر دعا مختصر نمود امین قصۂ غم کہ بود طولانی

ایز دش بخشد از کرم جائے برتر از فکر و درک انسانی

باد روز جزاء از بخشش حق

چہرہ او چوں ماہ نورانی

حالات ماخوذ از

(۱) مقالہ ٹنڈو محمد خان کی اولیائے سرھند قلمی۔

غلام علی جان سرھندی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تیرھویں پشت کے اندر غلام علی جان سرھندی وادئ سندھ کی ایک برگزیدہ ھستی گزری ہیں ۔ جو سندھ کے معروف روحانی بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندیؒ کے پوتے ، اور حضرت آغا عبداللہ جان کے صاحبزادے تھے ۔

بشارت :۔ مولانا نظر محمد دیہاتی کہتے ہیں کہ میں آپ کی ولادت کے دن سرھند شریف میں حضرت امام ربانی کے روضہ پر مراقب تھا کہ اچانک میرے کانوں میں تین مرتبہ ایک غیبی آواز آئی کہ ۔

"آج ٹنڈو سائیں داد میں سرھندی خاندان کے اندر وقت
کے ایک قطب کی ولادت ہوئی ہے "۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے وہ وقت دن اور تاریخ یاد داشت کے طور پر نوٹ کر لیا ۔ جب سندھ واپس آیا اور معلومات کی تو پتہ چلا کہ عین اسی دن اسی وقت پر آپ کی ولادت ہوئی ہے ۔

ولادت :۔ ۱۳۳۴ھ میں ٹنڈو سائیںداد نامی گاؤں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ۔

تربیت :۔ وقت کے قطب اور محقق عالم اور آپ کے دادا حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نے ابتداء میں خود آپ کی تربیت فرمائی پھر جب آپ نو سال کے ہوئے تو آپ نے ان کو ان کے والد آغا عبداللہ جان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا ۔

" ہم نے صاحبزادے کی تربیت میں کوئی کسر نہیں
چھوڑی ہے ، اب آپ بھی اس کا خیال رکھیں اور اس کی
ظاہری علم کی کوشش کریں ۔

تعلیم :۔ آپ نے ابتدائی درسی کتب اپنے دادا خواجہ محمد حسن جان سے پڑھنے کے بعد باقی علوم کی تعلیم وقت کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء سے حاصل کی ، آپ کے اساتذہ میں یہ نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ (۱) مولانا عبدالقیوم بختیار پوری ۔ (۲) مولانا لعل محمد مٹیاروی (جنھیں حضرت صاحب کے دادا اور والد کے پڑھانے کا بھی شرف حاصل ہے ۔ (۳) مولانا مفتی محمد حسن ٹھٹوی (خطیب شاہجہاں مسجد ٹھٹہ ۔

آثار ولایت :۔ آثار ولایت بچپنہ سے ہی آپ میں ظاہر تھے ، چنانچہ مولوی نظر محمد جمالی جنھیں آپ کے ساتھ تعلیم کے دوران رہنے کا شرف حاصل ہوا وہ فرماتے ہیں کہ آپ دن میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور رات کو جاگ کر عبادتیں کیا کرتے تھے ۔

یہ یقیناً آپ کے دادا کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ آپ کی کم سنی کے روز و شب بھی عبادت اور یاد خدا میں گزرتے تھے ۔

بچپن :۔ آپ بچپن ہی سے صبر و شکر اور سادگی و قناعت کے پیکر تھے اسی لئے عام بچوں سے منفرد اور مختلف نظر آتے تھے ۔ اور آپ کے والد گرامی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش کبھی آغا غلام علی جان بھی دوسرے صاحبزادوں کی طرح مجھ سے کسی چیز کی فرمائش کرے یا کہیں سے اس کی شرارت کی کوئی شکایت آئے ۔

رہن سہن :۔ آپ کے رہن سہن کا طریقہ اور طرز بود و باش انتہائی سادہ اور فقیرانہ تھا ۔ آپ نے اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت اور فقر و فاقہ میں گزاری

آپ کی بیٹھک ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی تھی ۔ جس میں ایک چارپائی ایک چٹائی دو تین پیالے اور چائے کی کیتلی مہمانوں کی تواضع کے لئے ہوتی تھی ۔ آپ اپنے لباس اور خوراک میں بھی سنت رسول کے مطابق انتہائی سادگی کو اپناتے تھے ۔ اور ہمیشہ اپنے حال پر صابر و شاکر رہتے تھے ۔

طبابت :۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح آپ اعلیٰ درجہ کی حکیم اور طبیب حاذق بھی تھے اکثر صبح کو ایک دو گھنٹے کے لئے درگاہ شریف سے متصل نہر " گونی " کے کنارے بنے ہوئے ایک کمرہ میں دوائیں تیار کر کے غریب اور مسکین مریضوں کو مفت عطاء فرمایا کرتے تھے ۔

روضہ پر حاضری :۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر حاضری ہو کر بہت خوش ہوتے تھے ۔ اور اکثر کئی کئی دن وہاں قیام کر کے صاحبان مزارات کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوا کرتے تھے ۔

اجازت و خلافت :۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت آغا عبداللہ جان سرھندی کے وصال کے بعد ۱۳۹۳ ھ میں ان کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اور رشد و ھدایت کا سلسلہ جاری رکھا ۔ آپ اکثر مراقب اور مستغرق رکھا کرتے تھے ، مسند نشینی کے مختصر سے عرصہ میں ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا اور باطنی فیوضات سے مستفیض ہوئے ۔

کرامات :۔ آپ سے زندگی میں بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں بالخصوص ماہ رجب ۱۳۹۷ء کو جب آپ عمرہ پر روانہ ہوئے تو آپ سے بڑی بڑی عجیب و غریب کرامات ظاہر ہوئیں لیکن ان کرامات کے افشاء اور بیان کرنے سے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو آپ نے منع فرما دیا ، کیونکہ آپ کشف و کرامات کے اظہار کو عیب جانتے تھے ، اور فرمایا کرتے تھے کہ ولی کی ولایت کو شریعت محمدی پر پرکھو

جو جتنا شریعت کا پابند ہے اتنا بڑا ولی ہے۔

وصال :۔ ماہ رجب میں آپ روضۂ رسول پر حاضری کے لئے حرمین شریفین گئے اور ایک ماہ کے بعد شعبان کے مہینہ میں وطن واپس لوٹے، واپسی پر اپنے صاحبزادے آغا عبدالحمید جان سے زیادہ سے زیادہ مریدوں اور مخلصوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار فرمایا، اور دوران ملاقات اپنے خاص خاص مریدوں اور سفر حرمین شریفین کے ساتھیوں کو درگاہ پر رکنے کا اصرار کرتے ہوئے فرمایا۔

" زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں آپ رک جائیں، ویسے بھی
اس مرتبہ رمضان المبارک " مقبرہ شریف " پر گزارنے کا
ارادہ ہے "

اس ارادہ کے دو روز بعد یعنی ۲۵ شعبان ۱۹۷۷ء کو تریسٹھ برس کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار مبارک آپ کے آبائی قبرستان " مقبرہ شریف " گنجو ٹکر " میں حیدرآباد سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

اولاد :۔ آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے حضرت آغا عبدالحمید جان مجددی فاروقی چھوڑے۔ جو آپ کے سجادہ نشین اور اپنی آبائی خانقاہ ٹنڈوسائیں داد میں سلسلۂ رشد و ھدایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۔ حالات ماخوذ از

روز نامہ جنگ، مڈویک میگزین، تحریر ابو محمد مجددی، ۱۴ جنوری ۱۹۸۷ء

آغا عبدالرحیم مجددی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سرہندیہ کے ایک کامل عالم و عارف بزرگ جنہوں نے قندھار سے تشریف لاکر مٹیاری کو آباد کیا اور اس خطہ سندھ کو اپنے علم و عرفاں سے منور فرمایا۔

آباء و اجداد:۔ آپ حضرت شاہ ضیاء الحق (عرف حضرت شہید) مجددی کے صاحبزادے اور شاہ غلام نبی مجددی کے پوتے تھے۔ آپ کے والد کے مقام کو صاحب مونس المخلصیں ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"صاحب فیض و برکت کثیر الاد لاد و کثیر الارشاد بودند
اوصاف حمیدہ شاں از علم و فیض وار شاد و کرامات و
خوارق عادات مشہور عالم است"

حضرت شاہ ضیا الحق کابل کے علاقہ میں رہا کرتے تھے ایک روز فریقین میں صلح کرنے کی غرض سے ایک گاؤں تشریف لیجارہے تھے کہ راستے میں ایک فریق نے آپ کو شہید کر دیا، اس وقت سے آپ "حضرت شہید" کے لقب سے معروف ہوگئے حضرت شاہ ضیاء الحق نے اپنے بعد لڑکیوں کے علاوہ چھ صاحبزادے چھوڑے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) عبدالکریم، عرف میاں بادشاہ۔ (۲) عبدالرحیم عرف آغا صاحب مٹیاری والے۔ (۳) ضیاء مجدد عرف میاں جی صاحب (۴) میاں عبدالحکیم عرف حضرت میاں، (۵) ضیاء معصوم عرف میاں تبرک (۶) فضل معصوم عرف حضرت میاں جان۔

سندھ میں آمد :۔ آغا عبدالرحیم اپنے والد کے انتقال کے بعد کابل میں ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے ، حج کے ارادہ سے جب آپ سفر پر نکلے تو راستہ میں آپ کا سندھ سے گزر ہوا ، جہاں ہزاروں لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے اور آپ سے بیعت ہوگئے ۔

افغانستان میں جب دوست محمد خان کی حکومت کو زوال آیا اور امیر عبدالرحمن نے حکومت سنبھالی تو آپ نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور مٹیاری کے سیدوں کے اصرار پر مٹیاری میں آکر مستقل سکونت اختیار فرمائی ، اور رشد و ھدایت کا سلسلہ شروع کردیا ۔

صاحب مونس المخلصین فرماتے ہیں کہ ۔

> حضرت آغا عبدالرحیم فرزند دوم حضرت شہید در وقت خود مرجع انام و معمر ترین حضرت بود اوائل عمر در کابل و قندھار و آخر در سندھ در شہر مٹیاری توطن اختیار کروند فیض وارشادشاں در ملک سندھ و ریگستان شائع شد " ۔

قاضی ہدایت اللہ کی نظر میں :۔ سندھ کے معروف عالم و عارف قاضی ہدایت اللہ متعلوی جو آپ کے فیض یافتہ تھے ، جنہوں نے آپ کے مناقب اور کشف و کرامات کے ذکر میں ایک کتاب بھی لکھی اپنی ایک کتاب " کواکب السعادات " میں آپ کا ذکر ان عظیم الشان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

> " وہ ہمارے مرشد احمد قیومی مقامات کے عارف ، مجددی اور معصومی طریقوں کے واقف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی پاک اولاد اور بہترین فاروقی اصل کی مبارک و مسعود اور نیک و سعید فرع ، خداوند عظیم کا محبوب جناب رسول کریمؐ کا مقبول ، حضرت آغا صاحب خواجہ حاجی میاں عبدالرحیم سرہندی فاروقی

مجددی نقشبندی قدس اللہ سرہ جن کو ولایت مآب حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار سے کمال و تکمیل کی اویسی نسبت حاصل ہوئی اور آپ حضرت علی کے انوار ولایت اور اسرار معرفت سے فیضیاب ہوئے "

وفات:۔ مونس المخلصین کے مطابق آپ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ کو مٹیاری شہر میں وفات پائی ، دین محمد وفائی نے آپ کا سن وفات ۱۳۱۴ھ لکھا ہے ۔ وہیں آپ کے مزار مبارک پر ۱۳۹۱ھ میں ایک عالیشان گنبد آپ کے سجادہ نشین آغا عبدالحلیم جان نے تعمیر کرادیا ۔

قطعات تاریخ:۔ آپ کی وفات پر وقت کے عرفاء اور شعراء نے بہت سے قطعات تاریخ کہے جن میں سے چند یہ ہیں ۔

علامہ سید اسد اللہ حسینی کا کہا ہوا قطعہ تاریخ وفات ۔

قطب رحمان حضرت عبدالرحیم   شمس عالم مظہر رشد و ھدا

زد فدا سال و صلش را رقم   کعبہ انوار فخر اولیاء

۱۳۱۳ھ

آخوند یار محمد فائق متعلوی نے اس مصرعہ میں آپ کی تاریخ وفات کہی ہے ۔

دام فی روح و جنات نعیم

۱۳۱۳ھ

سید غلام محمد شاہ گدا کہتے ہیں ۔

مرشد وھاب ھادی خلق ! گفت

۱۳۱۳ھ

حافظ حامد نکھڑائی کہتے ہیں ۔

مرشد ھادی ولی مقتدا قطب زماں

۱۳۱۳ھ

اس کے علاوہ مولانا عبدالکریم درس اور لواری شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سعید نے بھی آپ کی وفات پر طول مرثئے تحریر فرمائے ہیں۔

سجادہ نشین:۔ آپ نے اپنے بعد آٹھ صاحبزادے چھوڑے جن میں سے سب سے بڑے صاحبزادے آغا عبدالحلیم جان آپ کے بعد مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے اور ۱۳۳۱ھ میں انہوں نے وفات پائی اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حالات ماخوذ از کتب ذیل۔

(۱) مونس المخلصین، عبداللہ عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی ص ۴۸ تا ۴۹۔

(۲) تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی۔ سندھی ادبی بورڈ ص ۲۲۶ تا ۲۲۹۔

عبدالحلیم مجددی

آپ مٹیاری کے سرھندی مجددی آستانہ کے دوسرے سجادہ نشین ہیں اور

حضرت خواجہ عبدالرحیم مجددی (عرف حضرت آغا صاحب) کے بڑے صاحبزادے اور ان کے جانشین ہیں اور حضرت شاہ ضیاء الحق عرف حضرت شہید کے پوتے ہیں اپنے آباؤ اجداد کی طرح بڑے باکمال بزرگ تھے۔ اور حضرت حاجی آغا صاحب کے لقب سے معروف مشہور ہیں ۔آپ کے مرتبہ اور مقام کو چند لفظوں میں خواجہ محمد حسن جان انساب الانجاب میں یوں بیاں فرماتے ہیں۔

"در حسن خلق و کمال کرم یگانہ وقت خویش بودند"

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۶ھ کو قندھار شہر کے محلہ توفخانہ کوچہ بابیاں کے اندر سرائے احمد شاہ (ابدالی) بابا میں ہوئی ۔یہ احمد شاہ ابدالی کی سرائے تھی جسکو انکی اولاد سے حضرت شاہ عبدالرحیم نے خرید لیا تھا اور اسی میں آپ رہائش رکھتے تھے اور یہیں آپکے صاحبزادے عبدالحلیم کی ولادت ہوئی۔

بشارت:۔ آپ کے والد نے آپ کا عقیقہ کرنے کے بعد ایک روز آپ کو باہر صحن میں لٹا دیا جہاں برف باری ہورہی تھی لوگ یہ دیکھ کر انکی طرف دوڑے تو آپ نے فرمایا فکر مت کرو یہ ابھی نہیں مریگا۔ بلکہ یہ عمر پائیگا اور بڑا ہو کر اپنے آباؤ اجداد کا نام روشن کریگا۔

تربیت:۔ آپ نے اپنے زیرسایہ ان کی تربیت فرمائی بچپن سے ہی ان کو نماز باجماعت کی عادت ڈالی اور پاکدامنی قائم رہنے کے لئے بارہ سال کی عمر میں آپ کے والد نے اپنے بھائی بادشاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بیٹی سے آپ کا نکاح کردیا۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا اور روحانی تربیت کی۔

روحانی تربیت:۔ آپ نے لطائف خمسہ کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی اس کے علاوہ روحانیت اور معرفت کے مزید مراتب اپنے والد ماجد کے حکم سے ان کے کامل خلیفہ قاضی محمد ہارون (توم پلی) کے پاس طے کئے۔

مجاہدانہ کردار:۔ جب افغانستان میں امیر ایوب خان کی حمایت میں انگریزوں کے خلاف جہاد شروع ہوا تو اس میں آپ نے قندھار کے اندر اپنے چھ سو مجاہدین کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور اپنے والد کے حکم پر ان کے خلاف کئی جنگیں لڑیں۔ ایک جنگ میں آپ نے انگریزوں سے جھنڈا چھین لیا جس پر انہوں نے اپنے آدمی آپ کے پاس بھیجے اور آپ کو یہ پیشکش کی کہ آپ یہ جھنڈا انگریزوں کو اگر واپس کر دیں تو تھر کے علاقہ کی تمام زمینیں آپ کے اور آپ کے مریدوں کے نام کر دی جائینگی۔ آپ نے ان کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے ان مسلمان قاصدوں سے فرمایا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوتے تو میں تم دونوں کے سر ٹکرا کر تم کو یہیں ختم کر دیتا لیکن میرا مذہب مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا اس لئے تم کو زندہ سلامت واپس جانے دیتا ہوں۔ آئندہ اس قسم کی بات بھی میرے سامنے نہ کرنا۔

تقویٰ:۔ اس جنگ سے واپسی پر راستہ میں کسی انگریز سپاہی کی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی راستہ میں پڑی ہوئی آپ کو ملی لوگوں نے کہا یہ مال غنیمت میں لے لینا چاہیئے لیکن آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ اس کو لینے سے ہمارے جہاد کا ثواب کہیں ختم نہ ہو جائے لہذا اس کو لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کو یہیں پڑا رہنے دو۔ اسی طرح کبھی کسی عورت سے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہیں فرمائی نہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دم وغیر کیا بلکہ کپڑا ہاتھ میں لے کر اس میں تسبیح پکڑ کر وہ انکے سر پر رکھ دیتے تھے۔

معمولات:۔ آپ روزانہ فجر کی باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد اپنے والد گرامی کے مزار پر حاضری دیتے اور وہاں تمام مخلصین کے ہمراہ مراقبہ میں بیٹھ جاتے، مراقبہ سے فارغ ہو کر خوش الحان قراء حفاظ سے قرآن کی تلاوت سنتے تھے۔ پھر نماز اشراق

اداء کر کے گھر تشریف لیجاتے تھے ۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے لوگوں کے مسائل حل فرماتے ان کو دینی باتیں بتاتے ۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام کرتے اور کھانا کھلا کر قیلولہ کرتے پھر نماز ظہر باجماعت ادا کر کے گھر تشریف لے جاتے جہاں دلائل الخیرات اور قرآن کی تلاوت کرنے پر عصر باجماعت ادا کرتے پھر ختم خواجگان پڑھتے تھے نماز مغرب کے بعد باہر تشریف فرماہوتے تھے اور علمی دینی باتوں میں مصروف رہتے تھے ۔ یوں تو آپ بڑے مہمان نواز تھے ہر آنے والے کی خوب خاطر مدارات کرتے تھے مگر خصوصیت کیساتھ عرب، بخارا اور سرہند شریف سے آنے والوں کی مہمان نوازی اور ان کی عزت و توقیر میں زیادہ کوشش فرمایا کرتے تھے ۔

بے نیازی :۔ آپ نے قندھار میں اپنی تمام املاک ، اور جائیدادیں اپنے بڑے بھائی کو دے دیں اور ان کے حق میں آپ دستبردار ہو گئے تھے اور سندھ میں جو آپ کے والد کی جائیداد تھیں ان میں سے جب وراثت تقسیم ہوئی اور آپ کو کہا گیا کہ آپ کچھ زیادہ حصہ لے لیں اس لئے کہ خانقاہ کا بوجھ اور تمام مریدین کے اخراجات بھی آپ کے ذمہ ہونگے اس پر آپ نے فرمایا کہ شرعی طور پر جو میرا حصہ بنتا ہے صرف مجھے وہ ہی دیا جائے اس کے علاوہ میں ایک پیسہ بھی نہیں لونگا ۔ بہرحال جو کچھ انہیں وراثت میں ملا وہ نہ ہونے کے برابر تھا ۔ اس کے باوجود آپ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا اکثر چار پانچ سو آدمی کھانا کھایا کرتے تھے بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب کھانا کم تھا اور آدمی ہزاروں کی تعداد میں تھے آپ نے اپنا رومال اس پر ڈالدیا اور پھر سب کو کھانا نکال کر دیا اور سب کو کھانا پورا ہو گیا ۔

بیماری :۔ آپ کو بواسیر کی شکایت تھی اس لئے آپ ہمیشہ پرہیزی کھانا تناول فرماتے تھے حکیم نے آپ کو گھوڑ سواری بھی بتائی ہوئی تھی اسلئے بطور علاج آپ آخر عمر میں گھوڑ سواری بھی فرمایا کرتے تھے اور عصر کے بعد روزانہ اپنے باغ کی طرف سواری کر کے تشریف لے جاتے تھے جہاں آپ نے مختلف اقسام کے پھل

اور پھولوں کے درخت لگوا رکھے تھے راستہ میں تسبیح پر اکیلے ختم خواجگان پڑھ لیا کرتے تھے اور مغرب کی نماز واپس درگاہ شریف آکر پڑھتے تھے۔

سادگی :۔ آپ نمود و نمائش اور تکلف سے نفرت فرماتے تھے اپنے لئے علیحدہ جگہ یا علیحدہ مصلی کبھی پسند نہیں فرمایا۔ حتی کے دوران سفر ایک مسجد میں نماز کے لئے گئے تو وہاں فرش نہیں تھا جب آپ کے صاحبزادے نے آپ کے نیچے مصلے بچھانا چاہا تو آپ نے فرمایا۔ "کیا یہ مصلی مسجد کی مٹی سے اچھا ہے" ۔ اور یہ فرما کر اسی مٹی پر نماز ادا فرمائی ۔ انکساری اور کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ مریدین اور متوسلین کو سندھ کے دستور کے مطابق جب وہ آپ کے پاؤں پڑتے تھے تو آپ ان کو منع کردیا کرتے تھے حتی کے دست بوسی بھی نہیں کرنے دیتے تھے۔

ادب :۔ آپ کی درگاہ کا عوام اس قدر ادب کرتے تھے کہ مٹیاری شہر میں ننگے پاؤں داخل ہوتے تھے اور اپنی جوتیاں شہر کے باہر چھوڑ کر آتے تھے ۔ علماء اور فضلاء ادب کے باعث اپنی دستار اتار کر صرف ٹوپیاں پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں دستار باندھ کر آپ کے سامنے جانا اور اپنی شخصیت کا اظہار کرنا بے ادبی میں شمار ہوتا تھا۔

عادات و خصائل :۔ آپ خوب صلہ رحمی فرماتے تھے اور عزیزوں سے بڑی محبت رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ " عزیز " اللہ تعالی کے اسمائے صفاتی میں سے ہے لہذا " عزیزوں " کو بہت عزیز اور محبوب رکھنا چاہیئے ۔ آپ فیصلے بھی فرمایا کرتے تھے اور اس میں کسی خوشامد یا دھونس دھمکی لالچ کو قریب نہیں آنے دیتے تھے ۔ آپ کے لنگر کے متعلق مشہور تھا کہ اگر بیمار بھی اس لنگر سے کھالے تو اس کو شفاء مل جاتی ہے ۔

علمی خدمات :۔ مٹیاری میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ بھی آپ نے جاری کیا ہوا تھا جس میں مٹیاری کے نامور علماء مولانا حسن اللہ پاٹائی مولانا عبدالرزاق وبجی مولانا

عبدالروف بختیار پوری قاضی خیر محمد متعلوی حاجی لعل محمد متعلوی مولوی عنایت اللہ قاضی محمد مقیم تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ قاضی عبدالرحمن متعلوی قرآن پاک کی تعلیم کے لئے خاص طور پر مقرر تھے جنہوں نے پنتالیس (۴۵) سال اس مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

نکاح و اولاد:۔ آپ کے دو نکاح ہوئے پہلا نکاح آپ کے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالکریم المعروف حضرت بادشاہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جس سے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے عبداللہ شاہ تولد ہوئے۔ صاحبزادے بچپن میں ہی فوت ہوگئے جبکہ صاحبزادی بڑی ہوئیں اور انکا نکاح حاجی عبدالصمد ولد میاں غلام حضرت ولد میاں تبرک سے ہوا جن سے دو فرزند میاں شمس الدین اور میاں غوث الدین پیدا ہوئے۔ حضرت حاجی عبدالحلیم کا دوسرا نکاح آپ کے چھوٹے چچا حاجی فضل معصوم بن شاہ حاجی محمد ضیا الحق کی صاحبزادی سے ہوا جن سے چھ فرزند تولد ہوئے۔

۱۔ میاں غلام مجدد عرف پیرزادہ ۲۔ میاں غلام نبی عرف فقیر زادہ ۳۔ میاں غلام حسین ۴۔ میاں محمد عمر ۵۔ میاں نثار احمد ۶۔ میاں عبدالباقی۔

ان میں سے میاں غلام مجدد آپ کے سجادہ نشین ہوئے جبکہ میاں غلام نبی جوانی کے اندر ۸۲ سال کی عمر میں مرض طاعون میں لاولد فوت ہوگئے۔

انگریزوں سے نفرت:۔ ایک دفعہ ایک انگریز کمشنر کو آپ سے ملاقات کا شوق ہوگیا۔ وہ افغان جنگ کے بارے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اسی غرض سے وہ مٹیاری آیا جہاں سرکاری اعزاز و اکرام کیساتھ اس کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ جب وہ آپ سے ملاقات کے لئے گھر آیا اور آپ کو اندر اطلاع کی گئی تو آپ نے اس سے ملنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کل تک ہم نے جنگ میں ان کو مارا انہوں نے ہمارے آدمی مارے ایسے دشمن اسلام لوگوں سے میرا دل ملنے کو نہیں چاہتا۔ لیکن آپ کے صاحبزادے اور آپ کے بھائی نے آپ کو سمجھایا اور

خوشامد کی کہ اب وہ ہمارے گھر پر چل کر آیا ہے وقت کا حکمران ہے اس سے نہ ملنا اس کو ذلیل کرنے کے مترادف ہے جو اسلامی لحاظ سے بھی اور سیاسی لحاظ سے بھی ہمارے لئے مناسب نہیں آخر آپ ان کے سمجھانے پر باہر تشریف لائے اور اس انگریز کمشنر سے ملاقات کی ۔ اثنائے گفتگو اس نے کہا کہ انگریز فوج بڑی بہادری سے لڑی یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور آپ نے بغیر کسی رو رعایت کے حق اور کھری بات اس کو سناتے ہوئے فرمایا تم کہاں کامیاب ہوسکتے تھے تم نے جب بھی کہیں کچھ کامیابی حاصل کی ہے تو مسلمانوں میں باہم تفریق ڈال کر انکو لالچیں دیکر اور جاسوسیاں کرکے کچھ وقتی سرخروئی حاصل کی ہے ۔ اور یہ فرما کر آپ غصہ میں اٹھ کر واپس اندر تشریف لے گئے ۔ اس واقعہ سے آپ کی جرات بے باکی اور حق گوئی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

اجازت نامہ :۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو جو تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا اس میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ چاروں سلسلوں کی آپ کو اجازت عطاء فرمائی اور فرمایا کہ استخارہ اور اپنے رب سے حصول اذن کے بعد یہ اجازت نامہ دے رہا ہوں ۔ آپ کے متعلق جو الفاظ لکھے اس سے آپ کے مقام ولایت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے ۔ آپ نے لکھا ۔

اِنَّ الْوَلَدَ الْاَعَزَّ الصَّالِحَ بَانِیَ الشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ مَقْبُوْلُ حَضْرَتِ الرَّبِّ الْکَرِیْمِ عَبْدُالْحَلِیْمِ کَسَبَ مَنَازِلَ السُّلُوْکِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَذْبَۃِ وَوَصَلَ اِلٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَۃِ مِنَ الطَّرِیْقَۃِ الْجَذْبِیَّۃِ وَالْمُجْتَبِیَّۃِ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اَجَزْتُ لَہٗ تَسْلِیْمَ الطَّرِیْقَۃِ النَّقْشْبَنْدِیَّۃِ وَالْقَادِرِیَّۃِ وَالسُّهْرَوَرْدِیَّۃِ وَالْجِشْتِیَّۃِ بَعْدَ الْاِسْتِخَارَۃِ وَحُصُوْلِ الْاِذْنِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۔

وفات:۔ آپ کو اپنے بھائی آغا حضرت فضل قیوم سے بڑی محبت تھی جو قندھار میں رہائش پزیر تھے، ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کو جب قندھار میں ان کا وصال ہوا تو آپ تعزیت کے لئے قندھار تشریف لے گئے اور چہلم کرکے جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو بھائی کی جدائیگی کا غم آپ کو لے بیٹھا، سب سے قطع تعلق کرکے آپ گوشہ نشین ہوگئے صرف فرض نماز باجماعت اداء کرنے کے لئے تشریف لاتے ورنہ اکثر اپنے حجرہ میں تشریف فرمارہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں ۶۳ سال کی عمر ملے لیکن میرا بھائی مجھ سے بازی لے گیا کہ اس کو ۶۳ سال کی زندگی ملی جبکہ میری عمر اب ۶۴ سال ہوگئی ہے۔ بہرحال اسی غم میں ۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ نماز جمعہ کے بعد ۶۴ سال کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اور اپنے والد گرامی کے برابر ملیاری میں مدفون ہوئے۔

تاریخہائے وفات:۔ آپ کی وفات پر اس وقت کے نامور علماء صوفیاء مشائخ اور علماء نے قطعات تاریخ کہے جن میں سے بعض آپکے مزار شریف پر آج بھی کندہ ہیں ان میں سے بعض نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت پیر نظام الدین شکارپوری مجددی کے صاحبزادے حضرت پیر رفیع الدین مجددی جو آپ ہی سے شرف بیعت رکھتے تھے انہوں نے آپ کی شان میں جو تفصیلی اشعار لکھے ان میں سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

پیر عبدالحلیم پس فیاض ہشت دنیا بشد بسوئے ارم
کامل و فائض و ولی زماں آنفس آفاق سیراو در دم
ہائے افسوس رفت پیر زماں بیکساں را وسیلہ. بدھر دم
سال و صلش فروغ مہ بجواب پیر عقلم رفیع گفت نعم

مولانا عبدالکریم درس نے آپ کے متعلق اشعار میں فرمایا۔

نشاط عمر گم شد از ضمیرم بقید درد بے درماں اسیرم

بچشم روز روشن شب تار | چو رفت آں مرشد بروشن ضمیرم
بلے عبدالحلیم آغا کہ یادش | زند ہر دم بدل صد لوک تیرم
وحید بزم پیغمبر بگویم | دگر ہم مہ جمال بے نظیرم

حضرت خواجہ محمد اسماعیل روشن مجددی نے آپ کی شان میں یوں تحریر فرمایا۔

فلک خمیدہ ازاں دم کہ چوں کمال گردید | زتیر حادثہ او کہ دراماں گریدد
بہ حلم سرور عالم بہ ایں جہاں موصوف | جناب حضرت عبدالحلیم جاں گردید
جہاں فیض کہ از بہر فیض بردر رو | ورود اہل جہاں زائید از بیاں گردید
چو سال رحلت او چشم از سردش | بشوق سیر جناں راصل از جہاں گریدد

قاضی سید اسد اللہ شاہ ٹکھڑائی نے بے نقط اشعار کی زبان میں آپ کی تاریخ وفات کہی۔

آہ عمدالملک کر دہ الوداع | موصل الامال مسعود و مطاع
سال وصل او اسد کردہ ادا | سرور احرار و صدر للعلاء
اوصل اللھم ما دام الدوام | روحہ الاطہر الی دار السلام

تعزیت:۔ آپ کے وصال پر دنیا بھر کے نامور علماء صوفیاء مشائخ کے علاوہ جو اہم سیاسی سماجی شخصیات آپ کے صاحبزادے کے پاس تعزیت کے لئے آئیں ان میں سے چند کے اسماء گرامی تحریر کئے جاتے ہیں جو اس آستانہ سے خصوصی ارادت وعقیدت بھی رکھتے تھے۔

اس سے آپ کی مقبولیت شہرت عزت اور ارباب اقتدار کی نظر میں آپ کی منزلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۔ ا۔ سردار دوست محمد خاں سفیر افغانی، ۲۔ سردار شیر علی نائب حکومت قندھار، ۳۔ سردار نور علی، ۴۔ سردار محمد علی، ۵۔ سردار شاہنواز آنرری مجسٹریٹ کوئٹہ، ۶۔ سردار محمد ہاشم کوئٹہ، ۷۔ سردار محمد اسحاق کوئٹہ، ۸۔ سردار محمد طاہر، ۹۔ سردار مولاداد خان، ۹۔ سردار محمد عثمان خاں محمد زئی نائب الحکومت قندھار، ۱۱۔ شیر محمد خان بارگزئی قندھار، ۱۲۔ حاجی

عبدالکریم قندھار ، ۱۳۔ خان آغا بارگزئی ، ۱۴۔ عبدالرحمن خان بارگزئی ، ۱۵۔ سلطان محمد خان بارگزئی ، ۱۶۔ ناصرخان بارگزی ، ۱۷۔ ناصرخان بارگزئی ، ۱۸۔ حاجی اللہ یار خان غنڈی والا ، ۱۹۔ اکبرخان بارگزئی ، ۔ ۲۰۔ غازی امیر محمد پوپلزئی ، ۲۱۔ سید آغا محمد شفیع درگاہ والا ، ۲۲۔ فاروق خان الکوزئی ، ۲۳۔ شہزاد ، خان وزیر جنگ ، ۲۴۔ کرنل شاہ محمد خان بارگزئی ، ۲۵۔ جنرل فتح محمد خان فاتح روزگان ، ۲۶۔ عبدالرشید خان سلیمان خیل ، ۲۷۔ ملک محمد گل خان پوپلزئی ، ۲۸۔ غازی عبدالظاہر بارگزئی ، ۲۹۔ ملا آخوندزادہ عبدالحلیم نور آخوندزادہ ، ۳۰۔ صاحبزادہ غلام محی الدین ذکر جمیل ، ۳۔ جرنل شیر محمد خان ۔

انساب نامو ں پیر غلام رسول مجددی (قلمی)

پیر غلام مجدد

مٹیاری کے سرہندی مجددی بزرگ پیر غلام مجدد سرہندی جنہوں نے اپنے مجاہدانہ کردار کے ذریعہ اس سرزمین سندھ میں بے شمار روحانی، مذہبی، سماجی، علمی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔

ولادت:۔ آپ کے ولادت ۶ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ بروز سوموار علی الصباح ضلع حیدرآباد کے ایک علاقہ مٹیاری میں ہوئی۔

سلسلہ نسب:۔ آپ کے والد گرامی کا نام پیر عبدالحلیم مجددی تھا، آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح سے ہے۔

غلام مجدد بن عبدالحلیم بن عبدالرحیم بن خواجہ محمد ضیاء الحق بن خواجہ غلام نبی بن خواجہ غلام حسن بن خواجہ غلام محمد بن خواجہ غلام معصوم بن خواجہ محمد اسماعیل بن خواجہ محمد بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرھندی۔

تعلیم:۔ چار سال کی عمر میں آپ کی بسم اللہ آپ کے جدامجد شاہ عبدالرحیم نے پڑھائی قرآن پاک آپ نے قاری عبدالرحمن متعلوی سے پڑھا فارسی کی تعلیم جناب عزیز اللہ خان سلیمان خیل قندھاری سے اور عربی کی تعلیم الحاج محمد حسن اللہ پاٹائی سے مٹیاری کی درگاہ شریف میں ہی حاصل کی سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ آپ کے والد گرامی نے تین سو علماء کی موجودگی میں آپ کو دستار فضیلت عطاء فرمائی۔ اسی علماء کے اجتماع میں آپ نے پہلی بار تقریر فرمائی جس کو سن کر علماء بھی عش عش کراٹھے۔

سلسلہ طریقت :۔ آپ کو اپنے جدامجد خواجہ عبدالرحیم سے شرف بیعت حاصل تھا ، اور اجازت و خلافت اپنے والد گرامی خواجہ عبدالحلیم سے حاصل تھی آپ کا سلسلہ طریقت اور سلسلہ نسب ایک ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ۔

حاضری حرمین شریفین :۔ اکیس سال کی عمر میں آپ کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی یہاں بیشمار روحانی فیوضات و برکات کے علاوہ آپ نے وہاں کے بلند پایہ محدثین مثلاً سید علی وتری اور حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مکیؒ سے کتب حدیث پڑھیں اور سند حاصل کی ۔

شوق کتب بینی :۔ عمدہ عمدہ کتابوں کے مطالعہ کا آپ کو بہت شوق تھا ، یہی شوق تھا جس کے باعث آپ نے مدینہ منورہ سے اسی ہزار روپے کی نایاب کتابیں خرید فرمائیں ۔

آج بھی آپ کے صاحبزادے پیر غلام رسول مجددی کے کتب خانے میں آپ کی خریدی ہوئی نایاب کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے ۔

فرنگیوں سے نفرت :۔ آپ کو فرنگیوں اور انگریزوں سے اور ان کی حکومت سے سخت نفرت تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہم مجبوری کے علاوہ آپ کبھی کسی انگریز افسر سے نہیں ملے جبکہ انگریزوں نے آپ کو رام کرنے کیلئے بڑی کوشش کیں کہیں آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا کہیں کوئی اہم عہدہ دینے کی پیشکش کی کہیں لنڈو ریلوے اسٹیشن کو آپ کے خاندان کے نام پر سرھندی آباد رکھنے کے لئے کہا لیکن آپ نے سب پیشکشوں کو ٹھکرا دیا ۔ تحریک خلافت کے دوران آپ بذریعہ ریل دورے پر جا رہے تھے کہ راستہ میں انگریز کلکٹر مسٹر گبس نے آپ کو دیکھ کر آپ کے لئے شربت منگوایا لیکن آپ نے اس کا منگایا ہوا شربت پینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں ضرور پیتا اس لئے کہ تم " ہمارے ترک بھائیوں کا خون پی رہے ہو " یہ سن

کر انگریز کلکٹر کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ " شاید ان پر مذہبی جنون غالب آگیا ہے "

اسی نفرت کی بناء پر آپ نے وہ تمام زمینیں واپس کردیں جو لنڈو (ضلع نواب شاہ) اور سداوہ نہر پر لنگر خانہ کے لئے آپ کو ملی تھیں ۔ اسی طرح بیس بندوقوں کا آل انڈیا لائیسنس بھی واپس کردیا ۔ مگر بندوقیں انگریز حکومت کو نہیں دیں بلکہ انکو زیر زمین دفن کردیا ۔

قید و بند :۔ ترک موالات کی تحریک میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور سندھ کے چپہ چپہ پر جلسے کر کے انگریزوں کے مکر و فریب سے لوگوں کو آگاہ کیا ۔ کراچی کی عظیم کانفرنس میں انگریزوں کے خلاف جو فتویٰ صادر کیا گیا تھا اس میں علی برادراں ، مولانا نثار احمد کانپوری کے علاوہ چھٹے نمبر پر آپ کے دستخط بھی تھے ۔ اس جرم کی پاداش میں خالق دینا ہال کراچی میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور آپ کو دو سال قید کی سزا سنائی گئی سزا سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ قید تو میرا ورثہ ہے کیونکہ میں غلام مجدد ہوں اور اولاد مجدد سے ہوں جن کو جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں نظر بند کردیا تھا ۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ۔

" کاش آج مجھ پر یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے وقت کے
انگریز بادشاہ جارج پنجم کو قتل کیا ہے ۔ اور اس کے
خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوتے ۔

آپ نے بڑے تحمل سے یہ دو سال کا عرصہ جیل میں گزارا اور اس عرصہ میں قران پاک پورا حفظ کیا ۔

صعوبتیں :۔ آپ نے جیل میں بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں ، سردی کی راتوں میں آپ کی کوٹھری کے اندر ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا جاتا تھا ۔ تاکہ آپ ساری رات کھڑے ہو کر گزاریں اور نماز نہ پڑھ سکیں ، بتیاں بند کردی جاتی تھیں

تاکہ آپ تلاوت قرآن پاک نہ کرسیں ۔ ایک روز انگریز جیلدار نے آپ کے اس تھیلے کو ٹھوکر مار دی جس میں آپ کا قرآن شریف رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر رگ فاروقی پھڑک اٹھی اور آپ نے ایک زور دار تھپڑ اس جیلر کے رسید کردیا جس پر جیل میں ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا آخر کار گورنر بمبئی خود آیا اور اس نے آپ کی تمام تکالیف اور روئے داد سننے کے بعد جیل کے عملے کو حکم دیا کہ آئندہ ایسی حرکتیں نہ کی جائیں اور آپ کو نماز پڑھنے تلاوت کرنے اور لوگوں سے ملنے کی پوری سہولتیں دیجائیں ۔

سیاسی خدمات :۔ تحریک ہجرت ہو یا تحریک خلافت تحریک انجمن ہلال احمر ہو یا تحریک مسجد منزل گاہ ، تحریک ترک موالات ہو یا تحریک پاکستان آپ نے ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں بھرپور کردار اداء کیا ۔ انجمن ہلال احمر کے لئے صرف مٹیاری سے بارہ ہزار روپے چندہ جمع کروایا ۔ انجمن خدام کعبہ کی تحریک کے لئے تمام سندھ سے ہزاروں روپے جمع کر کے بمبئی علی برادراں کو بھجوایا آپ ایک عرصہ تک جمعیت علمائے ہند کے سرکردہ رہنما رہے لیکن جب علمائے اہل سنت نے جمعیت سے استعفیٰ دیا تو آپ بھی مستعفی ہوگئے تھے ۔ آپ نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا ۔ ہندوؤں کے کچھ قرض آپ کے ذمہ تھے انہوں نے کہا کہ اگر آپ کانگریس میں شامل ہو جائیں تو ہم تمام قرضہ معاف کردینگے ورنہ ڈگری جاری کروادینگے اس کے جواب میں آپ نے اپنی زمین فروخت کر کے ان کے قرضے اتار دیئے مگر اپنے ایمان کا سودا نہ کیا ۔

تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی آپ نے ہر طرح سے بھرپور مدد کی اور اس کی ترقی کے لئے بھرچونڈی کے پیر میاں عبدالرحمن اور عبدالرحیم شہید کے ہمراہ آپ نے پورے سندھ کا دورہ کیا ۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ " مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں تو آپ نے فرمایا ہمارے مقصد کو بروئے کار

لانے والا یہی شخص ہوا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کررہا ہے کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا۔ بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے؟

جب مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی نے جمیعت علمائے ھند کے مقابلہ میں جمیعت علمائے اسلام قائم کی تو آپ نے حیدرآباد میں اس کی شاخ قائم کی اور اس کے زیر اہتمام متعدد جلسے منعقد کئے۔

مذہبی خدمات:۔ آپ نے اپنی ساری زندگی رشد و ھدایت اور تبلیغ میں گزاری ہر مذہبی تحریک میں آپ پیش پیش نظر آتے تھے۔ مسجد کانپور کا جھگڑا ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے تار دیکر آپ کو بلایا آپ فوراً کانپور پہنچے اور فیصلہ ہونے تک وھیں رہے اور ڈٹ کر حکومت وقت کا مقابلہ کیا۔ اسی طرح جب بھریا روڈ (سندھ) میں نہر کی کھدائی کے وقت مسجد کو شہید کیا جانے لگا تو آپ تن تنہا چارپائی ڈال کر مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور فرمایا کہ مسجد کو شہید کرنے کے لئے ہماری لاش پر سے گزرنا ہوگا پہلے ہمیں ختم کرو اس کے بعد مسجد شہید کرنا۔ آخر انگریز کی حکومت نے مجبور ہو کر مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کردیا اور نہر کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

مسجد منزل گاہ کا تنازعہ ہوا تو وہاں بھی آپ اپنی مجاہدانہ شان کے ساتھ سب سے آگے نظر آئے تین سو تیرہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ جھنڈے تھامے ہوئے جب آپ وہاں پہنچے تو حکومت وقت کو وہاں بھی آپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں کو وہ مسجد حوالہ کرنے کا حکومت نے وعدہ کیا تب آپ واپس حیدرآباد آئے۔

حکومت نے آپ پر پابندیاں عائد کیں۔ پولیس کے پہرے بٹھائے لیکن یہ اللہ کا شیر تمام راستہ کی حائل رکاوٹوں کو گراتا ہوا کراچی کی عیدگاہ اور سلاوٹ

محلہ پہنچ گیا عظیم جلسوں سے خطاب کیا اور ایس پی سے زبان بندی کا نوٹس لینے سے انکار کردیا ۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے آپ سخت مخالف تھے ۔ ان کے خلاف سخت تقریر فرمایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کے مخالف ہوگئے ۔

راقم الحروف کے والد گرامی جناب حضرت مفتی شاہ محمد محمود الوری جو پیر صاحب کے گہرے دوست تھے وہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک جلسہ میں وہابیوں کی طرف سے آپ پر سخت پتھراؤ کیا گیا تمام جلسہ درہم برہم ہو گیا سب بھاگ گئے لیکن آپ کی استقامت اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ تن تنہا اسٹیج پر بیٹھے رہے اور ذرا سی بھی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں فرمایا ۔ آخر آپ کو دیکھ کر پھر سب جمع ہو گئے اور جلسہ آخر تک چلا ۔ حیدرآباد میں سب سے پہلے " سلاوٹ پاڑے سے عید میلادالنبی کے جلوس کی ابتدا آپ ہی نے فرمائی ۔ حیدرآباد شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد آزاد میدان کی بنیاد بھی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کے ساتھ مل کر آپ ہی نے رکھی اور اس کی پہلی کمیٹی کے سب سے پہلے صدر بھی آپ ہی تھے ۔

تقویٰ :۔ دعوت مشترک مال میں سے قبول نہیں فرماتے تھے حق کے بیواؤں اور یتیموں کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے تاکہ ان پر کوئی بوجھ نہ پڑے ۔

بے نیازی :۔ نواب حیدرآباد دکن نے آپ کے لئے 1500/= روپے کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے بذریعہ منی آرڈر بھیجوایا لیکن آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا مجھ سے زیادہ اور غریب مستحق موجود ہیں یہ رقم ان کو دی جائے ۔

اسی طرح مریدین آپ کو اپنی جائیدادیں پیش کرتے تھے آپ کو بطور ہدیہ دیتے تھے لیکن آپ لینے سے انکار کردیا کرتے تھے ۔ اسی طرح حاجی سلیمان ھالیپوٹہ ، حاجی رحیم داد ، فقیر محمد عثمان بلالانی وغیرہ نے اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث اپنی کئی سو ایکڑ زمین اور جائیدادیں آپ کے نام کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کرتے

ہوئے فرمایا کہ اگرچہ آپ کے اولاد نہیں لیکن عصبات اور ذوی الارحام، رشتہ دار آپ کے موجود ہیں جو آپ کے بعد آپ کی جائیداد کے وارث ہونگے میں ان کا حق نہیں مارنا چاہتا۔ اسی طرح میر محمد بخش ولد میر امام بخش نے دو ہزار روپے سالانہ اور کچھ گندم وغیرہ آپ کے لئے وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا کہ دوسروں کے دروازہ کی طرف نگاہ رکھنا مجھے گوارہ نہیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

تحریک خلافت:۔ تحریک خلافت کے دوران آپ نے انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جہاد فرمایا انگریزوں کے دئے ہوئے القاب اور اعزازات حتی کے انکی طرف سے کلکٹر حامد علی خاں نے جو جائدادیں اور زمینیں آپ کے نام کی تھیں وہ بھی آپ نے ان کو واپس کر دیں اور خط لکھا کہ ہمیں تمہاری ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزوں کے خلاف پورے سندھ اور ہندوستان میں آپ نے تحریک چلائی اور اس کے پاداش میں آپ پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ بمبئی میں اگر ایک مسلمان کے سر میں درد ہو تو ہمیں یہاں درد ہوگا۔ اسی طرح قندھار میں اگر کسی مسلمان کو ایذاء پہنچے تو یہاں ہم سب کو اس کے تکلیف محسوس ہوگی۔

قائداعظم:۔ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کے مسئلہ میں آپ نے فرمایا ہم اس کی امامت میں نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک وکیل کر رہے ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا ہے بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے ہمیں ایسا لیڈر نہیں ملیگا سندھ کے مشہور ڈیل مل وکیل نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر کانگریس کی مخالفت آپ نے نہ چھوڑی تو آپ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ اور آپ کو تباہ کردینگے۔ مگر آپ نے اس کی دھمکی پر کوئی کان نہ دھرا حتیٰ کی جب مسلمانوں نے ھندوؤں سے جو قرض لیا ہوا تھا سود پر اور جس کی بناء پر وہ مسلمانوں کو دھمکی دے رہے

تھے اس کا بھی آپ نے علاج یہ کیا کہ اپنی زمین بیچ کر ان مسلمانوں کا قرض اداء کر دیا اور ہندوؤں کی غلامی سے انکو نجات دلادی۔

کانگریس کی جماعت :۔ سندھ کے اس وقت بہت سے علماء کانگریس کی حمایت کررہے تھے۔ جس میں سے مولانا محمد صادق، مولوی دین محمد وفائی، مولوی عبدالکریم چشتی، حکیم فتح محمد سیوھانی، حکیم محمد ماذ اور دیگر ان کے ساتھی علماء کانگریس کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے اور آپ کے کانگریس سے عداوت کے باعث آپ کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کے انہوں نے اخبارات میں بھی آپ کے خلاف مہم چلائی۔اصلاح اخبار آپ کے خلاف سخت پروپیگنڈا کرتا رہا لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔آپ نے میدان میں نکل کر پاکستان کی حمایت کی تحریک چلائی۔ مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں کی آپ قیادت فرماتے تھے۔آپ کی زندگی اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے۔

نکل کر خانقاہوں سے رسم شبیری ادا کر

چنانچہ آپ نے جہاد باللسان کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف بھی فرمایا۔جب آپ کسی بھی مخالفین اسلام اور مخالفین مسلک حقہ اہل سنت کے خلاف کسی تحریک میں جاتے تو اس طرح روانہ ہوتے کہ مریدین مجاہدین کی ایک فوج آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی تھی جس سے ایک گھوڑا سوار آگے آگے ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوتا تھی اور اس جھنڈے میں ایک طرف کلمہ شہادت اور یہ آیت مبارکہ لکھی ہوئی ہوتی تھے ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنتہ ۔اور جھنڈے کے دوسری طرف یہ عربی شعر لکھا ہوا ہوتا تھا۔

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الجھاد مابقینا ابدا

حافظ :۔ آپ کا حافظ اس قدر قوی تھا کہ عربی کتابوں کے صفحے کے صفحے آپ کو ازبر یاد تھے۔آپ خود فرماتے تھے کہ مخدوم حسن اللہ پاٹائی کے پاس دوران تعلیم

جب تمام طلباء سو جاتے تھے میں اس وقت بھی مطالعہ میں مصروف رہتا تھا یہاں تک کہ صبح کی آذان ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو آپ کے استاد مخدوم حسن اللہ پاٹائی آپ کے پاس آ کے کھڑے ہو گئے اور آپ کے اس بحر علم کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں تو کسی کی شاگردی کی ضرورت ہی نہیں لیکن چونکہ دنیا کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے اس لئے ہم تمہیں پڑھا رہے ہیں۔

مہاجرین کی آمد:۔ ہندوستانسے مہاجرین کی آمد پر آپ نے اپنا گھر خالی کر دیا اور اس میں ان کو بسایا حتیٰ کے سونے کے لئے بستر اور کھانے پینے کے برتن تک انکے استعمال کے لئے دے دیئے۔ ان کے لئے مکانوں کا بندوبست فرمایا انکو رہائش کیلئے سہولتیں مہیا کیں۔

وصال:۔ آخری وقت میں اپنے محبوب حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے ہوئے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے۔

یا رسول اللہ بر احوال خراب ماببیں
رو بخاک افتادہ ام از شرم عصیاں برزمین
مذہب جوں من نباشد در تمامی امتت
شافعم شواز عنایت یا شفیع المذنبین
یا بوصل خودسانم یا بکویت جاں دھم
زیں دو نو میدم مگر داں باچناں کن یا چنیں
گر خدا پر سد چو بحشر گویمش
سوئے داغ سینہ ام بجر پیغمبر ببیں
من بچشم خویش می دیدم کہ دربانے السلام
خاکروب آستانت بو دزلف حور عین
ماگنہگاراں ہم امیدوار از رحمتت
کن برحال ما یا رحمۃ للعالمین

واعظ بے چارہ از جاں می رو دستش بگیر
زانکہ دارد نفس سرکش ہمچو شیطان در کمیں

عشق رسول:۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے جدامجد شاہ ضیاء الحق کے یہ اشعار اکثر آپ کے ورد زبان رہتے تھے۔

بصد یقیت خرید ارم عمر را دوست میں دارم
فدا سازم دل و جاں رابعثمان یا رسول اللہ
چہارم حیدر صفدر کہ باشد ساقی کوثر
اما ماں را شوم چاکر بایقاں یا رسول اللہ

وفات:۔ آپ نے ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ بمطابق ۸ جنوری ۱۹۵۸ء بروز منگل صبح نو بجے حیدرآباد میں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ آپ کی وصیت کے بمطابق حیدرآباد میں مفتی شاہ محمد محمود الوریؒ نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ مٹیاری میں ہوئی۔

آپ کو مٹیاری میں حسب وصیت گنبد کے مشرقی دروازہ کے باہر جنوبی جانب سپرد خاک کیا گیا۔

جانشین:۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین پیر غلام رسول سرھندی ہوئے جو علمی اور روحانی لحاظ سے اپنے والد کے مظہر اتم ہیں اس فقیر سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔

اس مقالہ کے لئے اپنی تصنیف کردہ قلمی کتاب تحفۃ الطالبین بھی اس فُقیر کو عنایت فرمائی اور اکثر فتوے تصدیق کے لئے راقم الحروف کے پاس ہی بھیجتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے ۔

—— حالات ماخوذ از اکابر تحریک پاکستان ، محمد صادق قصوری ۔

(۲) انساب نامہ ۔ پیر غلام رسول مجوریکا ۔

پیر غلام نبی جان

آپ حضرت خواجہ پیر عبدالحلیم جان عرف حضرت حاجی آغا صاحب مجددی مٹیاری والے کے دوسرے صاحبزاد تھے جو فقیر زادہ کے لقب سے معروف و مشہور تھے۔

آپ بڑے حسین و جمیل تھے، اللہ تعالی نے آپ کو کمال حسن صورت سے سرفراز فرمایا تھا بقول حضرت خواجہ حسن جان سرھندی آپ بہت صاحب استعداد اور روحانی نسبتوں کے حامل تھے۔

ایک دفعہ مٹیاری کے علاقہ میں ھیضہ کی وبا پھیل گئی جس میں پے در پے اموات ہونے لگیں۔ گھر گھر سے جنازے اٹھنے لگے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ روزانہ صبح گھوڑ سواری فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں نے جب آپ سے اس وباء سے نجات کی دعا کرنے کے لئے عرض کیا تو آپ نے صبح اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے اس پورے شہر کے چاروں طرف چکر لگایا اور فرمایا کہ یہ بیماری اپنے ساتھ لیکر جارہاہوں " بس اسی روز سے وہ وباء ختم ہو گئی لیکن دوسرے ہی روز آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ نے ۲ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ بروز پیر ۲۷ سال کی عمر کے اندر عین عالم شباب میں وصال فرمایا آپ کی شادی آپکے سگے چچا کی صاحبزادی سے ہوئی تھی آپ نے اپنے بعد کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

آپ کو شہادت کا بڑا شوق تھا حتی کے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں سرھند شریف جب آپ حاضر ہوئے تو وہاں بھی آپ نے حصول شہادت کی دعا کی جو اللہ تعالی نے اس طرح قبول فرمائی کہ مرض

طاعون میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

قطعات وفات:۔ آپ کے بھتیجے حضرت پیر غلام رسول جان سرھندی نے آپ کے لئے یہ قطعہ تاریخ وفات تحریر فرمایا۔

ازیں دار فانی چو کرد انتقال غلام النبی شاہ محبوب حق
غلامش بتاریخ شاں لب کشود غلام النبی آہ محبوب حق

۱۳۳۶ھ

آپ ہی کی تحریر کردہ ایک اور تاریخ وفات

چہ ماتمے است کہ غوغا فتادہ درز مینش
چہ حسرتے است کہ گو یااست جملہ مرد وزنش
زرحلت شہ دیں حضرت غلام نبی
کہ بود اہل جہاں مستمند و مر تہنش
ورلشتے ز کمالات یافت از فاروق
خلافتے ز مجدد شدہ است زیب تنش
غلام بے سر انکار گوبتا ریخش
بفقیرزادہ شہ خواجہ ہداست سننش

۱۳۳۶ھ

حالات ماخوذاز:۔ (۱) انساب الانجاب۔ خواجہ محمد حسن جان مطبوعہ لاہور ص ۵۷

(۲) انساب ناموں پیر غلام رسول مجددی قلمی ص ۱۱

(۳) صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے راقم الحروف نے زبانی حالات معلوم کیے۔

غلام حسین جان

آپ حضرت خواجہ پیر عبدالحلیم جان سرھندی مجددی مٹیاری والے کے تیسرے صاحبزادے ہیں ۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۹ھ میں ہوئی ۔ عمر کوٹ کے پاس آپ کی زمینیں تھیں انہی کی دیکھ بھال میں آپ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ وہیں گزارا آخیر عمر میں آپ اپنے آبائی گاؤں مٹیاری آگئے تھے ۔

آپ نے دو شادیاں کیں جن میں سے پہلی شادی اپنے چچا حضرت فضل قیوم کے یہاں کی جن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جن کا میاں غوث الدین سے نکاح ہوا ۔

آپ نے دوسری شادی کی جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک میاں عبدالرحیم عرف آغا اور دوسرے میاں عبدالحلیم عرف عبدالوھاب ۔

آپ نے ۱۳۳۰ھ میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی اور اس سفر میں روحانی سفر کی منزلیں بھی طے فرمائیں ۔ آپ بہت اچھے شاعر بھی تھے اور عمدہ اشعار کہا کرتے تھے ۔

آپ نے مٹیاری میں ہی ۸۸ سال کی عمر میں ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ جمعہ کی شب نماز مغرب کے وقت اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔

تاریخ وفات :۔ آپ کے لوح مزار پر حضرت خواجہ پیر ابراھیم جان سرھندی کے لکھے ہوئے سندھی زبان کے اشعار کندہ ہیں جن سے آپ کے خصوصی اوصاف کا پتہ بھی چلتا ہے اور سن ولادت و وفات بھی ظاہر ہو جاتی ہے ۔

آہ تیون مدفون ھت ھک اھرو در شھوار
جنھن متاں صدبار ھنا قربان ھیرا لک ھزار

عدل ۽ اخلاق ۾ نوشير وان نوکر سندس
منجھ سخا حاتم سوين ھنا ان جي نالي تان نثار

"مجمع فيض و کرم" سال ولادت شاھ جو
۱۳۰۹

نبي حبيب الله ماں تي عمران جي آشکار
۸۸

نور بخش دھر سندس سال وفات
۱۳۹۷

ويو فرشتہ منش اي پن سال رحلت انجوسار
۱۳۹۷

۲جون۱۹۷۷ء

حالات ماخوذ از :- (۱) انساب الانجاب ، خواجہ محمد حسن جان مطبوعہ لاہور
(۲) انساب ناموں ، پیر غلام رسول مجددی (قلمی)
(۳) راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

محمد عمر جان مجددی

آپ حضرت پیر عبدالحلم جان سرھندی عرف حضرت حاجی آغا صاحب کے چوتھے فرزند تھے ، آپ کی ولادت ۱۳۱۳ ھ میں ہوئی ۔آپ بڑے جید عالم و عامل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت متقی اور پرہیزگار بھی تھے ۔

بظاہر طب و حکمت سے وابستگی رکھتے تھے ، دوا اور دعا کے ذریعہ اللہ کے بندوں کا علاج کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مخلوق کو شفاء عطاء فرماتا تھا آپ کے پاس جب بھی کوئی مریض آتا تو اس سے فرماتے تھے کہ اس دوا سے تمہیں اس وقت تک شفاء نہیں ہوگی جب تک پابندی سے نماز نہیں پڑھو گے اس طرح آپ نے بیشمار لوگوں کو نمازی بنا کر راہ راست پر لگا دیا ۔آپ کے ورع و تقوے اور پرہیزگاری کے باعث دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے تھے اور اپنی مشکلات کے حل کے لئے آپ سے دعائیں کراتے تھے اور کامیابیاں حاصل کرتے تھے ۔

آپ کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا الغرض آپ کی ہر چیز بڑی سادہ اور تکلف و تصنع سے پاک تھی ۔ مہمان نوازی اور منکسر المزاجی آپ کا خاص شیوہ تھا ۔

اپنے بھائی غلام حسین کی طرح آپ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ ان کے آخری سفر حج میں ان کے ہمرکاب رہے ۔

مٹیاری میں سیلاب :۔ ایک دفعہ سندھ میں بڑا زبردست سیلاب آیا مٹیاری بھی اس سیلاب کی زد میں آگیا حتیٰ کے مٹیاری کے بس اسٹاپ والی مسجد تک پانی آگیا چونکہ درگاہ شریف نیچے تھی اس لئے وہاں پانی کا زیادہ خطرہ تھا جبکہ مٹیاری کا شہر ٹیلہ پر واقع ہونے کی وجہ سے کچھ محفوظ تھا ۔ پانی کا جب دن بدن اضافہ ہونے لگا تو

سردار محمد علی شاہ جاموٹ (سینٹر ذوالفقار علی شاہ جاموٹ کے والد) اور پیر اللہ یار شاہ (نور شاہ ایم پی اے کے چچا) نے حضرت خواجہ پیر عمر جان سے عرض کی کہ ہم اپنی حویلی خالی کر دیتے ہیں آپ اس میں تشریف لے آئیں اور خانقاہ شریف خالی کر دیں ۔ آپ نے فرمایا وہاں جانے سے ہماری مستورات کی بے پردگی ہوگی ہم یہیں اللہ سے عرض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری یہیں حفاظت فرما دیگا ۔ اور یہ فرما کر آپ نے زمین پر ایک دائرہ بنا دیا اور فرمایا کہ اس نشان سے آگے انشاء اللہ پانی نہیں جائے گا ۔ چنانچہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا اور پانی اس نشان سے بال برابر آگے نہ بڑھا اور درگاہ شریف محفوظ رہی ۔

تقویٰ:۔ آپ کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی پولیس والا آپ کے پاس علاج کے لئے آتا تھا تو آپ اس سے دوا کے پیسے نہیں لیتے تھے کہ کہیں یہ رشوت اور ظلم سے حاصل کردہ پیسے نہ ہوں ۔ چور اور ڈاکو علاج کے لئے آتے تو آپ انکا علاج کرنے سے انکار فرما دیا کرتے تھے ۔

کامل ولی:۔ آپ کے بڑے بھائی اور وقت کے عظیم روحانی بزرگ حضرت پیر غلام مجدد صاحب کے پاس جب میاں شیر محمد بھڑگڑی آتے تو آپ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے چھوٹے بھائی عمر جان سے جا کر ملو وہ اس زمانہ میں ایک ولی کامل ہیں ۔

وفات:۔ آپ نے ۷۴ سال کی عمر پا کر ۵ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بروز منگل اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔ آپ کو مٹیاری میں دفن کیا گیا ۔

تاریخ وفات:۔ حضرت پیر ابراہیم جان سرہندی نے آپ کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات تحریر فرمائی جو آپ کے لوح مزار پر آج بھی کندہ ہے ۔

جناب حضرت آقا عمر جان — کہ وصفش بیش از حد بیان شد

بہ عصر خود بہ ہر فن و بہ ہر علم — وحید العصر شد فرد جہاں شد

بہ علم و فقہ و تفسیر و احادیث — غزالی گشت و رازی زماں شد

سلوک و معرفت ارثا ز آباء — فراوای یافت و فیضش بیکراں شد

بہ فردوس بریں شد منزل انداز — دریغ از ناخدا آمہر جاں شد

ز درد فرقتش عالم سراپا — بکاؤ نالہ و آہ و فغاں شد

بہ ماہ رجب و تاریخ پنجم — بہ سہ شنبہ سوئے جنت رواں شد

بہ جنت جد پاک و اب اقدس — چو گنج آں شہ بخاک اندر نہاں شد

جو پیش از امہاتش سیدات اند — ز سید سبز عمر روعیاں شد ۴۷

ہمایوں اختر آمد آمد سال میلاد — ہمایوں اخترش چوں ضو فشاں شد

۱۳۱۳

چو سال وصل پر سیدم زہاتف — بگفتا ماہ ما خلد آشیاں شد

۱۳۸۷ھ

حالات ماخوذ از :- (۱) انساب الانجاب ، خواجہ محمد حسن جان مطبوعہ لاہور

(۲) انساب ناموں ، پیر غلام رسول مجددی (قلمی)

(۳) راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

نثار احمد مجددی

آپ حضرت خواجہ پیر عبدالحلیم جان مجددی (مٹیاری والے) کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ جو بڑے ذی استعداد اور بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ بڑے نیک متقی اور پرہیزگار تھے۔

آپ نے تین شادیاں کیں، پہلی شادی سے ایک فرزند اور چار لڑکیاں تھیں جبکہ دو لڑکے بچپن میں فوت ہوگئے تھے۔ آپ نے دوسرا نکاح حضرت محمد صادق ولد حاجی محمد قاسم عرف حاجی جان کی صاحبزادی سے کیا جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے تیسرا نکاح کراچی میں کیا جس سے آپ کے یہ صاحبزادے تولد ہوئے ۱۔ میاں غلام بہاؤالدین ۲۔ میاں غلام شہاب الدین ۳۔ میاں غلام محی الدین ۴۔ میاں نزار احمد۔

وفات:۔ آپ نے ۸۲ سال کی عمر میں وفات کی اور مٹیاری میں مدفون ہوئے۔

حالات ماخوذ از:۔ (۱) انساب الانجاب، خواجہ محمد حسن جان مطبوعہ لاہور

(۲) انساب نامون، پیر غلام رسول مجددی (قلمی)

(۳) راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

میاں عبدالباقی مجددی

آپ حضرت خواجہ عبدالحلیم مجددی عرف حاجی آغا صاحب (مٹیاری والے) کے چھٹے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اپنے تمام بھائیوں کی طرح نہایت نیک اور صالح تھے۔

آپ کی وفات بھی آپ کے آبائی گاؤں مٹیاری میں ہوئی اور یہیں آپ مدفون ہوئے آپ کی تاریخ وفات پیر غلام رسول جان مجددی نے تحریر فرمائی جس میں آپ کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور آخر میں آپ کا سن وفات ۱۳۹۶ ھ بھی لکھا ہے۔ یہ تاریخ وصال آج بھی آپ کے لوح مزار پر کندہ ہے۔

ہر کسے رابزمان حضرت عبدالباقی است ... وہ عجب منزلت و مکنت عبدالباقی است

یاد اوصاف جمیلش بجہاں موفود است ... عاقبت عفو زہے قسمت عبدالباقی است

حب با احمد مختار بہ آل و اصحاب ... سبب منقبت و مدحت عبدالباقی است

مرشد و والد او حضرت حاجی آغا ... باعث مرتبت و ابہمت عبدالباقی است

شب یک شنبہ ربیع الاول و ثانی عشر ... ساعۃ ہشت چہ خوش و صلت عبدالباقی است

زجدائیش دل افگار چہ خویش و احباب ... داغ در سینہ ہم از فرقت عبدالباقی است

اے خدا آنچہ بخواہد ہم وقت از تو غلام ... مغفرت و موہبت و رفعت عبدالباقی است

ہاتف غیب سنش گفت و نجو اندیم بلب ... ہر تو رحمت حق رحلت عبدالباقی است

۱۳۹۶ھ

راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

میاں محمد علی مجددی

آپ حضرت خواجہ عبدالرحیم صاحب عرف حضرت آغا صاحب مٹیاری والوں کے چوتھے فرزند ہیں اور بڑے اوصاف و کمالات کے مالک تھے۔ آپ کے متعلق حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی فرماتے ہیں۔

"بکمالات متصف اند در طب مزاولیتے نیک دارند"

بشارت:۔ آپ کی والدہ کے یہاں آپ سے قبل ایک بچہ فضل علی کے نام سے پیدا ہوا جو چھ ماہ کے بعد فوت ہو گیا جس کا آپ کی والدہ کو بہت دکھ ہوا جب وہ بے حد غمگین ہوئیں تو آپ کے والد نے فرمایا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت سے فرزند عطاء کریگا پہلے محمد علی پیدا ہوگا پھر احمد علی پھر شیر علی پھر غلام علی پھر فتح علی، چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا اسی طرح تمام بچے یکے بعد دیگرے تولد ہوئے۔

اخلاق و عادات:۔ شفقت محبت سخاوت اور مہمان نوازی آپ کی خاص امتیازی خصوصیات میں سے تھیں۔ آپ نے بڑی پروقار زندگی گزاری بلکہ آپ اپنی بود و باش بڑی امیرانہ رکھتے تھے۔ آپ کی حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ وقت کے بڑے بڑے حاکم بھی آپ کے سامنے آنے سے گریز کرتے تھے۔

حکمت:۔ آپ فن طب و حکمت میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں علاج کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ غریبوں کو مفت دوائیں دیتے تھے جبکہ امیروں اور دولتمندوں سے یہ کہہ کر زیادہ رقم وصول کرتے تھے کہ اس رقم سے دوا لے کر غریبوں کو مفت دونگا جس پر امراء بھی بخوشی راضی ہو جایا کرتے تھے۔ کبھی اپنے پاس سے رقم لگا کر غریبوں کو دوائیں دے دیا کرتے تھے۔

عبادات:۔ بڑے عابد و زاہد اور شب زندہ دار تھے ۔ جمعہ کے دن مغرب سے لیکر صبح فجر تک عبادات اور اورادو وظائف میں مصروف رہتے تھے اور اس دوران کسی سے کلام نہیں فرماتے تھے ۔ اور نہ اس اثناء میں اپنے گھر سے باہر نکلتے تھے جنات بھی بہت سے آپ کے تابع تھے ۔

تحریک خلافت:۔ تحریک خلافت جب چلی تو اس میں آپ نے بھرپور طریقہ سے حصہ لیا، مالی جانی ہر طریقہ سے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا ۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ جو بھی اسلامی دینی مذہبی کوئی تحریک یا جلسے جلوس ہوتے تھے اس میں آپ پیش پیش رہتے تھے بلکہ اس کی قیادت فرمایا کرتے تھے ۔ چونکہ آپ کی زبان میں اثر تھا اس لئے ایسے مواقع پر آپ کے ارشادات بڑے پر اثر ہوتے تھے ۔

بھتیجہ سے محبت:۔ اپنے بھتیجہ اور مٹیاری کے آستانہ کے سجادہ نشین حضرت پیر غلام مجدد صاحب مجددی سے آپ خصوصی محبت کرتے تھے بلکہ چھوٹا ہونے کے باوجود ان کی بڑی قدر و منزلت فرمایا کرتے تھے ۔ اپنے بھتیجہ کے نام عمر کوٹ کے زمانہ قیام کے دوران جب کبھی خط ارسال فرمایا کرتے تھے تو اس میں ان کو حقائق و معارف آگاہ حضرت مولوی صاحب کے لقب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے

سکونت:۔ آپ نے اکثر اپنی رہائش عمر کوٹ کے قریب "صاحبن جی گوٹھ" میں رکھی ، کبھی کبھی عمر کوٹ شہر میں آکر اقامت گزین ہوجاتے تھے ۔ طب کے ساتھ ساتھ وہیں زمینداری بھی فرمایا کرتے تھے ۔

وفات:۔ آپ نے ۱۳۴۲ ھ میں عمر کوٹ کے قریب "صاحبن جی گوٹھ میں وفات پائی ۔ لیکن آپ کا جنازہ وہاں سے مٹیاری لایا گیا اور یہاں قبہ شریف کے باہر اپنے آباؤ اجداد کے قرب میں آپ کو دفن کردیا گیا ۔

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات پر حضرت آقا پیر محمد اسماعیل جان مجددی جن کا تخلص روشن تھا۔ انہوں نے آپ کے متعلق یہ اشعار تحریر فرمائے جس میں " فیض رساں عالم " سے آپ کا سن وفات بھی نکالا ہے۔

شہ محمد علی از عالم فانی اکنوں ۔۔۔ آہ بگزشت وبہادرد جدائی بگذاشت

آں شہ کشور علم و عمل و فضل و ہنر ۔۔۔ علم نقل سوئے جنت فردوس افراشت

سال ترحیلش از " فیض رساں عالم " ۔۔۔ گفت ہاتف قلم روشن ایں دوں بنگاشت

۱۳۴۲ھ

برادران:۔ آپ کل آٹھ بھائی تھے۔ پہلے دو بھائی حضرت فدائے مجدد اور حضرت میاں عبدالحلیم ایک ماں سے تھے، حضرت فدائے مجدد نے قندھار میں زندگی گزاری اور وہیں مدفون ہوئے۔ جبکہ ۳۔ حضرت محمد اعظم، ۴۔ حضرت محمد علی، ۵۔ حضرت احمد علی عرف منو جان، ۶۔ حضرت شیر علی، ۷۔ حضرت غلام علی، ۸۔ حضرت فتح علی دوسری ماں سے تھے۔ ان بھائیوں میں حضرت احمد علی جو منو جان کے لقب سے معروف تھے شروع میں لاہور میں رہے پھر کراچی میں آکر بس گئے اور ۴۵ سال کی عمر میں مرض طاعون وفات پائی حضرت روشن نے اس شعر میں آپ کی تاریخ وصال لکھی

چو رخت از دہر فانی است ۔۔۔ سکندر بخت شد سال وفاتش

تیسرے بھائی محمد عظیم تھے جو آزاد طبیعت کے مالک تھے عمر کوٹ کے علاقہ میں زندگی بسر فرمائی وہیں ۱۳۴۱ھ میں وفات پائی اور مٹیاری میں مدفون ہوئے چھٹے بھائی شیر علی تھے جنہوں نے ساری زندگی غنا اور بے نیازی کیساتھ مٹیاری میں گزاری تقریباً ۵۰ سال کی عمر میں حضرت ضیاء احمد (ملیر والے) کے یہاں آپ نے

شادی کی لیکن آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی شادی کے دوسرے سال ۱۳۴۷ھ کو آپ نے وفات پائی۔ حضرت روشن نے "ملجاء غریباں" کے لفظ سے آپ کا سن وفات نکالا ہے۔

ساتویں بھائی غلام علی تھے جنہوں نے ۱۳۳۰ھ میں ۳۰ سال کی عمر کے اندر عین شباب میں دق کے عارضہ میں کراچی کے زمانہ قیام کے دوران وہیں وفات فرمائی لیکن جنازہ مٹیاری لایا گیا اور یہیں مدفون ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

آٹھویں بھائی فتح علی تھے جنہوں نے ابتدائی کافی عرصہ مٹیاری میں گزارا اس کے بعد عمر کے آخری حصہ میں ملیر کراچی منتقل ہوگئے اور " سھڑی جی گوٹھ " میں رہائش پذیر رہے اور یہیں ۷۲ سال کی عمر میں ۱۳۸۴ھ کو وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

اولاد:۔ حضرت میاں محمد علی کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ حضرت محمد موسیٰ، ۲۔ حضرت محمد ایوب، ۳۔ حضرت محمد یعقوب۔ ان میں حضرت محمد موسیٰ کے ایک صاحبزادے آقا محمد اسحاق ہیں جبکہ حضرت محمد یعقوب کے چار صاحبزادے ہیں ۱۔ ضیاء الدین ۲۔ محمد سعید، ۳۔ علی احمد، ۴۔ عبدالقادر۔

حالات ماخوذ از:۔ (۱) انساب الانجاب، خواجہ محمد حسن جان مطبوعہ لاہور

(۲) انساب نامون، پیر غلام رسول مجددی (قلمی)

(۳) راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

پیر غلام رسول جان مجددی

سندھ میں نقشبندی مجددی سلسلہ کا عظیم مرکز " مٹیاری " کی خانقاہ کے سجادہ نشین اور سندھ میں اپنی روحانی اور سیاسی خدمات کے حوالہ سے ایک عظیم نام پیر غلام مجدد سرہندی کے صاحبزادے پیر غلام رسول جان سرہندی مجددی ۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت مٹیاری میں ۶ شوال المکرم ۱۳۳۱ ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۱۴ء کو ہوئی ۔

تعلیم :۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مٹیاری شریف کی خانقاہ میں ہی بڑے بڑے علماء سے حاصل کی اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تکمیل آپ نے سورت کے مشہور مدرسہ " ڈھابیل " میں کی جہاں آپ نے مولانا شبیر سے فراغت حاصل کی ۔ آپ کی دستار بندی دھلی کے مفتی کفایت اللہ نے کرائی ۔ اس کے علاوہ مولانا انور شاہ کشمیری کے لاھور میں زمانہ قیام کے دوران بھی آپ نے انسے بہت سی درسی کتابیں پڑھیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مولانا انور شاہ کشمیری مجھ پر بہت شفقت کرتے تھے حتیٰ کے اپنے گھر میں اپنے بچوں کی طرح مجھے رکھتے تھے اور انہی کے ساتھ مجھے خاص خاص اسباق پڑھایا کرتے تھے ۔

بیعت و خلافت :۔ آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد اپنے والد گرامی حضرت پیر غلام مجدد صاحب سے آخر زمانہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور انہی سے روحانی تربیت حاصل کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

فتاویٰ نویسی سے اجتناب :۔ آپ متبحر عالم ہونے کے باوجود کسر نفسی کے طور پر فتاویٰ نویسی سے اجتناب فرمایا کرتے تھے ۔ اگر کوئی استفتاء آپ کی

پاس آتا تو آپ اس کو مفتی در محمد سکندری یا مفتی محمد معروف یا حیدرآباد میں حضرت قبلہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجدیا کرتے تھے اور ان کے یہاں سے جو جواب آتا تھا اس کی تصدیق فرما دیا کرتے تھے۔

لطافت طبع:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی پاکیزہ طبیعت اور ایسا قلبی نور عطاء فرمایا تھا کہ کوئی ناپاکی کی حالت میں اگر آپ کے پاس آجاتا تو آپ فوراً اپنی محفل سے اٹھا کر اسکو غسل کر کے آنے کی ھدایت فرمایا کرتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی یہ کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے پیر غلام مجدد سرھندی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تھر میں اونٹوں پر بہت سے دوستوں کے ہمراہ آپ سفر فرما رہے تھے تقریباً پچاس ساٹھ اونٹوں کا قافلہ ساتھ تھا آپ نے راستہ میں سارے قافلہ کو رکوا دیا اور فرمایا قافلہ میں فلاں شخص کو بلاؤ جب وہ آیا تو اس سے فرمایا تم واپس اپنے گھر جاؤ اور نہا کر آؤ۔ اسی طرح "گھڑیال" کی طرف آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ وہاں "در سمجھوج" کے یہاں آپ کی دعوت تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک شخص کے یہاں آپ نے قیام فرمایا صبح جب درس سمجوچ آپکو بلانے کے لئے آیا تو جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا آپ نے فرمایا رک جاؤ تمہارے پاس ایک مٹکا پانی بھی نہیں کہ یہاں نہا کر آتے" اس کے بعد آپ نے اس کی دعوت بھی قبول نہیں فرمائی۔

روحانی بصیرت:۔ اس وقت کے گورنمنٹ کالج کے پرنسپل محمد عمر منگریو کا بیان ہے کہ میری کبھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ایک روز میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا اس وقت آپ درخت کے سایہ میں سر کے نیچے اینٹ کا تکیہ لگائے آرام فرما تھے۔ آپ کی اس سادگی کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے صوفیاء اور علماء کی یاد تازہ ہو گئی میں آپ کے قریب بیٹھ گیا، آپ کی جب آنکھ کھلی تو آپ نے میری طرف دیکھتے ہی فرمایا "میاں محمد عمر کیا حال ہے" حالانکہ اس

ہے قبل نہ انہوں نے مجھے کبھی دیکھا اور نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی۔

اسی طرح حافظ بشارت احمد بتاتے ہیں کہ دو آدمی میرے ساتھ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے ان میں سے ایک کو تو آپ نے فرمایا جاؤ پہلے نہا کر آؤ اور دوسرے کو بغیر اس کے بتائے اس کی قلبی آرزو کو جان کر اسکے حل کے لئے فرمایا " تم سخی شاہ رکن الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنکا مزار مٹیاری میں ہی ہے) یا میوں سید حاجی کے مزار شریف پر حاضر ہو کے دعا کرو انشاء اللہ تمہارے رزق میں برکت ہو جائیگی۔

قلندرانہ شان :۔ آپ قلندرانہ شان کے مالک تھے کبھی آپ کے پاس لاکھوں روپے ہوتے تھے تو کبھی ہاتھ میں ایک پائی بھی نہیں ہوتی تھی۔ بعض اوقات ایسی بھی صورتحال ہوتی تھی کہ اپنے محبوب نبی کے اتباع میں کئی کئی روز تک آپ کے گھر میں چولھا نہیں جلتا تھا صرف ستو پر بچوں کو بھلایا جاتا تھا، ایک دفعہ تین دن کے فاقے کے بعد جب ایک مرید صادق نے کچھ نذرانہ پیش کیا تو آپ نے بازار سے اس کا آٹا منگوایا اور اپنے صاحبزادے پیر غلام مجدد جو اس وقت بہت کمسن تھے انکا بازو پکڑ کے اپنے مریدوں سے فرمایا اگر میں چاہوں تو ان کو حرام کھلا کر خوب لال پیلا کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم پھر ان میں ایمان نہیں ہو گا۔ ہم اس میں خوش ہیں کہ تین دن بعد ملے لیکن رزق حلال ہو " آپ کی اس شان فقر کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک " الفقر فخری " کی عملی تفسیر سامنے آجاتی تھی۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر نہ چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ جس کا بوریا سادہ بچھونا تھا

شادی :۔ آپ سیلانی اور لاابالی طبیعت کے آدمی تھے اس لئے ایک عرصہ تک آپ نے شادی نہیں کی ۵۴ سال کی عمر میں آپ کو خیال آیا کہ اس سنت کو بھی

پورا کر لیا جائے چنانچہ اس کبرسنی میں آپ نے شادی فرمائی۔

اولاد:۔ آپ کے ۶ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ۱۔ پیر غلام مجدد ۲۔ پیر غلام محمد ۳۔ پیر علی شیر ۴۔ پیر غلام نبی اللہ ۵۔ پیر محمد فرخ شاہ ۶۔ پیر عبدالحکیم۔ ماشاء اللہ یہ بچے بہت نیک اور صالح ہیں آپ کے بڑے صاحبزادے پیر غلام مجدد ماشاء اللہ بحد ملنسار اور تواضع و انکساری اور محبت و اخلاص میں اپنے آباء واجداد کا نمونہ ہیں اور اس وقت وہ ہی اپنے والد کے جانشین میں آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ماشاء اللہ جامعہ مجددیہ ملیر میں تحصیل علوم دینیہ کر رہے ہیں۔

وصال:۔ آپ کی جب بیماری بڑھ گئی تو آپ کو راجپوتانہ ہسپتال (حیدرآباد) میں داخل کرادیا گیا۔ یہ فقیر بھی آپ کی عیادت کے لئے وصال سے چند گھنٹے پہلے حاضر ہوا تو بڑی محبت اور شفقت فرمائی۔ الغرض اسی ہسپتال میں ۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۹۰ء بروز منگل بوقت ۴۵-۹ آپ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

نماز جنازہ:۔ وصال سے قبل آپ نے اس سیاہ کار رقم الحروف کے لئے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز محمد زبیر پڑھائیں کیونکہ میرے والد گرامی کی نماز جنازہ ان کے والد مفتی محمد محمود (الوری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی تھی۔ چنانچہ آپ کی اس وصیت اور آپ کے صاحبزادے پیر غلام مجدد صاحب کے حکم کے مطابق یہ فقیر دوسرے دن مٹیاری پہنچ گیا جہاں آپ کے جنازہ میں شرکت کے لئے آپ کے ہزارہا مریدین محبین کے علاوہ نقشبندی سلسلہ کے بہت سے بزرگان دین کے علاوہ سندھ میں خانوادہء مجددیہ کے بہت سے چشم و چراغ بھی وہاں موجود تھے اور یہ امر فقیر کے لئے لائق فخر و انبساط ہے کہ حضرت جیسے ولی کامل کی نماز جنازہ پڑھانے کی فقیر کو سعادت حاصل ہوئی شاید کل قیامت کے دن اسی

کے صدقہ میری بخشش ہو جائے ۔

شعر و شاعری :۔ آپ اشعار کی کان تھے ، فارسی عربی اورد اور سندھی کے بے شمار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے ۔ اور دوران گفتگو کسی بھی موضوع پر کئی کئی اشعار آپ تسلسل اور روانی کیساتھ سناتے چلے جاتے تھے ۔ اس کے علاوہ خود بھی شاعری فرماتے تھے ، چنانچہ مٹیاری میں جہاں آپ اپنے آباء واجداد کے پہلو میں مدفون ہیں وہاں حضرت پیر عبدالباقی مجددی کا مزار مبارک بھی ہے اور لوح مزار پر آپ کا کہا ہوا یہ قطعہ تاریخ وفات مرقوم ہے ۔ جس سے اس فن میں بھی آپ کے کمال مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔

ہر کے را بزبان حضرت عبدالباقی ست ۔۔۔ وہ عجب نزلت و مکنت عبدالباقی ست

یاد اوصاف جمیلش بجہاں موفور ست ۔۔۔ عاقبت عفوزہے قسمت عبدالباقی ست

حب با احمد مختار و بہ آل و اصحاب ۔۔۔ سبب منقبت امرحت عبدالباقی ست

مرشد و والد او حضرت حاجی آغا ۔۔۔ باعث مرتبت داہبت عبدالباقی ست

شب یک شنبہ ربیع الا دل ثانی ست ۔۔۔ ساغہ ہشت چہ خوش وصلت عبدالباقی ست

اجدائش دل انگار چہ خوش و احباب ۔۔۔ داغ در سینہ ہم از فرقت عبدالباقی ست

ہے خدا آنچہ بجواہد وقت از تو غلام ۔۔۔ مغفرت مرحبت و رفعت عبدالباقی ست

ہاتف غیب سنش و بخواندیم بلب ۔۔۔ بر تو رحمت حق رحلت عبدالباقی ست

۱۳۹۶ھ

حالات ماخوذ از :۔ انساب نامون ، پیر غلام رسول مجددی (قلمی)

راقم الحروف نے صاحبزادہ پیر غلام مجدد ابن پیر غلام رسول مجددی سے زبانی حالات معلوم کیے۔

مخدوم محمد اسحاق سکھریہ (ملا کاتیار)

ٹنڈو محمد خان (ضلع حیدرآباد) کے قریب مشہور نقشبندی خانقاہ " ملا کاتیار " کے سجادہ نشین اور اپنے وقت کے کامل صاحب کشف و کرامات مجذوب تھے ۔ بڑے بڑے علماء صلحاء امراء حکمران بادشاہان وقت آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے اور آپ سے دعاؤں کے خواستگار ہوتے تھے ۔ اور آپ کی دعاؤں سے مرادیں پا کر جاتے تھے ۔ آپ کے روحانی مقامات اور کرامات کے ہزارہا واقعات اس خطہ کے باشندوں میں زبان زد عام ہیں ۔

نام :۔ آپ کا اسم گرامی مخدوم محمد اسحاق سکھریہ ہے ۔ " سکھر " میرپورخاص کے قریب ایک گاؤں ہے آپ کے مورث اعلیٰ اس گاؤں کے اصل باشندے تھے اس لئے آپ کو اس نسبت سے سکھریہ کہا جاتا ہے ۔

آباء واجداد :۔ آپ کے آباء و اجداد میں پشت در پشت ولایت اور جذب چلا آرہا ہے ، آپ کے والد گرامی کا نام شاہ عبدالرحیم تھا جنکا سن وفات ان کے لوح مزار پر ۳ صفر المظفر ۱۳۵۹ ھ لکھا ہوا ہے ۔ آپ کے دادا کا اسم گرامی مخدوم ولی محمد (اول) تھا جو سائیں نالے وڈھا کے نام سے معروف تھے انکا سن وفات ان کے لوح مزار پر ۳ ذیعقد ۱۳۱۶ ھ مرقوم ہے ۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ عبدالرحمن سرھندی سے شرف بیعت اور سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت رکھتے تھے آپ کے برادر مخدوم محمد یوسف خواجہ عبدالرحمن مجددی کے والد گرامی شاہ عبدالقیوم مجددی کے خلیفہ مجاز تھے ۔ الغرض یہ تمام سلسلہ کاملین اولیاء اللہ پر مشتمل ہے ۔

شیخ بہاؤالدین کا ارشاد :۔ آپ اور آپ کے تمام آباء و اجداد شیخ بھرکیو اور انکی اولاد کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ کے مورث اعلیٰ جب شیخ بہاوالحق و الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت لے کر باہر نکلے تو شیخ بھرکیو نے انسے پوچھا کہ کچھ تمہیں ملا۔ انہوں نے فرمایا کہ ولایت سے مرشد نے وہ اعلیٰ مقام عطاء فرمایا ہے کہ لوح محفوظ تک دیکھ رہا ہوں، شیخ بھرکیو نے انسے فرمایا یہ تو تم نے اپنے لئے لیا لیکن اپنے بچوں کے لئے کیا۔ آپ دوبارہ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی اولاد کے لئے عرض کی تو انہوں نے فرمایا "سکھریہ پر پتھریہ ئے پوماں پیئے پیر" یعنی سکھریہ! تمہاری اولاد میں جو بھی آئیگا وہ پیر اور ولی ہوگا۔

ایک ولی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اللہ کے یہاں مقبول ہوئے اور اس سلسلہ میں تمام کاملین اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔

برادر گرامی :۔ مخدوم محمد اسحاق کے ایک برادر گرامی بھی تھے جنکا نام دادا کے نام پر ولی محمد (ثانی) تھا جن پر وجذب اور مستی کی کیفیت کا اسقدر غلبہ رہتا تھا کہ آپ کو ہر وقت زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا تھا۔

تعلیم :۔ مخدوم محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے لئے آپ کے والد نے خاص اهتمام فرمایا هندوستان کے مشہور عالم جو ملا سورتی کے نام سے مشہور تھے ان کو بلوایا جنہوں نے آپ کو علوم عقلیہ اور نقلیہ کی مکمل تعلیم دی، آپ کو شرح شافیہ، منطق کی کتاب سلم فلسفہ کی کتاب هدایہ الحکمہ پوری پوری زبانی یاد تھیں۔

علم لدنی :۔ اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے بھی سرفراز

فرمایا تھا ۔ سندھ کے حکمرانوں اور یہاں کے معروف اور غیر معروف خاندانوں شہروں کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک اور وہاں کے رہنے والوں اور قبائل کی تاریخ اس تفصیل سے آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جایا کرتے تھے ، بڑے بڑے صحافی اور مصنفین و تاریخ داں آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے تاریخی حقائق اور معلومات حاصل کر کے جایا کرتے تھے حتیٰ کے ایک انگریز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی تاریخ سے متعلق معلومات کی وسعت کو دیکھ کر آپ کی عظمت کا معترف ہوا اور فوراً مسلمان ہو گیا ۔

مولانا قاسمی کی رائے :۔ سندھ کے نامور اسکالر مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور مولانا غلام محمد گرامی اکثر آپ کے خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور آپ کی اسی تبحر علمی کو دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ میں نے بہت سے علماء و مشائخ کو دیکھا ہے لیکن مجھے کسی نے اتنا متاثر نہیں کیا جتنا اس بزرگ نے کیا ہے ۔

کتب خانہ :۔ آپ کو عمدہ عمدہ کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا کسی سے کسی اچھی کتاب کا ذکر سن لیتے تو فوراً حکم دیتے کہ بازار سے خرید کر ذاتی کتب خانہ میں رکھ دی جائے ۔ جب وہ کتاب آتی آپ اس کو ہاتھ میں بھی نہیں لیتے بلکہ دور سے دیکھ کر کتب خانہ میں رکھوا دیتے کبھی اس کا مطالعہ نہیں فرماتے لیکن اسکے باوجود اگر اس کتاب کے کسی حوالہ کی ضرورت ہوتی تو باب مع صفحہ نمبر کے وہ حوالہ ارشاد فرما دیا کرتے تھے آپ کی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ اگر میں کسی اہم علمی فقہی مسئلہ میں الجھ جاتا اور مجھ سے وہ مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا اور آپ سے دریافت کرتا تھا آپ تھوڑی دیر مراقبہ فرماتے تھے اور اس کے بعد اس مسئلہ کا جواب تفصیل کے ساتھ مع حوالہ کتب حتیٰ کے صفحہ نمبر تک بیان فرما دیا کرتے تھے ۔

آپ کے کتب خانہ میں نادر کتب کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جس میں چھپن ۵۶ عمدہ اور قیمتی تفاسیر بھی موجود ہیں ۔

بیعت و خلافت :۔ آپ اپنے والد صاحب سے ہی شرف بیعت رکھتے تھے اور انہی سے آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی ۔

ریاضات :۔ آپ نے اعلیٰ روحانی مقامات حاصل کرنے کے لئے بے پناہ ریاضات و مجاہدات کئے ، حتیٰ کے ایک دفعہ آپ نے ایک جھوٹی سی جھونپڑی میں بارہ سال چلہ کاٹا جس میں کھانے کے اندر لحمیات وغیرہ سے مکمل اجتناب رکھا ۔

روحانی تربیت :۔ کوئی بیعت کا خواہش مند ہوتا تو آپ اس کو فوراً بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ کئی سال تک اس کے شوق کا امتحان لیکر جب طلب صادق دیکھتے تب اس کو داخل سلسلہ فرماتے تھے ۔ اور بیعت فرمانے کے بعد روحانی تربیت بھی فرماتے تھے چنانچہ مولانا روشن علی صاحب کو آپ نے آٹھ مہینہ تک ایک چلا کروایا اور ان کو ھدایت فرمائی کہ اس چلہ میں سوائے روٹی اور آم کے کوئی چیز نہ کھانا ۔ مولانا روشن علی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے زیر سایہ اللہ تعالیٰ نے جن عنایات سے نوازا اس میں حضور سرور دو جہاں صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سرفہرست ہے آپ ہر آنے والے کو نماز اور اتباع شریعت کی ہدایت فرماتے تھے جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو سب کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کرتے تھے ۔

عادت :۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ کسی سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے خواہ کتنا ہی کوئی اعلیٰ مرتبہ کا آدمی ہو ۔ اگر کبھی کسی سے اتفاقاً ھاتھ ملالیتے تو اسکے بعد پھر ہاتھ کو خوب دھوتے تھے ، صبح سے شام تک ایک نشست پر بیٹھے رہتے تھے ۔ جب وضو کرتے تھے تو تقریباً سو (۱۰۰) لوٹے وضو میں استعمال فرماتے تھے جبکہ آپ کا

ایک لوٹا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس میں تقریباً بیس پچیس سیر پانی آجائے ۔ آپ کے وضو کرنے میں دو دو گھنٹہ لگ جایا کرتے تھے جب کوئی عرض کرتا تو آپ فرماتے " بابا دل کو جب تک تسکین نہیں ہو جاتی ہم وضو کرتے رہیں گے ۔

دوستی :۔ فرماتے تھے بابا دوستی دیکھ کر کرنا چاہیئے کیونکہ جس سے دوستی کرنی ہے کل قیامت کے دن اس کی شفاعت بھی کرنی ہے ۔

کشف :۔ مولانا محمد رمضان ، مولانا روشن علی کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے حیدرآباد سے چلے راستہ میں ٹنڈو محمد خان کے کسی ہوٹل میں کھانا کھایا اور وہاں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ چونکہ اونچا سنتے تھے اس لئے لوگ پرچی پر لکھ کر اپنا مدعیٰ آپ کے سامنے عرض کرتے تھے اور آپ اس کا جواب دیا کرتے تھے مولانا رمضان نے آپ سے عرض کیا کہ حضور ! پہلے میرے باطن میں اتنی جلاء پیدا ہوگئی تھی کہ کشف حاصل ہو گیا تھا لیکن اب وہ کیفیت باقی نہیں رہی ، آپ نے فرمایا کھاؤ گے ٹنڈو محمد خاں کے ہوٹلوں کا کھانا تو کشف کہاں سے باقی رہے گا ۔

اسی طرح اس واقعہ سے بھی آپ کے کشف تام کا اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے بڑے صاحبزادے کے ہوتے ہوئے چھوٹے صاحبزادے کی شادی کی تیاری کا حکم دے دیا جب لوگوں نے عرض کیا کہ پہلے بڑے صاحبزادے کی شادی کی جانی چاہیئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اس کو تیار کر لو جب لوگ آپ کے بڑے صاحب زادے کے پاس آئے اور ان سے شادی کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا یہ راز کی بات ہے آئندہ مجھ سے اس کے متعلق کوئی بات نہ کرنا ۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق چھوٹے صاحبزادے کی شادی کردی گئی اور جس روز ان کی شادی ہوئی اس کے دوسرے روز بڑے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا ۔ اس وقت لوگوں کے سمجھ میں آئی کہ یہ راز تھا جس کے باعث دونوں ولی باپ بیٹے اس معاملہ میں

خاموش تھے ۔

جانوروں کا باڑا:۔ ملا کاتیار میں جب داخل ہوتے ہیں تو ایک وسیع قطعہ اراضی پر جانوروں کا باڑا نظر آتا ہے جو آپ کی قیامت تک ایک زندہ کرامت ہے ۔ اور اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ اس علاقہ میں مچھر مکھی وغیرہ بڑی کثرت سے ہیں جو گائے بھینسوں اور مویشیوں کو بہت پریشاں کرتے تھے ۔ وہاں کے باشندوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی عرض کی آپ نے فرمایا ہماری زمین میں مویشیوں کو رکھا کرو آرام سے رہینگے ۔ لوگوں نے آپ کی زمین پر مویشی رکھے تو واقعی وہاں مچھر وغیرہ نے کوئی ایذاء نہیں پہنچائی آج یہ عالم ہے کہ آس پاس ہر جگہ مچھروں کی بہتات اور افراط ہے لیکن جس جگہ آپ نے فرما دیا وہ جگہ مچھروں سے محفوظ ہے اسی لئے آس پاس کے علاقہ کے سب لوگ رات کو اپنے اپنے مویشی اسی جگہ پر لا کر باندھتے ہیں تا کہ ان کے مویشی مچھروں سے محفوظ رہیں ۔

زبانیں:۔ آپ عربی ، فارسی ، اردو ، سندھی ، بلوچی اور بروھی زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے ۔

زعمائے سلطنت کی عقیدت:۔ سندھ کے بڑے بڑے بزرگ اور پیر حق کے موجودہ پیر صاحب پگارا مع اپنے اہل خانہ کے آپ کے پاس بڑی ارادت سے آیا کرتے تھے ایک روز آپ نے ان سے فرمایا تم بڑے پیر ہو لہذا میرے پاس رات کو آیا کرو تا کہ تمہارے لئے کوئی دشواری پیش نہ آئے ۔

صدر پاکستان ایوب خاں سے لیکر ذولفقار علی بھٹو تک تقریباً تمام ہی وزراء اور زعماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی دعائیں لیکر جاتے تھے ۔

ایک روز ذوالفقار علی بھٹو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہ ننگے سر تھا کسی خلیفہ نے اس سے کہا کہ سائیں کے سامنے ٹوپی اوڑھ لو اس نے کہا

کہ انکی خدمت میں ٹوپی ہی پہننے تو آیا ہوں ۔ جب آپ نے اس کی یہ بات سنی تو ایک ٹوپی منگا کر اس کو پہنادی ۔ اللہ نے آپ کی دعا سے اس کو وزارت عظمیٰ بھی عطاء فرما دی ۔ لیکن جس رات اس نے قوم سے خطاب میں یہ کہا کہ میری کرسی مضبوط ہے اس ہی وقت آپ نے فرمایا اب یہ گیا ۔ اور پھر جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا ۔ لوگ کہتے ہیں جب اس کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو وہ آپکی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے ایک سیدزادہ کا قتل کیا ہے یاد رکھ سید کا خون رائیگاں نہیں جاتا ۔

بے نظیر بھٹو کے اقتدار میں آنے سے پہلے آپ نے فرمایا " مرد وہ ہے جو عورت کی حکمرانی سے پہلے ہی قبر میں چلا جائے ۔ چنانچہ آپ کی بات مردوں والی نکلی اور بینظر بھٹو کے حلف اٹھانے سے ایک دن پہلے آپ کا وصال ہو گیا ۔

یوم معافی :۔ ۲ محرم الحرام کو آپ پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوتی تھی جس میں آپ ہر شخص سے معافی طلب کیا کرتے تھے اور ہر ایک سے فرمایا کرتے تھے کہ میری کوئی بھی خطاء ہو تو معاف کر دو لوگ اس دن کو " یوم معافی " کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔

یوم مارشل لاء :۔ پورے سال میں ایک حالت آپ پر ایسی طاری ہوتی تھی کہ آپ سب کو غسل کرنے کا حکم دیتے تھے جو کوئی اس روز آپ سے ملاقات کے لئے آتا اس کو بھی غسل کرواتے حتیٰ کے اس دن تمام مسجد اور تمام مزار ، کھانے پینے برتنے کی ہر چیز کو آپ دھلوایا کرتے تھے ۔ لوگ اس کو مارشل لاء کے دن سے یاد کرتے ہیں ۔

وہابی دیوبندی :۔ وہابی دیوبندی سے آپ سخت نفرت فرماتے تھے ۔ فرماتے تھے کہ وہابی دیوبندی اذان دے تو اس کا جواب بھی نہیں دینا چاہیئے ۔ ایک دفعہ ایک دیوبندی وہابی آپ کی مسجد میں آگیا آپ نے ایک ہفتہ تک مسجد کو

پانی سے دھلوایا حتیٰ کے اس کے تمام مصلوں اور قالینوں کو جس پر اس نے نماز پڑھی تھی آگ میں جلوادیا۔

مونچھیں:۔ آپ کی مونچھیں بہت دراز اور لمبی تھیں ۔ ایک روز کسی علاقہ کے چند دیوبندی مولویوں نے فیصلہ کیا کہ ہم جاکر آپ سے کہیں گے کہ آپ نے خلاف شرع مونچھیں کیوں رکھی ہوئی ہیں اس کو کٹواکر شریعت کے مطابق کیوں نہیں کرتے ۔ ادھر وہ یہ ارادہ لیکر اپنے علاقہ سے نکلے ادھر آپ انکے قلبی خطرات پر مطلع ہوگئے اور آپ نے خادم سے ایک قینچی منگواکر اپنے پاس رکھ لی جوں ہی وہ لوگ آپ کے پاس پہنچے آپ نے ان کی بات شروع کرنے سے پہلے ان کے ہاتھ میں وہ قینچی دے دی اور فرمایا یہ میری مونچھیں کاٹ کر شریعت کے مطابق کردو ۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور انکار کرنے لگے لیکن آپ نے زبردستی جب سختی کیساتھ ان سے کہا تو انہوں نے وہ قینچی لیکر آپ کی مونچھیں کاٹنی چاہیں لیکن وہ ہزار کوشش کے باوجود مونچھیں تو نہ کاٹ سکے البتہ آپ کا ایک لب زخمی ہوگیا جسکا نشان کافی عرصہ تک باقی رہا۔

البتہ وصال سے ایک رات پہلے آپ نے اپنے حجام کو بلوایا اور اسکو حکم دیا کہ میری مونچھیں کاٹ دو اس نے انکار کیا تو آپ نے سختی کیساتھ فرمایا میرا حکم مانو اس نے عرض کیا حضور ساری عمر کبھی نہیں کٹوائیں اب کیوں کٹوا رہے ہیں ۔ فرمایا اس میں بھی ایک راز تھا لیکن اب حضورؐ کے سامنے جانا ہے لہذا سنت کے بغیر نہیں جاؤنگا ۔ یہ فرماکر اپنی مونچھیں ترشوائیں اور انکو شریعت کے مطابق کروایا اور دوسرے روز صبح وصال فرماکر حضور کی خدمت میں سنت کے ساتھ حاضر ہوگئے۔

وصال:۔ صبح اپنے خاص خلیفہ ہیرل کو حکم دیا جاؤ جانور ذبح کراؤ اور چاول بھگوؤ ۔ اپنے وصال کے بعد نماز جنازہ میں دور دراز سے آنے والوں کے لئے

کھانے کا پہلے سے انتظام کیا اس کے بعد وضو فرمایا وضو سے فارغ ہو کر چارپائی پر لیٹے اور اسی پاکیزگی کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

آپ کا وصال ۱۸ ربیع الاثانی ۱۴۰۹ ھ بروز جمعرات ہوا اور ملا کاتیار کے قدیم قبرستان میں اپنے آباء واجداد کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا ۔

اولاد :۔ آپ نے دو شادیاں کیں ایک مدینہ منورہ میں کی جس سے غلام مصطفیٰ عرف مٹھوسائیں پیدا ہوئے جو بڑے ذہین اور فطین تھے لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ اپنے والد کے سامنے ہی داغ مفارقت دے گئے ۔ آپ کی دوسری زوجہ محترمہ سے ایک صاحبزادے عبدالرحیم تولد ہوئے ۔ جنہوں نے علوم دینیہ پڑھا اور اپنے والد کے بعد ان کے جانشین ہوئے ان کو مریدوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ گاڑیاں تحفے میں پیش کیں وہ ان کو استعمال کیا کرتے تھے جبکہ آپ کے والد گرامی نے آپ کو فرمایا تھا کہ " بیٹا ہم فقیروں کی یہ شان کے لائق نہیں " لیکن وہ نہ مانے آخر ان کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ بھی عالم شباب میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ انکا مزار بھی قبہ کے اندر اپنے والد کے پہلو میں ہے ۔

اس وقت مخدوم عبدالرحیم کے دو صاحبزادے بقید حیات ہیں جن میں سے ایک آٹھ سال کے ہیں اور دوسرے دس سال کے ہیں وہ دونوں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں صبح ۸ بجے روزانہ اپنے مریدوں کو زیارت کرانے کے لئے باہر آتے ہیں اس کے علاوہ گھر سے باہر نہیں نکلتے ۔

خلفاء :۔ آپ کے خاص خاص خلفاء میں حاجی ہشام مروہی (سندھری) اور حاجی ٹھارو بروہی (سندھری) خاص طور پر قابل ذکر ہیں آپ کے خلفاء کا سلسلہ ہندوستان تک وسیع ہے ۔

راقم الحروف نے ملاکاتیار میں مزار شریف اور خانقاہ پر موجود بعض خلفاء سے یہ حالات معلوم کیے۔

سید میراں محمد شاہ ٹکھڑائی

آپ کے علمی اور روحانی ، ظاہری اور باطنی مقامات کا اندازہ سندھ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے ان تعریفی الفاظ سے ہوتا ہے جو انہوں نے آپ کے متعلق تحریر فرمائے ہیں۔

لکھتے ہیں۔

> سید موصوف شریف النسب عالم ، عامل، طبیب حاذق ، شاعر ماہر ، عابد ، زاھد، در فنون خوشنویشی و انگریزی خوانی و لطیفہ گوئی لا ثانی ۔ (تذکرۃ الصلحاء)

تعلیم:۔ آپ کا تعلق متعلوی سادات کے خاندان سے تھا۔ اوائل عمر میں آپ نے گاؤں " ٹکھڑ " کے ہی علماء اور اساتذہ سے تحصیل علم کیا، بالخصوص علم طب میں آپ نے کافی مہارت حاصل کی ۔ آخری عمر میں آپ نے اپنی ذکاوت اور ذھانت کے باعث انگریزی زبان میں بھی اچھی خاصی شدبد پیدا کرلی تھی ، اور فارسی میں تو بڑا عبور رکھتے تھے ۔۔ اچھے شاعر بھی تھے ، چناچہ آپ کا فارسی کلام اس وقت کے شاعروں میں بیحد مقبول تھا۔

سندھی زبان کی ترتیب:۔ انگریزوں کے ابتدائی دور میں سندھ کے جن بڑے بڑے زبان داں علماء مفکروں اور ادیبوں نے سندھی زبان کو باقاعدہ مرتب و مدون کیا ان میں سید میراں محمد شاہ کا نام بھی سرفہرست ہے ۔ چناچہ اس زمانہ کے کمشنر کی درخواست پر آپ نے سندھی زبان میں ایک کھانی لکھی جو آپ ہی کے نام سے اسوقت اشاعت پذیر ہوئی ، اس کا سندھی میں نام یہ تھا۔

سدا طوری ءکذا طوری"

بیعت:۔ ظاہری کمالات کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات سے بھی آپ آراستہ تھے اور اس کی تکمیل کے لئے آپ نے سندھ کے مشہور روحانی سرہندی بزرگ حضرت خواجہ عبدالقیوم مجددی (م ۱۲۷۱ ھ) کا دامن تھاما اور ان کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی ۔(۱)

عشق مرشد:۔ اپنے مرشد سے آپ کو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی (م ۱۳۱۵ ھ) سے بھی آپ کو اسی نسبت کی بناء پر بے پناہ محبت تھی ، بلکہ اپنے اس مرشد زادے سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا ، چنانچہ دیکھنے والے اس عشق کی داستان یوں سناتے ہیں کہ جب آپ کے مرشد زادے حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی سفر حج پر جارہے تھے تو جب قندھار سے سندھ کی طرف آئے تو ان کی آمد کی خبر سنکر خوشی سے آپ مست و بے خود ہوگئے اور فرط مسرت میں ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے تین سو میل کا لمبا سفر طے کر کے " بھاگ ناڑی " تک پہنچ گئے اور وہاں حضرت خواجہ عبدالرحمن کی قدم بوسی کر کے ان کا استقبال کیا ۔ اور حضرت کو اپنے ساتھ " ٹکھڑ " لیکر آئے اور کم و بیش ایک سال ۹۸ ۔ ۱۲۹۹ ھ تک اپنے اسی گاؤں میں اپنے پاس سکونت پذیر رکھا ۔ اس کے بعد حضرت خواجہ زیارت حرمین شریفین کے لئے چلے گئے ، جب آپ وہاں سے مراجعت فرما ہوئے تو سید میران محمد شاہ ہی کی وہ ذات تھی جس کے اصرار پر آپ نے مستقل ٹکھڑ میں سکونت اختیار فرمائی ۔ سید میراں محمد شاہ نے اپنے اس مرشد زادے کے لئے اپنے مکان اور رہنے کے مقامات خالی کردیئے ، حضرت خواجہ کو اس میں ٹھہرایا اور تمام عمر خدمت میں بسر کردی ۔

آپ کے اس اخلاص اور جذبہ خلوص و محبت کو صاحب مونس المخلصین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔

(۴)

حضرت ایشاں در شہر ٹکھڑ آمدند، دراں قریہ سید میران محمد شاہ، والہ بخش شاہ زمینداران شہر ٹکھڑ و دیگر سادات متعلوی جا ہہائے خود خالی کردہ برائے سکونت حضرت ایشاں دادندو مدۃ العمر خیلے جاں نثاری ہا واخلاص و محبت ہائے مافوق البیان بروئے کار آور دند، و تعظیم توقیر صاحبزادگان بلکہ خادمان درگاہ دقیقہ از دقائق فرونمی گزاشتند" (۳)

یہ تصوف ہی کا کمال تھا جس نے سید میراں محمد شاہ کی "انا" کو ایسا ختم کر دیا تھا کہ باوجود ایک بڑے زمیندار اور مالدار ہونے کے اپنے مرشد زادے بلکہ ان کے خادموں اور غلاموں کی خدمت کو بھی انہوں نے اپنے لئے باعث فخر سمجھا اور اس طرح "فنا" کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ "ٹکھڑ شریف حضرت خواجہ عبدالرحمن کی وجہ سے علوم و عرفان کا گھوارہ اور مرجع خلائق بن گیا۔ دور دور سے علماء اور مشائخ یہاں آکر اکتساب فیض کرنے لگے، اور اس سب کا سہرا" سید میران محمد شاہ" کے سر رہا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبداللہ المعروف بشاہ آغا اسکی یوں تصور کشی فرماتے ہیں۔

در طرف ایں سنوات عشرہ (موافق سنین ہجرت) ٹکھڑ شریف مرجع خلائق و ملجائے عالم گردید، از اطراف و اکناف سندھ ہر گو نہ مخلوق از خواص و عوام و فقراء و امراء و مشائخ و علماء قطع منازل و مراحل کردہ جوق درجوق می آمد ند واز چشمۂ فیوض و برکات ایشاں مستفیض و سیراب شدہ می رفتند۔

تصنیفات:۔ آپ کی تصنیفات میں دو ہی کے نام معلوم ہو سکے۔ ایک تو وہ

کہانی کی کتاب جس کا ذکر پہلے گزرا ۔ اس کے علاوہ جب آپ حج بیت اللہ کے لئے جارہے تھے تو آپ نے روانگی سے قبل اپنی اولاد اور اپنے شاگردوں کے لئے " علم طب " میں ایک رسالہ تحریر فرما کر ان کو عنایت فرمایا جس میں اپنے تجربات کو آپ نے ذکر فرمایا اور اس رسالہ کے آخر میں آپ نے مفردات طب کا بھی بیان فرمایا ہے ۔

اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے ۔

نحمداللہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین ، میگوید فقیر اضعف عباداللہ الاحدالسید میراں محمد کہ ایں چند فوائد است در علم طب آلخ ۔

اور رسالہ کے اختتام میں قطعۂ تاریخ آپ نے تحریر فرمایا ہے ۔

شکر للہ شد تمام ایں نسخۂ شیریں لطیف
مجمع رمز طبابت ، معدن علم شریف
چونکہ جستم از خرد تاریخ ایں موخبر غریب
ہیں جو ابش رانگر . . . . . . شوخ عجیب ۔

۱۲۶۸ھ

" راجی رحمۃ ربہ میران محمد "

آخری مصرعہ میں کچھ الفاظ مٹے ہوئے تھے جو سمجھ میں نہیں آسکے ۔

وفات :۔ دینی اور دنیوی دولت سے مالا مال یہ فقیر راہ نشین پیر کے دن جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ میں مغرب کے وقت نمونئے کے عارضہ میں مبتلاء ہو کر واصل باللہ ہو گیا ۔

تاریخ ہائے وفات :۔ آپ کی رحلت پر بہت سی تاریخ ہائے وفات لکھی گئیں ہیں جن میں سے ایک سید غلام محمد شاہ گدا کی لکھی ہوئی یہ ہے ۔

سید میراں محمد شاہ بود
عارف حق و قدوہ اہل یقین

کاظمی حیدری و موسوی
زبدہ اولاد ختم امرسلین

مفتی و حاجی و پرہیزگار
حافظ قرآن بحکمت ہم قرین

خادم شرع محمد مصطفیٰ
استقامت داشت بردین متین

فیض یاب از خواجگان نقشبند
واقف اسرار رب العالمین

محمد در انوار یزدانی مدام
بود فارغ از خیال آن و ایں

جد پاکش آمد از متعلوی
کز قدومش شد تکر رونق گزیں

وقت مغرب روز مریخ آمد
کرو رحلت در جمادی الاولین

از لقائے ایزدی شد کامیاب
مسکنش حق داد فردوس بریں

نور حق برتر بتنش چوں سائباں
مرقدش ہر دم برحمت ہم قرین

با سر افسوس تاریخش بگو
وائے سید پاک ذات و پاک دین

۱۳۰۹ھ

سید غلام محمد شاہ گدا کا ایک اور آپ کے متعلق تاریخی شعر۔

باسر ہمت گدا تاریخ او

" زد رقم میراں محمد در بہشت

۱۳۰۹ھ

مخدوم محمد ابراہیم نقشبندی ٹھٹوی نے آپ کے وصال پر آپ کی اس قطعہ میں یوں تاریخ وفات نکالی۔

سرائے رحلت میراں محمد صاحب

کہ بود سید عالی نسب ادیب نجیب

بہ بحر فکر چو غواص طبع غوطۂ زد

کشمید ایں در غلطان " غریب بود عجیب

۱۳۰۹ھ

علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹکھڑائی نے " صنعت مہملہ میں (جس میں کوئی نقطہ نہیں) آپ کی تاریخ وفات لکھی اور اس میں آپ کی عظمت و منزلت اور رفعت و مرتبت کا اظہار بھی کیا۔ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ مصلح اسلام ، صمصام عدو

اکرام اولاد آدم ، احد مورد ہر محمدہ

اکمل واسعد ، محط الکل حاو للعلوم

سلم طارم علیٰ ، احل اہل رامو سدہ

سالک مسلک سلوک ، مالک ملک ولا

مصدر علم و عمل ، اطلس ھدیٰ رامرصدہ

عالم ، عامل کلام اللہ محمود اکرم

محورالاکرام ، اعطائے کرم رامائدہ

حال امصاراً کماله ، راح سحر للکلام

جام موم الاصحاء ، مادام دھراً رصدہ

سلم لمادعاہ اللہ الیٰ دارالسلام

روحہ طارالسماء حور حسام مہدہ

سال وصل اکمل الکملاء درالہام اسد

مصور اسرار الہ و اکرم دھر آمدہ

۱۳۰۹ھ

سید میران محمد شاہ کے صاحبزادے سید حاجی زین العابدین ، صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ علامہ دین محمد وفائی سے فرماتے تھے کہ میرے والد حضرت سید میران محمد شاہ کی وفات کے بعد شعراء نے آپ کی شان میں جو قصیدے لکھے اور اس میں جو جو آپ کی تعریفین لکھیں اور جو جو اوصاف و شمائل آپ کے بیان کئے وہ سب آپ پر صادق آتے تھے اور آپ میں حقیقتاً موجود تھے انکو شاعرانہ مبالغہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ مونس المخلصین ، عبداللہ شاہ آغا مطبوعہ کراچی ، ص ۱۴

۲۔ ٹکھڑ کا زیر اور کاف کا پیش ، سادات مٹیاری کے ایک گاؤں کا نام ہے جو حیدرآباد شہر سے آٹھ کوس (ایک کوس تقریباً چار ہزار گز کا تصور کیا جاتا ہے ، "فیروزاللغات ") کے فاصلہ پر جنوبی دریائے سندھ کے کنارہ پر واقع ہے ۔ (مونس المخلصین ، ص ۱۴-۱۲ ۔

۳۔ مونس المخلیصن ، شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ص ۱۴

حالات ماخوذ از

۴۔ تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ، مطبوعہ حیدرآباد ، ص ۲۴۱ تا ۲۴۵

۵۔ مونس المخلصین ، شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ، ص ۱۲ ۱۴

۶۔ تذکرہ شعرائے ٹکھڑ ، ڈاکٹر اسد اللہ شاہ ، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد ۔

سید حمزہ شاہ بنوری نقشبندی

سادات مٹیاری میں آپ ایک نقشبندی بزرگ گزرے ہیں ۔ آپ سادات مٹیاری کے جدا علیٰ میر علی شاہ کی اولاد میں سے عمر شاہ دربھری کے فرزند ارجمند ہیں دائرہ کی عظیم درسگاہ کے سجادہ نشین اور مصلح المفتاح کے مصنف سید علی محمد شاہ کے آپ پڑدادا تھے ۔

آپ سندھ کے معروف و مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عنایت اللہ صوفی شہید رحمۃ اللہ علیہ (جھوک) کے تین ساتھیوں میں سے ایک اہم ساتھی تھے ۔ آپ کا مزار مبارک " ٹنون سید یار علی شاہ " نامی گاؤں میں ہے جو اڈیرو لال کے قریب " بھریں " کے موجودہ گاؤں سے ایک میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے ۔

آپ نے اپنے بعد دو صاحبزادے چھوڑے ایک کا نام میر محمد شاہ تھا اور دوسرے کا نام احمد شاہ تھا ۔

حالات ماخوذ از مقدمہ مصلح المفتاح ، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ، مطبوعہ سندھ یونیورسٹی حیدرآباد ، ص ۱۵ ، ص ۔ ۱۶

سید علی محمد شاہ (دائرہ والے)

سید علی محمد شاہ ، مٹیاری کے سادات میں سے ہیں علم و عرفاں کے اندر بڑا بلند مقام رکھنے والے ہوئے ہیں سندھ کے معروف علمی مرکز " دائرہ کی درسگاہ کے سجادہ نشینوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔

آباء و اجداد :۔ سادات مٹیاری میں سے عیسیٰ شاہ کی اولاد میں " حمزی شاہ بنوری نقشبندی بزرگ ہوئے ہیں ان کے آپ پڑپوتے اور " سید نیک محمد شاہ " کے فرزند ہیں ۔چونکہ آپ کے والد اور دادا دائری شریف (موجود اڈیرو ، تعلقہ حالا ضلع حیدرآباد) کے رہنے والے تھے اور دائرہ کے مشہور درسگاہ سے انکا اور ان کے دیگر اہل علم عزیز و اقارب کا تعلق رہا ہے اس لئے یہ لوگ دائرائی سید کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ۔

آپ کی ولادت حالا کے ایک گاؤں اڈیرو (سابقہ ڈائری شریف) میں ۵ رجب المرجب ۱۲۲۶ ھ ، ۱۸۱۱ء کو ہوئی آپ کی والدہ دائرہ کی درسگاہ کے بانی و سجادہ نشین سید یار محمد شاہ (م ۱۲۲۰ ھ) کی زوجہ کی بہن تھیں ۔ اسطرح سید علی محمد شاہ ، سید یار محمد شاہ کی اہلیہ کے بھانجے ہوئے ۔

تعلیم :۔ آپ کی ابتدائی تعلیم " دائرہ کی درسگاہ " میں اس وقت کے منتظم ، قاری ، حافظ میاں " دوس محمد ٹھیپی " کی زیر نگرانی ہوئی ، آپ نے اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت کے باعث نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا ۔ اس زمانہ میں " مٹیاری " بڑے بڑے علماء اور فقہاء کا مرکز بنا ہوا تھا اور اعلیٰ اساتذہ کی زیر نگرانی اعلیٰ تعلیم اور تربیت کے لئے مشہور ہوگیا تھا ، چنانچہ سید علی محمد

شاہ نے دائرہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مٹیاری میں سندھ کے معروف و مشہور عالم ، علامہ مخدوم عبدالکریمؒ[1] کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور یہاں کے دونوں بلند پایہ علماء یعنی مخدوم عبدالکریم اور مخدوم محمد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علوم کی تکمیل کی ۔ اس زمانہ میں یہ دونوں " عالم " اپنے وقت کے امام شمار کئے جاتے تھے ، اور فقہی مسائل میں انکی تحریروں کو ہم عصر علماء کی نگاہ میں بڑی وقعت اور قدر حاصل تھی ، حتیٰ کے ان دونوں حضرات کو " مخدومین " کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ۔

بہر حال ان دونوں کامل اساتذہ کے علاوہ دیگر اپنے فن کے ماہر علماء اور اساتذہ مثلاً مخدوم ابراہیم ولہاری ، حافظ مسعود چوٹیاروی اور مخدوم میون محمد سے بھی آپ نے اکتساب علم کیا ۔

درسگاہ دائرہ کی خدمت :۔ گیارھویں صدی کے اواخر میں " صدر جھیجی گاؤں " (موجودہ اوڈیرو لال) میں قرآن پاک کی حفظ و ناظرہ اور تجوید و قرائت کی تعلیم کے لئے ایک مکتب کا قیام عمل میں آیا ، جو بعد میں سندھ کی عظیم الشان درسگاہ کی صورت اختیار کر گیا ، تقریباً ایک سو سال تک ابتدائی قرآنی تعلیم پورے زور شور سے جاری رہی ، اس کی کامیابی کے بعد قرآن و حدیث کی اعلیٰ تعلیم طلباء کو " حلقہ " اور دائرہ " " بنا کر دیجانے لگی تو یہ درسگاہ " دائرہ والی درسگاہ کے نام سے یہ گاؤں دائرہ شریف کے نام سے اور اس کے اساتذہ " دائرے والے اساتذہ " کے نام سے مشہور ہو گئے ۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی تحقیق کے مطابق اس درسگاہ کی بحیثیت قرآنی مکتب کے سب سے پہلے بنیاد سید محمد ہاشم (ثالث) کے والد سید مسعود (ثانی) نے گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں رکھی (کیونکہ سید محمد ہاشم کا انتقال ۱۱۴۸ ھ میں ہوا تھا ۔ اور تقریباً ایک سو سال کے بعد " دائرہ " کی شکل میں اعلیٰ تعلیم کا

آغاز کر کے اس درسگاہ کو عظیم دائرہ والی درسگاہ جس نے بنایا وہ سید محمد ہاشم کے صاحبزادے سید مسعود عرف سید معصوم (م ۱۱۸۲ھ) ہیں یہی وجہ ہے کہ جس ذات کو سب سے پہلے " صاحب دائرہ " کا لقب ملا اور جو اس نام سے مشہور ہوا وہ سید مسعود عرف سید معصوم ہی کی ذات تھی ، سید محمد معصوم کے بعد اس درسگاہ کی جانشینی کی سعادت سید شاہ محمد کو اور ان کے بعد سید یار محمد کو حاصل ہوئی ۔ اور سید یار محمد کے بعد اس درسگاہ کی صدارت سرپرستی اور سجادہ نشینی کی مسند پندرہ سال تک خالی رہی ، جب سید مخدوم علی محمد شاہ کا زمانہ آیا تو ان کی ذہانت اور علمیت سے متاثر ہو کر ان کے ابتدائی استاذ قاری دوس محمد نے اپنے اس ذہین شاگرد سید علی محمد شاہ کو اس منصب پر متمکن کرنے کی کوشش شروع کردی ۔ یہاں تک کے مٹیاری کے برگزیدہ عالم اور سید علی محمد شاہ کے استاذ مخدوم محمد اکرم نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی اور اپنے ہاتھوں سے ان کو یہ منصب تفویض کردیا ۔

سید علی محمد شاہ نے ایک متبحر عالم ، ایک شفیق استاذ اور ایک مدبر منتظم کی حیثیت سے اس درسگاہ کو سنبھالا ، ابتدائی حفظ و قرات کی تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے علاوہ اعلیٰ عربی اور دینی تعلیم کے خود تدریسی فرائض انجام دیکر اسکو بام عروج پر پہنچا دیا ۔ بیرونی طلباء کی رہائش کے لئے ایک عظیم الشان ہاسٹل تعمیر کرایا ، لنگر خانے کا وسیع انتظام کیا ، پانی کے مستقل انتظام کے لئے کنواں کھدوایا ، طلباء کو اور بھی وافر مقدار میں سہولتیں مہیا کیں ، جس کے باعث اس وقت طلباء کی تعداد دو سو تک تجاویز کر گئی ، الغرض سید علی محمد شاہ کی تدریس و تعلیم ، انتظام ، و انصرام کا یہ سلسلہ تقریباً ۱۲۴۵ھ میں شروع ہوا اور ان کی زندگی کے پینتیس سالوں تک جاری رہا ۔ اور ہزار ہا طلباء نے اکتساب فیض کیا ۔

بیعت و ارشاد:۔ علم شریعت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ سید علی محمد شاہ نے اپنے وقت کے ایک سرھندی اور نقشبندی بزرگ حضرت حاجی عبدالرحمنؒ سرھندی سے بیعت ہو کر علم طریقت کی تکمیل بھی کی اور اس فن میں بھی کمال حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ علوم ظاہری پر آپ کی تصانیف کے ساتھ ساتھ علم باطن پر بھی آپ کی تصانیف ملتی ہیں چناچہ فارسی زبان میں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ذکر کی تلقین کے طریقے " کے نام سے میاں غلام نبی شاہ کے پاس آج بھی محفوظ ہے۔

آپ کے زھد و اتقاء اور ورع و تقویٰ اور روحانی مرتبہ و مقام کے باعث آپ کے دوست احباب اور عزیز و اقارب آپ کے نام لینے کو بے ادبی تصور کرتے تھے اس لئے وہ آپ کو " سائیں وڈو " یعنی بڑے حضور کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

علمی خدمات:۔ آپ کی مشہور اور بلند پایہ علمی تصانیف آپ کی فصاحت اور علمیت کا منہ بولتا ثبوت اور سندھ کی علمی تاریخ کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔ جو تصانیف معلوم ہو سکیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) مُصْلِحُ الْمِفْتَاحْ (سندھی)

شیخ فتح محمد بن شیخ عیسیٰ عبداللہ نے مفتاح الصلوٰۃ کے نام سے فارسی (نثر) میں نماز اور طہارت کے مسائل پر ایک کتاب لکھی تھی جو سندھ میں بڑی مقبول ہوئی اور مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی رہی، فارسی زبان سے ناآشنا سندھی زبان جاننے والوں کی سہولت کی خاطر سید علی محمد شاہ نے اس کتاب کا عام فہم اور سہل انداز میں سندھی نظم کے اندر ترجمہ کا ارادا کیا اور اس کام کا آغاز ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں کر کے سات سال کی محنت شاقہ کے بعد ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ کو اس کتاب کا سندھی میں منظوم ترجمہ " مصلح المفتاح

کے نام سے مکمل کیا، جو بعد میں " دائرہ والی سندھی " کے نام سے مشہور ہوا۔
اس کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

جھڙ و لفظ الصلوة والسلام عليک يا رسول الله ڪ انهيں مثالا
تہ تنهن پڇاڻان پي صلوات نہ چئي ناتہ نہ ڇڄند و سلسلو اصلا۔

یعنی اگر کوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام بھیجنے کے لئے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ " جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے تو پھر اسے کسی اور صلوۃ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی سلسلہ اصل سے منقطع ہوگا، اسی باب میں آگے حضور کے نام لینے کا ادب بیان کرتے ہیں۔

پر ذاتي نالي نبي حرف ندا جو چوڻ آهي حراما
ذاتي آهن ٻہ نالا اسانهجي نبي تي هيڪو محمد ٻيو احمدا

اي ء اسان کي آگاهي ادب سکاريو منجهہ سندهس ڪلام ڪريما
لاتجعلو دعاء الرسول بينکم کدعاء بعضکم بعضاً

ٻ پڙ ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اکثرهم لايعقلون.
ان ٻنهي آيتن ۾ اسان کي اي منع مولي عي کي بسبان سيکارن ادبا.

محبوب ڪريم جو ان پر مر تبو متانهنون ڪيو آگا آگي آحسانا
تان بي جتي ڪتي نالو نبي جو هوندو نداء سين منجهہ ڪنهن دعا ڪ ڪنهن ذڪرا.

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو ذاتی ناموں یعنی محمد اور احمد پر حرف ندا لا کر پکارنا بے ادبی کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ قرآن پاک کی ان دو آیتوں لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ الآیۃ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ

آلآیہ میں اللہ نے ادب سکھایا ہے اور محبوب کریم کا نام بڑا مرتبہ والا بنایا ہے۔
لہذا خواہ ذکر ہو یا دعا ہر جگہ حضور کا صفاتی نام لیکر پکارا جائے گا۔

(۲) مُختَصَرُ مُصلِحُ المِفتَاحُ :-(سندھی)

مصلح المفتاح " جیسی مفصل اور طویل کتاب لکھنے کے بعد سید علی محمد شاہ کو خیال آیا کہ ایک ایسی مختصر کتاب مرتب کرنی چاہیئے جس میں اختلافی مسائل تحقیقی ابحاث، کتابوں کے حوالہ جات اقوال ائمہ میں ترجیحات وغیرہ نہ ہوں بلکہ صرف نفس مسائل کا ذکر ہوتا کہ عام قاری کے لئے مسئلہ معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے، چناچہ اس خیال سے آپ نے ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ کے بعد سے کام شروع کردیا، " مختصر مصلح المفتاح " کے نام سے کتاب سندھی زبان میں مرتب فرمائی، جو بعد میں (دائری واری ننڈی سندی) دائرہ والی چھوٹی سندھی کے نام سے مشہور ہوئی۔

(۳) مرغ کی آذان کی فضیلت:-(سندھی)

آدھی رات اور فجر کے وقت مرغ کی آذان کی فضیلت پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ مصلح المفتاح سے پہلے تحریر کیا گیا ہے کیونکہ مصلح المفتاح کے " پاٹ بانگ خروس " میں آپ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۴) بیاض سیدی :-(عربی اور فارسی)

مختلف شرعی مسائل کو عربی اور فارسی زبان میں مختلف فقہی ابواب کے تحت مرتب فرمایا ہے اور اپنے نام کی مناسبت سے اس کو بیاض سیدی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس بیاض کی ابتداء کتاب العلم سے کی ہے۔ بہت سے مسائل میں مستند کتابوں کے حوالے اور مشہور علماء کے اقوال سے اقتباسات نقل کرنے کے بعد پھر اپنی رائے ذکر کی ہے۔

اس بیاض میں ۱۲۶۵ھ سے پہلے اور بعد کی تحریریں موجود ہیں۔ مصنف

نے اس میں متقدمین کے ماخذ کے ذکر کے علاوہ سندھ کے مشہور علماء مثلاً مخدوم رحمت اللہ ٹھٹوی مخدوم محمد ہاشم ، مخدوم عبدالواحد سیوستانی ، مخدوم عبدالرحیم ، مخدوم عبدالکریم مٹیاروی مخدوم محمد عارف اور مخدوم محمد صادق کے اقوال اور ان کی تحریروں کے حوالے بھی نقل کئے ہیں ۔

(۵) زُبْدَةُ الْمَوَالِيدُ :- (عربی)

سید علی محمد شاہ نے حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کی سیرت کے متعلق عربی میں یہ کتاب ۹ ربیع الثانی ۱۲۸۱ ھ میں تصنیف فرمائی ہے ۔اس کتاب کی ابتداء میں حمد و صلوۃ کے بعد اس کے موضوع ، عنوان اور اس کی افادیت وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَسَّسَ بِنَاءَ الْعَالَمِیْنَ عَلَی النُّوْرِ الْمُحَمَّدِیْ وَوَضَعَ بِنَاءَ الْکَائِنِیْنَ وَلِوَاءَ ھُمْ بِاِظْھَارِ النُّوْرِ الْاَحْمَدِیْ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْعَالَمِیْنَ وَعُرُوْسِھِمْ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَ اَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَمَّابَعْدُ! فَیَقُوْلُ مَنْ لَا اَحْقَرَ مِنْہُ، اَیِ السَّیِّدُ عَلِیُ مُحَمَّدُ بِنْ نَیْکَ مُحَمَّدُ تَجَاوَزَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ سَیِّاٰتِھِمَا وَ غَفَرَ ذُنُوْبَھُمَا ، اِنَّ ھٰذِہٖ رِسَالَۃٌ فِیْ ذِکْرِ مَوْلُوْدِ نَبِیِّنَا وَ حَبِیْبِنَا سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ مُحِبِّہٖ وَسَلَّمْ وَ مَاظَھَرَ مِنَ الْعَجَائِبِ فِیْ اِبْتِدَاءِ خَلْقِہٖ وَ مَوْلِدِہٖ وَ سِیْرَتِہٖ صَلٰوتُہٗ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعْتُھَا مِنَ الْکُتُبِ الْمُعْتَبَرَۃِ کَالشَّمَائِلِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ وَ خَیَارِ الْمَوَالِیْدِ وَ کَمَا ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ لِلدِّھْلَوِیْ وَغَیْرِھَا ، یَسَّرَ عِنْدَ ذِکْرِ مَاجَمَعْتُ فِیْھَا کُلَّ مُؤْمِنٍ مُحِبٍّ

مُطِیعٍ وَیَزْدَادُ فَرْحُہٗ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَ یَفْضَحُ کُلَّ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَ عِنَادٌ۔ نَوَّرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قَلْبِیْ وَ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُحِبِّیْنَ بِمُحَبَّتِہٖ وَ صُحْبَتِہٖ مَحْبُوْبِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَ ھُوَ حَسْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۔ وَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَعْلَمَ اَنَّ ھٰذِہٖ الرِّسَالَۃَ یُقْرَءُ بِطَرِیْقِ الْخُطْبَۃِ فِیْ الْاَعْرَاسِ نَحْوَ الْعُرْسِ لِمَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ وَ کَالْوَلِیْمَۃِ لِلتَّزْوِیْجِ اَوْ لِلْخِتَانِ وَالْقُدُوْمِ وَنَحْوِھَا مِمَّا فِیْہِ السُّرُوْرُ لٰکِنَّ بَعْضَ عِبَارَتِھَا لَا یُقْرَءُ فِیْ الْخُطْبَۃِ وَ عَلَامَتُھَا اَلْخَطُّ الْاَحْمَرُ فَوْقَھَا وَ سَمَّیْتُھَا بِزُبْدَۃِ الْمَوَالِیْدِ۔

اس رسالہ کے آخر میں یہ الفاظ ہیں ۔

تَمَّتْ ھٰذِہٖ النُّسْخَۃُ ...... فِیْ تِسْعٍ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الثَّانِیْ بَعْدَ الْاَلْفِ وَمِائَتَیْنِ وَ اِحْدٰی وَ ثَمَانِیْنَ ...... کَاتَبَہٗ مُصَنِّفُہٗ

وفات :۔ آپ نے ۹ محرم الحرام ۱۲۸۷ھ کو جمعرات کے دن بوقت عصر اس جہاں فانی سے رحلت فرمائی ۔

آپ کے دوست قاضی عبدالقوی نے آپ کی وفات پر یہ تاریخی قطعہ کہا ہے ۔

زہے سیدے عالمے فاضلے	ولی خدا نیک بخت الست
بعلم و عمل خلق را رھنموں	بتقویٰ سردست بدعت شکست
بہ حج و زیارت مشرف شدہ	خدا ئیش بحق نبی یا و رست

به تدریس حفظ کلام کریم | زہر دست بوده است مالاش دست
به رضوان جنت شده ہم نشین | جو رخت سفر سوء عقبیٰ به بست
زمن نام سال وصالش شنو | " علی محمد شہے حق پرست "

۱۲۸۷ھ

۱۔ مخدوم عبدالکریم ، مٹیاری کے ایک جید عالم اور مفتی مخدوم عثمان عبداللہ عرف تارو بن یعقوب کے فرزند ہیں آپکی ولادت ۱۲۰۰ھ میں مٹیاری کے اندر ہوئی تعلیم و تربیت اپنے فاضل والد کی زیر نگرانی ہوئی آپ کی تدریس نے قاضی عبدالرحیم ٹھٹوی ، میاں محمد یوسف کنیاروی (م ۱۲۷۷) حافظ عبدالباقی مٹیاری ، سید علی محمد شاہ جیسے علماء پیدا کئے علمی مقام کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ " حل المشکلات لدر المختار " کے نام سے آپ نے در مختار کا ایک حاشیہ لکھا ہے اور آپ کی محققانہ تحریروں پر مشتمل آپکی " بیاض " علماء اور محققین کے لئے مشعل راہ ہوئی ، مخدوم محمد عارف سیوستانی اور مخدوم محمد عابد سندھی مدنی سے آپ کے مراسلت رہتی تھی ۱۲۵۹ھ میں جب انگریزوں نے سندھ پر غاصبانہ قبضہ کیا تو غلامی کی زندگی آپ سے گوارا نہ ہوئی اور آپ مکہ مکرمہ ہجرت فرماگئے ، وہیں ۱۲۶۵ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

۲۔ مصلح المفتاح ، سید علی محمد شاہ دائرہ والے ، فصل در بیان سنن قاعدہ ص ۴۰۳

حالات ماخوذ از مقدمہ مصلح المفتاح ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ، و مصلح المفتاح ، سید علی محمد شاہ۔

عبداللہ چیٹائی

آپ بڑے متقی پرہیزگا، عالم اور زاہد شخص تھے۔ "پنہور" قوم سے آپ کا تعلق تھا۔ حاجی مخدوم عبدالکریم متعلوی مہاجر مکی کے آپ شاگرد تھے فقہ کی جزئیات پر بڑا عبور تھا۔ اور فقہی مسائل پر اپنی محققانہ رائے رکھتے تھے۔

ایک عرصہ تک اپنے گاؤں "ٹپٹ" میں درس و تدریس بھی فرماتے رہے جس سے بہت سے لوگ مستفیض ہوئے۔

معاصر علماء سے مباحثہ:۔ آپ کے ہم عصر علماء میں مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) اور حکیم خلیفہ غلام محی الدین سیوستانی بڑے علماء میں سے تھے جن سے بعض فقہی مسائل پر آپ کے تحریری مباحثے اور مناظرے رہتے تھے۔ چناچہ "زکواۃ" کے نصاب کے سلسلہ میں آپ کا مولانا عبدالحی لکھنوی سے اختلاف ہوا، مولانا لکھنوی فرماتے تھے کہ اس زمانے میں انگریزی روپوں کے حساب سے ۴۰ روپے پر زکواۃ واجب ہو جاتی ہے جبکہ آپ اس کے خلاف تھے اور اسی سلسلہ میں آپ نے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس میں دلائل سے یہ ثابت کیا کہ مروجہ انگریزی روپے اگر ۵۳ ہوں تو ان پر زکواۃ واجب ہو جاتی ہے۔

تصانیف:۔ مذکورہ رسالہ کے علاوہ آپ کا ایک اور رسالہ بھی ہے جس میں آپ نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ مردوں کے نماز اور روزوں کے بدلہ قرآن کریم بخشوانا جائز نہیں ہے۔

کتب خانہ:۔ عمدہ عمدہ کتابیں جمع کرنے کا آپ کو بہت شوق تھا چناچہ آپ

نے اپنے شوق کی تکمیل کرتے ہوئے بہت سی عمدہ کتابوں کا ایک نایاب ذخیرہ جمع کیا، آپ کے اس قیمتی کتب خانہ سے عوام و خواص نے بہت فائدہ اٹھایا۔

علم طریقت:۔ علم طریقت کی تکمیل آپ نے حضرت خواجہ حاجی عبدالرحمن صاحب مجددی سرھندی (م ۱۳۱۵ھ سے کی، آپ کو انہی سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔

وفات:۔ آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، اور اسی حالت میں ۱۳۲۵ھ میں اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاهیر سندھ ص ۲۸۱ - ۲۸۲ دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بطوڈ حیدرآباد

آخوند امید علی (ھالائی)

ہالا کے ایک جید عالم و فاضل عابد و زاہد اور نقشبندیہ طریقہ کے ایک بلند پایہ صوفی شاعر گزرے ہیں۔

نام :۔ آپ کا پورا نام آخوند امید علی ہے، تخلص سہا ہے آپ کے والد گرامی کا نام حاجی عبداللہ ملا سانوتزی " ہے۔

بیعت :۔ آپ کو خواجہ عبدالقیوم مجددی قندہاری سے شرف بیعت حاصل ہے انہی سے آپ نے طریقت اور تصوف کے اعلیٰ مدارج طے کئے۔

ملازمت :۔ عرصہ دراز تک آپ نے حیدرآباد کے تالپور حکمرانوں کے یہاں ملازمت کی۔

علوم و فنون :۔ فارسی عربی علوم و فنون کے علاوہ علم جفر علم عملیات، علم تکثیر اور علم اعداد کے آپ بڑے ماہر شمار ہوتے تھے۔ اس فن میں آپ نے ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے۔

شاعری :۔ آپ ایک بلند پایہ صوفی شاعر بھی تھے۔ قصیدہ بردہ کی آپ نے فارسی نظم اور نثر دونوں میں ایک شرح لکھی ہے۔ ذیل میں چند اشعار اس کے نقل کئے جاتے ہیں جس سے آپ کے اس فن میں کمال کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے

فَمَا لِعَینَیکَ اِنْ قُلْتَ اکْفُفَا ھَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِکَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ یَھِم

چیست این چشمانت را گریہ گر گوئی بماں
ورھی دلت را ہوش کن گردویم پریشان

پس چیست چشم گریہ کناں ترا اثر
گر گویمش کہ گریہ مکن گریداو بہتر

باز این دل تراچہ رسید ست آفتی
گویم بہوش شو شو دھوش بے خبر

آپ کی ایک مناجات کے چند اشعار

خدا وندا دلم را زندگی دہ
بکار نیکوئی فرخندگی دہ

زبانم را بذکر خویش بکشا
بکامم شکر شکرانہ بفرسا

شب نا امید را صبح گرداں
بفیروزی چو خورشید درخشاں

گل پژمردہ از باد خزانی
بخنداں از نسیم جاودانی

وفات:۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

قطعہ تاریخ:۔ آپ کی وفات پر آپ کے ہم عصر شاعر عزیز آخوند احمد نے یہ قطعہ تاریخ لکھا۔

فرقت یاراں غداب داغ دھد بردلے
نیست کسے را گذار خواہ نبی و ولی

عابد و ساجد تمام جاھد عقبیٰ مدام
خاصہ با اخلاق حق باسم امید علی

بردل او نقش است شاہ قیوم است
بود زخیل کرام شیخ مجدد ولی
بیک اجل چوں رسید گوش دل اوشنید
فاد خلو جنات عدن شارب جام ملی

۱۲۹۸ھ

ـات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، ج ۲ ص ۱۱۶۔

الحاج محمد ھالائی

ولادت و خاندان:- آپ کے آباؤ اجداد ضلع دادو کے ایک " بوبک " نامی علاقہ کے باشندے تھے ، اور " بوبکائی آخوند " کے نام سے مشہور تھے ، وہاں سے وہ ہجرت کر کے " ھالا " شہر میں آباد ہو گئے تھے ۔

یہیں پرانے ہالہ میں ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۷۶ھ شب قدر میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ۔ پھر کیوں نہ آپ کا وجود انوار الہیٰ سے مستنیر اور روشن ہوتا ۔یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہترین عالم اور صوفی بنے ۔

تعلیم:- عام بچوں کی طرح آپ کی طبیعت کھیل کود کی طرف راغب نہیں تھی بلکہ بچپن ہی سے آپ کو تعلیم کا بے پناہ شوق تھا ، چنانچہ ہالا میں ہی آپ نے حضرت خلیفہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنی شروع کردیں ۔یہاں آپ نے کچھ عرصہ غربت کی حالت میں بسر کیا اور پھر یہاں سے ضلع دادو کے ایک علاقہ " پاٹ " میں تشریف لے گئے اور وہاں اسوقت کے معروف عالم اور بزرگ حضرت مولانا حسن اللہ صاحب پاٹائی کے مدرسہ میں داخل ہو کر ان سے تحصیل علم کرنے لگے ،یہاں کچھ عرصہ اکتساب فیض کیا ۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ حیدرآباد سندھ میں حضرت مولانا محمد حسن صاحب (کنڈی والا) نے ایک بڑا عظیم الشان مدرسہ کھولا ہے یہ سنکر آپ یہاں تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب سے اخذ فیوض کرنے لگے ۔ اور یہاں دلجمعی کے ساتھ رہ کر آپ نے تمام درسی کتابوں کی تکمیل کی اور اخیر میں اسی مدرسہ سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی ۔

تدریس :۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے استاذ حضرت مولانا محمد حسن صاحب قبلہؒ کی اجازت سے حیدرآباد کے قریب "ٹنڈو میر نور محمد خاں" میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کر کے اس میں عربی تدریس و تعلیم کا کام شروع کردیا، یہاں دو تین سال آپ علوم مصطفیٰ کی اشاعت میں مصروف رہے اتنے میں آپ کے والد ماجد کا حکم آپ کو ملا کہ وطن واپس آجاؤ چناچہ آپ اپنے والد کے ارشاد اور حکم کو مقدم رکھتے ہوئے اپنے وطن ہالہ واپس تشریف لے گئے اور یہاں ایک عظیم الشان دارالعلوم کا افتتاح کر کے یہیں تبلیغ دین اور اشاعت علوم دینیہ میں ہمہ تن مصروف ہوگئے جس کی اتنی شہرت ہوئی کہ علاقہ سندھ کے مختلف اطراف و جوانب سے طلباء آنے لگے اور آپ سے مستفیض ہونے لگے۔

حادثۂ جانکاہ :۔ اسی اثناء میں آپ کو ایک اہم حادثہ سے دوچار ہونا پڑا وہ یہ کہ آپ کے مشفق والد گرامی کا انتقال ہوگیا جس کے باعث سارے کنبے کا بوجھ آپ کی ایک اکیلی ذات پر آگیا جس کے باعث آپ سے درس و تدریس کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

سفرِ حج :۔ اپنے والد کی میراث سے جو سامان آپ کو ترکہ میں ملا وہ سب آپ نے فروخت کردیا اور ان پیسوں سے آپ ماہ ربیع الاول ۱۳۰۹ ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے حجاز مقدس پہنچ کر آپ نے یہاں مولانا عبدالحق صاحب بن شیخ شاہ محمد بن شیخ یار محمد مہاجر الہ آبادی) کی خدمت میں پورا ایک سال کا عرصہ گزارا آپ کی صحبت میں رہ کر " احادیث اولیات " کا درس لیا علم حدیث، اصول حدیث اور دیگر علوم کی بھی آپ ہی کی خدمت میں تحصیل کر کے ان کی اجازت حاصل کی اور پھر اپنے گھر کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اور یہاں آکر حسب دستور سابق درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔

کتب خانہ:۔ علوم دینیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں خریدنے کا آپ کو بہت شوق تھا چناچہ والد کے ترکہ میں سے جو رقم آپ کو ملی تھی اس میں سے حج کیا اور باقی پیسوں سے مکہ مکرمہ کے اندر آپ نے بہت سی کتابیں خرید لیں اور وہ اپنے ہمراہ لے آئے۔

فتویٰ نویسی:۔ علم فقہ پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا، جب آپ کی فقاہت کی شہرت دور دور تک پہنچی تو درو دراز علاقوں سے آپ کے پاس فتوے آنے لگے جن کے آپ محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے۔اور یہ سلسلہ تادم حیات جاری رہا آپ کے عربی فارسی فتووں کے مجموعے دو ضخیم جلدوں میں "فتاویٰ محمدی" کے نام سے اور سندھی میں آپ کے صاحبزادے "احمد" کی طرف منسوب "فتاویٰ احمدی" کے نام سے آپ کی زندگی میں ہی تیار ہوگئے تھے۔

بیعت:۔ آٹھ نو سال کی عمر سے ہی آپ کو شب خیزی کی عادت پڑ گئی تھی، راتوں کو مطالعہ کتب بھی کیا کرتے تھے اور خدا کی عبادت میں بھی مصروف رہا کرتے تھے، یہی حال آخیر تک رہا تدریس کے زمانے میں جو وقت مطالعہ اسباق سے بچتا تھا وہ سب خدا کی یاد میں صرف کیا کرتے تھے اس راہ کی منزلیں طے کرنے کے لئے چونکہ کسی رہبر کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آپ نے حضرت مولانا میاں ولی محمد صاحب ملا کا تیار کا دامن پکڑا اور ان سے بیعت ہوئے۔ان کے انتقال کے بعد وقت کے معروف اور مشہور نقشبندی روحانی سرھندی بزرگ حضرت خواجہ حاجی عبدالرحمن صاحب مجددی فاروقی سے شرف بعیت حاصل کر کے اپنی روحانی تکمیل کی۔

آپ نے اپنی ساری زندگی زھد و عبادت اور توکل و رضا میں بسر کی

معاصرین:۔ آپ کے ہم عصر علماء اور برگزیدہ شخصیات میں یہ نام خاص طور

پر قابل ذکر ہیں جو آپ کی علمی لیاقت اور علمی مسائل میں آپ کی فقاہت کے معترف تھے، اور جن سے اکثر آپ کی فقہ کے مسائل پر بحث و تکرار ہوتی رہتی تھی۔

۱۔ حضرت مولینا شاہ اسد اللہ صاحب ٹھکرائی۔

۲۔ مولانا حاجی حافظ لعل محمد صاحب متعلوی۔

۳۔ مولانا خلیفہ حاجی عبداللطیف صاحب حیدرآبادی۔

تصنیفات:۔ آپ کی یہ مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں۔

۱۔ فَتَاوَیٰ مُحَمَّدِیْ: (عربی اور فارسی میں آپ کے فتوؤں کا مجموعہ)

۲۔ فَتَاوَیٰ اَحْمَدِیْ: (سندھی میں آپ کے فتاوی کا مجموعہ)

۳۔ شَرح اَحَادِیْثْ:

۴۔ مَسَائِلِ اَرْبَعِیْنْ: (سندھی زبان میں)

اسکے علاوہ چھوٹے رسالہ بہت سے ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

۵۔ اَلْمَسَائِلُ الْخَمْسَۃ فِیْ دَفعِ تَوَهُّمَاتِ الشِّیْعَۃْ۔

۶۔ تَمَامُ الْعِنَایَہ تَرْجَمہ بِدَایَۃُ الْھِدَایَہْ۔

۷۔ حَلُّ التَّرْکِیْبُ مَنْطِقْ۔

۸۔ دَوَ وَایو: عربی و سندھی)

۹۔ کَشْفُ الْجَانْ: (سندھی)

۱۰۔ حُقُوقُ الزَّوْجَیْنْ۔

۱۱۔ خُلَاصَۃُ الْاُصُولُ: (عربی)

۱۲۔ عِشْرِیْنَ مَسَائِلْ: (فارسی) وغیرہ وغیرہ۔

شاگرد اور خلفاء:۔ آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ علماء میں یہ نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے اول سے لیکر آخر تک تمام علوم عربیہ کی تکمیل آپ

ہی کے پاس کی اور آخیر میں آپ ہی کے ہاتھوں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

۱۔ مولوی خلیفہ جان محمد بدنیوی۔

۲۔ مولوی عبدالرحمن صاحب سمہ قرنائی۔

۳۔ مولوی قاضی میاں معین الدین صاحب۔

۴۔ مولوی خلیفہ حاجی محمد صاحب۔

۵۔ صاحبزادہ حاجی محمد صاحب اول۔

۶۔ صاحبزادہ حاجی محمد صاحب دوئم۔

۷۔ مولوی احمد صاحب۔

۸۔ مولوی میاں عبداللہ صاحب۔

۹۔ مولانا دین محمد وفائی، تذکرہ مشاہیر سندھ میں لکھتے ہیں کہ "حالہ نوں" کے موجودہ مولوی صاحب بھی آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

وفات:۔ ماہ ذیقعد ۱۳۳۵ھ کے آخری ہفتہ میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا، چار مہینہ تک اسی عارضہ میں مبتلا رہ کر ربیع الاخر ۱۳۳۶ھ بروز جمعہ سحر کے وقت آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر یوں تو بہت سے علماء اور شعراء نے تاریخ ہائے وفات لکھیں لیکن ان میں سے جو تاریخ وفات حضرت علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی نے تحریر فرمائی وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔ یہی تاریخ وفات آج بھی آپ کے لوح مزار پر اسطرح کندہ ہے۔

"تاریخ وفات حسرت آیات حضرت قبلہ مولینا الحاج محمد طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

از رشحۂ قلم مرحوم مولینا الحاج شاہ اسد اللہ صاحب ٹھکرائی۔ المتخلص بہ "فدا"

جناب مولوی حاجی محمد محمدت مظہر
مہ برج مکارم مطلع الانوار علامہ
بعلم و حلم شرع و ورع و تقویٰ اوحد و اکمل
قیام دیں محب ایزد عفار علامہ
فضائل را از و تحسین ، فواضل را از و تمکیں
نجی اللہ سمی مرور ابرار علامہ
بمعقولات بے بدلے ، بمنقولات بے ہمتا
بکشف معضلات علم گوہر بار علامہ
دریں قحط الرجال آمد و جودش مغتنم از بس
دریغارفت از ما احسن الا طوار علامہ
شنیدہ چوں ندائے ، ارجعی ! از عالم غیبی
شدہ واصل بحق ، رحلت گزیں زین دار علامہ
بفضل ایزدی بادا بہین صدر نشین جنت
بہ دیدار خداوندی بود سرشار علامہ
بچارم مہ ربیع الاخر شب جمعہ داخل شد
بہ جنت خلد تجری تحتہاالانہار علامہ
چو استفسار رفت از بہر سال وصل آں اقدس
فدا احقر رقم زد ۔ " مخزن الاسرار علامہ "

۱۳۳۶ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، ص ۲۶۹ تا ۲۷۳ دین محمد وفائی ، مطبوعہ ، سندھی ادبی بورڈ ، حیدرآباد

حاجی محمد علی ٹالپور

آپ کا تعلق بلوچ ٹالپوروں سے ہے، ٹنڈوجام ضلع حیدرآباد کے رہنے والے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے نامور اور صاحب استعداد خلفاء میں سے ہیں۔ بہت بڑے عالم فاضل اور صاحب دل صوفی تھے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے اللہ تعالیٰ نے انکو نوازا تھا۔

ان کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ ان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپکے مرشد زادے آغا عبداللہ جان عرف شاہ آغا نے آپ کے لئے فرمائے۔

" عالم، فاضل، صوفی صاحب دل بود بحسن صورت آراستہ و بکمال معنیٰ پیراستہ صاحب تقویٰ و طہارت و نظافت بود "

آپ نے علم ظاہر مولانا محمد حسن حیدرآبادی سے حاصل کیا۔ پہلے آپ اپنے اہل و عیال کے ھمراہ عرب شریف گئے۔ وہاں چند سال قیام کرنے کے بعد واپس اپنے ملک تشریف لے آئے۔ یہاں آپ کی زمینیں تھیں جس سے گھر کا خرچہ چلتا تھا۔ اور آپ دن رات عبادت ریاضات، مجاھدات اور مراقبات اور درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ آپ بڑے صاحب حقائق تھے۔ اور معرفت میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے، آپ نے اپنے مرشد گرامی کو جو خطوط ارسال فرمائے اور اس میں اپنے باطنی احوال و واقعات اور قلبی کیفیات کا ذکر کیا ہے اس سے آپ کے مقام اور مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے آپ کے مرشد بھی آپ کو ان خطوط کے جواب میں معرفت و حقیقت سے لبریز گرامی نامے ارسال فرمایا کرتے تھے۔ لیکن افسوس یہ اھلیت اور استقامت ان کی اولاد میں باقی نہیں رہی۔

آپ نے ۱۳۴۷ھ میں وصال فرمایا۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی۔

حاجی علی محمد جروار

" حاجی علی محمد جروار " بھی حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی مجددی کے خاص مریدین اور خلفاء میں شمار ہوتے ہیں ۔

آپ کے والد گرامی کا نام " فقیر حاجی احسان جروار " تھا جو اپنے وقت کے بڑے صالح متقی اور پرہیزگار بزرگ شمار ہوتے تھے اور خواجہ حسن جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " تذکرۃ الصلحاء " میں ان صالحین کے زمرہ میں آپ کا شمار کیا ہے جنسے آپ کی ملاقات ہوئی ۔

حاجی علی محمد صاحب بھی اپنے والد کی طرح سفید ریش ، بڑے مخلص نیک اور صالح بزرگ تھے ۔ اگرچہ آپ عربی پڑھے ہوئے نہیں تھے ، لیکن علماء اور صوفیاء کی صحبت کے باعث نماز روزہ وغیرہ کے مسائل سے بخوبی آگاہ تھے ۔

حضرت خواجہ محمد حسن جانؒ نے تذکرۃ الصلحاء میں آپ کے والد کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ضمن میں حاجی علی محمد جروار کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے ۔

" فرزند کلانش حاجی علی محمد بعمر پنجاہ سالکی تقریباً موجود است و بصلاح موصوف "

آپ جس قوم سے تعلق رکھتے تھے یعنی " جروار " اس میں اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ کے لوگ بہت کم تھی لیکن اس کے باوجود آپ اس قدر متصلب سنی تھے کہ آپ نے اپنے تینوں فرزندوں کا نام صدیق ، عمر اور عثمان رکھا ، جبکہ اپنے پوتے کا نام معاویہ رکھا ۔ اس زمانہ میں سندھ کے اندر ان ناموں کا رواج نہیں تھا اس لئے لوگ ان ناموں کو بڑی حیرت سے سنا کرتے تھے ۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ۔ مطبوعہ کراچی ۔

حاجی نصیر لغاری

آپ ٹنڈوالہ یار کے چنبڑہ گاؤں کے قریب رہنے والے تھے آپ نے حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی سے بیعت کی اور اپنے سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی سے کی ، اور انہی سے لطائف اذکار اور مراقبات سیکھے علوم درسیہ نہیں پڑھے تھے ۔آپ کثرت کیساتھ ذکر و فکر اور مراقبہ و مشاھدہ میں مشغول رہتے تھے اور بڑے عبات گزار اور شب زندہ دار تھے ۔

لوگوں میں آپ کشف قبور ، اجابت دعا اور صحت استخارہ کے لحاظ سے بہت شہرت رکھتے تھے ، لوگ دور دراز سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کو اولیاء کے مزارات پر خصوصی دعا اور استخارہ کے لئے لیجایا کرتے تھے چناچہ صاحب مونس المخلصین فرماتے ہیں ۔

" از دور دور مرد.ماں حاجت مند پیش اومی آمدند بزارات اولیاء برائے دعا و استخارہ گرفتہ می بردند "

حضرت خواجہ حسن جان مجددیؒ نے آپ کو قبروں کے حالات بتانے اور پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرنے سے سخت منع فرمایا لیکن جب لوگ آپ کو بہت زیادہ پریشان کرتے اور تنگ کر کے مجبور کردیتے تھے تو آپ بتا دیا کرتے تھے کہ استخارہ میں یہ یہ نظر آیا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ھدایت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات حضرت (حسن جان مجددی) سے جا کر نہ کہنا ان کو اس کی خبر نہ ہونے پائے ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین ، حضرت عبداللہ جان عرف شاہ آغا مطبوعہ کراچی ۔

عبداللہ احمدانی

حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور باکمال باہمت بے باک حق گو مرید صادق مولانا عبداللہ احمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۔

سکونت :۔ آپ قوم بلوچ سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور ٹنڈوغلام علی کے قریب اپنے گاؤں میں رہا کرتے تھے ۔

تعلیم :۔ بڑے متبحر عالم تھے اور اپنے علوم کی تکمیل اس وقت کے مشہور اور مستند عالم مولانا حاجی لعل محمد مٹیاری والے سے کی تھی ۔ آپ اس پایہ کے عالم اور مفتی تھی کہ اردگرد کے لوگ اپنے جھگڑے اور نزاع لے کر آپ کے پاس آتے تھے اور شریعت کے مطابق آپ سے فیصلے کراتے تھے لوگ آپ سے فتویٰ بھی حاصل کیا کرتے تھے ، ٹنڈوغلام علی کے میر صاحبان کی مسجد میں آپ پیش امام اور خطیب تھے ۔۔

جرائت و ہمت :۔ آپ بڑے متصلب سنی حنفی تھے اپنے مسلک اور مشرب میں بڑے متشدد تھے ، بڑے عالی ہمت اور صاحب جرائت و شجاعت تھے ، اس سے بڑی آپ کی جرائت کی کیا مثال ہوگی کہ باوجود اس کے کہ میر صاحبان کی مسجد میں آپ پیش امام تھے لیکن ایک روز پیر محمد بخش تالپور نے عاشورہ کے دنوں میں محفل عزا کا اہتمام کیا جس میں بعض مرثیہ خوانوں نے بعض نازیبا کلمات استعمال کئے جسے سنکر آپ کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور آپ نے ایک بڑا لمبا ڈنڈا ہاتھ میں لیکر اسی مجلس میں سب کی پٹائی شروع کردی اور زبان سے کہتے جاتے تھے کہ " اے حرام زادو آج تم نہیں رہو گے یا میں نہیں رہوں گا " ۔

وہ مجلس ساری درہم برہم ہو گئی لیکن ساری مجلس میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے مقابلہ میں آتا یا آپ کو نقصان پہنچاتا۔

حق گوئی و بے باکی:۔ اسی طرح آپ کی حق گوئی و بے باکی اور عالی ہمتی کا ایک اور واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ جب دریائے سندھ میں سیلاب آنے لگا اور گاؤں کو تباہی کا خطرہ ہو گیا تو آپ نے خود ہمت کر کے دریا پر بند باندھ دیا اور اس طرح لوگوں کو تباہی سے بچالیا۔ اس وقت کے گورنر نے اس اعلیٰ کارکردگی پر آپ کو ایک تعریفی سند بھی عطاء کی اسی محفل میں گورنر اور تمام امراء اور حکام سلطنت کی موجودگی میں آپ اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے اور آپ نے کمال جرائت کیساتھ گورنر کو مخاطب کر کے کہا کہ جناب پہلے بادشاہوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی سے خوش ہوتے تھے کوئی شخص اچھا اور نادر کام کرتا تھا تو اس کو خلعت و جاگیر عطاء کرتے تھے جبکہ آپ نے فقط ایک کاغذ کا ٹکڑا ہمیں عطا فرمایا ہے، گورنر نے حیران ہو کر اپنے مصاجین سے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا کہہ رہے ہیں، گورنر کے مصاحبوں کو اپنی موت نظر آئی انہوں نے بات بناتے ہوئے کہا کہ کچھ نہیں حضور آپ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں، اس پر آپ نے بلند آواز میں کہا کہ نہیں نہیں جناب میں یہ نہیں کہہ رہا، بلکہ میں تو کہہ رہا ہوں کہ اس کاغذ کے ٹکڑے کا میں کیا کروں گا مجھے کوئی خلعت یا جاگیر وغیرہ انعام میں دیجیئے۔ تمام حاضرین آپ کی اس جرائت و ہمت اور حق گوئی و بے باکی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

آپ وہابی اور دیوبندی مذہب کے بھی بڑے مخالف تھے، چناچہ اس کے خلاف آپ نے بڑے علمی مناظرے اور مباحثے کئے اور فریق مخالف کو اپنے دلائل و براہین سے لاجواب کر دیا۔

محبت مرشد:۔ اپنے مرشد سے ارادت و عقیدت، اور محبت میں فنا کا درجہ

رکھتے تھے اگر آپ کے مرشد ٹنڈو سائیں داد ہوتے تو یہاں ورنہ ہر ماہ کوئٹہ حاضر ہو کر اپنے مرشد کے دیدار سے مشرف ہوتے اور ان کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوتے تھے، یہ اسی کامل محبت کا اثر تھا کہ جس سال آپ کے مرشد کی وفات ہوئی اسی سال آپ بیمار ہوئے اور اپنے مرشد سے جا ملے۔

در وحشت مرگ بیم تنہائی نیست
یاران عزیز آں طرف بیشتر اند

وفات:۔ آپ نے ۱۳۶۶ھ میں اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی، اپنے بعد تین لڑکے چھوڑے جنمیں سے ایک صاحبزادے، "مولانا محمود بڑے صاحب علم و فضل تھے۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبد اللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی۔

حاجی محمد علی لغاری

حضرت خواجہ محمد حسن سرھندی مجددی کے بڑے لاڈلے اور خوش مزاج خوش طبع مرید تھے آپ کے مرشد کو آپ کی ظرافت اور خوش طبعی بڑی پسند تھی اور آپ اس سے بہت محظوظ ہوا کرتے تھے۔

بڑے صاف دل صاف گو آدمی تھے جو دل میں آتا وہ ہی زبان پر لے آتے تھے کبھی کوئی بات چھپاتے نہیں تھے۔

ایک روز مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور " آٹھ آنہ " نذر کئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! کیا کروں، عالی سرکار سے (یعنی اپنی بیوی) میں نے کہا تھا کہ ایک من باجرہ مجھے دے دو تاکہ اسے بیچکر اپنے مرشد کی خدمت میں نذرانہ پیش کروں لیکن اس نے نہیں دیا آخر مجبوراً جو کچھ ہاتھ لگا وہ ہی لاکر آپ کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرشد تو اس سے بھی راضی ہو جائیں گے لیکن " سرکار عالی " اگر ناراض ہوجائیں تو ان کا راضی کرنا مشکل ہوجائے گا۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبدالاجان عرف شاہ آغا، مطبطوعہ۔ کراچی۔

مرزا فیض احمد بیگ

مرزا فیض احمد بیگ ، حکومت کے ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز شخصیت جس پر حضرت خواجہ حسن جان مجددی کی نظر پڑی تو کایا پلٹ گئی اور دنیاوی عہدہ کے بعد تصوف اور سلوک کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے ۔

خاندان :۔ آپ کے والد کا نام مرزا محب علی بیگ تھا آپ کا خاندان بڑا معزز شمار ہوتا تھا آپ اور آپ کے باپ دادا تالپوروں اور انگریزوں کی حکومت میں ہمیشہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور فارسی اور انگریزی کے ماہر سمجھے جاتے تھے ۔

رجوع الی اللہ :۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح سرکاری ملازم تھے اور حکومت کے ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ساری زندگی اس ہی میں گزاری لیکن پینشن لینے کے بعد آپ نے تمام توجہ عبادات اور ریاضات کی طرف پھیر دی ۔ اور مکمل طور پر رجوع الی اللہ ہو گئے ۔ دن اور رات مراقبوں میں اور وظائف میں مشغول رہنے لگے ۔

فن طب و حکمت ان کا موروثی فن تھا کیونکہ مشہور حکیم مرزا خسرو بیگ کے آپ پوتے تھے اس لئے اس فن میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے ۔

تقویہ قلب کا نسخہ :۔ حضرت عبداللہ جان عرف شاہ آغا نے ایک روز مرزا سے کہا کہ آپ تو بڑے طبیب حاذق ہیں میرا دل بہت کمزور ہو گیا ہے اس کے لئے بھی کوئی نسخہ بتائیے ۔ جواب میں فرمایا کہ اطباء کا یہ قانون ہے کہ انسانی اعضاء میں سے جو عضو کمزور ہونے لگے اس سے ریاضت کراؤ اس کو مشق اور ورزش سے طاقت حاصل ہو جائے گی آپ کا طریقہ تو طریقہ نقشبندیہ ہے اور اس

میں قلب کی ریاضت " ذکر قلبی " ہے لہذا زیادہ سے زیادہ ذکر کیجئے انشاء اللہ قلب کی کمزوری سب ختم ہوجائے گی اور دل بڑا قوی ہو جائے گا۔

آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین - عبد اللہ جان عرف شاہ آغا،

سید غلام شاہ حکیم

آپ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی سے گہری ارادت و عقیدت رکھتے تھے ۔ بلکہ حضرت کے ہمدم و ہمراز شمار ہوتے تھے ۔ حضرت سے آپ کی محبت اور اخلاص کا یہ عالم تھا کہ روزانہ ٹنڈو محمد خان سے پیدل شام کے وقت حضرت کی خدمت میں ٹنڈوسائیں داد پا پیادہ آتے تھے اور مسجد میں مراقبہ اور ذکر و فکر سے فارغ ہو کے عشاء کی نماز کے بعد واپس تشریف لیجاتے تھے ۔

حضرت حسن جان مجددی ہمیشہ آپ ہی سے علاج کرایا کرتے تھے ۔ جبکہ شرعی مسئلہ اور فتویٰ میاں حاجی لعل محمد متعلوی سے منگایا کرتے تھے ۔ آپ کا خاندان سات پشتوں سے اس سرھندی مجددی آستانہ کا ارادتمند اور عقیدت مند چلا آرہا تھا ۔

آپ فن طب ، سپہ گری ، پٹہ بازی میں مہارت کے علاوہ صاحب کشف و کرامت بزرگ بھی تھے ۔ اور تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے ۔

وفات :۔ آپ کے مرشد کے سفر حجاز مقدس سے واپس تشریف لانے سے چند روز قبل ۱۳۳۳ھ میں آپ نے رحلت فرمائی ۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ۔

قاضی عبدالکریم

آپ میہرآبد کے ایک گاؤں " قاضی عارف " کے رہنے والے تھے ، اور حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نقشبندی سے شرف بیعت رکھتے تھے ۔ آپ کے آباؤ اجداد بڑے فضائل علمی سے متصف تھے اور اپنے زمانہ میں قضاء و فتوے کے منصب پر فائز تھے اور دینی و دنیوی کمالات سے بہرور تھے ، آپ کے دادا " قاضی محمد عارف " جن کے نام کی طرف یہ گاؤں منسوب ہے ۔ وہ بھی بڑے صاحب کمالات و کرامات بزرگ تھے ۔

قاضی عبدالکریم صاحب اپنے مرشد کے عاشق صادق تھے ۔ صاحب علم و فضل بھی تھے اور بڑے خوش طبع بذلہ سنج و سخن فہم اور انجمن ساز شخصیت تھے ۔ دلچسپ قصے حکایات ، شگفتہ مقولے ، اور خوبصورت اشعار آپ کو ازبر تھے ۔

سندھ میں جہاں کہیں بھی حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی سفر فرماتے تھے آپ ہمیشہ ان کے ہمراہ ہوتے تھے ۔

آپ اگرچہ چھوٹے زمیندار تھے لیکن اثر و رسوخ اتنا رکھتے تھے کہ بڑے بڑے زمیندار بھی آپ کا کہنا کبھی نہ ٹالتے تھے ۔ اپنے مرشد کے عادات و خصائل اور کرامات آپ کو بہت یاد تھیں اور آپ اکثر ان کے ذکر سے محفل کو گرمائے رکھتے تھے ۔

وفات :۔ آپ نے اپنے مرشد کے سامنے ۱۳۶۲ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور اپنے پیچھے پانچ فرزند چھوڑے جن کے اسماء یہ ہیں ۔

(۱) قاضی جان محمد ۔

(۲) قاضی فضل اللہ ۔

(۳) مولانا غلام احمد۔

(۴) ماسٹر نثار احمد۔

(۵) عبدالرحیم۔

آپ کے پانچوں صاحبزادے اخلاص و محبت اور اپنے مرشد سے عقیدت و وفا میں اپنے باپ کے جانشین تھے۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا

عطاء محمد خان متعلوی

حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے ذی استعداد مرید خاص عطا محمد خان سندھی آپ کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ کے آباؤ اجداد اسی خاندان سے شرف بیعت و عقیدت رکھتے چلے آرہے تھے۔

آپ بڑے علمی اور سیاسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے آباؤ اجداد تالپوروں کے زمانہ میں سندھ کے میروں سے بہت قربت رکھتے تھے، بلکہ اس دور میں وزارت و سفارت پر بھی متمکن رہے ہیں اور شعر گوئی اور انشاء پردازی میں آپ کے خاندان کو اس زمانہ میں بڑی امتیازی شان حاصل تھی۔

مرحوم عطاء محمد خان متعلوی بھی موروثی دولت و ثروت کے علاوہ سرکاری ملازمت میں انجنیئر کے عہدہ پر فائز تھے اور فارسی و انگریزی میں کامل عبور رکھتے تھے۔

رٹائرڈ ہونے کے بعد آپ زمینداری کی طرف متوجہ ہوگئے اور بقیہ اپنا وقت یاد الہیٰ اور مرشد کی خدمت میں صرف کرنے لگے۔

جانی اور مالی طور پر اپنے مرشد کے آستانہ کی ایسی خدمت کی کہ اپنے آباؤ اجداد پر بھی اس جذبہ میں سبقت لے گئے۔ اور مرشد کی نظر کرم کے مستحق ٹھہرے۔

حالات ماخوذ از:۔ مونس المخلصین، عبداللہ جان جان عرف شاہ آغا صاحب مطبوعہ کراچی

مولانا لعل محمد متعلوی

حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی کے منظور نظر خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے استاذ گرامی اور اپنے وقت کے عظیم محقق، عالم اور فاضل حضرت مولانا حاجی حافظ لعل محمد متعلوی۔

یوں تو آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے، اور تمام علوم میں مہارت رکھتے تھے لیکن علم فقہ اور علم فرائض میں آپ کو خصوصی شہرت اور مہارت حاصل تھے۔ بڑے بڑے فارغ التحصیل علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم فرائض کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اس علم کا آپ کے پاس پڑھنا سند کمال اور سبب فخر شمار کیا جاتا تھا۔

ٹکھڑ آمد:۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی جب ہجرت فرما کے سندھ میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد حسن جان مجددی وغیرہ کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا لعل محمد متعوی کا انتخاب فرمایا اور حضرت مولانا کو ٹکھڑ بلا کر یہاں آپ سے صاحبزادگان کو تعلیم دلوائی ٹکھڑ میں آپ سے صاحبزادگان کے علاوہ ٹکھڑ کے سادات میں سے مشہور شاعر حافظ حامد اور سید میراں محمد شاہ وغیرہ نے بھی تعلیم حاصل کی۔

عربستان روانگی:۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی جب ٹکھڑ سے ہجرت فرما کے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ عربستان چلے گئے تو آپ بھی حضرت کے ہمراہ تھے لیکن آپ حج کر کے واپس تشریف لے آئے تھے جبکہ حضرت قبلہ نے وہاں پانچ سال قیام فرمایا۔

ٹنڈو غلام علی میں قیام:۔ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی جب عرب شریف سے اپنے تعلیم مکمل کر کے واپس سندھ لوٹے تو آپ نے ٹنڈو غلام علی والے میر صاحبان کی استدعیٰ اور گذارش پر ٹنڈو غلام علی کے مدرسہ میں تدریس کے لئے آپ کا تقرر فرمایا آپ کے حسن تعلیم کے باعث وہ دارالعلوم اس مقام اور شہرت پر پہنچا کہ دور دراز سے طلباء تحصیل علوم و فنون کے لئے آنے لگے اور خوب اکتساب فیض کر کے اس خطہ کو علم کی روشنی سے منور کرنے لگے یہاں تقریباً بیس سال آپ نے علوم و فنون کے جوھر لٹائے۔

ٹنڈوسائیں داد میں قیام:۔ ٹنڈو غلام علی کے دارالعلوم کے سرپرست میر امام بخش خان جب فوت ہو گئے تو وہ مدرسہ تتر بتر ہو گیا، کوئی نگاہ داشت اور سرپرستی کرنے والا نہ رہا اس کی رونقیں ختم ہونے لگیں تو خواجہ محمد حسن جان مجددی نے آپ کو اپنے صاحبزادگان حضرت عبداللہ جان عرف شاہ آغا وغیرہ کی تعلیم کے لئے ٹنڈوسائیں داد بلالیا۔ جہاں آپ نے دو سال قیام فرمایا اور صاحبزادگان کو تعلیم دیکر اپنے گاؤں مٹیاری تشریف لے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی، اور آخر تک یہیں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔

طریقہ تعلیم:۔ آپ کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ پہلے شاگرد سے کل کا سبق سنتے تھے اس کے بعد آج کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ اس طریقہ تعلیم کے باعث طلباء میں استعداد کامل درجہ کی پیدا ہو جاتی تھے۔ کثرت تعلیم کے باعث کتب درسیہ آپ کو زبانی یاد ہو گئیں تھیں۔ چناچہ آخیر عمر میں بغیر کتاب کے طلباء کو زبانی پڑھایا کرتے تھے۔

تین پشتوں کے استاذ:۔ آخری عمر کے اندر حضرت شاہ آغا نے اپنے

صاحبزادہ غلام علی جان کو آپ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے مٹیاری بھیج دیا تھا، تو گویا آپ اس سرھندی اور مجددی خاندان کی تین نسلوں اور تین پشتوں کے استاذ رہے ہیں، کیونکہ خواجہ محمد حسن جان اور اس کے بعد حضرت شاہ آغا، اور ان کے بعد غلام علی جان آپ سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔

وفات:۔ اس عالم و عارف نے ۱۳۵۳ھ ۱۰ ذی الحجہ کو یعنی عین عیدالاضحیٰ کے روز مٹیاری میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

حالات ماخوذ از:۔ مونس المخلصین، عبداللہ جان جان عرف شاہ آغا صاحب مطبوعہ کراچی

قاضی عنایت اللہ متعلویؒ

مٹیاری کے ایک نقشبندی بزرگ جو عالم و عامل بھی تھی اور عابد و زاھد بھی تھے ۔آپ کے والد کا نام محمود اور دادا کا نام حاجی محمد سعید تھا ۔۔آپ مخدوم فیروز ٹھٹوی کی اولاد میں سے ہیں ۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان المعظم ۱۲۷۶ ھ شب برات کو مٹیاری میں ہوئی ۔

علوم ظاہریہ :۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد قاضی محمد اسماعیل ، قاضی عبدالحمید اور مولانا محمد مقیم متعلوی سے فارسی کی آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ عربی صروف نحو کی ابتدائی کتابیں آپ نے حاجی حافظ عبدالولی متعلوی (۱۳۱۲ ھ) کے پاس پڑھیں بقیہ علوم کی تکمیل مولوی محمد حسن حیدرآبادی (م ۱۳۰۹ ھ) اور حاجی احمد علی سے (م ۱۳۴۱ ھ) حیدرآباد والے مدرسہ میں کی ۔ تفسیر آپ نے قاضی حاجی عبدالواحد بن ابراہیم متعلوی سے پڑہیں یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ ۱۳۰۴ ھ میں مکہ شریف چلے گئے جہاں آپ نے مکہ شریف کے مدرسہ ھندیہ میں سید عبداللہ (م ۱۳۱۰ ھ) سے نحو کی اعلیٰ کتاب الفیہ ابن مالک اور دوسری منہتی کتابیں پڑھیں ۔

علوم باطنیہ :۔ مکہ شریف ہی میں آپ نے وہاں کے مشہور عالم اور صوفی بزرگ شیخ محمد مراد نقشبندی مجددی سے تصوف کی کتابوں کا درس لیا اور ان کی اجازت حاصل کی ۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سید محمد حسن اور سید محمد بن ظاہر الوطری الحنفی سے آپ نے دلائل الخیرات کی اجازت بھی حاصل

کی ۔ اور سندھ کے مشہور روحانی بزرگ شیخ ولی محمد ملا کاتیار سے آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر اپنے باطن کی تکمیل کی اس کے علاوہ خط و کتابت کے ذریعہ شیخ محمد مظہر بن شیخ احمد سعید مجددی مہاجر مکی سے تصوف اور اخلاق کا درس لیتے رہے اور باطنی مدارج کمال بھی آپ طے کرتے رہے ۔ باطنی دنیا میں آپ کو وہ کیف و استغراق حاصل ہوا کہ پھر ظاہری علوم کی درس و تدریس کی طرف آپ کی توجہ کم ہو گئ اور آپ کا زیادہ تر رجحان ذکر و اذکار کی طرف رہنے لگا

آپ کے والد قاضی ہدایت اللہ جو مٹیاری کے مشہور علماء میں سے تھے ان کی صحبت نے آپ کو بھی کتب بینی کا خوگر بنا دیا تھا ۔

خوشنویس :۔ آپ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ ایک بہترین کاتب اور بہت اعلیٰ درجہ کے خوش نویس بھی تھے ۔ عربی اور فارسی میں برداشتہ قلم مضمون تحریر کرتے تھے ۔

وفات :۔ آپ نے اپنی ساری زندگی متوکلانہ گزاری اور ۲۰ شوال المکرم ۱۳۲۲ ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا ۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ج ۲ ص ۱۱۵ ۔

عبدالباقی متعلوی

آپ ٹھٹہ کے معروف روحانی بزرگ حضرت مخدوم ابوالقاسم ٹھٹوی نقشبندی کے فیض یافتہ صوفیاء میں سے ایک کامل صوفی بزرگ گزرے ہیں جو اپنے وقت کے متبحر عالم بھی تھے اور بہترین واعظ بھی تھے۔

مرغوب الاحباب میں ہے کہ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کا جب سرہند شریف جاتے ہوئے مٹیاری سے گزر ہوا تو یہاں میاں عبدالباقی متعلوی نے آپ سے ملاقات کی اور ہیں آپ سے فیض حاصل کیا۔ اور آپ کے ہمراہ سفر پر چلنے کی استدعا کی لیکن مخدوم ابوالقاسم نے ان سے فرمایا کہ آپ ضعیف اور کمزور ہیں آپ کا اتنے لمبے سفر پر جانا مناسب نہیں لہذا آپ یہیں رہیئے۔

دائمی حضوری:۔ آپ بڑے عاشق رسولؐ تھے اور آپ کو حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضوری حاصل رہتی تھی۔ جب بھی آپ خطاب فرماتے تھے تو تقریر سے پہلے حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کے پہلے اجازت طلب کرتے تھے پھر وعظ شروع کرتے تھے۔

قرب رسول:۔ ایک مرتبہ سید عالی متعلوی کی بہن معصومہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ ہم سید ہیں۔ ہمارے پاس اس کی کوئی پکی دلیل ہونی چاہیئے تا کہ دل کو تسلی ہوجائے۔ سید صاحب عالی نے فرمایا کہ فکر نہ کرو تمہاری تسلی کا بندوبست ہو جائیگا۔ اسی رات سید عالی کو خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے فرمایا سید عالیؒ! گھبراؤ نہیں تمہیں اپنے نسب کی صحت کی بارے میں نشانی مل جائیگی۔ دوسرے دن صبح میاں عبدالباقی

آپ کے پاس آئے اور آپ کو مسواک اور گلاب کے پھول دیکر کہنے لگے کہ لو یہ تمہارے صحیح نسب کی نشانی ہے جو ہمارے جدامجد حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکر تمہارے پاس بھیجا ہے۔

ھدایت:۔ آپ کے وعظ و ارشاد سے ہزارہا بھٹکے ہوئے لوگ راہ ہدایت پر گامزن ہوگئے۔

وصال:۔ آپ نے گیارہوں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔

حالات ماخوذ از۔ تذکرہ مشاھر سندھ، دین محمد وفائی جلد ۲ ص ۱۶۴

حاجی غلام علی گوپانگ

ضلع حیدرآباد میں " بدینہ " کے نواحی علاقہ کے رہنے والی حاجی غلام علی گوپانگ ۔ جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے ۔ تمام علمی فضیلتوں کے باوجود تحصیل کمالات باطنی میں ہمیشہ سرگرم رہے ۔ ابتداء میں آپ لواری شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد سعید سے مرید تھے ، لیکن بعد میں آپ نے حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی کی طرف رجوع کیا اور آپ کی خدمت میں رہ کر حل لطائف اور مقامات سلوک کی تکمیل کی ۔

وصال :۔ مرض الموت کے ایام میں آپ بڑی شدت کیساتھ ذکر نفی و اثبات کیا کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ تو یہ عالم ہوتا تھا کہ سخت ترین سردی کی راتوں میں آپ باہر نکل کر ذکر میں مستغرق ہو جایا کرتے تھے ۔ الغرض اپنے رب کا ذکر کرتے کرتے ماہ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ میں آپ اپنے رب سے جا ملے ۔

اولاد :۔ آپ کی اولاد میں مولانا حاجی محمد سعید بڑے نیک اور صالح تھے اور صاحب علم و فضیلت بھی تھے اور اپنے اسلاف اور بزرگوں کے طریقہ پر قائم و دائم رہے ۔

حالات ماخوذ از :۔ مونس المخلصین ، عبداللہ جان جان عرف شاہ آغا صاحب مطبوعہ کراچی

پیر محمد ھالائی

آپ " حالا " کے ایک زبردست عالم بہترین مدرس اور بڑے پاکباز صوفی گزرے ہیں ۔

مہمان نوازی :۔ مہمان نوازی آپ کا خاص شعار تھا ، حالہ میں آنے جانے والے اکثر علماء صوفیاء اور بزرگوں کی مہمان داری اور خدمت گزاری کی سعادت آپ ہی حاصل کرتے تھے ۔

دعائے ولی کامل :۔ خواجہ محمد زکی[۱] نقشبندی نے جب ملتان سے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو راستہ میں حالہ سے آپ کا گزر ہوا ۔یہاں کی لطیف و نظیف آب وہوا کے باعث آپ نے کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا ۔آپ کے اس قیام کے دوران مولانا پیر محمد نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا اور اس عرصہ میں آپ نے خوب فیوضات و برکات بھی حاصل کئے اور آپ کی صحبت میں رہ کر نقشبندی طریقہ سے سلوک کی منزلیں بھی طے کیں ۔

خواجہ زکی آپ کی خدمت سے بہت خوش تھے جب ہالہ سے تشریف لیجانے لگے تو مولانا پیر محمد نے آپ سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کیا دعا کروں انہوں نے عرض کیا کشائش رزق کی دعا کریں کہ جو بھی مسافر یہاں آئے اس کی اسی طرح خدمت کرتا رہوں حضرت خواجہ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حساب رزق عطا فرمایا ۔

وفات :۔ آخری عمر میں مولانا پیر محمد حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے اور وہیں آپ کا وصال ہو گیا ۔آپ کی وفات تقریباً بارھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی کیونکہ

۱

خواجہ محمد زکی کی وفات ۱۱۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا پیر محمد کی وفات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی چوتھی پشت میں ہیں آپ کا سلسلہ نسب و طریقت حضرت امام ربانی تک اس طرح سے ہے۔
"خواجہ محمد زکی ولد خواجہ محمد حنیف ولد خواجہ عبدالاحد ولد خواجہ محمد سعید ولد امام ربانی شیخ احمد سرھندی"
حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین وفائی، ج ۳ ص ۱۵۵

مخدوم عبداللطیف ھالائی

آپ " ھالہ " کے رہنے والے ہیں ۔ اپنے وقت کے بڑے زبردست عالم اور عارف گزرے ہیں ۔ ھالہ میں آپ کی ایک عظیم دینی درس گاہ تھی جہاں طلباء دور دراز سے تحصیل علم کے لئے آیا کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ اندرون سندھ اور بیرون سندھ سے بے شمار فتاوے آتے تھے اور آپ اس کے جوابات تحریر فرماتے تھے ، آپ کے اکثر شاگرد صاحب علم و فضل اور صاحب کشف و کرامت ہوئے ہیں ۔

سندھ کے ایک کامل بزرگ پیر فقیر محمد صاحب وبھڑائی کے آپ استاذ ہیں ابتداء میں انہوں نے آپ ہی کی درسگاہ میں داخلہ لے کر تعلیم کی ابتداء کی تھی ۔

خلافت :۔ آپ کو سندھ کے ایک عظیم بزرگ اور خواجہ پیر فقیر محمد وبھڑائی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ مخدوم غلام محمد ملکانی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے ۔ آپ کا سلسلہ طریقت وہ ہی ہے جو خواجہ فقیر محمد صاحب وبھڑائی کے حالات میں ذکر کیا گیا ۔

کشف :۔ آپ بڑے صاحب کشف بزرگ تھے ، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ پیر فقیر محمد وبھڑائی جس زمانے میں آپ کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ایک روز آپ سے اجازت لیکر اپنے گھر گئے یہاں سے واپسی پر سہون کے قریب " اڑل جی موری " میں ایک مشہور مجذوب میاں محمد صدیق صاحب سے آپ کی ملاقات ہو گئی ، انہوں نے آپ پر خصوصی نظر کرم کی اور علم لدنی سے آپ کو سرفراز فرمایا اور چلتے ہوئے کہا کہ اپنے استاذ مخدوم عبداللطیف کو

ہمارا سلام پہنچانا، آپ جب واپس درسگاہ پہنچے تو مخدوم عبداللطیف نے بغیر واقعہ سنے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ "اب تمہیں سبق پڑھنے کی کیا ضرورت ہے" اس پر فقیر محمد صاحب ویڑائی نے عرض کیا کہ قبلہ! نہیں ابھی تو بہت کچھ ضرورت ہے میں تو آپ کی نظر کرم کا طالب ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو کسی نے ہمیں سلام دیا تھا تم نے وہ بھی ابھی تک ہمیں نہیں پہنچایا۔

حالات ماخوذ رہنمائے سالکین، محمد اشرف منصور داؤد پوتہ، ۳۸۔۴۰ ---

خواجہ محمود مجذوب بالائی

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے مریدین میں جن پر جذب اور بے خودی کی کیفیت طاری رہتی تھی ان میں سے ایک "خواجہ محمود" بھی تھے۔ آپ بڑے کامل مجذوب تھے اور حضرت کی صحبت میں مغلوب الحال ہو کر اپنے ہوش و خرد اور تن و من سے بیگانہ ہو گئے تھے یاد خدا میں ہر وقت مست اور بے خود رہتے تھے۔ حضرت کے حلقہ میں جتنے مجاذیب تھے ان میں آپ سب سے بلند اور ارفع مقام رکھتے تھے، اسی لئے خود حضرت نے آپ کو "سر حلقہ مجانین" کا خطاب عطاء فرمایا تھا۔ ان کے مقام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز حضرت سے کسی نے پوچھا کہ وہ آپ کا ایک چھوٹا سا پاگل مرید جس کا نام محمود ہے وہ آج کل کہاں ہے! آپ نے فرمایا کہ بہت دنوں سے نظر نہیں آیا نہ معلوم کہاں ہے۔ اس کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کہ فرمایا کہ

" کل قیامت کے دن ایسے ہی لوگوں کی جنت آرزو کرے گے اور بہشت کو ایسے ہی لوگوں کی خواہش ہو گی

حالاتِ ماخوذ از [illegible] الاحباب [illegible] نظر علی خان [illegible]
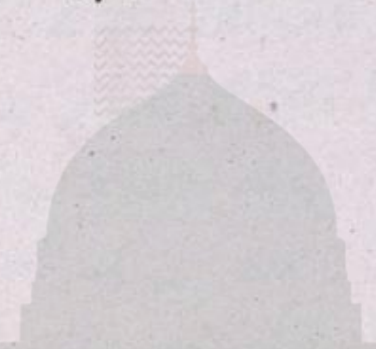
خواجہ ابو طالب اگھمی

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ لواری شریف کے چار مشہور خلفاء میں سے ایک خواجہ ابو طالب اگھمی ہیں جن کے مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کے ہم عصر اور فردوس العارفین کے مصنف میر بلوچ خان تالپور لکھتے ہیں کہ ۔

" چراغ اھل تسلیم اندو طریق ادب و محبت مستقیم خواجہ ابو طالب اگھمانی رحمۃ اللہ علیہ کہ از جملہ چہار خلفائے کبار حضرت ایشاں است ، در علم معارف شانے عظیم داشت ودر ادب و محبت از ہمہ اصحاب پیش قدم بود " (۱)

سکونت :۔ اصل میں آپ سندھ کے ایک دیہات " اگھم " یا " اگھمانڑی " کے رہنے والے ہیں اس لئے اگھمی یا اگھمانی کہلاتے ہیں لیکن آخر میں آپ نے سعید پور شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں آپ کا انتقال ہوا اور اس ہی شہر میں آپ کا مزار مباک بنایا گیا جو آج بھی مرجع خلائق ہے ۔ یہ شہر ضلع حیدرآباد میں ہے ۔

اجازت و خلافت :۔ جب آپ معرفت کی منزلیں طے کرتے ہوئے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تو حضرت خواجہ مخدوم محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ۔ لیکن چونکہ شہرت اور ناموری سے آپ بہت نفرت کرتے تھے اس لئے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کی خاطر آپ نے رشد و ھدایت اور

پیری مریدی کا سلسلہ شروع نہیں فرمایا، کہتے ہیں کہ ساری زندگی صرف دو آدمیوں کو آپ نے مرید فرما کر ان کو سلوک کی منزلیں طے کرائیں اور عارف باللہ بنایا ان ہی میں سے ایک میر محمد مدنی ہیں جن کی علمیت اور بزرگی کی شہرت دوسرے ملکوں تک میں ہے۔

ذریعہ معاش :- اپنے روحانی مقام اور مرتبہ کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کے خاطر آپ کبھی دریا کے کنارے جا بیٹھتے اور وہاں سے مچھلیوں کا شکار کر کے لے آتے اور کبھی مال مویشیوں کو چراتے، ان کی کھالوں سے جو اون نکلتی اس کو بنا کر اپنا گزر بسر کیا کرتے تھے۔

روحانی طاقت :- آپ کی روحانی طاقت اور مقام قرب کا اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء کے انتقال پر تمام اصحاب بڑے غمگین تھے۔ آپ کے ایک خلیفہ حافظ ہدایت اللہ نے حاجی ابو طالب اگھی سے کہا کہ

"خدا نے تم کو اعجاز سبحانی سے نوازا ہے تو اب اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو اور حضرت کو دوبارہ زندہ کر دو"۔

اس پر خواجہ ابو طالب اگھی نے فرمایا کہ۔

"ہاں بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک فوت ہونے والی ساری مخلوق کو زندہ کر کے کھڑا کر دوں لیکن حق تعالیٰ کی مرضی اس ہی طرح ہے لہذا ہم بھی اس کی رضا میں راضی ہیں"

شیخ صالح کا مکاشفہ :- ایک دفعہ حضرت حاجی شیخ صالح کھڑائی (حضرت سلطان الاولیاء کے خلیفہ) راستہ میں جا رہے تھے کہ چلتے چلتے خود بخود مسکرانے لگے کچھ دیر بعد جب حاضرین نے اسکا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ۔

اس وقت میں شیخ ابو طالب اگھی کا حال دیکھ کے ہنس پڑا کہ آج ان کے گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا اس لئے وہ مچھلی کے شکار کے لئے دریا پر جا کے بیٹھ گئے بہت دیر تک بیٹھے رہے لیکن کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی لتنے میں آسمان سے ملائک ان کے پاس آئے انہوں نے دنیا کے ساز و سامان کو خوب آراستہ و پیراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ نے انکار کردیا ۔ اب کبھی وہ آپ کی دائیں طرف آکر اس کو قبول کرنے کی خوشامد کرتے ہیں تو آپ بائیں طرف منہ پھیر رہے ہیں جب وہ بائیں طرف آ کے خوشامد کرتے ہیں تو آپ دائیں طرف منھ پھیر لیتے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی ہے ۔

خواجہ ابوالمساکین کی نظر کرم :۔ صاحب فردوس العارفین نے آپ کی زبانی ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے بچپنہ میں حضرت سلطان الاولیاء کے مرشد عربی حضرت ابوالمساکین خواجہ محمد ٹھٹوی رحمۃ اللہ کی زیارت بھی کی اور ان کی صحبت بھی اٹھائی ہے ۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا ۔ اپنے بزرگوں کے ہمراہ حج کے لئے گیا ادائیگی حج کے بعد سندھ سے آئے ہوئے لوگ حضرت خواجہ ابوالمساکین خواجہ محمدؒ کی خدمت اقدس میں زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے میں بھی ان کے ساتھ چلا گیا اور جا کر مجمع میں بیٹھ گیا ، میں چونکہ چھوٹا تھا اس لئے کھڑے ہو کر دیکھنے لگا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالمساکین بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے ہیں ۔ حضرت کے اس طرح بغور دیکھنے پر مجھے اس وقت بڑا تعجب ہوا اور میں بہت دنوں تک اس ہی الجھن میں رہا کہ آخر اس طرح مجھے دیکھنے کی کیا وجہ تھی لیکن چالیس سال کے بعد جب میں آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد زمانؒ سے بیعت ہو کر آپ کے سلسلہ میں

داخل ہو گیا تو یہ معمہ حل ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت کے اس طرح دیکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے مجھے شناخت کر لیا تھا کہ یہ ہمارے درویشوں میں شامل ہوگا اور نسبت کے آثار آپ نے میرے چہرے پر اس وقت محسوس فرمالئے تھے۔

منازل معرفت:۔ معرفت و حقیقت کی جو اعلیٰ منازل آپ نے اپنے مرشد کے سامنے طے کیں ان کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نے مجھے توجہ دی تو مجھے اتنا عروج حاصل ہوا کہ مجھے اپنی روح عرش پر پرواز کرتی ہوئی محسوس ہوئی اور تمام جہاں میری نگاہوں میں اس وقت عیاں ہو گیا میں نے جب اپنی یہ کیفیت حضرت سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ جہاں کیا ہے۔ اگر تو چاہے تو تجھے ایسی توجہ دوں کہ جہاں میں جہاں کہیں نمک خرچ ہوتا ہے وہ بھی تجھ پر عیاں ہو جائے۔ لیکن اس سے تجھے کیا حاصل ہو گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کر دیا کچھ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر اپنی توجہ حق تعالیٰ کی طرف قائم رکھو۔ اس کے چند دنوں کے بعد فرماتے ہیں کہ پھر مجھے وہ نسبت ملی کہ میں جنت میں پہنچ گیا حور و قصور اور جنت کی تمام نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگا اس پر میرے دل میں خیال آیا کہ اب شائد میرا سلوک مکمل ہو گیا ہے۔ یہ خیال آنا تھا کہ حضرت نے فوراً مجھے خلوت میں طلب کیا اور فرمایا کہ اگر سالک کو بہشت حاصل ہو گئی تو کیا ہوا۔ یہ کوئی کمال نہیں؟ خدا یہاں نہیں اگر اس کو چاہتے ہو تو پھر مقام فنا حاصل کرو۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے فنا کی توجہ مجھے دی اور مقام فنا پر فائز کر دیا۔

مشائخ کا امام:۔ ایک روز حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو طالب اگھی اگر تو کہے تو تجھے تمام مشائخ کا امام اور ان کی سند بنادوں لیکن آپ نے شہرت اور ناموری سے طبعاً نفرت کے باعث ہاتھ جوڑ کے

عرض کیا کہ حضور مجھے معاف فرمائیں مجھے پوشیدہ ہی رہنے دیں ۔ اور ایسا ہی ہوا یہ وقت کا عارف باوضو دریا کے کنارے اکثر لوگوں کو مچھلیاں پکڑتا ہی نظر آیا اور اندر کے جوہر پر کسی کی نظر نہ گئی ۔ صاحب فردوس العارفین نے کسی شاعر کا خوب شعر نقل کیا ہے ۔

از دروں مشو آشنا واز بروں بیگانہ وش
انچینس زیبا روش کم می بود اندر جہاں

خواجہ گل محمد کی سجادگی: ۔ پیر و مرشد کے حکم پر جب آپ کے لخت جگر نور نظر خواجہ گل محمد کو سجادہ نشین کیا گیا تو اس وقت آپ کی عمر ۱۱ سال تھی جس پر بعض مریدین اور خلفاء کو اعتراض ہوا کہ اتنا چھوٹا بچہ خلافت اور رشد و ھدایت کا مرتبہ کیسے سنبھال سکے گا ۔

چناچہ بعض نے مخالفت بھی شروع کی لیکن اس وقت اگر کسی نے سب کو سمجھایا دلائل عقلیہ سے ثابت کیا اور حضرت خواجہ گل محمد کو سجادہ نشیں تسلیم کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دوسروں کو بھی سجادہ نشینی تسلیم کرائی ان میں سے حضرت عبدالرحیم گرھوڑی کے ساتھ خواجہ ابو طالب اگھی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے ۔

حالات ماخوذ از کتب ذیل

۱۔ فردوس العارفین میر بلوچ خان تالپور ص ۴۵ ۔ ۷۵ ۔ ۷۹ ۔ ۱۲۷

۲۔ تحفہ لواری شریف ۔ غلام محمد گرامی

درویش مومن حیدرآبادی

آپ خواجہ محمد زمان (لواری شریف) کے ان صاحب کشف و کرامت مریدوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت خواجہ کی صحبت میں رہ کر معرفت و حقیقت کی اعلیٰ منزلیں طے کیں ۔ صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی لکھتے ہیں کہ آپ کو خاص طور پر کشف قبور میں خاص مرتبہ اور ملکہ حاصل تھا ۔ اور آپ اہل قبور کے احوال و واقعات پر مطلع ہوجاتے تھے ۔

کشف قبور :۔ اس ہی کشف قبور سے متعلق آپ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک روز آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ شکار کے لئے جنگل کی طرف نکل گئے ، راستہ میں ایک قبرستان پڑتا تھا جہاں حافظ درس کا مقبرہ اور درگاہ بڑی مشہور تھی ، جب آپ اس کے قریب پرندوں کا شکار کرنے لگے تو اس مقبرہ کے مجاوروں نے شور مچانا شروع کردیا اور آپ سے کہا کہ اس مقبرہ کی عزت اور حرمت کے خلاف ہے کہ یہاں کے پرندوں کا شکار کیا جائے ۔ آپ باہر تشریف لے آئے فرمانے لگے کہ بے چارے مجاور اس قبر والے کو اللہ کا ولی سمجھے بیٹھے ہیں جبکہ اس قبر کی طرف میں نے تھوڑی سی توجہ کی تو مجھے پتہ چلا کہ اس صاحب قبر پر تو عذاب ہو رہا ہے اور اس کو الٹا لٹکا دیا گیا ہے ۔ اگرچہ وہ اس دنیا میں بہت نیکو کار تھا لیکن ساتھ میں انہتائی ریاکار بھی تھا ۔ اس ہی ریا اور دکھلاوے کی وجہ سے اس کی ساری نیکیاں ضائع گئیں اور اب وہ عذاب میں مبتلا ہے ۔

مزار :۔ آخری عمر میں آپ حیدرآباد آگئے تھے اور بقیہ عمر آپ نے یہیں گزار دی اور یہیں آپ کا وصال ہوا ۔ شاہ مکی کے قبرستان میں آپ کا مزار ہے ۔

حالات ماخوذ ، از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۵۳

شیخ عیار

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کی روحانی نسبتوں نے جن لوگوں کو عارف باللہ بنا دیا ان میں ایک نام "شیخ عیار" کا ہے۔ آپ کے متعلق صاحب فردوس العارفین لکھتا ہے کہ۔

"شیخ عیار معدن اسرار خواجہ ما است رحمۃ اللہ علیہ کہ در مبادی احوال از جماعۃ مجانین حضرت ایشاں بودہ در آخر عمر بحال خود ماندہ آمدہ، اما بطریق ملامیت رفتے و خود را در اھل دنیا پنہاں داشتے خلق را بر احوال او استہزائے مینمودند"

ابتداء میں آپ کا شمار حضرت سلطان الاولیاء کے مریدین اور معتقدین میں مجانین اور مجاذیب کی جو جماعت تھی اس میں ہوتا تھا، نسبتوں اور روحانی تجلیات کے باعث آپ کو اپنے تن و من کا ہوش نہیں تھا لیکن حضرت کی توجہات کی بدولت آپ اس کیفیت سے نکل آئے تھے اور ہوش و حواس سے رہتے تھے لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو مخلوق خدا سے مخفی رکھنے کے خاطر آپ نے "ملامتی" طریقہ اختیار فرما رکھا تھا، یعنی اس قسم کے امور اور عادات اختیار فرمالی تھیں جن کے باعث عام مخلوق آپ کا مذاق اڑاتی تھی اور لعنت و ملامت کیا کرتی تھی لیکن آپ کا حقیقی جوہر لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ اور یہ سب کچھ آپ اسی کو پوشیدہ رکھنے کی خاطر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب فردوس العافین لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کی یہ آیت آپ جیسے ہی کاملان باخدا پر صادق آتی ہے کہ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

مزار مبارک:۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کو شیخ مکائی کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور وہیں آپ کا مزار بنایا گیا۔

حالات ماخوذ از فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان تالپور ص ۸۱۔۸۲

سلطان علی خاں (تالپور)

آپ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (لواری شریف) کے ذی استعداد مریدوں میں سے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔

آپ نہ صرف عربی فارسی کے متبحر عالم تھے بلکہ حکیم حاذق اور فلسفہ فلکیات اور علم نجوم کے بھی بڑے ماہر تھے۔

آپ کے والد کا اسم گرامی " سعید خاں " تھا۔ آپ نسلاً تالپور بلوچ تھے۔

علم فلکیات:۔ علم فلکیات پر ایک کتاب " زیچ سلطان علی خانی " کے نام سے فارسی میں آپ نے تصنیف کی ہے جس میں آپ نے ہندو فلاسفر اور حکماء کے آسمانی حسابوں کے ذریعہ سندھ کے صحیح زائچے تیار کئے ہیں۔ اور یہ فن آپ نے الہ آباد کے ایک پنڈت سے سیکھا جو سندھ میں سیاحت کی غرض سے آیا تھا۔ اور آپ کے یہاں کئی دن قیام پذیر رہا۔

تعریف مرشد:۔ آپ نے اپنی تصنیف میں جہاں تالپور حکمرانوں کی علماء اور حکماء کی ناقدری کے شکوئے کئے ہیں وہاں اپنے مرشد خواجہ محمد زمانؒ کی بہت تعریف اور شان بیان کی ہے۔ آخر میں عارف جامی کے ایک قطعہ کے ذریعہ اپنے مرشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

مکہ کہ یثرب بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند
ہرچہ بہ آں شاہ بخارا رسید
باز ذکر بہ لواری رسید

وفات:۔ "زیج سلطان علی خانی" میں تاریخ تالیف رمضان ۱۲۱۹ھ درج ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ تیرھویں صدی کے صوفیاء میں سے ہیں۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، ج ۱۳ ص ۷

عزیز اللہ متعلوی

آپ مٹیاری کے رہنے والے عالم و فاضل اور روحانی بزرگ گزرے ہیں۔

سکونت:۔ اصل میں آپ کے آباء و اجداد تو ٹھٹہ کے رہنے والے تھے لیکن آپ مٹیاری میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

بیعت:۔ سلسلہ نقشبندیہ میں لواری شریف کے بزرگوں سے آپ کو شرف بیعت حاصل تھا۔

تعلیم و تعلم:۔ آپ نے مٹیاری میں ہی یہاں کے مشہور عالم مخدوم عثمان کے پاس تعلیم حاصل کی اور انہی سے علوم کی تکمیل کر کے علماء میں بڑا بلند مقام حاصل کیا۔ لواری شریف میں قیام کے دوران ایک عرصہ آپ نے وہاں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔

ترجمہ:۔ آپ نے جو سب سے بڑا تاریخی کام کیا ہے وہ قرآن کریم کا سندھی ترجمہ ہے۔ اور وہ بھی اس زمانے میں جبکہ سندھی زبان کی کوئی گرامر مدون نہیں ہوئی تھی حتیٰ کے سندھی زبان لکھی نہیں جاتی تھی ایسے وقت میں تحریری طور پر سب سے پہلا سندھی ترجمہ کرنا یہ آپ ہی کا تاریخی کارنامہ ہے۔ اس ترجمہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس کے حاشیہ پر مختصر سی تفسیر بھی ہے۔

اس کے علاوہ قصیدہ غوثیہ کی فارسی میں شرح بھی آپ کی ایک عظیم یادگار ہے۔

وفات:۔ آپ کی وفات، شعبان المعظم ۱۲۷۳ھ بروز پیر صبح چاشت کے وقت

لواری شریف میں ہوئی ۔ اور وہیں بزرگان لواری شریف کے گنبد کے پچھلے حصہ میں آپ کو دفن کیا گیا ۔

تاریخ وفات آپ کی تاریخ وفات کئی شاعروں نے لکھی ہے ۔ کسی نے " نور اللہ جل مضجعتہ " سے نکالی ہے تو کسی نے اس شعر میں یوں نکالی ہے ۔

ہاتف از سر حسرت تاریخ وصل او بخواند
طوطی آل گویائی اسرار اعلیٰ ساکت ماند

۱۲۷۳ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ج ۳ ص ۲۳۷

درویش صابر ولھاری

" ولھار " ٹنڈوالہیار (ضلع حیدرآباد) میں ایک گاؤں ہے اس گاؤں میں علم ظاہر و باطن کی جامع ایک شخصیت گزری ہے جس کا نام درویش صابر تھا جو مخدوم آدم ٹھٹوی سے فیض یافتہ تھے ۔

بشارت رسول :۔ بچپنہ میں جب آپ مخدوم محمد امین داسوڑی والے سے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم حاصل کررہے تھے تو ایک رات آپ کے استاذ کو خواب میں حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے ان کو خواب میں " صابر کے استاذ " کا لقب عطا فرمایا ۔ صبح جب وہ اٹھے تو انہوں نے اپنے تمام طلباء کو جمع کر کے پوچھا کہ تم میں سے صابر کون ہے ، طلباء نے آپ کی طرف اشارہ کیا آپ نے فوراً ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا کہ اس طالب علم کا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے حضور سرور دو جہاں کی زیارت نصیب ہوئی ہے ۔ اس دنکے بعد سے آپ اپنے اس طالب علم کی بڑی قدر و منزلت اور عزت کیا کرتے تھے ان کے لئے خاص طور سے اپنے گھر سے کھانا بھجوایا کرتے تھے ۔

طرز بود و باش :۔ آپ کے رہن سہن کا طریقہ بہت سادہ تھا ۔ کپڑے بھی اس قدر سادہ ہوتے تھے کے ان کو دیکھ کر کوئی آپ کو پہچان نہیں سکتا تھا ۔ کھانا بھی بہت کم اور سادہ تناول فرماتے تھے ۔

ایک روز بچپن میں آپ کی والدہ آپ کو مدرسہ بلانے کے لئے گئیں اور کہا کہ " آو صابر کھانا کھالو ۔ یہ سن کر درویش صابر رو دیئے اور کہنے لگے کہ اماں

صابر بھی کہتی ہو اور کھانے کے لئے بھی کہتی جاتی ہو " ہم " صابر " لوگوں کو کھانے پینے سے کیا کام ہے ۔

ہم عصر:۔ سندھ کے مشہور صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائی اور شاہ عنایت اللہ رضوی نصرپوری آپ کے ہم عصر تھے ۔ ایک دفعہ دوران سفر شاہ عبداللطیف آپ کی ملاقات اور زیارت کے لئے بھی آئے تھے ۔

محبت استاذ:۔ آپ کے استاذ مخدوم محمد امین کے دل میں آپ کی کتنی عزت اور محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے ۔ کہ جب انکے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کو بلایا جب آپ آئے تو انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور اپنا چہرہ آپ کے چہرے کے ساتھ ملایا اور اسی حالت میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی ۔ اور اپنی ساری جائداد کا مالک درویش صابر کو بنا دیا اس وقت محفل میں ایک اور شخص بھی بیٹھے ہوئے تھے جو مخدوم امین کے عزیزوں میں سے تھے وہ کہنے لگے کہ " دریا جوش میں تو آیا مگر سارا کا سارا ولھاری پہ جاکے گرا "

اولاد ظاہر و باطنی:۔ درویش " فتن " نامی بزرگ آپ کے باکمال مریدوں میں سے گزرے ہیں ۔ آپ کی ظاہری اولاد میں میاں مقبول بڑے باکمال ہوئے ہیں ۔

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۱۳۵ھ میں ہوئی ۔ آپ کا مزار ولھاری گاؤں ٹنڈوالہیار ضلع حیدرآباد میں ہے ۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ۔ ج ۳ ص ۲۶۵ ۔ ۱۰۰

شاہ مفتی محمد محمود

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (لواری شریف) کا فیضان رحمت مشرقی پنجاب اور دھلی سے ہوتا ہوا الور حضرت شاہ رکن الدینؒ کے پاس پہنچا اور ان کے ذریعہ انکے صاحبزادے شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا، جنہوں نے ۴۷ء میں الور سے ہجرت فرما کے حیدرآباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور تقریباً چالیس سال تک اس خطہ کو اسی فیضان علم و عرفان سے منور رکھا۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ ، ۱۹۰۴ء کو راجستان کے ایک بڑے شہر " الور " میں ہوئی۔

والد گرامی :۔ آپ ھندوستان کے نامور بزرگ حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں حضرت شاہ رکن الدینؒ رسالہ رکن دین جیسی مقبول عام اور شہرت دوام رکھنے والی کتاب کے مصنف ہیں وہ اپنے وقت کے ولی کامل گزرے ہیں ۔ ان کی ولادت کی خوشخبری تونسہ شریف کے باکمال بزرگ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دی تھی ۔ ان کو جامع مسجد فتحپوری دہلی کے محدث اور عارف وقت شاہ محمد مسعودؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں شرف بیعت اور اجازت و خلافت حاصل تھی اور آپ حضرت شاہ صاحب کے لاڈلے خلفاء میں شمار ہوتے تھے ۔ جب حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے حرمین شریفین گئے تو وہاں کابل کے مشہور بزرگ خواجہ محمد ضیائے معصومؒ نے آپ سے فرمایا کہ مولانا ہمیں خانہ کعبہ سے اشارہ ہوا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہم آپ کو عطاء کر دیں لہذا چشتیہ

قادریہ اور نقشبندیہ کی نسبتوں کے علاوہ نسبت اویسیہ " بھی ہم آپ کو عطاء کرتے ہیں ۔ آپ ہی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مزار کی تعمیر کے سلسلہ میں اس وقت وہاں کے سجادہ نشین نے آپ ہی کے ہاتھ سے اس کا سنگ بنیاد رکھوایا اور اس کی تعمیر کی تمام ذمہ داری آپ ہی کو سونپی چنانچہ آپ نے ماہرین تعمیرات کے ذریعہ اپنی زیر نگرانی روضہ شریف کی تعمیر کا کام پایہ تکمیل تک پہنچایا آپ نے سینکڑوں کافروں کو مشرف با سلام کیا کراچی کے مفتی اعظم مفتی مظفر احمدؒ کہا کرتے تھے کہ جب کبھی آپ شہر میں تشریف لیجاتے تھے تو کافر مشرک ھندو آپ کو دیکھ کر چھپ جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس کی نگاہ سے بچنا نہ معلوم اس کی نگاہ میں کیا جادو ہے جس پر پڑ جاتی ہے وہ ہی اپنا دھرم کھو بیٹھتا ہے اور اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو جاتا ہے جامع مسجد فتح پوری دہلی کے شاہی امام اور ہندوستان کے مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ آپ ہی کے تربیت یافتہ خلیفہ تھے ۔ آپ نے ۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۵ ھ کو رات کے پچھلے پہر الور میں وصال فرمایا آپ کا مزار شریف آج بھی الور میں مرجع خلائق ہے آپ کی وفات پر سندھ کے مشہور سرھندی مجددی بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی نے اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں فرمایا کہ " افسوس شمع محفل نقشبندیاں از میاں بر خواست و مقتدائے اہل سنت والجماعت ناگہاں برخواست آپ کی تصانیف میں " رکن دین " جیسی مشہور و مقبول کتاب کے علاوہ ، روح الصلواۃ ، توضیح العقائد ، مولود محمود ، دافع طاعون ، اربعین اور ضمیمہ آداب سالک جیسی معرکۃ الاراء کتابیں شامل ہیں ۔

سلسلہ نسب :۔ شاہ مفتی محمد محمود صاحب الوریؒ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے صحابی رسول اور میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے ۔

تعلیم :۔ آپ نے عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدینؒ سے ہی الور میں حاصل کی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا فرید الدین سے حاصل کی ۔ درس نظامیہ کی منتہی کتابیں آپ نے اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں اور مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی اور مدرسہ احمدیہ بھوپال میں اس وقت کے نامور علماء اور محدثین سے پڑھیں ۔ علم الفرائض اور علم التوقیت آپ نے اپنے خسر اور مفتی اعظم ھند مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب سے حاصل کیا ۔ اور دہلی میں ہی حکیم جمیل الدین اور حکیم محمد ظفر خان جیسے کامل اساتذہ سے علم طب و حکمت میں کمال حاصل کیا ۔

علم باطن :۔ علم ظاہر میں کمال حاصل کرنے کے بعد جب آپ الور پہنچے تو علم ظاہر کا ایسا نشہ دماغ پہ چھایا ہوا تھا کہ آپ ہر وقت اسی میں مصروف و مشغول رہنے لگے اور کبھی آپ کو اپنے ہی گھر میں بہتے ہوئے دریائے معرفت سے فیضیاب ہونے کا خیال نہیں آیا ۔ آخر ایک روز آپ کے والد گرامی نے آپ سے فرمایا کہ

" میاں ! علم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک علم سفینہ اور دوسرا علم سینہ ۔ تم نے علم سفینہ تو حاصل کر لیا مگر یاد رکھو علم سینہ کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ یہ صحبت اولیاء اللہ سے ملتا ہے ۔

ان الفاظ کا آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ آپ سب کچھ چھوڑ کے اپنے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدینؒ کی صحبت میں ہمہ وقت حاضر رہ کر اکتساب فیض کرنے لگے ۔ اور تصوف کی اعلیٰ کتابیں مثلاً مکتوبات امام ربانی اور رشحات سبقاً حضرت صاحبؒ سے پڑھیں اور خوب ریاضات و مجاہدات کر کے اعلیٰ مقام حاصل کیا ۔ اور تینوں سلسلوں میں اجازت و خلافت سے سرفرازی حاصل کی ۔

اجازت و خلافت :۔ آپ کے والد اور مرشد حضرت شاہ رکن الدین الوری

کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو اس وقت تک آپ نے شاہ محمد محمود کو خلافت عطاء نہیں فرمائی تھی احباب کے اصرار کے باوجود آپ نے خلافت نامہ تحریر نہیں فرمایا حتیٰ کے آخیر میں مراغبہ اور استغراق کی کیفیت میں آپ کے مرشد نے تین مرتبہ فرمایا ہاں ابھی دیتا ہوں بعد میں جب احباب نے دریافت کیا کہ آپ استغراق کی کیفیت میں کیا فرما رہے تھی تو آپ نے فرمایا ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر میرے مرشد تک تمام اولیائے کرام کی ارواح طیبہ یہاں موجود تھیں اور وہ سب مجھ سے فرما رہے تھے کہ آپ مولوی محمود کو اجازت دینے میں دیر نہ کرو تو ان کے جواب میں، میں عرض کر رہا تھا کہ ابھی دیتا ہوں ۔ اس واقعہ سے حضرت شاہ مفتی محمد محمود کے علمی اور روحانی مقام کا بخوبی اندازہ کیاجاسکتا ہے ۔

سلسلہ طریقت :۔ آپ کا مسعودی نقشبندی سلسلہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تک اس طرح پھنچتا ہے ۔

(۱) حضرت شاہ محمد رکن الدینؒ (۲) شاہ محمد مسعودؒ (۳) سید امام علی شاہؒ (۴) حاجی حسین شاہؒ (۵) قاضی احمدؒ (۶) خواجہ محمد زمانؒ (۷) خواجہ محمد مظہری سندھیؒ (۸) خواجہ محمد ذکی رازدانؒ (۹) خواجہ محمد حنیفؒ (۱۰) خواجہ عبدالاحدؒ (۱۱) خواجہ محمد معصومؒ (۱۲) امام ربانی شیخ احمد سرھندیؒ

حضرت شاہ رکن الدینؒ کو حضرت ضیائے معصومؒ کے ذریعہ جو نقشبندی سلسلہ کی اجازت ملی ہے اس کے مطابق آپ کا سلسلہ طریقت صرف آٹھ واسطوں سے اسطرح حضرت امام ربانی تک پہنچتا ہے ۔

(۱) محمد رکن الدینؒ (۲) خواجہ ضیاء معصومؒ (۳) خواجہ عطاء معصوم (۴) شاہ عبدالباقی (۵) شاہ صفی اللہ (۶) حاجی غلام محمد معصوم (۷) خواجہ محمد اسماعیل (۸) خواجہ محمد معصوم (۹) امام ربانی مجدد الف ثانی ۔

اخلاق و عادات :۔ آپ اخلاق و عادات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا مظہر اتم تھے ۔ متانت ، سادگی ، صبر و شکر ، قناعت پسندی امانت داری ، تواضع و انکساری ، مہمان نوازی نفاست پسندی ، غرباء پروری ، شگفتہ مزاجی ، راست گفتاری ، عفو اور رحم دلی ، الغرض آپ کے کریمانہ اخلاق جمال مصطفوی کے آئینہ دار تھے ۔

بالخصوص استغناء و بے نیازی تو آپ کا طرہء امتیاز تھا ۔ پاکستان کی عدالت عالیہ کے عظیم جج جسٹس خمیسانی جو آپ کے بہت ہی ارادتمند اور معتقد تھے ۔ انہوں نے ایک دن آپ سے گزارش کی کہ حضرت میری ایک خواہش ہے کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے کمرہ کی پیمائش کر کے اس کے ناپ کا ایک قالین بنواکر پیش کروں ۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم تو اپنے اس پھٹے پرانے بوریہ میں خوش ہیں دنیاوی زیبائش خدا آپ کو مبارک کرے ملک کی معروف و مشہور سندھ ٹنیریز لمیٹڈ کے مالک حاجی محبوب الٰہی نے کئی بار کار ، فریج ، ایرکنڈیشن وغیرہ آپ کی خدمت میں ھدیۃ پیش کرنے کی آرزو ظاہر کی لیکن آپنے انکو ہر بار منع فرمادیا ۔ آپ کے ایک اور مرید صادق اور فتح ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ کے مالک اور راجپوتانہ ہسپتال کے بانی سیٹھ ولی میں اکبر جی اکثر آپ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ میں نے آج تک ایسا پیر و مرشد نہیں دیکھا جس نے کبھی میرے گھر کا بھی رخ نہیں کیا ۔

مذہبی خدمات :۔ آپ کی مذہبی اور دینی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے جس میں تبلیغ رشد و ہدایت ، وعظ و نصیحت ، تصنیف تالیف مدینہ مسجد اور مائی خیری مسجد میں ایک عرصہ تک درس قرآن حیدرآباد میں ایک عظیم الشان رُکنُ الِاسلَام جَامِعہ مُجَدِّدِیَہ کے نام سے ایک دینی ادارہ کا قیام ، جہاں طلباء کو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور کیا جاتا ہے ۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد اور اس

درسگاہ سے نکلے ہوئے ہزارہا طلباء دنیا کے کونہ کونہ میں پھیل کر علم مصطفیٰ اور عشق مصطفیٰ کی خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔

تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور دیگر علوم عربیہ کی تدریس فتاویٰ نویسی جیسی اہم خدمات سرفہرست ہیں۔

خلفاء و سفراء :۔ آپ نے جن حضرات کی روحانی تربیت کر کے ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حکیم مشتاق احمد تلمیذ رشید حکیم اجمل خان، حیدری دواخانہ، کراچی

(۲) حکیم احمد حسین نقشبندی (مرحوم) تلمیذ رشید حکیم محمد ظفر خان حیدرآباد

(۳) ڈاکٹر محمد مسعود احمد ابن مفتی محمد مظہر اللہ، پرنسپل. گورنمنٹ کالج ٹھٹہ

(۴) پروفیسر حافظ محمد مقصود احمد، وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج خیرپور

(۵) مولانا احمد خان، ڈبل ایم۔اے حیدرآباد

(۶) قاری سید اشتیاق علی، ناظم اعلیٰ انوارالعلوم ملتان

(۷) مولانا محمد اشرف مجددی، مہتمم جامعہ مجددیہ سیالکوٹ

(۸) راقم الحروف، ابوالخیر محمد زبیر، حیدرآباد

(۹) حاجی چھٹمل (سفیر) قصور

تصانیف :۔ آپ کے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدینؒ نے عقائد پر توضیح العقائد اور نماز کے موضوع پر رکن دین تصنیف فرمائی اور آخر میں آپ کو وصیت فرمائی کہ ہمارے بعد باقی تین ارکان یعنی روزہ، حج اور زکوٰۃ پر مفصل کتابیں

لکھ کر پانچوں ارکان پورے کر لینا، چنانچہ والد گرامی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ نے ان موضوعات پر بڑا تحقیقی قلم اٹھایا اور کتاب الصیام، کتاب الحج اور کتاب الزکواۃ تالیف فرمائیں جو زیور طباعت سے آرستہ ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہیں اس کے علاوہ ایک کتاب آپ نے الور میں ہجرت سے قبل اپنے والد گرامی کے حالات میں تصنیف فرمائی تھی جو وہیں چھپی تھی اور اب ناپید ہے۔ اس کا نام مصباح السالکین فی احوال رکن الملتہ والدین ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت سی تصانیف مثلاً حکایات مثنوی مولانا روم، مواعظ خطبات چند پاروں کی تفسیر، وظائف اور ادعیہ ماثورہ جیسی اہم تصنیفات کے قلمی مسودے موجود ہیں۔ راقم الحروف اس کے ترتیب و تدوین میں مصروف ہے انشاء اللہ وہ بھی جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائینگی۔

محبوب رحمۃ للعالمین:۔ آپ محبوب رحمۃ للعالمین تھے بارگاہ خیرالانام میں آپ کو کس قدر قرب حاصل تھا اس کا اندازہ اس ان دو واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) ایک روز نواب شاہ سے ایک حاجی صاحب حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی آپ کی داڑھی مبارک اور پیشانی کو چومنے لگے آپ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سال حج کے لیے گیا تھا جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو میرے ساتھی کی طبعیت خراب ہو گئ اور اتنی بگڑی کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی میں بہت پریشان ہوا اور میں نے حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی پریشانی عرض کی اس اثناء میں میری آنکھ لگ گئ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار گہر بار سجا ہوا ہے آپ کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے میں بھی حاضر ہوں حضور نے مجھ سے پوچھا تم کیوں پریشان ہو میں نے عرض کیا کہ اپنے ساتھی کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہوں آپ نے اپنی نورانی محفل میں سے ایک بزرگ کو حکم

دیا کہ ان کھجوروں میں سے ان کو بھی دے دو چنانچہ ایک بزرگ نے مجھے کچھ کھجوریں دیں حضور نے فرمایا کہ یہ کھجور خود بھی کھاؤ اور اپنے دوست کو بھی کھلاؤ انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم یہ بزرگ جنہوں نے آپ کے فرمان پر مجھے یہ کھجوریں دی ہیں یہ کون ہیں حضور نے فرمایا تم انھیں نہیں جانتے یہ تمھارے ملک سندھ کے ایک شہر حیدرآباد کے رہنے والے ہیں اتنے میں میری آنکھ کھل گئی کھجوریں میرے سامنے تھیں ان میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے دوست کو بھی کھلائیں تو وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور اب حج سے فارغ ہو کر واپس آیا ہوں تو سب سے پہلے حیدرآباد پہنچا ہوں یہاں لوگوں سے معلوم کیا کہ کوئی اللہ کا ولی اس شہر میں ہے کسی نے فقیر کے پڑ کا پتا بتایا وہاں گیا ایک بزرگ کو دیکھا لیکن ان کی صورت وہ نہ تھی جو حضور کی محفل میں میں نے دیکھی تھی وہاں سے واپس آیا تو پھر کسی نے کسی اور محلے میں کسی اور بزرگ کا پتا بتایا لیکن ان کی صورت بھی وہ نہ تھی آخر کسی نے آپ کا پتا بتایا جب یہاں آیا تو آپ کو دیکھا تو بعینہٖ وہی صورت تھی جو مجھے حضور کی محفل میں نظر آئی تھی اسی لیے آپ کی داڑھی اور پیشانی کو چوم رہا ہوں۔

(۲) چیمبر آف کامرس حیدرآباد کے سابق نائب صدر جناب عمادالدین صدیقی صاحب نے اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کیا کہ میرے ایک دوست غلام حسین صاحب سے تھے جو حیدرآباد میں چشمے کا کام کرتے تھے ان کو خواب میں حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم ان سے بیعت ہو جاؤ جو صورت ان کو خواب میں دکھائی گئی وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لاہور، پاک پٹن الغرض پنجاب اور سندھ کے ہر آستانے پر گئے اور بڑے بڑے پیران کرام کی زیارت کی لیکن ان کو وہ شکل کہیں نہیں ملی جو خواب میں دکھائی گئی تھی آخرکار ایک مرتبہ پھر ان کو خواب میں بشارت دی گئی اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ جس بزرگ ہستی سے فیض حاصل کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ حیدرآباد شہر کے اندر ہیرآباد میں رہتے ہیں غلام

حسین صاحب صبح اٹھتے ہی ہیر آباد پہنچے اور یہاں لوگوں سے پوچھا کہ اس علاقے میں کوئی بزرگ رہتے ہیں لوگوں نے حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کا نام نامی اسم گرامی بتایا یہ آپ کی خدمت میں فورا حاضر ہوئے اور جوں ہی آپ کے نورانی چہرے پر ان کی نگاہ پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ وہی نورانی پیکر ہے جس کی مجھے خواب میں زیارت کرائی گئی تھی اور اسی وقت آپ سے بیعت ہوگئے۔

قبل وصال :۔ احمد آباد میں اپنے ایک خادم جناب عثمان بھائی کو وصال سے چند روز قبل خواب میں اپنے وصال کا اشارہ فرمایا چنانچہ اس واقعہ کو درگاہ خواجہ باقی باللہ کے سجادہ نشیں ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب اپنے مکتوب میں یوں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت قبلہ برادرم محترم رحمتہ اللہ علیہ کا یہ انتقال مکانی ہوا ہے چونکہ عثمان بھائی صاحب کا احمد آباد سے فون آیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت خواب میں تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ میں ناظم آباد جا رہا ہوں انہوں نے تعبیر پوچھی تو میں نے عرض کی کہ تعبیر صاف ہے وہ ایسے ناظم آباد تشریف لے گئے ہیں جس کا آباد کرنے والا ایسا ناظم حقیقی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ناظم نہیں۔

وصال کی خبر :۔ محمد عارف میمن جو حضرت سے بہت محبت کرتے تھے وہ وصال سے چند روز قبل ملاقات کے لیے آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اب ہم سے دل نہ لگانا بلکہ صرف اللہ سے دل لگانا اور مراقبہ پابندی سے کیا کرو۔ اسی طرح وصال سے چند روز پیشتر آپ کی زبان سے یہ مصرعہ جاری تھا جسے آپ بار بار دہرا کر اپنے وصال کی خبر دے رہی تھے

ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے

مژدہ وصال :۔ وصال سے چند گھنٹے قبل آپ کے خادم جناب محمد سرور

خان ایڈووکیٹ قصور میں اپنے آفس جانے کے لیے جب آپ کے پاس اجازت لینے کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا آج آپ قصور جا کر بہت بڑا قصور کریں گے وہ اس اشارے کو نہ سمجھ سکے اور حضرت کی دست بوسی کر کے روانہ ہو گئے جیسے ہی وہ اپنے آفس قصور پہنچے پیچھے سے خبر آئی کہ حضرت وصال فرما گئے۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا کہ آپ کا اشارہ کس طرف تھا کاش میں آج قصور آنے کا قصور نہ کرتا۔ تو حضرت کی آخری لمحوں کی صحبت سے ضرور فیض یاب ہو جاتا۔

وفات:۔ آپ نے ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۸۷ء ضلع قصور میں پریم نگر اسٹیشن کے قریب گھیناکی کے مقام پر رحلت فرمائی۔ جہاں آپ ہر سال قوم میوات سے تعلق رکھنے والے اپنے ہزارہا مریدین کو فیضیاب کرنے کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی تدفین دوسرے روز حیدرآباد میں ہوئی

مزار مبارک:۔ آپ کے ایک مرید سیٹھ ولی محمد اکبرجی نے جامشورہ روڈ پر ایک وسیع قطع اراضی حاصل کیا تھا جس پر راجپوتانہ ہسپتال تعمیر کرایا اور اسی کے متصل ایک میڈیکل کالج ایک پولیٹیکنک کالج اور ایک جامعہ اسلامیہ تعمیر کرانے کا پروگرام تھا۔ راجپوتانہ ہسپتال اور جامعہ اسلامیہ کا سنگ بنیاد ولی بھائی نے اپنے انہی مرشد کے ہاتھ سے رکھوایا تھا۔ حضرتؒ کا مزار اس ہی زمین پر مسجد سے متصل واقع ہے۔ مزار سے متصل جامعہ اسلامیہ کی تعمیر جلد شروع کی جانے والی ہے۔

خراج تحسین:۔ آپؒ کے وصال پر ہر طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والی ملک کی نامور شخصیات نے راقم الحروف سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے آپ کی دینی اور علمی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ان میں سے چند ایک کے اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے راقم الحروف کو ٹیلی گرام میں لکھا کہ مجھے آپ کے ذیشان عالی مرتبت والد گرامی کے افسوسناک انتقال کی خبر پڑھ کر گہرا رنج ہوا مرحوم علامہ مفتی محمد محمودؒ نقشبندی مشہور و معروف روحانی شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردی تھی ۔

(۲) امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے لکھا کہ حضرت استاد العلماء قبلہ مفتی محمد محمود الوری (مرحوم) کی وفات حسرت آیات علمی دنیا اور افتاء کے منصب خالی ہونے سے بڑا دینی اور ملی خسارہ ہے ان کی علمی کاوشیں اور تصوف کے ذریعہ اصلاح خلق کا کام یاد رکھا جائے گا ۔

(۳) سابق وفاقی وزیر مولانا وصی مظہر ندوی نے لکھا کہ " آپ علم و فضل ، تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے بزرگان سلف کی یادگار تھے ۔

(۴) پیر ابراہیم جان سرہندی نے فرمایا کہ " آپ ایک بہترین اور عبقریٔ زماں عالم دین اور ولی کامل اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے فی زمانہ بہترین پیر طریقت اور صاحب نسبت عالیہ بزرگ اور ہمارے مرجع آمال و اماں تھے ۔ ہماری کتنی امیدیں ان کی ذات والا صفات سے وابستہ تھیں حیدرآباد سے ایک شمس شریعت و طریقت غروب ہوچکا ہے ۔

(۵) علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ " آپؒ وقت کے متبحر عالم ، فقیہہ عصر عالم باعمل اور شیخ طریقت تھے ۔

(۶) پروفیسر شاہ فریدالحق نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کا چہرہ پر انوار دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ حضرت مفتی صاحب ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہیں ان کے فیوضات و برکات اور علم و عمل سے ہزاروں افراد نے استفادہ کیا ۔

(۷) شریعت کورٹ کے چیف جسٹس پیر کرم شاہ ازہری نے فرمایا حضرت کی وفات صرف آپ کے لئے ہی نہیں ساری ملت اسلامیہ کے لئے ایک جانکاہ

صدمہ ہے ایسی ہستیاں اب کہاں نظر آتی ہیں جو علوم و فنون ، تقویٰ و پارسائی اور عشق و محبت کی صفات سے بیک وقت متصف ہوں ۔

اس کے علاوہ ملک کے تقریباً تمام قومی اخبارات ، رسائل اور مذہبی جرائد نے آپ کی وفات کی خبریں انتہائی غم کے ساتھ شائع کیں ۔ اور بے شمار افراد نے تعزیتی پیغامات ارسال کئے ۔

شعراء نے قطع ہائے تاریخ وفات لکھے ۔ ان سب کو اگر ذکر کیا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔

اولاد :۔ یوں تو آپ کے یہاں کافی بچے تولد ہوئے لیکن بچپنہ ہی میں انتقال کر گئے اور آپ نے اپنے بعد دو لڑکیاں چھوڑیں اور ایک اس ننگ اسلاف راقم الحروف کو چھوڑا جو حضرت کی دعاؤں کے سہارے حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں معروف ہے

قطعہ وفات :۔ سابق رکن مجلس شوری جناب کمال الدین سالارپوری جن کو الور میں حضرت سے چند عربی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ انہوں نے آپ کی وفات پر یہ تعزیتی اشعار لکھ کر ارسال فرمائے

جنید وقت و شبلی دوراں چلے گئے ۔۔۔ شب زندہ دار عالم عرفاں چلے گئے

دھندلا گئے ہیں فقر و تصوف کے شب روز ۔۔۔ فکر و نظر کے نیر تاباں چلے گئے

تھا جن کے دم سے سنت اسلاف کو فروغ ۔۔۔ تھی جن کے دم سے عظمت انساں چلے گئے۔

اس گلشن حیات تصوف میں خلق کو ۔۔۔ دیتے تھے جو پیام بہاراں چلے گئے

وہ جن کی تربیت نے دیا جذبہ جنوں ۔۔۔ جن سے ملا تصور جاناں چلے گئے

وہ اپنے بعد چھوڑ گئے شب الم ۔۔۔ جو لے کے ساتھ صبح درخشاں چلے گئے

بے ہم ہیں اور کمال خزاں کا طویل دور ۔۔۔ جاں بہار و جان گلستاں چلے گئے۔

مصطفیٰ صبغتہ اللہ شاہ

حیدرآباد شہر کے ایک روحانی بزرگ جن کا اسم گرامی مصطفیٰ صبغتہ اللہ شاہ تھا۔ اور آپ معروف "پیر ایرانی" کے نام سے تھے۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت ایران کے شہر تہران میں ۱۳۱۸ ھ ، ۱۹۰۰ء میں ہوئی اس ہی مناسبت سے آپ پیر ایرانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی حالات :۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی علی آقا سرہنگ تھا۔ جب ان کی وفات ۱۳۲۴ ھ میں ہوئی تو آپ کے ماموں نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کی تربیت کی لیکن ان کی زندگی نے بھی وفا نہ کی اور ۱۳۳۵ ھ میں جب وہ وفات پاگئے تو آپ اپنی والدہ کے ہمراہ رہنے لگے۔

ابتدائی حالات :۔ آپ کے والد گرامی تہران میں شاہی فوج کے بڑے آفیسر تھے اور ناصر الدین قاچار کے امین اور خزانہ دار تھے۔ جب رضا شاہ پہلوی ۱۳۳۸ ھ میں برسر اقتدار آئے تو انہوں نے آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو دفتر محاسبات کا نائب اول بنا دیا۔

فوج میں خدمات :۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی شاہی فوج میں ایک اعلیٰ افسر بنا دئے گئے تھے چنانچہ ۱۳۵۴ ھ میں آپ ہی کی کارکردگی میں بختیاریوں کی سرکوبی کی گئی تھی۔ ۱۳۵۷ ھ میں جب حضرت کاکا صاحب میں آپ کے بہنوئی کا انتقال ہوا تو آپ شاہی فوج کی نوکری چھوڑ کر اپنی بہن کے پاس رہنے کیلئے آ گئے اور یہاں کچھ عرصہ ان کے پاس قیام فرمایا۔

اجازت و خلافت :- معرفت و حقیقت کی طلب اور جستجو نے جب آپ کو بے چین کیا تو آپ کوہ مری کے قریب موہڑہ شریف کے مشہور آستانہ پر حاضر ہو گئے اور یہاں چار سال موہڑہ شریف کے بزرگ خواجہ محمد قاسم سے علوم باطنیہ کی تکمیل کی ، اور نقشبندیہ قادریہ چشتیہ ، اور سہروردیہ چاروں سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفرازی حاصل کی ۔

شادی :- ۱۳۵۷ھ ، ۱۹۳۸ء کے اواخر میں آپ نوشہرہ ، جہلم ہوتے ہوئے جب سکھر پہنچے تو یہاں آپ سردار محمد علی خاں مرحوم کی صاحبزادی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ۔

حیدرآباد کا قیام :- حیدرآباد سندھ میں آپ کا قیام دو مختلف ادوار میں منقسم ہے قیام پاکستان سے قبل جب آپ کی شادی ہوئی تو آپ یہیں حیدرآباد میں آکر آباد ہو گئے تھے لیکن جب ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ پر اس وقت کے انگریز حکمرانوں کو جاسوسی کا شبہ ہونے لگا ۔ چنانچہ آپ حیدرآباد چھوڑ کر فیض آباد (یوپی) چلے گئے ۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد ۴۸ء میں آپ پھر حیدرآباد تشریف لے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی جو آپ کی وفات تک جاری رہی ۔

سلسلہ طریقت :- آپ کا سلسلہ طریقت حضرت امام ربانی تک اس طرح پہنچتا ہے

خواجہ محمد قاسم (موہڑہ شریف) خواجہ نظام الدین ، خواجہ عبدالعزیز ، خواجہ عبدالحمید ، خواجہ گل محمد ، خواجہ عبدالصبور ، حافظ احمد ، سید عنایت اللہ شاہ ، سید عبداللہ شاہ ، خواجہ محمود ، خواجہ عبدالقادر ، خواجہ عبدالباسط ، شاہ حسین ، امام ربانی شیخ احمد سرہندی ۔

خدمات :۔ رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کے ذریعے جہاں ایک طرف آپ کی روحانی خدمات ہیں وہاں "المصطفیٰ" رسالہ کا اجراء فرما کے آپ نے علمی، دینی اور ادبی خدمات بھی انجام دیں اور بعض دفعہ آنکھوں کے علاج کے لئے کیمپ وغیرہ لگا کر غریبوں کو مفت علاج کی سہولتیں فراہم کر کے آپ نے بہترین سماجی خدمات بھی انجام دیں ۔ آپ فارسی اور اردو میں عارفانہ کلام خوب تحریر فرماتے تھے ۔

ملفوظات :۔ تصوف کے نکات اور مباحث پر مشتمل آپ کے ملفوظات مینائے مصطفائی کے نام سے حیدرآباد میں شائع ہو چکے ہیں ۔ اس کا پہلا حصہ ۱۳۸۰ ھ میں اور دوسرا حصہ ۱۳۸۴ ھ میں شائع ہوا ۔

اس کے علاوہ آپ کے ملفوظات کا ایک مختصر سا مجموعہ بھی مراتب ذکر اور انکے نتائج کے نام سے پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب نے حیدرآباد سے ۱۹۸۵ء میں شائع کرایا ہے ۔ ان ملفوظات کو پڑھ کر آپ کی، علمی، دینی اور روحانی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

وصال :۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۷ ھ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء کو حیدرآباد میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو خیرپور کے قریب دفن کیا گیا ۔

سید عبدالقادر (تولیڑہ)

" الحاج میاں سید عبدالقادر شاہ صاحب جو " میاں صاحب تولیڑے والے کے لقب سے مشہور تھے ، پاک و ہند کے معروف نقشبندی اولیاء میں شمار کئے جاتے ہیں ۔

ولادت :۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۱ ھ بروز پیر کی مبارک صبح کو تھپلور (ضلع جالندھر مشرقی پنجاب) میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ، بچپنہ ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا آپ کے والد کا نام میاں محمد روشن تھا جو سلسلہ قادریہ سے ارادت رکھتے تھے ۔

علوم ظاہریہ و باطنیہ :۔ سن رشد و تمیز پر آپ کو حضرت حاجی مولانا کرم بخش صاحب نقشبندی مجددی پہلووی کے حلقہ درس میں بٹھا دیا گیا جو حضرت خواجہ قادر بخش صاحب جہاں خیلیؒ کے خلیفہ اول تھے ، یہاں میاں صاحب نے قرآن و حدیث تفسیر و فقہ کی مکمل تعلیم حاصل کی اور پھر آپ ہی سے روحانی تربیت کا آغاز کر دیا ، چناچہ حضرت مولانا کرم بخش صاحب سے ہی شرف بیعت حاصل کر کے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

اپنے مرشد کے انتقال کے بعد آپ کا دل " پھلور " سے اکھڑ گیا ۔ یہاں سے آپ حضرت سائیں توکل شاہ " انبالویؒ " (جو حضرت میاں صاحب کے چچا پیر تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اکتساب فیوض کیا ۔

حالت جذب :۔ اس زمانہ میں ایک عرصہ تک آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہی چناچہ آپ " گڑگانواہ " اور " ضلع انبالہ " کے جنگلوں میں جذب کی کیفیت

میں پھرتے رہے، جب آپ حالت جذب سے کچھ حالت سلوک میں آئے تو آپ کو
اس وقت آپ کے تایازاد بھائی میاں فتح دین لاغر صاحبؒ کا ایک خط ملا جس میں
آپ کی والدہ کا آپ کو یہ حکم تھا کہ فوراً گھر واپس پہنچو، آپ اپنی والدہ کی طلبی پر
فوراً پھلور پہنچے اور تین سال مسلسل اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہے،
جب آپ کی والدہ کا وصال ہوگیا تو ان کے چالیسویں سے فارغ ہو کر آپ پھر
حضرت سائیں توکل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے ۔ ۱۳۱۴ھ میں جب سائیں
توکل شاہ کا بھی وصال ہو گیا تو پھر آپ اجمیر تشریف لے گئے جہاں آپ حضرت
خواجہ غریب نواز کے دربار میں حاضر ہو کر عبادات و ریاضات میں ہمہ تن
مصروف ہوگئے ۔

تولیڑہ میں آمد:۔ یہاں سے آپ کو راجستان میں " الور " کے قریب " تولیڑہ "
نامی ایک موضع میں جانے کا حکم ہوا، آپ وہاں تشریف لے گئے، اور ایک مسجد
میں آپ نے قیام فرمایا ماحول بالکل اجنبی تھا یہاں کے ان پڑھ اور جاہل لوگ
آپ پر شک و شبہ کرنے لگے کہ یہ ایک لاوارث اور اجنبی یہاں کیوں پڑا ہوا ہے
چنانچہ انہوں نے آپ کو پریشان کرنا شروع کر دیا، آپ تنگ آکر وہاں سے نکل
کھڑے ہوئے اور دو میل دور جنگل میں جا کر بسیرا کر لیا اور وہیں عبادات اور
ریاضات میں مشغول ہوگئے ۔

کچھ روز بعد اس ہی تولیڑہ گاؤں میں " طاعون " کی وباء پھیل گئی اور لوگ
مرنے لگے آخر شہر الور میں جا کر لوگوں نے کسی بزرگ سے عرض کیا تو انہوں
نے فرمایا کہ تم ۔نے کسی خدا کے مقبول بندہ کا دل دکھایا ہے ۔ جس کے سبب
سے تم پر یہ بلاء نازل ہوئی ہے، جاؤ اس سے جا کر معافی مانگو، چناچہ لوگ
حضرت میاں صاحب کے پاس جنگل میں گئے ان سے اپنے رویہ پر معافی طلب کی
اور پھر بڑے عزت و احترام سے آپ کو اپنے ساتھ گاؤں لیکر آئے، چناچہ آپ

یہاں تشریف لے آئے اور قیام پاکستان تک اسی مقام پر رشد و ھدایت فرماتے رہے۔

نماز جمعہ :۔ آپ ہر ہفتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے شہر "الور" میں تشریف لاتے تھے یہاں جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمانے کے بعد لوگوں سے ملاقات فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد عبدالوہاب صاحب ٹیلر ماسٹر کی دکان (واقع منشی بازار) پر تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دیر یہاں ٹھیر کر احباب اور عقیدت مندوں سے ملاقات کر کے ملا عبدالرحیم کے کپڑے کی دوکان پر (جو بیرون لال دروازہ میں تھی) جاکے آرام فرمایا کرتے تھے وہاں سے آپ مسجد کہرہ والی میں تشریف لیجاتے جہاں حاجی فیاض الدین صاحبؒ امام تھے یہاں آپ عصر کی نماز ادا فرماتے اور پھر اسی دن واپس تولیرہ تشریف لے آتے تھے۔

احترام علماء و صوفیاء :۔ علماء، صلحاء و صوفیاء اور مشائخ کا احترام اور ان کی تعظیم کرنا آپ کا خاص شیوہ تھا، چنانچہ آپ کی ایک کرامت مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ بیماری کے باعث کافی کمزور اور علیل تھے۔ چلنا پھرنا بھی آپ کے لئے دو بھر تھا، لیکن ایک دن مریدین نے دیکھا کہ آپ صحن میں تندرستوں کی طرح چہل قدمی فرما رہے ہیں، جب آپ سے آرام کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے بیٹے مجھ سے ملنے آرہے ہیں بھلا میں کیسے یہ گستاخی کرسکتا ہوں کہ بیٹھ جاؤں، مریدین نے دیکھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت خواجہ خاں محمد صاحب تونسوی تشریف لے آئے اور آپ نے بڑی عزت و احترام کے ساتھ انکا استقبال فرمایا۔

اسی طرح جب آپ الور تشریف لیجاتے تھے تو وہاں کے ایک کامل بزرگ ہند و پاک کی عظیم روحانی شخصیت اور وقت کے عظیم قطب اور راقم الحروف کے جدامجد حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین نقشبندی، قادری، چشتی، سے ضرور

ملاقات فرمایا کرتے تھے ۔ اور انکے روحانی اور علمی مقام اور مرتبہ کے باعث ان کا بڑا احترام فرمایا کرتے تھے جس کا اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ٹھیکدار محمد اسماعیل کو آپ سے ارادت ہو گئی ، اور ان کو یہ خواہش ہوئی کہ میاں صاحب مجھے اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمالیں ، لیکن چونکہ ٹھیکیدار صاحب کا تعلق حضرت شاہ رکن الدین صاحب سے بھی تھا اس لئے انہوں نے ازراہ ادب ان کو بیعت نہیں کیا ، جب ٹھیکیدار صاحب نے بہت ہی اصرار کیا اور حاجی فیاض صاحب کو سفارش کے لئے اپنے ساتھ لیکر گئے تو آپ کے یہ الفاظ تھے کہ

" تمہارا حصہ تو ایک بہت بڑی جگہ پر ہے ۔ وہ
ایسی جگہ ہے جہاں میں بھی ادب و احترام سے
جاتا ہوں "

اور آپ کی یہ بات حرف بحروف صادق آئی اور کچھ دنوں کے بعد ٹھیکیدار صاحب کو حضرت شاہ رکن الدینؒ سے شرف بیعت حاصل ہو گیا ۔

اور یہی نہیں بلکہ آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ رکن الدینؒ کی نسبت کے باعث آپ ان کے صاحبزادے اور ان کے روحانی اور علمی جانشین شریعت و طریقت کے مجمع البحرین حضرت شاہ محمد محمود صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بڑا احترام اور ادب فرمایا کرتے تھے ، کبھی خود حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے ۔ اور جب کبھی حضرت انسے ملاقات کے لئے ان کے گھر تشریف لیجاتے تھے تو آپ باوجود ضعف و ناتوانی اور کبر سنی کے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور بڑی محبت سے اپنے پاس خاص مسند پر بٹھایا کرتے تھے ، ہر سال اپنے پیرومرشد کا عظیم الشان عرس منایا کرتے تھے ، جس میں حضرت قبلہ کو تقریر کے لئے ضرور مدعو کرتے تھے ، اور جب حضرت تقریر کر کے واپس ہوتے تھے تو آپ خود بڑی محبت بڑے اصرار سے نذر گزارتے تھے ، حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ

ان کی بزرگی اور اس پر اس قدر ادب و احترام کو دیکھ کر مجھے خود سے شرم محسوس ہونے لگتی تھی حتیٰ کے ایک دفعہ اس سے بچنے کی خاطر میں تقریر کر کے فوراً بغیر حضرت میاں صاحب سے ملے باہر آنے لگا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تمام مجلس کے آداب کو بلائے طاق رکھ کر ضعف پیری کے باعث کانپتے ہوئے قدموں سے میرے پیچھے پیچھے آنے لگے، اور آخر اپنا دستور پورا کر کے ہی دم لیا۔ (۱)

یہ فقیر راقم الحروف اس زمانہ میں بہت چھوٹا تھا لیکن اکثر حضرت قبلہ والدیم صاحب کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اور آپ کی شرف صحبت و زیارت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ آج بھی میرے لوح ذہن پر اس نورانی ھستی کی پاک صورت اور عمدہ سیرت کے ہلکے ہلکے نقوش باقی ہیں۔ آپ کی خاموش طبعی لطافت و نظافت، دھیمے اور سبک لہجہ کی گفتگو، حد درجہ کی تواضع و بردباری، حلم و انکساری اب بھی میرے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ اللہ اللہ اب ایسی شخصیتیں کہاں! اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

حیدرآباد میں آمد:۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت فرما کے بھاولپور تشریف لائے کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد حیدرآباد (سندھ) میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ حیدرآباد میں شروع میں ایک مرید مستری اللہ دین کے یہاں قیام فرمایا جو صدر کی جامع مسجد کے سامنے تھا بعد میں ہیرآباد والے مکان میں منتقل ہو گئے تھے جہاں آخیر عمر تک قیام فرمایا۔

عبادات و ریاضات:۔ بچپن ہی سے آپ عبادات اور ریاضات کی طرف راغب تھے اور یہ رغبت آخیر تک قائم رہی، یہاں تک کہ بعد میں آپ کی اکثر راتیں خانقاہوں، مزاروں پہ بسر ہوتی تھیں جہاں آپ ہر وقت عبادات میں مصروف رہتے تھے، نماز تہجد سے قبل غسل فرماتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد درود

شریف ، نعت اور صلواۃ و سلام کی محفل ہوتی تھی اور آخیر میں لنگر خانہ سے حاضرین کو چائے دیجاتی تھی آپ دو دفعہ یعنی ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۵ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۔ عاشق رسول تھے جمعہ اور عشاء کی نماز کے بعد نعت شریف سنا کرتے تھے جس کے دوران آپ کی آنکھوں سے آنسوں کی جھڑی بند جاتی تھی ۔

حلیہ مبارک :۔ درمیانہ قد ، کتابی چہرہ ، سفید ریش ، گھنی اور بھری ڈاڑھی ، کشادہ پیشانی ، بڑا سر ، بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ، چھریرا بدن ، سر پر دو پلی ململ کی ٹوپی کبھی کبھی اس پر صوفیانہ رنگ کا صافہ سفید لامبا کرتا ، کندھے پر رومال ، شرعی پاجامہ ، ناگرہ جوتی ، ہاتھ میں چھڑی ۔

کرامات :۔ آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں جن میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار کی تعمیر کا کام جاری تھا ، بانس وغیرہ رسیوں سے باندھے ہوئے تھے ، رات کے وقت ایک شخص کے دل میں برائی آئی اور اس نے چوری کے ارادے سے بانس کھولنے شروع کیئے ، ابھی وہ بانس کھول ہی رہا تھا کہ اسے اپنے سامنے حضرت میاں صاحب کھڑے ہوئے نظر آئے یہ دیکھ کر وہ وہاں سے بھاگا جب نہر والے روڈ تک پہنچا تو دیکھا یہاں بھی حضرت میاں صاحب کھڑے ہوئے اسے دیکھ رہے ہیں ، یہ دیکھ کر وہ بہت خوف زدہ ہوا اور ہمیشہ کے لئے اس نے چوری سے توبہ کر لی ۔

اسی طرح کی ایک اور کرامت منقول ہے کہ جب آپ کے مزار سے ملحق مسجد تعمیر ہو رہی تھی تو غلطی سے مسجد کی سمت کعبہ سے تھوڑی سی ہٹ گئی تھی ، اسی رات آپ اپنے مرید ابراہیم خاں کو خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ مسجد کے کعبہ کی سمت درست کراؤ ، کیونکہ جو فرق یہاں انچوں کا ہے وہ خانہ کعبہ تک پہنچتے پہنچتے ستر میل سے بھی زیادہ کا ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کے ارشاد

کے مطابق اس کی سمت فوراً درست کی گئی ۔

وفات:۔ آپ مخلوق کی رشد و ھدایت کے سلسلہ میں اکثر بیرون شہر دورے بھی فرمایا کرتے تھے چناچہ یکم نومبر ۱۹۶۰ء کو آپ پنجاب کے آخری دورے سے واپس آئے اور ۲۴ دسمبر ۶۰ء کو علیل ہو گئے، ڈاکٹر صمدانی کا علاج کیا گیا جس سے وقتی طور پر آپ شفایاب ہو گئے ۔ اور ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء کو آپ نے غسل صحت فرمایا لیکن اس کے پندرہ روز بعد آپ کی اچانک طبیعت ناساز ہو گئی، ہسپتال میں داخل کیا گیا وہاں بھی آپ کو افاقہ نہ ہوا آخر مکان پر تشریف لے آئے اور یہاں ہی ۲۲ اگست ۱۹۶۰ء، ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ بروز منگل بوقت دس بجے صبح آپ نے غسل کی خواہش کی، تعمیل حکم کرتے ہوئے آپ کو غسل دیا گیا جس کے چند گھنٹوں کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ) آپ کی نماز جنازہ پیر ایرانی صاحب نقشبندی نے پڑھائی ۔ تمام راستے ہلکی بوندا باندی ہوتی رہی ۔

مزار:۔ آپ کے ایک مرید خاص چوہدری محمد صادق جو سندھ کے بڑے زمیندار تھے ان کی خواہش پر ان کی جو زمین ہالہ روڈ (لائن چینل، پکی نہر کے کنارے) پر واقع ہے وہاں آپ کو دفن کیا گیا ہے اور بہت خوبصورت مزار اور گنبد تعمیر کیا گیا، اور اب اس کے ملحق ایک دیدہ زیب خانقاہ ایک مدرسہ اور ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے ۔ یہاں کا تمام انتظام و انصرام چودھری محمد صادق صاحب کے نیک صورت اور نیک سیرت صاحبزادے جناب چودھری آفتاب احمد صاحب کی زیر نگرانی ہے ۔

نہر کے کنارے اس دلکش پر فضا اور پر سکون مقام میں ہر روز بیسوں دکھ درد کے مارے آتے ہیں اور شفاء لیکر جاتے ہیں ۔

اور یہیں ہر سال ۱۱ - ۱۲ ربیع الاول کو پوری شان و شوکت اور عقیدت و احترام کیساتھ میاں صاحب کے عرس کی تقریبات بھی منائی جاتی ہیں جس میں قرآن خوانی نعت خوانی اور تقاریر علماء کرام ہوتی ہیں۔

۱- بزم جاناں، راقم الحروف محمد زبیر، مطبوعہ حیدر آباد، ص ۲۷۹۔

حالات ماخوذ از روز نامہ نوائے وقت، کراچی، ۱۶ جنوری ۱۹۸۱ء تحریر چودھری محمد آفتاب

حکیم احمد حسین

آفتاب ولایت حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری (الور ، راجستان) رحمۃ اللہ علیہ کے انوار ولایت نے جن ستاروں کو چمکایا ان میں سے ایک حکیم احمد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے ۔ جن کی صحبت میں بیٹھ کر اور ان کے دلاویز انداز میں اللہ اور اس کے پیاروں کا ذکر سن کے ایمان تازہ ہو جاتے تھے ۔ مرشد نے ان کے قلب کو عشق الہی سے ایسا ضیاء بار کر دیا تھا کہ اس کی کرنیں ان کے چہرے سے بھی نمایاں ہوتی تھیں اور ان کی پاکیزہ اور نورانی صورت کو دیکھ کر بے اختیار یہ حدیث زبان پر آجاتی تھی کہ اذاراؤ ذکر اللہ کہ اللہ کے مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی صورت کو دیکھو تو خدا یاد آجاتا ہے ۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت ریاست الور راجستان کے ایک قصبہ کوٹ قاسم میں ہوئی ۔

والد گرامی :۔آپ کے والد گرامی کا نام فخرالدین ولد فرید الدین تھا ۔آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں ہونے کے باعث احراری کہلاتے تھے ۔

تعلیم :۔ آپ کے دادا فرید الدین فارسی کے بڑے بلند پایہ انشاء پرداز تھے ، ان کی غالب سے بھی فارسی میں اکثر ادیبانہ رنگ میں خط و کتابت رہتی تھی وہ جب کوٹ قاسم سے الور منتقل ہوگئے تو یہاں انہوں نے ایک بہت بڑا مکتب قائم کیا جس میں کافی طلباء فارسی وغیرہ کی مروجہ تعلم حاصل کیا کرتے تھے ۔

حکم صاحب نے بھی اسی مکتب میں داخل ہو کر ان سے تعلیم حاصل کی ۔

طب و حکمت: یہاں سے آپ دھلی آگئے جہاں طبیہ کالج دہلی میں داخل ہو کر طب و حکمت کی اعلی تعلیم پائی اور حکیم ظفر احمد خاں صاحب سے سند فراغت حاصل کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے الور آکر مطب کھول لیا جہاں اس فن طبابت کے ذریعہ مخلوق خدا کو فیض پہنچانے لگے ۔آپ کے کامیاب علاج کے باعث وہاں کے ہندو بھی آپ کے بڑے مداح اور بیحد معتقد تھے۔

بیعت:۔ اس زمانے میں الور (راجستان انڈیا) ایک عارف کامل ایک مرد درویش حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کے باعث معرفت و حقیقت کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ حکیم احمد حسین صاحب نے بھی اسی مرد کامل سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہ کر مدارج سلوک طے کئے اور معرفت کا اعلی مقام حاصل کیا۔

خدمت مرشد:۔ حکیم صاحب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اپنے مرشد کی خدمت کر کے ان کی رضا اور خوشنودی سے سرفراز ہوئے۔ مرشد کے انتقال کے زمانہ میں لوگوں نے جب پیر دبانے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی تو مرشد کو کسی کی خدمت پسند نہیں آئی فرمایا حکیم احمد حسین کو بلا کر لاؤ لوگوں نے عرض کیا وہ کئی دنوں سے خدمت میں مصروف تھے اب کچھ دیر کے لئے سوئے ہیں فرمایا انہیں ہمارا نام لے کر اٹھادو وہ بار محسوس نہیں کریگا بلکہ خوش ہوگا۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا جیسے ہی مرشد کا پیغام سنا حکیم خوش و خرم دوڑتے ہوئے مرشد کے خدمت میں حاضر ہو گئے اور جوں ہی قدموں پر ہاتھ رکھا آپ خوش ہو گئے اور فرمایا۔ بس اتنی سی بات تھی اور اس کے بعد خوب دعائیں دیں۔ پتہ چلا کہ اللہ کے ولی کی اس بارگاہ میں حکیم صاحب کی خدمت مقبول و محبوب تھی اور وہ اپنے مرشد کے منظور

نظر تھے ۔ یہ واقعہ خود سنا کر حکیم صاحب بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ میرے مرشد نے مجھ پر ناز کرتے ہوئے مجھے سوتے ہوئے جگانے کا جو حکم دیا اس پر مجھے ناز ہے " حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید شاعر محمود احمد حکیم صاحب کے بڑے گہرے دوست تھے ان سے آپ کی اکثر خط و کتابت رہتی تھی ان کا ایک قطعہ اپنے مرشد کے متعلق جو انہوں نے حکیم صاحب کو لکھ کر ارسال کیا وہ حکیم صاحب کے قلبی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے ۔

کسی کو زعم ہے جاہ و حشم پر
کسی کو ناز ہے ہاتھی نشین ہوں
مجھے محمود یہ ہے فخر حاصل
غلام آستان رکن دین ہوں

حکیم صاحب اکثر اپنی محفلوں میں جب بڑے پیار بھرے انداز سے اپنے مرشد کی پیاری پیاری باتیں سنایا کرتے تھے تو محفل پر نشاط سرور کی ایک عجب کیفیت طاری ہوجاتی تھی ان محفلوں میں وہ حکیم محمود احمد صاحب کے یہ فراقیہ اشعار اکثر سنایا کرتے تھے ۔

رکن دین و رکن ایمان ۔۔۔ مشعل وحدت شمع عرفاں
روح قالب جان بے جان ۔۔۔ وقت کے اپنے عیسی دوراں
شاہ ولایت شب از خانہ ۔۔۔ ہوگئے خلد بریں کو روانہ
کفر شکن ہاں نام تھا جن کا ۔۔۔ توحید سکھانا کام تھا جنکا
خاص یہی انعام تھا جنکا ۔۔۔ خوان وحدت عام تھا جنکا
سب سے ہوکر وہ بیگانہ ۔۔۔ ہو گئے خلد بریں کو روانہ
وقت تہجد سر کو جھکا کر ۔۔۔ بندگی اپنے رب کی ادا کر
مرتے ہیں ں حق پر یہ جتلاکر ۔۔۔ رب سے دعا کی ہاتھ اٹھا کر
خلد کا حاصل کر پروانہ ۔۔۔ ہو گئے خلد بریں کو روانہ

دل میں ہے گرچہ صادق نسبت بعد میں کر لے حاصل قربت
ہجر میں آئے لطف و صلت محمود یہی ہے شرط الفت
غم میں رو رو مر جانا ہوگئے خلد بریں کو روانہ

اور کبھی جھومتے ہوئے اپنے مرشد کے متعلق محمود احمد صاحب کے یہ ہندی زبان کے اشعار سنایا کرتے تھے۔

تم ری دیا سے تم ری دعا سے دور رہی ہر موج بلا سے
بھر گئی جھولی اس کی عطا سے وہ ہی ملا جو مانگا خدا سے
تم رے صدقے گذری بھلی
مورے مرشد رکن الدین ولی

اور کبھی اپنے مرشد کے وصال کے واقعات اور ان کی جدائیگی اور فراق میں غلاموں کے حالات بالخصوص مزار شریف پر پہلے شبینہ کی محفل میں غلاموں کے جذبات اور ان جذبات کے ترجمان محمود احمد صاحب کے یہ اشعار سنا سنا کر تڑپا دیا کرتے تھے۔

شب ھجر سے دل جلائے ہوئے ہیں غم ہجر کا داغ کھائے ہوئے ہیں
مزا سوز الفت کا پائے ہوئے ہیں جو شمع سے لو لگائے ہوئے ہیں
وہ پردانے محفل میں آئے ہوئے ہیں

لبے ہو بہت دور بستی سے آکر بہت خوش ہو جنگل میں منگل منا کر
چلے آئے اپنوں سے منہ کو چھپا کر نکل آؤ آپ آج مرقد سے باہر
غلام آپ کے در پہ آئے ہوئے ہیں

نگاہ تجسس گئی جب کہ اندر تو خالی پھری اور کہا مجھ سے آکر
فقط ہے تصرف سے مرقد منور لبے وہ بھی پاس اب اس کے ہی جاکر
وہ دل جس سے اپنا لگائے ہوئے ہیں

یہ موقع ہے اچھا غنیمت سمجھ لے زیارت تو محبوب کی اپنے کر لے

وہ تشریف رکھتے ہیں پاؤں پکڑے　　　جو کچھ عرض کرنا ہے محمود کر لے
کہ شبینہ میں جنت لے آئے ہوئے ہیں

الغرض حکیم صاحبؒ فنا فی المرشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور ان کی ساری زندگی اپنے محبوب مرشد کی حسین یادوں اور دلآویز تذکروں سے جگمگا رہی تھی ۔ حتیٰ کے اپنی قبر کی وحشت دور کرنے اور اس کی تاریکی کو بھی دور کرنے کے لیے بھی حکیم صاحب نے اسی نسبت کا سہارا لیا اور آخر میں وصیت کی کہ مجھے جب دفن کرو تو میرے مرشد کے موئے مبارک حضرت امام ربانی کے روضہ شریف کی خاک اور دیگر تبرکات میری قبر میں رکھدینا تاکہ میری قبر کی مشکل آسان ہوجائے اور مری بخشش کا سامان ہو جائے ۔

خلافت :۔ اپنے باکمال مرشد کی صحبت اور ان کی خدمت سے آپ نے جو روحانی کمال حاصل کیا اور طریقت کے جس اعلیٰ منصب پر آپ پہنچے وہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں تھا چنانچہ آپ کے مرشدزادے پاک و ہند کے عظیم روحانی بزرگ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں جو حکیم صاحب کے لاہور کے زمانہ قیام کے دوران ان کو ارسال فرمایا اسمیں اسی فیضان نقشبندیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا چونکہ وہ مکتوب طریقت و حقیقت کے گنجہائے گراں مایہ سے پر ہے اس لئے اس کو یہاں مکمل نقل جاتا ہے ۔

عزیزم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

الحمدللہ آپ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف پایا ہے اور آپ نے فیضان نقشبندی بھی حضرت صاحب قدس سرہ سے حاصل کیا ہے اب آپ اس فیض کو دوسروں کو پہنچائیں اور بندگان خدا کو واصل الی اللہ کریں ۔ فقیر آپ کو نقشبندیہ سلسلہ میں لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہے اتباع سنت کو

لازم پکڑنا اور اپنی ضد اور نفس کی خواہش کو حکم خدا اور رسول کے آگے مٹا دینا ہر لمحہ تحت حکم گذرے خلاف حکم زندگی فنا ہو جائے اور اس کی جگہ یاد مولیٰ اور اطاعت کی زندگی قائم ہوجائے ۔ یہ ہی فنا اور بقا ہے فنا کا تعلق غیر اطاعتی زندگی کیساتھ ہے اور بقا کا تعلق اطاعت کی زندگی کیساتھ ہے اس کو فانی کرنا ہے اور اس کو باقی رکھنا ہے ۔ ہر وہ چیز جو غفلت میں ڈالے اس سے اجتناب ضروری ہے ۔ ہمہ تن ہمت دوسروں میں توجہ الی اللہ میں یکسوئی پیدا کرانے میں صرف کر دیجئے ۔ منصب رشد و ہدایت یہ پیغمبروں کا منصب ہے اس کی عزت بہت بڑی ہے نائبین اس رشد و ہدایت کا کام سنت انبیاء سمجھ کر انجام دیں ۔ جو کام اس منصب کی عزت افزائی کرے اس کو اختیار کرنا ہے اور جو کام اور عمل اس منصب کی توہین کرے یا اس کے لائق اور شایان شان نہ ہو اس سے احتراز لازمی ہے خوب سلسلہ کی اشاعت کیجئے اور اپنی بقیہ زندگی یاد مولیٰ میں اور دوسروں کو ذکر رب پیدا کرنے میں صرف کر دیجئے یہی مطمع نظر اپنی زندگی کا آج سے قائم کرلیجئے ۔ شفقت نرمی اور رحمت خلق اللہ کے لیے اب آپ میں زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے کہ خلقت عیال اللہ ہے اور ڈرنا چاہیئے کہ عیال اللہ کیساتھ بدسلوکی اللہ تعالی کو ناراض نہ کر دے کہ جسکا قرب حاصل ہوا ہے ۔ اہل اللہ کے لیے مجاہدہ اور ریاضت نفس بھی لازمی چیز ہے جس کے لئے پہلے لوگ پہاڑوں پر تارک الدنیا ہو کر بیٹھتے تھے دنیا کی ہر خواہش مرجاتی تھی اس لئے کہ پہاڑ میں خواہش نفس کی چیز کوئی نہیں ہوتی تھی مگر ہمارے یہاں یہ نہیں مجاہدہ اور ریاضت نفس کے لئے سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا گیا سنت ہی پر عمل کرنے میں ہم کو پہاڑ مل جاتا ہے کہ پہاڑ میں بیٹھ جانے سے اتنی مشقت نفس پر نہیں آتی جتنی عمل بر سنت سے مشقت مجاہدہ اور ریاضت حاصل ہوتی ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو جو تم کو محروم کرے تم اس کو عطاء کرو بدسلوکی کرنے والے کی جب بدسلوکی یاد آئے پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کسقدر

نفس پر شاق ہے اور پہاڑ ہے اس پہاڑ پر بیٹھکر سنت پر عمل کرنے والے مجاہدہ اور ریاضت نفس کو حاصل کرتے ہیں کوئی پہاڑوں کو جنگل میں جاکر ڈھونڈتا ہے ۔ اور ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نے ریاضت نفس کے لئے گھر ہی میں پہاڑ اس سے بہتر عطا فرما دیا اسی طرح خلوت درانجمن ہے لوگ خلوت حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں میں چلہ کرتے ہیں یہاں اسقدر حضوری پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جس کے سبب جلوت میں بھی رہتے ہوئے محبوب کیساتھ خلوت میں رہے ایسا عشق اور تعلق مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے پیدا ہونا چاہیئے اور یہی عشق و محبت دوسروں میں بھی پیدا کرانی ہے ۔ یہ دولت اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے الحمدللہ اپ کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی کامل سے شرف بیعت حاصل ہے ان کے فیضان کو دوسروں میں نشر کیجئے اللہ تعالی مبارک فرمائے ۔ دعا ہے کہ آپ کو اخلاق اور حسن اعمال اور رشد وہدایت کے سبب حق اور خلق میں زیادہ سے زیادہ قبولیت حاصل ہو اور دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی عمر دراز کرے اور آپ سے اپنا کام لے اور مزید ترقیوں کی صلاحیت اور اہلیت عطا فرمائے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔ سب کو سلام

محمد محمود پھلی رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

یوم یکشنبہ ۔ از حیدرآباد سندھ .

شادی :۔ یہ بھی ایک نشان محبوبیت ہے کہ مرشد نے اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دے کر آپ کو اپنی فرزندیت میں قبول فرمایا ، چنانچہ الور میں آپ کی شادی کے موقعہ پر جب آپ کا سہرا لکھا گیا تو اس میں اس طرف بھی شعرأ نے اشارہ کیا ۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ۔

بنا ہے وہ میاں احمد حسن کا دلنشیں سہرا
سجا ہے روئے انور پر یہ وہ ماہ جبیں سہرا

جچے اے مقابل خاک کوئی پر حسین سہرا
کہاں سے لائیں اسکے مثل کوئی بھی نہیں سہرا

نہوئے بول بالا کیوں نہ شریعت میں طریقت میں
معاون ہے ترا دل سے جہاں پر رکن دیں سہرا

مبارک ہو "فخر دیں" تمکو مبارک ہو　　لخت جگر کے سر پہ بہتریں سہرا

اسی طرح حکیم صاحب کے انتقال پر بعض شعراء نے جو کلام لکھا اس میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت رکن دین کی فرزندی
تھی مقدر سے آپ کو حاصل

ہجرت:۔ آپ ۴۷ء میں الور سے ہجرت کر کے سیدھے لاہور آئے جہاں حکیم نبی خاں نے اپنے مطب میں آپ کو رکھ لیا، کچھ عرصہ آپ وہاں رہے لیکن آپ کے مرشد زادے اور برادر نسبتی حضرت علامہ مفتی محمد محمود الوری نے آپ کو حیدرآباد بلالیا جہاں آپ نے سب سے پہلے تلک چاڑی پر اپنا مطب کھولا اس کے بعد وہ مطب آزاد میدان ہیرآباد میں منتقل کر لیا اور یہیں آپ آخیر تک مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہے۔

شفا:۔ آپ بیحد متقی و پرہیزگار اور بڑے عبادت گذار تھے۔ مرشد کی دعا اور ورع و تقوے کے باعث "حق اور" خلق دونوں میں آپ کو مقبولیت عام حاصل تھی۔ کیسا ہی مایوس العلاج مریض کیوں نہ ہو جب آپ کے دست شفا سے دوا اور دعا دونوں لیتا تھا تو صحت یاب ہوتا چلا جاتا تھا۔ آپ کے مطب میں غریب سے لیکر امیر تک رعایا سے لیکر حکمرانوں تک جہلاء سے لیکر علماء تک فقہا سے لیکر صوفیاء تک الغرض ہر قسم کے لوگوں کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا جس میں سے بعض کروڑپتی لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جو اپنے پیچیدہ امراض کا علاج یورپ کے بہترین ہسپتالوں میں جدید ترین آلات اور ادویہ کے ذریعہ کرا کے آجاتے لیکن ان کو اگر کہیں فائدہ اور شفا ملتی تو اسی مرد درویش کے دواخانہ میں ملتی۔ یوں تو ہر قسم کے مرض کی تشخیص اور تجویز میں آپ کا جواب نہیں تھا لیکن پتھری، فالج، بلڈ کینسر اور لقوہ جیسے موذی امراض کے علاج میں آپ کو مہارت خاص حاصل تھی اور ان میں اللہ نے آپ کو وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ جن کو ڈاکٹر اور سرجن جواب دے دیا

کرتے تھے وہ یہاں سے شفایاب ہو کر جاتے تھے۔

سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ جناب سید پیر ذاکر صاحب جن کا نواب شاہ کے قریب مشہور آستانہ ہے وہ بھی ؛ کثر آپ ہی سے علاج کرایا کرتے تھے انہوں نے حکیم صاحب کی شخصیت کو چند لفظوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ وہ تو ایسی شخصیت تھی کہ آدھی بیماری تو ان کی پاکیزہ صورت کو دیکھتے ہی چلی جاتی تھی"۔

نظافت :۔ آپ کی بڑی نظافت اور لطافت پسند طبیعت تھی ہمیشہ سفید صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرتے تھے گرمیوں میں دو پلی کڑھی ہوئی ٹوپی کو کلف لگا کر اور ایک خاص انداز سے اس کو جنٹ دیکر پہنا کرتے تھے۔ سردیوں میں اور کہیں تقاریب میں شرکت کے وقت شیروانی اور قراقلی ٹوپی پہنتے تھے۔ فن بنوٹ کے بھی آپ بڑے ماہر تھے۔

مرشد زادے کا ادب :۔ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ جہاں آپ کے مرشد زادے تھے وہاں رشتہ میں آپ کے ماموں زاد بھائی بھی تھے اور برادر نسبتی بھی تھے۔ ایسی رشتہ داریوں میں ادب کا قائم رکھنا بڑا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے لیکن حکیم صاحب نے اس ناممکن کو بھی ممکن کر دکھایا اور ادب کی وہ مثال قائم کی جو ہمیشہ کے لئے ان کے اخلاق کی عظمت کا نشان بن گئی ایک روز کسی بات پر گفتگو میں کچھ تلخی آگئی آپ کے مرشد زادے نے غصہ میں ہاتھ اٹھا کے فرمایا " میں تمہیں مارونگا " یہ سن کر حکیم صاحب نے اپنے سر کو فوراً جھکا دیا اور کہا "لیجئے سر حاضر ہے جتنا چاہیں آپ مجھے مار لیں "

یہی وہ ادب تھا جس نے حکیم صاحب کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا اور اپنے مرشد زادہ کا محبوب اور معتمد علیہ بھی بنا دیا۔ اسی محبوبیت اور آپ کی اس روحانی مقام کا اظہار حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں بھی فرمایا جو کراچی سے حکیم صاحب کو لاہور تحریر فرمایا لکھتے ہیں

احسان علی خاں نامی ڈیویژنل انجنئیر ٹیلی گراف لاہور سے آئے
ہوئے ہیں ان کو انگریزی واں افسر ہونے کے باوجود ایسا تعلق
ہو گیا کہ ہر روز میرے پاس صبح آتے ہیں اور اللہ رسول کی باتیں
سنتے ہیں کل وہ لاہور جارہے ہیں میں نے کہا کہ میں آپ کو ایسی
روحانی ہستی کا پتہ دیتا ہوں کہ اگر آپ ان سے ملیں گے تو بہت
خوش ہونگے ان کا نام حکیم احمد حسین ہے۔"

حکیم صاحب بھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کیساتھ ساتھ محبت والفت بھی بہت رکھتے تھے۔ کوئی دکھ بیماری ہو تیمارداری اور خدمت میں ساری ساری رات گزار دیا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ کی جب آنکھ کا آپریشن ہوا اس زمانہ میں حکیم صاحب حج کے لئے گئے تو وہاں سے جو بھی خط جس کے نام ارسال کیا اس میں حضرت صاحب قبلہ کی طبیعت کی طرف سے اپنے جس تفکر کا بار بار آپ نے اظہار کیا ہے وہ حضرت سے آپ کے قلبی تعلق اور مودت کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ اپنے اہل خانہ کے نام ایک مکتوب میں حکیم صاحب تحریر کرتے ہیں۔

" نہ معلوم حضرت بھائی صاحب قبلہ کی آنکھ کی کیا حالت ہے مجھے
ان کی طرف سے بہت فکر ہے رات دن دعا میں مصروف ہوں۔
اللہ تعالیٰ ان کی بصارت میں ترقی عطا فرمائے میری طرف سے
مودبانہ سلام عرض کر دینا"۔

حج:۔ آپ کو اللہ تعالی نے ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت عطاء فرمائی۔ بیت اللہ کی پہلی بار حاضری کے وقت آپ پر جو کیفیات طاری تھیں ان کو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں چند لفظوں میں بیان کیا ہے۔ گویا کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

" اگرچہ بیحد تھکا ہوا تھا آتش شوق تیز تر گردو والا معاملہ تھا معلم
کے بھائی کے ہمراہ حرم شریف حاضر ہوئے، جوں جوں حرم شریف

کے قریب ہوتے جاتے تھے عجب عالم تھا تمام بدن لرز رہا تھا رونگٹے کھڑے ہوگئے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال و کبریائی کے عمیق تصور میں انتہائی شوق اور جذبہ کے ساتھ لبیک پکارتا ہوا حاضر ہوگیا"۔

ایک اور مکتوب میں حرم شریف کی برکتوں اور اپنے رب کی کرم گستری کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"مجھے ڈیڑھ ہفتے سے بخار نزلہ اور ضعف کی سخت شکایت۔ اسی حالت میں ہمت کے ، ۷ اور ۸ ذی الحجہ کی درمیانی شب کو بعد نماز عشاء پہلے طواف کیا پھر حج کی سعی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ سبحان اللہ! اس ذات پاک کا کرم تو دیکھو گھر آتے آتے بخار نزلہ سب غائب اپنے اندر غیر معمولی قوت محسوس کر رہا تھا، منیٰ عرفات مزدلفہ غرضیکہ ہر مقام پر صحت و عافیت کیساتھ تمام ہی ارکان پورے کرلیے حتیٰ کے قربانی خود جا کر اس واجب کو بھی (جو میرے نزدیک تمام ارکان حج میں سب سے زیادہ مشکل ہے) اداء کر لیا۔ الحمد للہ"

راقم الحروف پر شفقت:۔ حکیم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ راقم الحروف سے بیحد شفقت اور محبت فرماتے تھے اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ رشتہ میں پھوپا لگتے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے ہی اس فقیر کو بچپن میں پالا پوسا فقیر کی ولادت سے قبل حضرت قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہدیا تھا کہ اگر آپ کے یہاں لڑکا ہوا تو اس کو میں لیجاؤنگا اور وہ اپنے پھوپی کا دودھ پیئے گا۔ چنانچہ جب اس فقیر کی ولادت ہوئی تو حضرت قبلہ کے منع کرنے کے باوجود حکیم صاحب قبلہ اس فقیر کو اپنے ساتھ لے آئے اور پھوپھی سے دودھ پلوایا اور خود بڑی محنت اور محبت

سے پالا اور پوسا۔ اگر بخار ہو گیا تو ساری ساری رات کھڑے رہ کر بھلایا کبھی اپنی باھوں میں جھلایا کبھی اپنے سینے پر لٹایا کبھی اپنے ہاتھوں میں کھلایا جب قلم پکڑنے کے قابل ہو گیا تو اپنے ہاتھ سے لکھایا پڑھایا خوش خطی کا ہنر سکھایا چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے آنے جانے سونے جاگنے کے آداب الغرض زندگی کا وہ کونسا سبق جو انہوں نے نہیں پڑھایا ان کے اور اپنی پھوپھی کے کس کس احسان کا ذکر کروں آج میں جو کچھ ہوں اس میں میرے والدین اور اساتذہ اور میری چھوٹی بہن کی محنتوں کے علاوہ میرے اندونوں مربیوں کی جگر سوز کاوشوں کا بھی بڑا دخل ہے اس نحیف و ناتواں پودے کی آبیاری میں اندونوں محسنوں کا خون جگر بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے اور حکیم صاحب قبلہ کی بخشش و مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں عظیم مرتبہ عطا فرمائے اور میری شفیق پھوپھی جنکی دعائیں ہر ہر قدم پر میری معین و مددگار ہوتی ہیں اللہ تعالی صحت و عافیت کے ساتھ ان کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ وہ صرف میری رضاعی والدہ اور پھوپھی ہی نہیں بلکہ وقت کے ایک ولی کامل حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی لخت جگر اور ان کی صحبت یافتہ ہونے کے باعث خود بھی ایک عارفہ اور زاہدہ ہیں میرے لئے ان کی صحبت میں ماں کے پیار کی ٹھنڈک بھی ہے اور بے چین روح کی طمانیت اور سکون کا سامان بھی ہے وہ ہونٹ جو اس عاجز کے لیے ہر وقت دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں خدا ان کو ہمیشہ مسکراتا، شاد اور آباد رکھے۔ آمین (۱)

جب حکیم صاحب حج کے لئے گئے تو وہاں سے جو خطوط ارسال فرمائے اس میں اس فقیر کے لئے آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کو پڑھ کر فقیر سے ان کے بے پناہ قلبی تعلق اور محبت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فقیر کو ننھے میاں کہا کرتے تھے اسی پیارے نام سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مجھے اس سفر میں سب سے زیادہ ننھے میاں یاد آتے رہتے ہیں۔ یہ

(۱) افسوس ابھی شفیق میری عمر ۸ فروری ۱۹۹۶ء کو وفات پا گئیں

معلوم کر کے کچھ تکلیف سی ہوئی کہ وہاں پہنچنے پر ان سے ملاقات نہ ہو سکے گی ۔ عرس شریف کے بعد ہی وہ بندیال چلے جائیں گے ۔
بہر حال انشاء اللہ بندیال ہی پہنچوں گا ۔ اپنی ماں سے کہنا کہ میری طرف سے خوب "پار" کر دینا ۔ اللہ ان کی عمر اور علم میں ترقی عطا فرمائے ۔ آمین

جس سے محبت ہو اس کی ایک ایک چیز پیاری لگتی ہے چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں جو حرمین شریفین سے آپ نے ارسال فرمایا اس میں تحریر فرمایا کہ
" ننھے میاں کی صحت تم نے کیسی پائی ۔ اب تو ماشاء اللہ داڑھی خوب اچھی طرح نکل آئی ہوگی اور بہت ہی بھی معلوم ہوتی ہوگی ۔ انشاء اللہ ۳ ماہ کے بعد آکر دیکھونگا اور خوش ہونگا " ۔

عرس شریف کے موقع پر جب بھی یہ فقیر تقریر کرتا تو اپنے پاس بلا کر اپنے سینہ سے لگا کر ماتھے کو چوم کر بہت دعائیں دیتے جب حج پہ گئے تو یہ گوارا نہ ہوا کہ پیچھے عرس شریف کے موقعہ پر تقریر سننے سے رہ جائے اسلئے ایک گرامی نامہ میں یہ ہدایت لکھ کے وہاں سے ارسال فرمائی کہ ۔
" ننھے میاں کو سلام کے بعد معلوم ہو کر عرس شریف کی تقریر ضرور رکارڈ کر لیں تاکہ میں وہاں پہنچ کر سن سکوں " ۔

وصال :۔ الغرض ایسے شفیق مربی اور ایسے عظیم معالج اور طبیب حاذق کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آگیا ۔ وصال سے چند روز قبل گھر میں کچھ تعمیرات کا کام کرا رہے تھے ۔ وہ جلد از جلد مکمل کرایا اور تمام مزدوروں کو ان کی اجرت دے کر فارغ کر دیا ، پھوپھی نے کہا کہ آپ تو چھوٹی بیٹی کے لئے چھت پر ایک کمرہ بنانے کا پروگرام بنا رہے تھے وہ کیوں منسوخ کر دیا کہنے لگے دل کو بہت اٹھاتا ہوں اب دل اٹھتا ہی نہیں ، اب تو ہر چیز سے طبیعت اٹھ گئی ہے ۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے

تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

الغرض علائق دنیوی سے دل پاک ہو کر رب کی طرف ہمت تن متوجہ ہو گیا اور جب اس کے پاس جانے کی تیاری مکمل ہو گئی تو دوسرے روز ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ ۱۲ جون ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ صبح ساڑھے پانچ بجے جب آپ ایک مریض کو دیکھنے کے لئے ٹنڈوالہ یار جا رہے تھے تو راستہ میں کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ مخلوق خدا کی خدمت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور اپنے خالق سے جا ملے آپ کو کالی موری کے قبرستان میں نہر کے کنارے سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات پر بہت سے شاعروں نے آپ کی تاریخ وفات لکھیں۔

امت سے ہے حضور کا اقرار مغفرت ظاہر ہے اہل عشق پہ آثار مغفرت

احمد حسین قبر میں مشتاق دید ہے آیا ہے اک غم طلبگار مغفرت

۱۹۸۲

ایک اور قطعہ تاریخ

چلدئے ہائے مشفق کامل قلب نازک ہے رنج کا حامل

نام احمد حسین تھا مشہور ماہر طب حکیم تھے کامل

نقشبندی آپ کا مسلک الف ثانی سلوک کے حامل

حضرت رکن دین کی فرزندی تھی مقدر سے آپ کو حاصل

خدمت خلق سے محبت تھی تھا یہی شوق داد کے قابل

خادم ایسے کہ جان تک دے دی اور شہیدوں میں ہو گئے شامل

اٹھ گیا سر سے سایہ مغفور سال رحلت ہے جملہ کامل

۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

ہے آپکے غم میں اک زمانہ حکیم احمد حسین صاحب
تڑپ رہا ہے کہ حادثہ ہے عظیم احمد حسین صاحب

نماز پڑھ کے جو گھر سے نکلے اجل کا قاصد پیام لایا
گلے لگایا اسے بہ قلب صمیم احمد حسین صاحب

مریضوں کو کیا جواب اب دیں جو در پر آکر پکارتے ہیں
حکیم صاحب حکیم صاحب حکیم احمد حسین صاحب

مطب میں شور فغان ہے ، ہوا جو اعلان دفعتاً یہ
نظر نہ آئینگے اب کبھی بھی حکیم احمد حسین صاحب

اولاد:۔ حکیم صاحب نے اپنے بعد دو صاحبزادیاں چھوڑیں جو ماشاء اللہ عبادات ، معاملات ، اخلاق و عادات میں اپنے اسلاف کا نمونہ ہیں ۔ حکیم صاحب کے بعد ان کا مطب ان کے برادر خورد اور طبیب حاذق جناب حکیم صاحب بہاؤ الدین صاحب نے سنبھالا اور خوب سنبھالا ۔ وہ بھی ماشاء اللہ نیکی اور دینداری میں اپنے برادر مرحوم کا عکس ہیں ۔

راقم الحروف نے یہ حالات کچھ اپنے چشم دید اور کچھ حکیم صاحب کی زوجہ محترمہ یعنی اپنی عمہ محترمہ سے حاصل کیے۔

صوفیائے نواب شاہ

قاضی احمد دمائی

مخدوم خواجہ محمد زماں لواری شریف والوں کے خاص مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ " قاضی احمد " جن کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ کو برصغیر پاک و ھند میں بڑا فروغ اور ارتقاء حاصل ہوا۔ ھندوستان اور پاکستان کے معروف نقشبندی آستانے اور خانقاہیں آپ ہی کے فیض سے جلوہ گر ہیں۔

نام :۔ آپ کا اسم گرامی " احمد " ہے اور آپ کے والد گرامی کا نام محمد صدیق ہے تحصیل سکرنڈ (سندھ) کا ایک شہر " قاضی احمد " جس میں آپ کا مزار مبارک بھی ہے وہ آپ ہی کے نام کی طرف منسوب ہے۔

نسب :۔ آپ نے اپنی بعض تحریروں میں اپنا نام اس طرح رقم فرمایا ہے۔ " احمد بن محمد صدیق " آپ سندھ کے ایک قبیلہ کو ریج سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا سلسلہ نسب خاندان قریش (مکہ) میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف تک جا ملتا ہے۔ شیخ المشائخ حضرت سندوؒ تک آپ کا سلسلہ نسب اسطرح سے ہے۔

" قاضی احمد بن محمد صدیق بن عبدالسلام بن حاجی بن محمد صالح بن صابر بن حاجی بن احمد بن محمد بن سلطان بن علاؤ الدین بن حاجی بن احمد بن شیخ المشائخ حضرت سندو "۔

آباؤ اجداد :۔ آپ کے آباؤ اجداد کی اصل سکونت " ٹلٹی " نامی سندھ کے ایک شہر میں تھی، جہاں آپ کے جدامجد حضرت شیخ المشائخ حضرت سندو آج بھی

مدفون ہیں، جن کا غالباً دسویں صدی ہجری کے بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی اولاد میں کچھ بزرگ علمی مشاغل کی بنیاد پر سہون میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ چناچہ آپ کے والد محمد صدیق اور آپ کی بارھویں پشت کے بزرگ حضرت حاجی بن احمد سہون میں ہی مدفون ہیں۔

ولادت:- آپ کی ولادت ۱۱۱۷ھ، ۱۷۰۵ء میں ٹلٹی کے مقام پر ہوئی۔ اس زمانہ میں یار محمد کلھوڑا کا دور حکومت تھا۔

تعلیم:- ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی جو غالباً اس وقت سہون میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے اسلامیات اور علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم آپ نے اس وقت کے مشہور محقق عالم اور عارف حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی سے حاصل کی اور انہی سے اس کی تکمیل کی فارغ ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علوم دینیہ سے بندگان خدا کے قلوب کو منور فرمانے لگے۔

ہجرت:- اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ آپ نے اپنے آبائی مقام ٹلٹی اور سہون کو کیوں چھوڑا، ہوسکتا ہے کہ کسی نئی جگہ کی قضا کا منصب آپ کو سونپا گیا ہے اور اس کی وجہ سے آپ کو ترک سکونت کرنی پڑی ہو بہرحال آپ اپنے آبائی مقام سے ہجرت فرما کے تعلقہ مورو کے ایک علاقہ " دیھ دم " میں آکر آباد ہوگئے جو قاضی احمد سے دس میل دور شمال مشرق میں واقع ہے اور یہاں تقریباً پچاس سال آپ نے قیام فرمایا۔ یہاں آپ کی مسجد " میاں صاحب کی مسجد " کے نام سے آج بھی معروف و مشہور ہے۔ اسی شہر کی نسبت کی وجہ سے آپ کو " قاضی احمد دمائی " بھی کہا جاتا ہے۔

" دیھ دم " میں آپ کافی عرصہ رہے لیکن زندگی کے آخری ایام میں آپ " دیھ دم

کو چھوڑ کر موجودہ " قاضی احمد " کے شہر میں منتقل ہو گئے اور آخر تک یہیں سکونت پذیر رہے یہ مقام اس وقت " میل " کے نام سے پہچانا جاتا تھا ، اور آپ نے اپنی بعض تحریروں میں خود اس کو " موضع میل " کے نام سے یاد فرمایا ہے ۔

بیعت :۔ جس زمانہ میں آپ " دیھ دم " میں مقیم تھے آپ نے حج کا ارادہ فرمایا ، جب آپ روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ لواری شریف میں حضرت خواجہ محمد زمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور حج کا ارادہ ہے ۔ حج کر کے جب واپس آؤنگا تو آپ سے بیعت ہونگا ، آپ نے فرمایا کہ حج کا ارادہ بھی نیک ہے ۔ اور مرید ہونے کا ارادہ بھی نیک ہے لیکن " انسان وہاں اس طرح تو جائے کہ پہچانا جائے " اس بات نے آپ کے دل میں بڑا گہرا اثر کیا اور آپ وہیں رہ پڑے اور طالب رشد وہدایت ہوئے ، حضرت خواجہ مخدوم محمد زمانؒ نے آپ کو بیعت فرمایا اور باطنی دولت سے مالا مال فرما کے تیسرے دن ارشاد فرمایا کہ " اب تم جانے کے قابل ہو گئے ہو " اور ان کو حج کے لئے اجازت عطا فرمادی ۔

اجازت و خلافت :۔ خزینۂ معرفت کی روایت کے مطابق جب علوم باطنی کے حصول کا شوق آپ کے دل میں پیدا ہوا تو آپ اس زمانہ کے ایک کامل درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی ۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارا فیض اور حصہ خاندان نقشبندیہ سے متعلق ہے اور لواری شریف جانے کا حکم دیا ، چنانچہ آپ لواری شریف حاضر ہوئے ۔ اور خواجہ محمد زمانؒ سے شرف بیعت حاصل کر کے ریاضات و مجاهدات میں مصروف ہو گئے اور کئی سال کی صحبت میں کمال حاصل کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے ۔

زیارت حرمین شریفین :۔ زیارت حرمین شریفین کا شوق آپ پر اس قدر غالب ہوا کہ بغیر زاد راہ کے آپ حج کے لئے روانہ ہو گئے ، جب آپ تشریف لیجانے لگے تو اپنے مرشد سے آپ نے عرض کیا کہ اگر اس سفر میں کوئی صاحب

کمال مجھے ملے تو آیا میں اس کی صحبت اختیار کروں یا نہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ ان علاقوں میں تمہاری صحبت کے لائق کوئی نہیں ہے، ہاں البتہ یمن میں ایک بڑی بلند پایہ روحانی شخصیت ہے مگر وہ بھی تم سے خود ہی ملاقات کرے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں یمن پہنچا تو میں نے سنا کہ یہاں شہر میں ایک شیخ المشائخ ہیں جو خلوت نشیں رہتے ہیں، جمعہ کہ دن جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ شور ہوا کہ شیخ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں ایک مجمع ان سے مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑا، لیکن اتنے بڑے مجمع میں ان کے نظر مجھ پر پڑی وہ میری طرف متوجہ ہوئے مجھے اپنے سینہ سے لگایا میری بڑی تعظیم کی اور میری قیام گاہ کا پتہ معلوم کرکے فرمایا کہ کل آپ کے گھر پہ ملاقات کے لئے آؤنگا۔

چنانچہ دوسرے روز وہ مجھ سے ملاقات کے لئے میری قیام گاہ پر تشریف لائے اور بہت دیر تک تصوف و حکمت کے اسرار و رموز بیان فرماتے رہے، جب آپ تشریف لیجانے لگے اور میں ان کو باہر چھوڑنے کے لئے نکلا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ اندر تشریف رکھیں کیونکہ آپ کے ہوتے ہوئے میں سواری پہ نہیں بیٹھ سکتا۔

مقام ولایت :- آپ ولایت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے ؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو صاحب خزینہ معرفت نے نقل کیا ہے کہ جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک بزرگ جنکا نام نامی " شیخ محمد علی وستار " تھا ان سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد علی وستار سلسلہ قادریہ کے اعاظم شیوخ اور اکابر اولیاء اللہ میں شمار کئے جاتے تھے، لوگ ان کی شہرت اور ان کی کرامات کے متعلق سنکر دور دراز سے ان کی خدمت میں ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے، وہ بزرگ تقریباً بارہ سال اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے بالکل مخلوق سے الگ خلوت میں رہے، اور اس عرصہ میں نہ کسی سے ملے اور نہ

اپنے حجرہ کا دروازہ انہوں نے کھولا، جب حضرت حاجی احمد آپ کی زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ کو اپنے نور ولایت سے آپ کی آمد کی اطلاع ہو گئی اور آپ نے اپنے شہر سے ایک میل باہر تک جا کے حضرت شیخ احمد کی آمد پر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی خانقاہ تک لائے اور آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی حتیٰ کے آخر میں آپ کے کمالات ولایت سے متاثر ہو کر حضرت حاجی قاضی احمد سے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی التجا کی جس کو حضرت نے قبول فرمایا اور شیخ کو سلسلہ میں داخل کر کے توجہات اور فیوضات باطنی سے سرفراز فرمایا۔ اور ان سے رخصت ہوتے وقت فرمایا " هذا فراق بيني و بينك " اب ہماری آپ سے دوسری ملاقات یوم آخرت میں ہو گی " چناچہ ایسا ہی ہوا جب آپ مدینہ منورہ سے واپس تشریف لائے تو اس وقت تک شیخ وصال فرما چکے تھے۔

صاحب خزینہ معرفت لکھتے ہیں کہ آپ کا تصرف اس قدر کامل تھا کہ اکثر طلبان حق آپ کی پہلی توجہ میں بے خود و مدھوش ہوجایا کرتے تھے۔

معاصرین کا حسد:۔ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی نے جب ایک عالم کو روشن کیا اور آپ کی شہرت دور دراز تک پہنچنے لگی تو معاصرین کو آپ سے حسد ہونے لگا، اور بعض ہم عصر علماء آپ سے دل میں رنجش رکھ کر خواہ مخواہ آپ پر اعتراضات کرنے لگے حتیٰ کے اس وقت کے ایک بہت بڑے عالم نے آپ کو مباحثہ اور مناظرہ کا چیلنج دیا لیکن جنگ و جدال اور لڑائی سے طبعاً نفرت کے باعث آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس عالم نے اس کو آپ کی کمزوری پر محمول کیا اور ایک روز خود ہی آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آپ کے در دولت پر پہنچ گیا اس وقت آپ بالائی منزل پر تشریف فرما تھے جب آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بالائی منزل کی کھڑکی سے نیچے ان مولوی صاحب پر ایک نسبت سے پر

نظر ڈالی اور اتنا فرمایا کہ

" اچھا یہ وہ ہی مولوی صاحب ہیں جو مناظرہ کے لئے پیغام بھیجتے تھے "

آپ کی نظر کا پڑنا تھا ان مولوی صاحب پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے ہوش میں نہ رہے اور اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے ۔

عبدالرحیم گرھوڑی سے محبت :- مخدوم محمد زمانؒ کے خلفاء میں ، مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی اور حضرت قاضی احمد اور سید محمد لاہوری یہ تینوں عارف و زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند پایہ عالم اور محقق بھی تھے یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کی آپس میں بڑی محبت اور انسیت تھی اور ایک دوسرے کا بڑا ادب اور احترام کیا کرتے تھے ۔ اس کا اندازہ حضرت قاضی احمد کے ایک عربی مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے پیر بھائی حضرت مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی کو تحریر فرمایا مخدوم عبدالرحیم کے لئے آپ نے جو القابات تحریر فرمائے ہیں وہ خاص طور پر قابل غور ہیں ۔

آپ لکھتے ہیں ۔

مِنَ الْمِسْكِيْنِ الْمُشْتَاقِ " اَلْمُقِيْمُ اَحْمَدُ اِلَى عَارِفِ الْعَالِمِ الْعَامِلِ وَ الْفَاضِلِ الْكَامِلِ وَ اَفْضَلِ الْعِبَادِ وَ قُدْوَةِ الزُّهَّادِ ، اَعْنِيْ بِهِ الْمَخْدُوْمُ عَبْدُالرَّحِيْمُ اَدَامَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ بَرَكَاتَهٗ وَ جَعَلَهٗ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ لَا فِى الدُّنْيَا وَ لَا فِى الْاٰخِرَةِ ۔ اٰمِيْن ۔

بَعْدَ السَّلَامِ مَعَ الشَّوْقِ التَّمَامِ اَنْ تَفَضَّلْتُمْ مِنْ اِرْسَالِ الْكِتَابِ الْكَرِيْمِ عَلٰى طَرْزِ اَسْلَافِ

الصَّالِحِيْنَ فَقَدْ وَصَلَ فِيْ حِيْنِ اِنْتِظَارِ الْمُحِبِّيْن
فَفَرِحَتْ بِمُطَالِعَتِهٖ فُوَادُنَا وَ قَرَّتْ بِهٖ عُيُوْنُنَا جَزَا
كُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ رَجَاءً مِنْ مَكَارِمِكُمْ اَنْ
لَا تَنْسُوْنِيْ فِيْ الْاَوْقَاتِ الْمَرْجُوْهِ عَنْ صَالِحِ
الدَّعْوَاتِ وَاَنْ تُحْسِنُوْا عَلَيْنَا عَلَى الدَّوَامِ
بِاِرْسَالِ الْمَكَاتِيْبِ تَوَدُّداً لَا سَالَ الْمُخْبِرُ عَنْ
حُسْنِ اَحْوَالِكُمْ فَاِنَّ الْمُحَرِّكَ سِلْسِلَةَ اِزْ دِيَادِ
الْمَحَبَّةِ وَالْمُفَرِّجِ الْحُزْنَ عَنْ قُلُوْبِ الْاَحِبَّةِ ۔

هم شب دانی امیدم ۔ که نسیم صبحگاهی
به پیام آشنایان بنوازد آشنارا ،

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ، اَللّٰهُ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ، وَ
سَلِّمُوْ مِنِّيْ عَلَى حَاجِيْ مُحَمَّدٍ وَالْحَافِظِ قَاسِمِ مُحَمَّدٍ
تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا وَيُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ كُلُّ مَنْ كَانَ عِنْدِيْ مِنْ
اَهْلِ الْمَدْرَسَةِ وَسَائِرِ اَهْلِ الْمَحَبَّةِ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا مَعَ
الشَّوْقِ وَفَوْقَ الطَّوْقِ ۔

طب و حکمت :۔ آپ کے مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فن طب و حکمت سے بھی واقف تھے، اور مریضوں کے لئے نسخے تجویز فرماتے تھے چنانچہ اپنے ایک خاص مرید میاں پیر محمد جیوا کو ایک مکتوب گرامی میں ان کے اہل خانہ کے لئے ایک نسخہ تجویز کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

و امید کہ برائے ناچاکی اهل خانہ قدر پوست هلیلہ کلاں
دپوست هلیلہ و آملہ هر سہ مساوی کوفہ بیختہ و مساوی
همہ شکر بار کر دہ هر روز بعد خوردن طعام یک کف

ازاں بخورند امید تندرستی خواھد بود و احقررا دعا گوئی
صمیمی تصور یدہ مدام نو یساں حالات باشد کہ باعث
اطمئنان تو اند بود "

روحانی علاج :۔ دواؤں کے علاوہ دعاؤں اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ بھی آپ مریضوں اور پریشان حالوں کا علاج فرمایا کرتے تھے، چنانچہ پیر محمد جیوہ ہی کو اپنے ایک اور مکتوب گرامی میں ان کے اھل خانہ کی بیماری پر صحت یابی اور شفاء کے لئے دعا کرتے ہوئے ایک تعویز بھی ارسال فرماتے ہیں اور اس کو پانی میں ملا کر پلانے کی ھدایت فرماتے ہیں ۔

فضائل و کمالات دستگاہ مصدر الحسنات مظہر الکرامات نور
بصر میاں پیر محمد جیو ۔
بعد اسلمہ فراواں وادعیہ بیکراں مکشوف آنکہ از شنیدن خبر
کلفت اثرنا چاکی و بے جمعیتی اہل خانہ آں گرامی تردو و
وسواس و نگرانی بغایت گردیدہ حق سبحانہ وتعالیٰ بفضل و
کرم خویش شفاء عاجل و صحت کامل نصیب شاں گرداناد
و جمعیت و رفاہیت من کل الوجوہ محصل کناد بحرمتہ
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامجاد ۔ آمین آمین آمین
والسلام والا کرام مکرر آنکہ دو تعویز از آیات شفانوشتہ
فرستادہ شد امید کہ دوبار بآب تازہ شستہ بنو شانند امید
کہ شفاء کامل نصیب شان گردو آمین آمین "

شوق نامہ :۔ حضرت قاضی احمد رحمتہ اللہ علیہ جب زیارت حرمین شریفین کے لئے پاپیادہ روانہ ہوئے تو اثناء سفر اللہ اور اس کے رسول کی شدید محبت اور شوق لقامیں جو کیفیات آپ پر طاری ہوئی اور ہجرو فراق کی گھڑیاں آپ نے جس

اضطراب اور بے چینی میں گزاریں ان حالات اور کیفیات کو نظم اور نثر میں آپ نے اپنی ایک تحریر میں بیان فرمایا، جس کو شوق نامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی شوق نامہ کی شرح آپ کے لائق و فائق فرزند خواجہ محمد صالح کوریجہ نے فرمائی ہے ۔اس شوق نامہ کی ابتداء اس طرح آپ فرماتے ہیں ۔

"سپاس و ستائش مرقادر ویرا کہ تصریف دلھائی ایمانیاں بسمت اکمال و اجلال و اجمال قدرت خویش نمودہ است و ابر رحمت ایزدی بصفات سرمدی برذات سرور کائنات تاابدا اقطار بارندہ فرمودہ است ۔ امابعد! می گوید بندہ جاں پر اگندہ مفتقر الیٰ رحمۃ ربہ الغفار احمد بن محمد صدیق السندی چوں خاطر ناچشیدہ رنج غربت بر کنج عشرت بساط افزابود ودر اشتغال علوم اجناس داو ضاع جہاں جلوہ نما بو داز جمیع حوادث زماں و فتنۂ دوراں افاہ حال کشادہ مگر از مفارقت جوارآن بی سلم و مجوری پیہم ور وادیٔ حسرت تشنہ زلال جاناں مستعدانکہ تاجاں ازرائحۂ گلشن روحانی کہ بین نحرتین یثرب کہ از مستقر محبوباں است وزید ۔

مرابود سو ذی زھجراں یار
تنم پیچ بریچ رگھا چومار
نہ پیچی کہ گرد دبہ واروئی بہ
مگر یار گر باشدم وصل دہ

باایں ھمہ حال انواع تعب و محنت و مجوری بر خود اختیار کروہ رعایت مشغل علوم نمودہ نشستہ بودم تا وقتی در

اثنائے مشغل باد صبا رائحہ از دشت یاراں جوار ذی سلم
بفواد مجروح ھجراں و مفتوں بر مفارقت ایناں
رسانید پس بمجرد رسیدن رائحہ یاراں از حال قدیم تبدیل
نموده از همہ علائقہا دست افشاں شده مستعد بر ترک
وطن شد۔

زنور تجلی ھماں یا رمن
دلم شد بجو شش زا مکاں من
مرا نیست یارا کہ دست آورم
کہ غارید جانم زمن دلبرم
زسوز ھوائے ولارام من
تپیده دلم آه برحال من
زسوز ھوائش چناں مست دل
کہ اس کار دیگر همہ درخجل

آگے چل کر چند اور اشعار کہتے ہیں جس میں حضور نبی کریم سے فریاد
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تذکر حبیب است مونس بمن
بجز یار کس نیست درخانہ من
از انگہ کہ خورتاب شدورتنم
ز احراقش از غیر فارغ تنم
بزنجیر شوق مرا در کشیده
ز وطن و اقارب بخود درکشید
برائے خدائے شہ ھر دو کون
بمقصود اصلی رسانم بعوں

یکے درد غربت دگر دلفگار
ترحم بضعفم شھے تاجدار
بزوری بزودی رسانم بخود
کہ جز قوت کے توانم بخود

ان فارسی اشعار کی طرح آپ نے چند عربی میں فراقیہ اشعار فرمائے ہیں۔

إِذَا حَالَ الْحُبُّ لِلْمَرْءِ فِيْ فُؤَادِهِ
مَاذَا عَلَيْهِ الْحُقُوْقُ فِيْ أَمْضَائِهِ
وَاللّٰهِ أَخْبَرَنِيْ سَادَاتُنَا
هَلْ تُكَلَّفُ الْمُحِبُّ فِيْ كَتْمِ أَسْرَارِهِ
إِذَا وَصَلَتْ بِطِيْبَتِ أَرْضِ حَبِيْبِنَا
نَفَحَتْ عَبِيْرُ أَوْ أَصْلَحَتْ شَأْنَنَا
لَا أُطِيْقُ الْبُعْدَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَنْ أُحِبُّهُ
مِثْلَ بُعْدِ حَاجِبِ وَعَيْنِنَا
مَرَامِيْ مِنَ الْوِصَالِ بِحَبِيْبِيْ
أَنْ يَكُوْنَ قَرِيْبًا كَخَافِقَيْنَا
لَعَلِّيْ سَاقِيْ عَيَانًا لِحَبِيْبِيْ
وَأَشْرِبُ بَعْدَ الْمَرَامِ كَأْسَ الْوِصَالِ
عَسُوْلًا

فراق محبوب کی کیفیت میں لکھے ہوئے آپ کے چند اور فارسی اشعار۔

مرا کرد . مجنوں بیکبار گی
ھمہ ھوش بستہ بیک تار کی
چناں آتش عشق در من فتاد
کہ یکدم ز سوز رھائی نداد

دوائی ندیدم ازیں سوز من
بجز وصل یاری دلارام من
همه روز و شب در طلب میروم
رجائی که روزے بوصلش رسم

خلفاء :۔ یوں تو آپ سے بے شمار مخلوق خدا نے فیض حاصل کیا، اور بہت سے درجہ کمال پر فائز ہوئے لیکن جن بزرگوں نے آپ سے اکتساب فیض کر کے اجازت و خلافت سے اپنی دامن کو معمور کیا، اور مخلوق خدا کی رشد و هدایت کرکے جہاں میں نام پیدا کیا، وہ چار ہیں جنکے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱) سید نور محمد شاہ کنڈائی، (سندھ کے ایک شہر نوشہرہ فیروز کے قریب " کاھی کنڈ " کے رہنے والے تھے ۔)

(۲) مخدوم عبدالوالی (درپیلی کے رہنے والے تھے)

(۳) سید حسین شاہ (هندوستان میں ضلع گرداسپور کے ایک شہر (رترچھتر کے رہنے ولے)

(۴) میاں عبدالکریم (حالہ کے ایک علاقہ پنیگھاری کے رہنے والے تھے)

یوں تو آپ کے تمام خلفاء عظیم مرتبہ پر فائز تھے لیکن سید حسین شاہ صاحب کا یہ مرتبہ اور مقام تھا کہ جب آپ حضرت قاضی احمدؒ کی شہرت سن کر پنجاب سے آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے چلے تو ابھی سندھ پہنچے نہیں تھے کہ حضرت قاضی احمدؒ نے اپنے مریدوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ ایک طالب بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آرہا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑے عزت و منزلت اور قادر و قیوم کی اس پر بڑی عنایت ہے، جب آپ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس کا میں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی طالب صادق ہے، مرید

ہونے کے بعد جب کبھی آپ پیر خانہ کی طرف آتے تھے تو آپ کے مرشد پہلے سے ان الفاظ میں مریدوں کو آپ کے آنے کی خبر دے دیا کرتے تھے کہ " شہباز توحید شاہ حسین آرہا ہے " حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ " شہباز " تھا جس نے ہندوستان پاکستان میں اس سلسلہ کو بڑا فروغ دیا ۔ آج جامع مسجد فتح پوری دھلی ، آستانہ الور ، آستانہ شرق پور آستانہ ساہیوال جیسے لاتعداد نامور نقشبندی سلسلہ کے معروف آستانے اور خانقاہیں انہی کے فیض کرم کا ایک ادنی سا کرشمہ ہیں ۔

آپ کے ان چار خلفاء کے علاوہ آپ کے ایک معتقد خاص اور مرید خاص " میاں پیر محمد بھی تھے جو آپ کے بھانجے تھے اور آپ کو بہت محبوب تھے اور بڑے صاحب دل بزرگ تھے ۔

نشانیاں :۔ حضرت حاجی قاضی احمد نے اپنے بعد اپنی جو اہم نشیاں چھوڑیں اس میں آپ کے فرزند اور آپ کے سجادہ نشین میاں محمد صالح کی ذات گرامی تھی ، اس کے علاوہ آپ کے خاص خاص خلفاء تھے ۔ آپ کے خطوط تھے جو آپ نے میاں پیر محمد وغیرہ کو تحریر فرمائے تھے ، راقم الحروف کے پاس ان کی نقل موجود ہے ۔

اس کے علاوہ آپ کی دو مہریں بھی تھیں ایک مہر پر " احمد اللہ علیٰ نعمائہ اور اس کے درمیان میں ۱۲۰۲ کندہ ہے دوسری مہر میں فقط آپ کا اسم گرامی " احمد " اور اس کے نیچے ۱۲۰۷ھ کندہ ہے آپ کی یہ دونوں مہریں ، آج بھی اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشیں اور آپ کی اولاد میں سے ، حضرت میاں فیض محمد صاحب کے پاس محفوظ ہیں ۔

وفات :۔ آپ نے ۱۲۲۳ھ ، ۱۸۰۸ء میں وفات پائی اور موضع میل جو آپ ہی کے نام سے معروف و مشہور ہے یعنی قاضی احمد میں ہی مدفون ہوئے ۔ آج بھی آپ کا مزار " قاضی احمد " میں مرجع خلائق ہے اور پریشان حالوں کے لئے سکون

قلب کا مرکز ہے۔

تاریخ وفات آپ کی وفات پر بڑے بڑے شعراء نے اور صوفیاء نے آپ کی تاریخ وفات لکھی، پنجاب کے آپ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ نے آپ کی تاریخ وصال لکھتے ہوئے کہا۔

جنید وقت خود مخدوم مرحوم
بجنت رفت رب اغفرہ و ارحم
چو در علم طریقت پیشوا بود
شد تاریخ وصلش "پیر اعظم"
۱۲۲۳ھ

حالات ماخوذ از کتب ذیل:۔

(۱) تحفہ لواری شریف، مرتب غلام محمد گرامی مضمون قاضی احمد۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۶ء، ص ۳۳ تا ۴۰ تک

(۲) اولیائے لواری شریف، ڈاکٹر ہوتچند گربخشانی، مطبوعہ حیدر آباد ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

(۳) خزینہ معرفت، صوفی محمد ابراہیم قصوری، مطبوعہ شرقپور شیخوپورہ ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۶ تا ۱۰۷۔

(۴) مرغوب الاحباب قلمی میر نظر علی خان تالپور، ۱۲۷۰ھ / ۱۸۴۵ء

(۵) مکاتیب قاضی احمد قلمی مملوکہ راقم الحروف۔

(۶) "بزرگان دمائی" قلمی، مملوکہ راقم الحروف۔

(۷) شوق نامہ قلمی، قاضی احمد، میاں محمد صالح، مملوکہ راقم الحروف۔

(۸) "اولیائے نقشبند المعروف بہ سیرت پاک شیر ربانی" محمد امین شرقپوری مطبوعہ پیکو لمیٹڈ لاہور۔

(۹) ماہنامہ الرحیم، حیدر آباد شمارہ جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۲۳۔

(۱۰) سجادہ نشین قاضی احمد حضرت پیر فیض محمد صاحب سے راقم الحروف نے کچھ حالات زبانی حاصل کیے۔

میاں محمد صالح دمائی

حضرت قاضی احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے عالم و عارف صاحبزادے میاں محمد صالح دمائی آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

ولادت:- آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ کو دیھ دم (قاضی احمد سے ۱۰ میل دور شمال مشرق کی جانب) میں ہوئی۔

بیعت و خلافت:- آپ اپنے والد گرامی حضرت قاضی احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی بیعت ہوئے انہی سے مدارج سلوک طے کئے، ظاہری اور باطنی دونوں علوم اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کر کے مقام کمال پر پہنچے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

روحانی مقام:- حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ظاہری اور باطنی تکمیل فرما کے روحانیت کے جس اعلیٰ مقام پر آپ کو پہنچادیا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ اپنے والد حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ اکثر خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے اپنے والد اور مرشد کی جدائیگی کے غم کی وجہ سے مریدین اور متوسلین کی طرف کوئی خصوصی توجہ نہیں دے سکتے تھے لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ کے پاس کچھ ہے ہی نہیں چنانچہ ایک روز حضرت قاضی احمدؒ کے بڑے کامل اور ذی استعداد خلیفہ حضرت نور محمد شاہ کنڈائی نے آپ سے عرض کیا کہ حضور مریدین آتے ہیں آپ انکو ہدایت کی راہ بتائیں کچھ وعظ و نصیحت فرمایا کریں آپ خاموش رہتے ہیں اس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے تواضع اور انکساری گے طور پر فرمایا میں تو کچھ نہیں

مجھے تو کچھ نہیں آتا ۔ نور شاہ کنڈائی نے عرض کیا حضور بڑے حضرت (قاضی احمد رحمتہ اللہ علیہ) نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ میں آپ کو پیش کردیتا ہوں اور آپ مخلوق خدا کو فیض پہنچائیں آپ نے فرمایا بہت اچھا آپ کی بڑی مہربانی شاہ صاحب نے فیض پہنچانا شروع کیا اور ان کے پاس جو کچھ نسبتیں تھیں وہ آپ کو دے دیں جب وہ نسبت دیگر فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا شاہ صاحب آگے چلو انہوں نے عرض کی حضور بس میرے پاس تو یہی کچھ تھا آپ نے فرمایا یہ تو ہمیں بچپنے کے اندر کھیل کود میں حضرت قاضی احمد نے عطاء فرما دیا تھا ۔ شاہ صاحب نے عرض کیا حضرت اسی لئے تو عرض کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو دیجئے اور انکو فیض پہنچایئے ۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنی چیز تو واپس لے جاؤ ۔ آپ کی علمی اور روحانی مقام کا کچھ پتہ آپ کے فارسی مکاتیب اور شوقنامہ کی اس شرح سے چلتا ہے جس میں آپ نے تصوف کے اعلیٰ نکات بیان فرمائے ہیں ۔

آپ اشعار بھی کہتے تھے چنانچہ میاں پیر محمد کو ایک مکتوب میں آپ نے اپنے والد گرامی کے متعلق یہ شعر لکھ کر ارسال فرمایا ۔

احمد شہ عالی همم ، صاحب عنایات و کرم
وصفش نہ گنجد در قلم ، احمد احمد ذالعطاء

باپ کی محبت :۔ حضرت قاضی احمد کو آپ سے کسقدر محبت تھی اس کا اظہار میاں پیر محمد کے نام آپ کے مکاتیب کی چندان عبارات سے ہوتا ہے جس میں ایک جگہ آپ نے اپنے ساتھ میاں محمد صالح کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنے کے لئے فرمایا ۔ لکھتے ہیں ۔

" مکرر آنکہ ایں ھیچ مند را و فرزند محمد صالح را در اوقات صالحات بدعوات صالحات یاد فرما باشند "

اسی طرح جب آپ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے گئے اور

واپس لوٹنے میں آپ کو کچھ زیادہ دن ہو گئے تو حضرت قاضی احمدؒ مضطرب اور بے چین ہو گئے اور آپ نے اپنے مکتوب میں جو میاں پیر محمد کے نام ہے اپنے اضطراب کا یوں اظہار فرمایا۔

"مکرر فضائل دستگاہ برخوردار میاں محمد صالح و میاں عبدالحکیم بر کار شادی پناہ میاں سید نظر علی رخصت گرفتہ بودند آنہارادھم روز است کہ نیامدہ اند دربارہ ایشاں ہم دعا کنند کہ بخیریت بیانید والسلام"

شوق نامہ کے دیباچہ میں میاں محمد صالح اپنے والد گرامی کے مقام کو اپنے اشعار میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آنکہ نامش بزباں بردنم از بے ادبی است
گرچہ ذرات تنم جملہ بنامش گویا است
لیک از آنجا کہ زبان نیز سعادت طلبست
گربایں نام شریفش نرانم ز جفا است
قطب حق ھادی دیں حضرت احمد امجد
آنکہ پیشش تبواضع قد افلاک دوتا است

شادی:۔ آپ کی شادی کا دعوت نامہ دیتے ہوئے حضرت قاضی احمدؒ میاں پیر محمد کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد سلام مشحون بشوق تمام مکشوف آنکہ انجام کار شادی برخوردار محمد صالح بتاریخ بست و ھفتم شھر حال شب سہ شنبہ مقرراست امید کہ مہربانی کردہ برتاریخ مذکور مع قبائل آمدہ شریک شادی شوند و فقرائے آنجا مھارا کہ وابستگان این دعا گواست ھمراہ آرند"

سجادہ نشینان :۔ میاں محمد صالح کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے میاں عبدالواحد اس خانقاہ کے سجادہ نشیں ہوئے ، ان کے بعد میاں محمد صالح کے چھوٹے فرزند میاں نور اللہ سجادہ نشین ہوئے ، میاں نور اللہ کے بعد ان کے فرزند میاں محمد شفیع اس مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہوئے اور ان کے بعد ان کے فرزند میاں محمد صادق اور اس کے بعد میاں پیر محمد سجادہ نشین ہوئے ۔ اس وقت اس آستانہ ذی شان کے سجادہ نشین میاں فیض محمد صاحب ہیں ۔ جو اپنی اس آبائی خانقاہ کے علاوہ لواری شریف یعنی اپنے مرشد خانہ کی خانقاہ کے بھی سجادہ نشین ہیں ، کیونکہ لواری شریف کے سجادہ نشین (جو حضرت مخدوم محمد زماں کی اولاد میں سے تھے) میاں گل حسن صدیقی کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے آپ نے اپنی جگہ پر میاں فیض محمد صاحب کو سجادہ نشین مقرر فرمایا تھا ۔

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۲۳۲ ھ میں ہوئی اور وہیں قاضی احمد میں اپنے والد گرامی کے مزار شریف کے بائیں طرف مدفون ہوئے آپکی کل عمر ۳۱ سال تھی ۔

تاریخ وفات :۔ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ایک تو اس مصرعہ سے نکالی ۔

که شاه شمس جهاں بود سایه فردوس

۱۲۲۳ھ

اور ایک " پیر اعظم " کے لفظ سے نکلتی ہے ۔ اس کے عدد بھی ۱۲۲۳ بنے ہیں جبکہ خود آپ کی تاریخ وفات " پیر عظیم " کے لفظ سے نکلتی ہے ۔ چنانچہ کسی

نے آپ کی وفات پر یہ قطعہ تاریخ لکھا۔

مرشدم بود بس خلیق کریم
سال او یافتم "پیر عظیم"

۱۲۳۲ھ

حالات ماخوذ از کتب ذیل۔

(۱) سجادہ نشین قاضی احمد حضرت قبلہ پیر فیض محمد صاحب سے راقم الحروف نے زبانی حاصل کیے۔

(۲) تحفہ لواری شریف، مرتب غلام محمد گرامی، مضمون ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ص ۳۸۔

(۳) بزرگان دمائی (قلمی)

(۴) شوق نامہ (قلمی) قاضی احمد۔

میاں عبدالواحد

آپ حضرت قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت پیر میاں محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور درگاہ قاضی احمد کے تیسرے سجادہ نشین تھے

ولادت :۔ آپ کی ولادت قاضی احمد شہر میں ہی ہوئی ۔ موجودہ قاضی احمد کے سجادہ نشین حضرت قبلہ میاں فیض محمد صاحب نے فرمایا کہ میاں عبدالواحد کی ولادت سے متعلق میرے والد گرامی ایک شعر سنایا کرتے تھے ۔ وہ شعر یہ تھا ۔

چوں عبدالواحد آمد نام پاکش
کریم الخلق باشد ہمچوں اجداد

علم ظاہر:۔ مولنا محمد امین صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بھی تھے اور حکیم حاذق بھی تھے ۔ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کا علاج بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے ۔ میاں عبدالواحد نے ظاہری علوم کی تکمیل آپ ہی سے فرمائی ۔

بیعت و خلافت :۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے مرشد خانہ لواری شریف میں حاضر ہوئے اور اس وقت کے وہاں کے سجادہ نشین خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی سے شرف بیعت حاصل کیا ۔ اپنے مرشد حضرت مہاجر مدنی اور اپنے والد گرامی کے زیر سایہ علم باطن کی تکمیل کی اور ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ۔ آپ کو اپنے والد گرامی سے ہی اجازت و خلافت حاصل ہے ۔

عبادات و ریاضات :۔ آپ کی عبادات اور ریاضات میں انہماک اور

مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر وقت مصلے پر بیٹھے نوافل اور دیگر ورد و وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے حتیٰ کے اسی وجہ سے آپ کا نام ہی "مصلے والے صاحب" پڑ گیا اور لوگ آپ کو اسی نام سے یاد کرنے لگے۔

وصال و مزار شریف:۔ آپ کا وصال شریف بھی قاضی احمد میں ہوا اور وہیں اپنے آباؤ اجداد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

اولاد:۔ آپ کے ایک صاحبزادے [1] تھے خواجہ محمد صدیق جو عنفوان شباب میں ہی وفات پا گئے۔

---

[1] راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں محمد صدیق

آپ خواجہ عبدالواحد کے صاحبزادے تھے اور حضرت قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے تھے۔

تعلیم:۔ قاضی احمد میں آپ کی ولادت ہوئی وہیں اپنے والد اور چچا خواجہ میاں نور اللہ کی زیر نگرانی ظاہری اور باطنی علوم کی تحصل فرمائی۔ اور رواحانیت میں بلند مقام حاصل کیا۔

جانشینی:۔ آپ کے والد خواجہ عبدالواحد کے وصال کے بعد حسب دستور قاضی احمد کی گدی پر آپ کو بٹھایا جانے لگا لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ چچا کے ہوتے ہوئے میں مسند پر نہیں بیٹھوں گا۔ آج لوگ گدی پر لڑتے ہیں لیکن تاریخ تصوف کی یہ بھی ایک نرالی مثال ہے کہ گدی پیش کی گئی لیکن بڑوں کے ادب کے باعث ایک چھوٹے نے اس گدی پر بیٹھنے سے انکار کردیا۔

اور چچا بھی ہو تو ایسا جو خود گدی پر بیٹھنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے بھتیجے کو بٹھانا چاھتے تھے چناچہ جب وہ راضی نہ ہوئے تو یہ چچا آپ کو آپ کے مرشد حضرت خواجہ مہاجر مدنی کے پاس لواری شریف لے گئے اور ان سے ان کو کھلوایا اور زور ڈالوایا کہ یہ اپنی مسند سنبھالیں لیکن آپ نے وہاں بھی اپنے مرشد سے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ وہ چچا جنہوں نے میری تربیت کی ہے ان کے ہوتے ہوئے میں مسند پر بیٹھوں مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی۔ لہذا آپ کے ارشاد کے مطابق میاں عبدالواحد کے انتقال کے بعد انکے بھائی یعنی آپ کے چچا خواجہ نور اللہ کو اس آستانہ کا جانشین بنا دیا گیا۔

روحانی مقام :۔ آپ کے کشف اور روحانی مقام کا اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ لواری شریف سے واپس قاضی احمد آرہے تھے تو پورا قافلہ گھوڑوں پر سوار تھا اور یہ سفر گھوڑوں کے ذریعہ طے ہو رہا تھا راستہ میں مٹیاری کے مقام پر آپکا انتقال ہو گیا، غسل دینے کے بعد لوگ آپ کو وہیں دفن کرنے لگے لیکن آپ نے خود فرمایا کہ " مجھے لواری میں دفن کرنا اور میں راستہ میں تم پر بوجھ بھی نہیں بنونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دو گھوڑے سوار اپنے ایک ایک ہاتھ سے آپ کے جسد مبارک کو اٹھا کر لواری شریف تک لے گئے اور ان کو ذرا بھی کوئی بوجھ، یا تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

مزار شریف :۔ آپ کے ارشاد مبارک کے مطابق آپ کو لواری شریف میں مخدوم محمد زماں کے قرب میں دفن کردیا گیا۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

خواجہ نور اللہ

آپ حضرت قاضی احمد رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے اور میاں محمد صالح رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے جو خواجہ عبدالواحد کے بعد قاضی احمد کے سجادہ نشین ہوئے۔

ولادت و تعلیم :۔ آپ کی ولادت اور تعلیم و تربیت قاضی احمد میں ہوئی، حضرت قاضی احمد کے بعد قاضی احمد کے معالج اور متبحر عالم مولانا محمد امین (رتنجھتر والے) سے آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل کی۔

بیعت و خلافت :۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے مرشد خانہ لواری شریف حاضر ہوئے اور اس وقت وہاں کے سجادہ نشین خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی سے شرف بیعت حاصل کیا سلوک کی منزلیں اپنے مرشد اور اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی طے کیں اور مقام کمال پر فائز ہوئے۔ خلافت و اجازت آپ کے والد نے آپ کو عطاء فرمائی۔

معمولات :۔ ساری رات آپ عبادت میں بسر فرمایا کرتے تھے صبح اشراق کے بعد طالبین کو ہدایت اور ان کی روحانی تربیت فرماتے تھے نماز مغرب کے بعد سے عشاء تک خلوت کے اندر مراقبہ میں مصروف رہا کرتے تھے اور اس وقت کسی کو آپ کے پاس آنے کی اجازت نہیں تھی۔

خلفاء :۔ آپ کے نامور اور کامل خلیفہ مخدوم عبدالواحد تھے جو کنڈیارو (ضلع نوشہرہ ۔ نواب شاہ) کے قریب آباد نامی شہر کے رہنے والے تھے اسی لئے آپ

مخدوم آباد والے کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ سب سے پہلے حضرت نور محمد شاہ کھائی کنڈا (خلیفہ حضرت قاضی احمد) سے بیعت ہوئے انہوں نے حضرت نوراللہ کی خدمت میں آپ کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ آپ کی امانت آپ کے سپرد ہے آپ انکو بیعت بھی فرمائیں اور ان کی خصوصی تربیت بھی فرمائیں چنانچہ حضرت خواجہ نور اللہ نے آپ کو دوبارہ بیعت بھی فرمایا اور سلوک کی تمام منزلیں طے کرا کے معرفت کے اعلیٰ مقام پر آپ کو فائز کیا اور آخیر میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ۔

قاضی احمد کی حفاظت :۔ آپ ایک روز اٹھے اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر قاضی احمد شہر کے چاروں طرف اس سے ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ اس شہر کو ہمیشہ تین چیزوں سے محفوظ رکھے گا ۔ ۱۔ ایک یہ کہ دریا کی طغیانی کے نقصان سے یہ ہمیشہ محفوظ رہے گا ۔ ۲۔ دوسرا یہ کہ آگ ایک گھر سے دوسرے گھر تک کبھی نہیں جائیگی ۳۔ تیسرا یہ کہ کالرہ یعنی ہیضہ کی وباء اس شہر میں کبھی نہیں پھیلیگی ۔ یہ تینوں باتیں وہاں کے رہنے والوں میں آج بھی مشہور ہیں اور لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کے اس ارشاد کے مطابق یہ شہر آج بھی تینوں چیزوں سے محفوظ ہے حالانکہ اس زمانہ میں دریائے سندھ بھی بالکل اس شہر کے قریب سے گزرتا تھا اس میں طغیانیاں اور سیلاب بھی کئی بار آئے لیکن اس شہر کو اس سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا ۔

تاثیر صحبت :۔ اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیائے کرام فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی صحبت کی یہ تاثیر ہے کہ فقط آپکی مجلس اور محفل میں بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے اور دل یاد الٰہی سے روشن ہو جاتا ہے ۔ حتیٰ کے آپ کے کسی خلیفہ پر بھی کسی کی نظر پڑ جائے تو اسکا قلب بھی جاری ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کے خلیفہ مخدوم عبدالواحد کو دریا کا پانی آنے کی وجہ سے جب ان کی قبر سے نکالکر

دوسرے محفوظ مقام پر دفن کیا جانے لگا تو اس کو دیکھ کر بعض حضرات کے قلوب اس طرح جاری ہوئے کہ مرتے دم تک جاری رہے۔

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ اور قاضی احمد میں اپنے آباؤ اجداد کے قرب میں آپ کو دفن کردیا گیا۔

تاریخ وفات:۔ آپ کے مرشد زادہ پیر خواجہ محمد سعید مہاجر مکیؒ سجادہ نشین لواری شریف نے آپ کے وصال پر آپ کے لئے ایک قلعہ تاریخ وفات کہا جس کے اس شعر سے آپ کا سن وفات نکلتا ہے۔

زباغستان دنیا ورد دینی
بروں گشت و برار آخرت رفت

اولاد:۔ آپ نے اپنے بعد چار صاحبزادے چھوڑے

۱۔ میاں محمد سلیمان ۲۔ میاں محمد شفیع ۳۔ میاں محمد داؤد ۴۔ میاں محمد علی

سجادہ نشین:۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد علی صرف دو سال سجادہ نشین رہے لیکن انکی حیات نے وفا نہ کی اور ان کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے میاں محمد شفیع سجادہ نشین ہوئے۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشیں قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں محمد شفیع

ولادت :۔ آپ کی ولادت قاضی احمد میں تقریباً ۱۲۶۶ ھ میں ہوئی آپ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پڑ پوتے اور خواجہ میاں نور اللہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے جو اپنے بڑے بھائی میاں محمد علی کی وفات کے بعد اس مسند پر متمکن ہوئے ۔ چونکہ آپ کے بھائی والد کے انتقال کے بعد صرف دو سال بقید حیات رہے اس لئے ان کے بعد آپ ہی اس آستانہ کے جانشین ہوئے ۔

تعلیم :۔ آپ نے اپنے نانا مولانا محمد صادق صاحب سے علوم ظاہری حاصل کئے مولانا محمد صادق مدرو کے قریب گھیرو نامی شہر کے رہنے والے تھے ۔ اور اپنے وقت کے بہت زبردست عالم اور عارف تھے ۔

بیعت و خلافت :۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے مرشد خانہ لواری شریف میں حاضر ہوئے اور اس وقت کے سجادہ نشین خواجہ محمد سعید مہاجر مکی سے بیعت ہوئے ۔ اپنے مرشد اور والد گرامی کی زیر نگرانی روحانی مراحل طے کئے اور والد صاحب ہی سے اجازت و خلافت حاصل کی ۔

عبادت :۔ آپ اس کثرت کیساتھ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ جو مصلے آپ کے استعمال میں ہوتا تھا اس میں قدموں کی جگہ پر سوراخ ہو جاتا تھا ۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر فیض محمد صاحب فرما رہے تھے کہ آج بھی ہمارے پاس آپ کے کئی مصلے ایسے موجود ہیں جس پر آپ نے اس قدر نمازیں ادا فرمائی ہیں کہ وہ گھس گھس کر قدموں کے مقام پر سے پھٹے ہوئے ہیں اوار آپ کی ریاضت و مجاھدات اور کثرت عبادات کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔

اس کے علاوہ آپ دو مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے گئے اور وہاں کے انوار وتجلیات سے مستفیض ہوئے۔

خلفاء :۔ آپ کے خاص خاص خلفاء میں ایک تو مخدوم عبدالواحد کے صاحبزادے مخدوم حبیب اللہ ہیں جنکی آپ نے تربیت فرما کر خلافت سے ان کو سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ ڈھینگو (نوشہرہ) کے میاں محمد عیسیٰ اور سیتا (دادو) کے مولانا محمد صدیق جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور بڑے عارف تھے انکو بھی آپ ہی سے خلافت حاصل تھی۔

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہوئی اور قاضی احمد میں ہی آپ مدفون ہوئے۔

اولاد :۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے ۱۔ میاں محمد صادق ۲۔ میاں فیض محمد ۳۔ میاں پیر محمد ۴۔ میاں عبیداللہ ۵۔ میاں عبدالرحمن ۶۔ میاں عبداللہ ۷۔ میاں عبدالرحیم عرف محمد بخش۔

میاں فیض محمد تو آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپ کے بعد میاں محمد صادق آپ کے جانشین ہوئے۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشیں قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں محمد صادق

آپ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے میاں محمد شفیع کے صاحبزادے تھے اور ان کے جانشین تھے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت قاضی احمد میں ۱۲۹۹ھ میں ہوئے۔

تعلیم:۔ سہون کے قریب بختیار پور کے ایک بہت بڑے عالم مولانا محمد صدیق سے آپ نے علوم ظاہری حاصل کئے۔

بیعت و خلافت:۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے مرشد خانہ لواری شریف حاضر ہوئے اور وہاں کے اس وقت کے سجادہ نشن خواجہ حاجی احمد زماں رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اپنے مرشد اور اپنے والد کی زیر تربیت رہکر روحانیت مین اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اپنے والد گرامی سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

معمولات:۔ معمولات اور وظائف نقشبندیہ کے علاوہ آپ کا یہ خاص طریقہ تھا کہ رات کو تہجد کے وقت بلند آواز سے بارگاہ الہیٰ میں مناجات پڑھا کرتے تھے اور تضرع و زاری میں رات گزار دیا کرتے تھے، نماز باجماعت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، صبح کو تلاوت قرآن اور دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے نماز مغرب کے بعد روزانہ صلوۃ التسبیح پڑھتے تھے اور رات کو بلا ناغہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ختم خواجگان پڑھا کرتے تھے۔

خلفاء:۔ آپ کے خلفاء میں مخدوم غلام محمد اور مخدوم غلام صدیق ہیں جو دونوں بڑے عالم اور بہت صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔

شاعری :۔ آپ نے اپنے والد گرامی کی وفات پر ایک قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری کا ذوق بھی اللہ نے آپ کو عطاء فرمایا تھا۔

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی ۔ اور قاضی احمد کے اندر اپنے آباؤ اجداد کے قرب میں آپ مدفون ہوئے۔

سجادہ نشین :۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ پیر محمد قاضی احمد کے آستانہ کے سجادہ نشیں ہوئے۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشیں قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں پیر محمد

آپ حضرت حاجی قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے حضرت خواجہ میاں محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے جو اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق کے وصال کے بعد اس آستانہ شریف کے سجادہ نشین ہوئے۔

ولادت :۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں ۱۲۰۴ھ کو قاضی احمد میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم :۔ مولانا پیر بخش اس زمانہ کے ایک بہت متبحر عالم تھے جو مولانا محمد صدیق کے خاص شاگردوں میں سے تھے، ان سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔

بیعت :۔ اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کے مطابق لواری شریف حاضر ہوئے اور اس وقت کے سجادہ نشین خواجہ حاجی احمد زماں رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور نقشبندی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ سلوک کی منزلیں اپنے مرشد اور اس کے علاوہ اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی طے کیں اور اس میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

اتباع سنت :۔ اتباع سنت اور متابعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ خاص خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ جب رات کو آپ بستر پر سونے کے لئے جاتے تو سنت کے مطابق آنکھوں میں سرمہ ضرور ڈالتے تھے۔ اور سرمہ ڈالتے وقت یہ خاص درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ مکی شکور اللہ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ سرمہ ڈالتے وقت اس درود

شریف کے پڑھنے سے آنکھوں میں بصارت قائم رھتی ہے ۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے آدمی کبھی اندھا نہیں ہوگا ۔

احترام رمضان :۔ آپ مادر زاد ولی تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو وہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا جس کے احترام میں آپ رمضان المبارک کے دنوں میں اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے ۔ جب روزے فطار کرلئے جاتے تو پھر آپ دودھ نوش فرمایا کرتے تھے ۔

خلفاء :۔ آپ کے چند خاص خاص خلفاء یہ ہیں ۔

(۱) عبدالرزاق :۔ مولانا محمد صدیق کے صاحبزادے اور بہت جید عالم دین سیتا (دادو) کے رہنے والے تھے ۔

(۲) عبدالقادر :۔ مولانا محمد صدیق کے دوسرے عالم و فاضل صاحبزادے ۔

(۳) عبدالحلیم جمالی درویش

(۴) دوست محمد فقیر

(۵) محمد اسماعیل فقیر گاڈھی ۔

وفات :۔ ۶ شعبان المعظم ۱۳۷۵ ھ کو آپ اس جہانِ فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرما گئے آپ نے کل اکھتر سال عمر پائی ۔ آپ کا مزار مبارک قاضی احمد میں ہے

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشیں قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں پیر فیض محمد

آپ خانوادہ قاضی احمد کے ایک روشن چراغ اور اس آستانہ ذی شان کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں پیر محمد تھا۔ اور دادا کا نام میاں محمد شفیع تھا۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت آپ کے آبائی شہر قاضی احمد میں ۱۹۳۰ء کو ہوئی۔

تعلیم:۔ آپ کے نانا مولانا محمد صالح صاحب بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے آپ نے ابتدائی فارسی تعلیم انہی سے حاصل کی عربی اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم سیتا (دادو) کے ایک عالم مولانا محمد قاسم سے حاصل کی۔

بیعت:۔ اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کے مطابق آپ نے بھی لواری شریف کے سجادہ نشین خواجہ گل حسن سے نقشبندیہ سلسلہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کے والد گرامی آپ کو ۱۶ سال کے عمر میں لواری شریف خواجہ گل حسن کی خدمت میں مرید کرانے کے لیئے لے گئے، انہوں نے فرمایا ابھی چھوٹی عمر ہے ذرا اور بڑا ہو جائے پھر بیعت کریں گے لیکن آپ کے والد گرامی خواجہ پیر محمد نے خوشامد کی اور بڑی منت سماجت سے عرض کیا کہ مہربانی فرمائے اس کو ابھی بیعت فرمالیجیئے چنانچہ خواجہ گل حسن نے ان کی گزارش کو شرف قبولیت عطاء کرتے ہوئے آپ کو اسی کم عمری میں بیعت فرمالیا۔

عادات و خصائل:۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے صحیح جانشیں اور انکے عادات و اخلاق اور ان کے اوصاف و شمائل کے مظہر اتم ہیں، حافظہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا عطاء فرمایا ہے یہ فقیر جب آپ کے آباؤ اجداد کے حالات آپ سے معلوم کرنے کے لیئے حاضر ہوا تو آپ نے ازراہ عنایت تین گھنٹہ مسلسل حضرت قاضی

احمد رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر اپنے والد گرامی تک تمام بزرگوں کے حالات ان کی ولادت اور وفات کے سالوں کیساتھ زبانی بیان فرما دئے ، اس کے علاوہ بہت سے اپنے اکابرین کے فارسی کے اشعار بھی آپ نے سنائے جو آپ کو زبانی یاد تھے

آپ بیحد خلیق اور شفیق بزرگ ہیں یوں تو ہر آنے والے کو اپنی محبت سے نوازتے ہیں لیکن راقم الحروف کا چونکہ سلسلہ طریقت بھی چند واسطوں سے حضرت خواجہ قاضی احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور میرے آباؤ اجداد حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے نامور بزرگوں میں سے گزرے ہیں وہ اسی آستانہ کے پروردہ اور معرفت کے اسی آفتاب حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ فیض یافتہ ہیں ، اس لئے اس نسبت کے باعث حضرت قبلہ میاں فیض محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ والد گرامی سے بھی بہت محبت فرماتے تھے ۔ اور ان کے وصال کے بعد اب اس فقیر پر بھی خصوصی نگاہ کرم فرماتے ہیں ۔

لواری شریف اور قاضی احمد میں مختلف اعراس اور مذہبی پروگرموں کے مواقع پر تقریر کے لئے مدعو کر کے اس فقیر کو بہت بڑی سعادت سے سرفراز فرمادیتے ہیں ۔

آپ کے آباؤ اجداد کے حالات تحریر کرنے کے سلسلہ میں تین گھنٹہ تک اس فقیر نے آپ کو زحمت دی اور اخیر میں اس زحمت پر جب معذرت چاہی تو بڑے پیار سے فرمانے لگے کہ یہ آپ کا اپنا گھر ہے ، ظاہری بھی باطنی بھی ، جسمانی بھی اور روحانی بھی ، لہذا جب چاہیں آئیں اور جب تک چاہیں رہیں " ۔ آپ کی یہ شفقت و عنایت اس عاصی و سیاکار کے لئے سرمایہ آخرت ہے ۔

قیام :۔ مستقل قیام تو آپ کا قاضی احمد میں ہے لیکن چونکہ ضلع نواب شاہ

میں گرمی بہت سخت پڑتی ہے اس لئے سخت گرمیوں میں آپ کراچی اپنے گارڈن کے بنگلے میں تشریف لے آتے ہیں اور چند ماہ یہیں قیام فرماتے ہیں ۔ لواری شریف بھی اکثر جاتے آتے رہتے ہیں ۔

سجادہ نشینی :۔ آپ اپنے آبائی آستانہ قاضی احمد کے سجادہ نشین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مرشد خانہ یعنی لواری شریف کے بھی اس وقت سجادہ نشین ہیں کیونکہ لواری شریف کے اس وقت سجادہ نشین خواجہ گل حسن کا جب وصال ہوا تو ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھے صرف ایک بیٹی تھی جس کو ڈھائی سال کی عمر سے ان کے ماموں اپنے ساتھ لے گئے تھے اور لڑکی کے حضرت خواجہ گل حسن صاحب سے ملنے پر انہوں نے پابندی عائد کردی تھے ۔ پوری زندگی لڑکی کے ماموں نہ خود حضرت کی خدمت میں کبھی آئے اور نہ لڑکی کو کبھی آپ کے پاس آنے دیا ، حتیٰ کے جب لڑکی ۱۴ سال کی ہوئی تو آپ نے لڑکی کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آجاؤ لیکن لڑکی نے اپنے ماموں کی بات مانی اور آپ کے پاس آنے سے انکار کردیا ، آپ نے لڑکی حاصل کرنے کے لئے کورٹ میں کیس کردیا لیکن لڑکی نے کورٹ میں بیان دے دیا کہ میں آپ کے پاس آنا نہیں چاھتی میں اپنے ماموں کے پاس رہوں گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اب ان سے کوئی امید رکھنا بے کار ہے " اس کے بعد آپ نے درگاہ لواری شریف کی ساڑھے چار ہزار ایکڑ زمین محکمہ اوقاف کو دے دی ۔ اس لڑکی کا ایک لڑکا بھی ہے جو کبھی حضرت کی زندگی میں ان کے پاس نہیں آیا۔

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت خواجہ گل حسن رحمۃ اللہ علیہ نے لواری شریف کے آستانہ کا سجادہ نشین بھی حضرت خواجہ پیر فیض محمد کو ہی مقرر فرمایا ۔ اور اپنی زندگی مین مجسٹریٹ کے سامنے ان کو تحریری طور پر اپنا جانشین بنا کے اس کا اپنے تمام مریدین میں اعلان بھی فرما دیا ۔ ویسے بھی حضرت خواجہ

گل حسن کی زندگی میں جماعت کے تمام کام اور سلسلہ کے تمام امور اور اعراس وغیرہ کے تمام انتظامات آپ ہی کے سپرد ہوتے تھے اور آپ ہی کی زیر نگرانی انجام پاتے تھے اور اب آپ ہی ۲۷ ذیعقد ۱۴۰۲ھ سے باقاعدہ دونوں درگاہوں کی سجادہ نشینی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں ۔(۱)

پیر خانہ :۔ اپنے پیر خانہ لواری شریف سے آپ کو بڑی والہانہ عقیدت اور محبت ہے اور اس کا اظہار اکثر آپ ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ " میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی ساری زندگی لواری شریف میں ایک درخت کے نیچے عبادت کے اندر گزار دوں "۔

لیکن ہائے افسوس ان اختلافات کے باعث لواری شریف کے آستانہ کو حکومت نے سیل کر دیا ہے زائرین اور عاشقین مزار شریف کی زیارت سے بھی محروم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس ابتلاء اور آزمائش سے ہمیں جلد نجات عطا فرمائے ۔

اولاد:۔ آپ کے سات صاحبزادے ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں ۔

(۱) پیر محمد صادق عرف مٹھو سائیں ولادت ۲۰ جون ۱۹۷۹ء

(۲) پیر شفیع محمد عرف دادا سائیں ولادت ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء

(۳) پیر نور اللہ عرف راجہ سائیں ولادت ۲۸ دسمبر ۱۹۸۲ء

(۴) پیر عبدالواحد عرف جانی سائیں ولادت ۲۵ جولائی ۱۹۸۴ء

(۵) پیر محمد صالح عرف جان سائیں ولادت ۲۰ نومبر ۱۹۸۵ء

(۶) پیر محمد صدیق عرف جتل سائیں ولادت ۲۲ جولائی ۱۹۸۷ء

(۷) پیر عبداللہ عرف ساجن سائیں ولادت ۲۶ جون ۱۹۹۲ء

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشیں قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

(۱) افسوس حضرت پیر فیض محمد صاحب ۱۱ نومبر ۱۹۹۵ء کو وفات پا گئے۔

نور محمد شاہ کنڈائی

آپ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نامور اور باکمال خلفاء میں سے ہیں ۔ ضلع نواب شاہ میں نوشہرہ کے قریب کنڈا کھائی نامی علاقہ کے رہنے والے ہیں اسی لئے کنڈائی کے نام سے معروف ہیں ۔

ادب مرشد :۔ آپ نے معرفت و ولایت کے جتنے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات حاصل کئے وہ سب ادب سے حاصل کئے ۔ آپ اپنے مرشد کا بے پناہ ادب کرتے تھے ۔ جب بھی اپنے مرشد خانہ قاضی احمد حاضر ہوتے تو مرشد کے لئے پھل فروٹ سبزی ترکاری الغرض کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لیکر حاضر ہوتے تھے ۔ اور جب کبھی پیسے نہیں ہوتے تھے اس دن جنگل جاکر کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور ان لکڑیوں کے تمام کانٹوں کو صاف کرتے تاکہ لنگر خانہ میں جلاتے وقت کسی خادم یا خادمہ کے ہاتھ کو کوئی کانٹا نہ چبھ جائے اور اس کو کوئی ایذاء نہ پہنچ جائے ۔

اور جب لکڑیوں کا گٹھر اپنے سر پر رکھ کے قاضی احمد پہنچتے تو آستانہ شریف پر کبھی دستک نہیں دیتے بلکہ خاموش باہر دروازہ پر کھڑے ہوجاتے جب از خود کوئی خادم یا کوئی اور شخص گھر سے باہر آتا تو وہ لکڑیاں لنگر خانہ کے لئے ان کے سپرد فرما دیا کرتے تھے ۔

ایک روز خادمہ نے آپ سے کہا کہ تم اتنی دیر دروازے کے باہر کیوں کھڑے رہتے ہو ؟ دستک کیوں نہیں دے دیتے ۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ جتنی محنت اتنی مزدوری ہم نے اتنی کمائی نہیں کی کہ مرشد کے دروازہ پر دستک دے سکیں ۔ ہم ابھی دروازہ کھٹکھٹانے کے لائق نہیں ہوئے ۔

پیر خانہ کی حاضری :۔ آپ کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی

انکی زیارت کے بغیر آپ کے دل کو چین اور روح کو سکون میسر نہیں آتا تھا۔ چناچہ آپ روزانہ ظہر کی نماز پڑھ کے اپنے گاؤں سے نکلتے اور تقریباً چالیس میل کا طویل فاصلہ پیدل طے کرکے مغرب تک مرشد کے آستانہ پر پہنچ جاتے مغرب کی نماز جماعت سے درگاہ شریف میں اداء کرتے وہاں سے مغرب کے بعد رخصت ہوکر اپنے گھر کے لئے واپس نکلتے اور عشاء کی نماز اپنے گھر آکر اداء کرتے۔ اس واقعہ سے آپ کی روحانی طاقت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

عبادات :۔ آپ ساری رات اللہ کی یاد اور عبادات میں گزارا کرتے تھے، تہجد کی نماز کے بعد آپ کا معمول تھا کہ آپ تسبیح پر خاص ورد کیا کرتے تھے ایک دن جب لوگ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ مبارک میں کالا سانپ ہے اور آپ اس کو تسبیح کی طرح گھمارہے ہیں۔ لوگوں نے کہا شاہ صاحب آپ کے ہاتھ میں سانپ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فوراً اس کو پھینک دیا اور فرمانے لگے میاں بڑھاپا آگیا ہے یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ تسبیح ہے یا سانپ، تسبیح سمجھ کر سانپ کو اٹھالایا۔

ملفوظ مبارک :۔ ایک روز آپ مسجد کے اندر عبادت میں مستغرق تھے کہ مسجد کے باہر ایک درخت سے کسی کے گرنے کی آواز آئی، لوگ دوڑے دوڑے باہر گئے، آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں آدمی درخت سے گر گیا ہے، آپ نے فرمایا میں سمجھا کسی ولی کی نظر سے گزر گیا اس لئے کہ جو ولی کی نگاہ سے گر جاتا ہے وہ دین و دنیا میں تباہ ہو جاتا ہے اس کا ٹھکانہ کہیں نہیں رہتا۔

اولاد :۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ صرف ایک بیٹی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے ایک رشتہ دار امام بخش آپ کے جانشین ہوئے۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں عبدالکریم

آپ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ذی استعداد اور باصلاحیت اور باکمال خلفاء میں سے ہیں ۔ سکرنڈ کے قریب ایک جگہ ہے پنگار و آپ وہاں کے رہنے والے ہیں ۔ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جو خطوط ارسال فرماتے تھے اس میں آپ کو برادر طریقت میاں عبدالکریم کہہ کر مخاطب فرماتے تھے ۔

پیشہ :۔ آپ پہلے رنگ سازی کا کام کرتے تھے ۔ جب حضرت قاضی احمد سے بیعت ہوئے اور معرفت میں اعلیٰ مقام حاصل کر کے مخلوق خدا کو رشد و ہدایت دینے لگے تو آپ کو اہل محلہ اور پڑوسی طنزاً کہنے لگے کہ کھٹی بھی اب فیض دینے لگے ۔ اس پر آپ جوش میں فرمایا کرتے تھے کہ ہاں ہوں تو رنگ ساز لیکن اب مرشد نے جو رنگ چڑھایا ہے وہ مخلوق خدا پر رنگ چڑھارہا ہوں ۔

سیتا کے سید :۔ اس زمانہ میں سیتا کے سید کتے پالا کرتے تھے اور انکے ذریعہ سوروں کا شکار کیا کرتے تھے ۔ ایک دن آپ اونٹ پر کجاوا رکھ کے اس میں پردے کے ساتھ اپنے اہل خانہ کو لیکر کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ستیا کے سید مل گئے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اب ماچھی بھی برقعہ اوڑھنے لگے اور پردے کر کے بڑے متقی اور پرھیزگار بننے لگے ۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کی دین ہے اس کی عطاء ہے جو ہمارا کام تھا (یعنی سوروں کا شکار) وہ آپ کو دے دیا اور جو آپ کا کام تھا وہ ہمیں دے دیا ۔ آپ کے اس جواب پر وہ بہت شرمندہ ہوئے ۔

پوتا :۔ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر

فیض محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میاں عبدالکریم کا پوتا جس کا نام میاں حبیب تھا وہ اکثر میرے والد میاں پیر محمد کو پنکھا جھلتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ اس دوران اس کا قلب جاری ہو جاتا تھا۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

میاں پیر محمد

میاں پیر محمد ، حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے اور آپ کے بہت ہی لاڈلے اور صاحب استعداد مرید تھے آپ کے والد کا نام محمد ادریس اور دادا کا نام میاں ابوالخیر تھا آپ سندھ کے ایک علاقہ " دیباچہ " کے رہنے والے تھے بہت بڑے عالم اور عارف تھے اپنے پیر سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کا مرشد بھی ان سے بے پناہ محبت رکھتا تھا ، اس محبت کا اور آپ کے علمی اور روحانی مقام کا اندازہ ان القاب سے ہوتا ہے جس سے اپنے مکتوبات میں حضرت قاضی احمدؒ نے اپنے اس لاڈلے مرید کو مخاطب فرمایا ہے ۔ میاں پیر محمد کے نام آپ کے متعدد مکتوبات میں ہمیں یہ القاب نظر آتے ہیں ۔

فضائل و کمالات دستگاہ ، نور چشم ، راحت روحی ، مستجمع الحسنات ، مظہر الکرامات ، نور بصر ، راحت روحی ، مصدر الحسنات ، قرۃ العیون ، حقائق و معارف آگاہ ، حق کے میاں ملا محمد احسن اور ملا محمد عارف کے نام ایک مکتوب میں آپ نے میاں پیر محمد کے ساتھ اپنی بے پناہ قلبی محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک فرمادیا کہ " وہ میری جان ہے میرا نور چشم ہے اور مجھے اپنے بیٹے محمد صالح سے بھی زیادہ محبوب اور پیارا ہے ۔ اور جس نے اس کے ساتھ شادی طے کی ہے اس نے مجھ پر احسان کیا ہے "

" فضیلت پناہ برخوردار میاں پیر محمد جان است و نور چشم ما است برخوردار میاں پیر محمد از فرزندم محمد صالح بالاتر و زیادہ تر دوست می واریم آنچہ نسبت شادی بہ برخوردارم پیر محمد نمودند آن ہمہ احسان و منت بر ایں احقر نمودند " ۔

میاں پیر محمد کی علالت کی خبر سے آپ انتہائی محزون اور پریشان ہو کر ان کو دعاؤں سے بھرا ہوا ایک مکتوب گرامی یوں ارسال فرماتے ہیں ۔

" فضائل و فواضل دستگاہ نور بصر راحت روحی میاں پیر محمد جیو ببائست محظوظ و از نابائست محفوظ بودہ مدام بیاد حق تعالیٰ مشغول باشد ، آمین ۔ از شنیدن خبر کلفت اثر عارضہ تپ بنسبت سامی وسائر مر دم اہلی حویلی جمیع مردم خورد وکلاں وسواس و ترددواضطراب تمام گردیدہ حق سبحانہ و تعالیٰ شفاعاجلِ و جمعیت کامل نصیب حال گردانا و بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد ۔ جان من ! تاوصول اخبار صحت دعافیت آں گرامی ہمہ مردم اقربا بدریں حدوورا انتظار و نگرانی بدانصوب می باشد لاجرم لازم کہ بدست کسے صادر ووارد خبر خیر و عافیت آنجناب ارسال فرما باشد کہ ہر آئینہ ایں مغی باعث اطمینان قلب و سرور تو اند بود و السلام " ۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

(۲) بزرگان دمائی قلمی (مکاتیب قاضی احمد)

عبدالرزاق

حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ شریف کے سجادہ نشین خواجہ پیر محمد کے ایک نامور خلیفہ مولانا عبدالرزاق صاحب جو سیتا (دادو نزد پاٹ) کے رہنے والے تھے اور بہت جید عالم دین تھے۔

والد:۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بھی سیتا کے بہت معروف عالم دین اور بہترین مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ قاضی احمد کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد شفیع کے خلفاء میں سے تھے۔ اور روحانیت میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔

مرشد کی بشارت:۔ اس زمانہ میں بخار کی وبا پھیلی ہوئی تھی آپ بھی اس وباء کی لپیٹ میں آگئے اور سخت بیمار ہوگئے، اسی دوران آپ کو اپنے مرشد کی زیارت ہوئی کہ وہ گھوڑے پر تشریف لائے اور ان کو اٹھا کر بیٹھا دیا اور خواب میں ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء عطاء فرمائے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب صبح میں اٹھا تو بالکل تندرست اور صحت مند تھا بیماری کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ جب مرشد کے آستانہ میں جانے کے لئے نکلا تو پتہ چلا کہ آج ہی رات ان کا وصال ہوگیا ہے۔

اولاد:۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام محمد انور اور دوسرے کا نام میاں جیندل۔ لیکن یہ دونوں صاحبزادے صغر سنی میں ہی وفات پاگئے۔

راقم الحروف نے پیر فیض محمد صاحب سجادہ نشین قاضی احمد سے زبانی یہ حالات معلوم کیے۔

حاجی محمد صالح گھڑائی

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد زماں (لواری شریف) کے خلفاء اربعہ میں سے ایک خلیفہ حاجی محمد صالح گھڑائی ہیں جو بڑی جرأت ، دانائی ، اور عقل و شعور کے مالک تھے مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت مخدوم کے خلفاء میں آپ جیسا کوئی صاحب کرامت نظر نہیں آتا ۔

وطن :۔ آپ موجودہ تعلقہ " موری " میں " دولت پور " سے ایک میل اوپر کی طرف " کھڑا " نامی قصبہ کے رہنے والے ہیں ۔

لواری شریف آمد :۔ آپ کا کشف کتنا قوی تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے چند درویش ساتھیوں کے ہمراہ لواری شریف آرہے تھے کہ راستہ میں ایک شہر کے باہر کچھ بچے کھیل رہے تھے ، ان بچوں میں ایک بچہ میر غلام علی تالپور بھی تھا ، جو بعد میں سندھ کا عظیم حکمراں بنا ، بچوں میں جب میر غلام علی تالپور پر آپکی نگاہ پڑی تو آپ نے فرمایا کہ اس بچہ کی قسمت بڑی قوی دکھائی دیتی ہے ۔ شاید یہ ملک کا والی بنے گا ، مگر اس کے نامہ اعمال میں کوئی چیز نظر نہیں آتی ۔

لواری کا احترام :۔ آپ اپنے پیر خانہ یعنی لواری شریف کا کس قدر احترام اور ادب کیا کرتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے جو آپ کے صاحبزادے شیخ سیف الدین نے بیان فرمائی کہ میرے والد صاحب نے لواری شریف والوں سے بیعت ہونے کے بعد پھر عمر بھر کبھی لواری شریف کی طرف پیر نہیں کئے ۔ خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں گھر میں ہوں یا گھر سے باہر اس ادب کا آپ

ہر وقت خیال رکھتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آپ سے عرض کیا کہ " اس وقت تو آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں لیکن مرنے کے بعد کیا کریں گے اس وقت تو آپ کا پاؤں لا محالہ لواری کی طرف ہو گا " ۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ " اس وقت بھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی ، اللہ تعالیٰ مجھے بچائے اس بے ادبی سے کہ میرا پاؤں لواری کی طرف ہو دیکھنا ، جب میری موت آئیگی زمانے والے دیکھیں گے اود تعجب کریں گے " اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ جب آپ کا وصال ہو گیا اور آپ کو قبر میں لٹایا گیا تو آپ کے پاؤں سیدھے نہیں تھے بلکہ سمٹے ہوئے تھے ۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آپ زندگی میں مراقبہ کے اندر مصروف ہیں ۔

ریاضت و مجاھدہ :۔ صاحب فردوس العارفین لکھتے ہیں کہ آپ کی ریاضت اور مجاھدات کا یہ عالم تھا کہ اپنے مرشد کے حکم سے آپ نے تین سال مسلسل ایک جگہ بیٹھ کر نفی و اثبات کا ورد کیا پھر آپ کے مرشد مخدوم محمد زماں نے اپنی توجہات سے عروج و ارتقاء کے اعلیٰ مراتب پر آپ کو پہنچادیا ۔

طلب مرشد :۔ حاجی محمد صالح کھڈائی فرماتے ہیں کہ میں حق اور مرشد کامل کی تلاش میں پورے بارہ ۱۲ سال سرگرداں رہا ہوں ، سارا ہندوستان ، ترکستان ، خراساں ، روم ، الغرض عرب و عجم میں جہاں کہیں پر کسی مرد کامل کے متعلق سنا دوڑ پڑا اور حاضر خدمت ہو کر اکتساب فیض کیا ۔ لیکن فرماتے ہیں ۔

این فیض کہ در صحبت حضرت ایشاں بطالباں میرسد ہیچ جاندیدم "

کہ جو فیض حضرت سلطان اولیاء طالبان حق کو پہنچاتے ہیں ۔ ایسا فیض میں نے سارے جہاں میں کہیں نہیں دیکھا ۔

ذکر نفی و اثبات :۔ مرشد کے بتائے ہوئے سبق یعنی ذکر نفی و اثبات کی

مشق کرتے کرتے آپ اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ ایک سانس میں کئی ہزار مرتبہ نفی و اثبات کا ورد کیا کرتے تھے۔

صاحب فردوس العارفین کی رائے:۔ صاحب فردوس العارفین آپ کی شان اور آپ کا مقام چند مگر جامع الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

صاحب ھمت خالی از تہمت شجاع طریق حاجی صالح سکرندی الکہرائی نیز از جملہ خلفائے اربعہ ، حضرت ایشاں است و اندر فنون کرامات شانے عظیم داشتہ ، صاحب مجاھدات بودہ ، ویرا آیات و مناقبات بسیار بودہ است۔

مقام ولایت:۔ صاحب مرغوب الاحباب نے آپ کا ایک واقعہ آپ کی زبانی نقل کیا ہے جس سے آپ کے علو مرتبت اور مقام ولایت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے آپ خود فرماتے تھے کہ حضرت سلطان الاولیاء مخدوم محمد زمانؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل دنیا بھر کے مشائخ کی صحبت اٹھانے اور ان کے فیوضات حاصل کرنے کے سبب میں اس مقام پر پہنچ گیا تھا کہ جب میں مراقب ہوتا تھا تو سارا کرہ ارض مجھے اپنے سے صرف ایک بالشت کے فاصلے پر معلوم ہوتا تھا، لیکن جب حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی پہلی ہی نسبت نے مجھ سے یہ کیفیت سلب کر لی ہر چند میں نے اس کیفیت کو دوبارہ لانے کی کوشش کی لیکن کچھ کامیاب نہ ہو سکا۔ جس کا مجھے بہت قلق اور افسوس ہوا آخر میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا، تو پھر آپ نے جو ایک قوی نسبت مجھ پر ڈالی ہے اس سے وہ کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور وہ انوار و تجلیات خداوندی کا ورود ہوا کہ اس کے سامنے ساری کیفیتیں اور مقامات ہیچ ہو گئے۔

مدینہ سے اشارہ:۔ کہتے ہیں کہ زندگی کا اکثر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا اور اس دوران دور دور کے مشائخ اور صوفیاء سے معرفت کی منازل طے کرنے کی

کوشش کی مگر کہیں بھی ان کی امید بر نہ آئی آخیر جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ لواری جاؤ تمہاری مراد وہاں بر ائیگی ۔ یہ حکم پاتے ہی آپ لواری کی طرف چل دیئے اور حضرت خواجہ محمد زماں کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا اور لمحہ بھر میں لعل و گوہر بن گئے ۔

---

(۱) فردوس العارفین (قلمی) میر بلوچ خان تالپور ۔ ص ۸۰

حالات ماخوذ از کتب ذیل :۔

(۱) فردوس العارفین (قلمی) ،میر بلوچ خان تالپور ۔
(۲) مرغوب الاحباب قلمی ۔ میر نظر علی حان تالپور ص ۳۲ ۔ ۵۳
(۳) تحفہ لواری شریف ۔ غلام محمد گرامی

حمل فقیر لغاری

لواری شریف کے آستانہ سے ارادت اور عقیدت رکھنے اور فیض اٹھانے والوں میں سندھ کے مشہور عارف اور معروف صوفی شاعر " حمل فقیر لغاری " کی ذات بھی ہے جو ذات کے لحاظ سے لغاری بلوچ تھا۔ اس کا خاندان " بھلو لانڑی " ہے اور قبیلہ " سیر کانڑی " ہے۔

سلسلۂ نسب:۔ حمل فقیر نے اپنی بیاض میں اپنا پورا شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ ہم یہاں صرف اس کے جداعلیٰ " سیرک " تک اس کا سلسلہ نسب تحریر کرتے ہیں۔ سیرک لغاریوں میں سیر کانڑی قبیلہ کا مورث اعلیٰ شمار کیا جاتا ہے سلسلہ نسب اسطرح سے ہے:۔

" حمل فقیر لغاری بن رحیم خان بن محمد خاں بن حاجی دلیل خاں بن مرزہ خاں بن بطل خاں بن چھتہ خاں بن حسن بن بھلول بن بکر بن ٹینگی بن سیرک بن محمد۔

اس شجرہ میں " بہلول " نامی شخص حمل فقیر کے خاندان بھلولانٹی کا مورث اعلیٰ شمار کیاجاتا ہے

آباء و اجداد:۔ حمل فقیر کے آباء و اجداد یعنی سیر کانڑی لغاری تالپوروں کی حکومت کے اوئل میں ڈیرہ غازی خان سے ہجرت کر کے خیرپور ریاست میں آکر آباد ہو گئے اور یہاں خانپور کے قریب " میر خان لغاری گوٹھ " کے نام سے گاؤں آباد کر کے رہنے لگے اس وقت اس خاندان کا سردار میاں سعید خاں تھا جو میر کرم علی خاں اور میر مراد علی خان کی طرف سے " سبزل کوٹ " کا نواب تھا،

رحیم خان کے پانچ لڑکے تھے جس میں حمل سب سے چھوٹا لڑکا تھا لیکن اپنی ذھانت اور ذکاوت کے باعث نواب سعید خاں کو بہت محبوب تھا، یہی وجہ ہے کہ نواب سعید کی وفات کے بعد اس کے لڑکے میاں میر خاں کی طرف سے حمل کو تحصیل سکرنڈ میں " باٹھی " کے مقام پر بہت سی جاگیریں بھی ملیں اسی وجہ سے وہ یہاں نیا گاؤں بسا کر آباد ہو گیا ۔ اس اثناء میں میر رستم خاں اور علی مراد خاں کے درمیاں خانہ جنگی شروع ہو گئی، حمل فقیر کے چونکہ میاں میر خاں سے گہرے روابط تھے اس لئے وہ ان کے ہمراہ وہاں سے ہجرت کر کے تحصیل سکرنڈ میں گوٹھ میر خان لغاری کے قریب تقریباً آدھے میل شمال کی جانب " گوٹھ محمود خاں لغاری " کے نام سے گاؤں آباد کر کے سکونت پذیر ہو گیا ۔

ولادت :۔ حمل کی ولادت غالباً اس کے آبائی گاؤں " میر خاں لغاری " ریاست خیرپور میں تقریباً ۱۲۲۵ھ ، ۱۸۰۹ء میں ہوئی ہے ۔

تعلیم و تربیت :۔ چونکہ نواب سعید خاں کو حمل فقیر سے بہت محبت تھی اور وہ سبزل کوٹ میں اس ہی کے ساتھ رہتا تھا اس لئے اس بات کا قوی امکان ہے کہ حمل کی تعلیم و تربیت نواب سعید ہی کی زیر نگرانی ہوئی ہو ۔ بہر حال اس کے عارفانہ اور عالمانہ اشعار کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے فارسی میں مروجہ تعلیم اچھی خاصی حاصل کی تھی ۔

تدریس :۔ علمی قابلیت اور تعلیمی صلاحیت کی بناء پر حمل نے " تدریس " کے پیشہ کو اپنایا اور خیرپور ریاست چھوڑنے کے بعد اس نے سکرنڈ کے گوٹھ میر خاں لغاری میں ایک مکتب کھولا اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۔

رئیس میر خاں کے لڑکے میاں بختیار خاں نے آپ کی بڑی قدردانی کی اور اپنے دونوں بچے یعنی میر خاں اور غلام شاہ کو آپ کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا چنانچہ آپ نے ان دونوں بچوں کے علاوہ اپنے صاحبزادے محمد رحیم اور دیگر بہت

سے طلبہ کو اسی مدرسہ میں تعلیم دی کئی سال کے بعد جب حمل نے درس و تدریس کا سلسلہ ختم کردیا تو ان کی جگہ پر قاضی میاں الہ داد عباسی بختیار پوری نے آپ کی جگہ سنبھالی اور اس مدرسہ میں پڑھانا شروع کردیا، لیکن جب کبھی حمل مدرسہ میں آتے تھے تو قاضی صاحب بہت اصرار کرکے ان سے کہتے کہ یہ آج کا سبق آپ سمجھایئے چناچہ پھر آپ اس سبق کو پڑھاتے تھے۔

بختیار خاں کی جوہر شناسی:۔ بختیار خاں بڑا جوہر شناس آدمی تھا وہ آپ کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتا تھا، چناچہ جب آپ نے مکتب میں پڑھانا بند کردیا تو اس نے اپنی طرف سے آپ کے لئے وظیفہ مقرر کردیا، آپ نے اپنے بہت سے اشعار میں اس کی تعریف کی ہے اور اس کی وفات پر تاریخی قطعات بھی لکھے، اسی کی جود و عطاء اور سخا کی تعریف میں حمل کا ایک شعر ہے۔

مینھں سانوں وس بس کرے
نھیں پیر بختیار بس دا

میر علی مراد خان کی قدر دانی:۔ میر علی مراد خاں بھی حمل فقیر کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، چناچہ جب کبھی آپ کا اس کے علاقے میں ملاقات کیلئے جانا ہوتا تو وہ آپ کو بطور شاہی مہمان کے ٹھہرایا کرتا تھا اور اسی انداز سے آپ کے ساتھ برتاؤ کیا کرتا تھا، مثلاً میروں کے قاعدے کے مطابق خاص شاہی مہمانوں کو جب تک وہ ان کے مہمان رہیں روزانہ کا وظیفہ ملا کرتا تھا، اسی قاعدہ کے مطابق حمل فقیر بھی جب ان کے یہاں مہمان ہوتا تھا تو اس کو بھی روزانہ روپے ملا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حمل فقیران کے یہاں صرف ایک دن کا مہمان ہوا، چناچہ دستور کے مطابق اس کو دو روپے دیئے گئے۔ لیکن اس عظیم شاہی خزانہ سے

صرف دو روپے کی معمولی سی حقیر رقم لیتے ہوئے حمل کو شرم محسوس ہوئی اور اس نے وہ رقم واپس کرتے ہوئے میر صاحب کو فی البدیہہ یہ کہلوا بھیجا کہ

سرکار نوازش کردتے ھن ڈون روپیئے
رلدے رلدے عمر گئی ، پن اھی دون روپیئے

یہ سن کر میر صاحب نے حکم دیا کہ حمل خان کے واسطے ہمیشہ کے لئے " چھ ماہی " مقرر کردئے جائیں، چناچہ اس کے بعد سے اس کو ہمیشہ گھر بیٹھے یہ مقررہ وظیفہ ملتا رہا۔

میر شاہنواز خاں کی قدر شناسی:- خیرپور قیام کے زمانہ میں حمل خاں کی میر علی مراد کے لڑکے میر شاہ نواز خاں کے ساتھ اکثر اٹھک بیٹھک رہتی تھی ، اور وہ بھی حمل فقیر کے بڑی قدر کیا کرتا تھا، چناچہ ایک دفعہ جب حمل فقیر اس کے پاس اس سے ملنے آئے تو اس نے خادموں کو حکم دیا کہ حمل خاں کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھو اور اس کو اچھی طرح چارہ وغیرہ کھلاؤ حمل خاں اپنے گھوڑے کی طرف سے مطمئین ہو کر باتوں میں مصروف ہو گیا ، باتوں سے فارغ ہو کر آرام سے سو گیا جب صبح اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑا بجائے اصطبل کے وہیں باہر کھلے میدان میں بندھا ہوا ہے ۔ اور اس کو کوئی دانا پانی نہیں دیا گیا ہے ، یہ حال دیکھ کر جب وہ دوبارہ میر صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ " حمل رات تہ خیر نال گزری " حمل خان نے جواب دیا کہ ۔

" اساڈی رات تہ خیر نال گزری ہر
کوٹ وچ جو کوز کوز ڈنو سے ، سو ڈیھ کنوں پی ذارا
اگتے لاء کو ات آنیسوں ، نص تہ لنگھن سر و یسی گھوڑا

میر صاحب یہ سن کر اپنے خادموں پر بہت غصے ہوئے اور ان کو اتنا ڈانٹا کہ انہوں نے پھر کبھی حمل فقیر کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔

حمل فقیر کے میر شاہ نواز سے چونکہ بڑے گہرے تعلقات تھے اسی بناء پر میر شاہ نواز نے انکے لڑکے میاں محمد رحیم کو اپنے یہاں نوکری دی اور اپنا خاص منشی مقرر کیا۔

حمل فقیر اور پیر صاحب پاگارا:۔ حمل فقیر کا پیر صاحب پگارا کی درگاہ سے بھی بڑا گہرا تعلق تھا۔ کیونکہ حمل فقیر کے خاندان کے بہت سے افراد اس درگاہ سے وابستہ تھے مثلاً اس کے دونوں بھائی میاں نہال خان اور میاں محمد خاں تو خیرپور سے ہجرت کرکے پیر صاحب کے گاؤں میں آکر آباد ہو گئے تھے حتیٰ کہ نہال خاں کا لڑکا جھتّل خاں جو بڑا دانا اور عالم شمار ہوتا تھا وہ نہ صرف یہ کہ اس آستانہ کا مرید تھا بلکہ پیر سائیں نے درگاہ کا سارا کام اسی کے سپرد کر رکھا تھا اور دوسرے عزیزوں کے علاوہ حمل فقیر کے خاندان کے ایک بڑے بزرگ میاں نبی بخش لغاری، پیر سائیں محمد راشد روضہ دھنی والوں سے نہ صرف یہ کہ بیعت تھے بلکہ ان کے خلیفہ بھی تھے، ان کی وجہ سے حمل فقیر کے نہ صرف اس درگاہ سے قریب تعلقات ہو گئے تھے بلکہ وہ اس آستانہ سے ارادات و عقیدت بھی رکھتا تھا۔

پیران پاگارا میں حمل کی نیازمندی اور قریبی تعلقات کا آغاز سب سے پہلے پیر علی گوہر شاہ اول (۱۲۳۱ - ۱۲۶۳ھ، سے ہوا پیر صاحب اپنے وقت کے ایک بڑے عالم و عارف ہونے کے علاوہ سندھی زبان کے عظیم شاعر بھی تھے۔ اپنا تخلص "اصغر" رکھتے تھے، حمل کے آپ سے قریبی تعلقات میں اس شاعری کو بھی بڑا دخل تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حمل فقیر، حیر اور اس کی ماں کے سوال و جواب کے موضوع پر کچھ اشعار لکھ کر لائے اور پیر صاحب علی گوھر کو سنائے، آپ نے سن کر بہت پسند فرمائے، مگر فرمایا کہ "فقیر! کیا وہاں صرف ماں باپ ہی

سمجھانے والے اور بات کرنے والے تھے اور کوئی دوسرا نہ تھا؟ اس پر حمل فقیر نے کہا کہ قبلہ! دوسرے بھی وہاں ضرور تھے۔ اس کے بعد حمل نے جب دوسرے اشعار لکھے تو آپ کے اس اعتراض کو مدنظر رکھتے ہوئے ہیر کے دوسرے عزیزوں کے درمیان سوال و جواب کو بھی اس میں قلمبند کیا۔

پیر علی گوہر شاہ اصغر کے بعد پیر خرب اللہ شاہ (مسند نشین ۱۲۶۳ھ وفات ۱۳۰۸ھ) کی نظر میں بھی آپ کی بڑی وقعت اور مقبولیت تھی، حمل بھی اکثر آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیر صاحب کہیں سفر پر تھے، راستہ میں حمل بھی آپ کی زیارت کے لئے وہاں پہنچ گیا لیکن وہاں کے دربانوں نے اسے اندر جانے سے منع کر دیا۔ اور پیر صاحب سے ملنے نہ دیا۔ پہلے تو حمل فقیر نے دربانوں سے حجت کی لیکن جب وہ نہ مانے تو حمل نے برجستہ چند اشعار موزوں کئے اور اس کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا۔

سرائیکی زبان میں کہے گئے ان اشعاروں میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

دلبر دے دروازہ تے دربان کھڑے در ملی
کائی نہیں وجن دی گلی
درد منداں دے دل دے اندر باہ برہ دی بلی
کائی نہیں وجن دی کلی

اس کے علاوہ دو شعر اور بھی پڑھے۔ اندر پیر صاحب نے حمل کی آواز سن کر پہچان لیا اور فرمایا کہ "حمل فقیر کو کس نے روکا ہے۔ اسے اندر آنے دو"، چنانچہ حمل اس طرح اندر پہنچ گیا۔ اور پھر بہت دیر تک محفل گرم رہی۔

لکی کے سیدوں سے روابط:۔ سندھ کے اندر شکارپور میں "لکی کے سیدوں کا بڑا علمی اور معزز خاندان مشہور ہے۔ اس خاندان کے بزرگ میاں عباس علی شاہ اور ان کے بھی بڑے چونکہ لواری شریف کے بزرگوں سے مرید تھے اس لئے

اس واسطے سے حمل فقیر سے بھی ان کے قریبی روابط تھے چونکہ حمل فقیر لواری شریف کے آستانہ کا خاص مرید اور خاص شاعر تھا اس لئے اس آستانہ سے وابستہ ارادت مند سب اس کی عزت کرتے تھے اور اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

لواری شریف سے عقیدت :۔ حمل فقیر کو لواری شریف کے بزرگوں سے بڑی گہری ارادت اور عقیدت تھی ، اسی عقیدت کے باعث اس نے خواجہ محمد حسن مدنیؒ (جو سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے پڑپوتے تھے) کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کا مرید ہوگیا۔

خواجہ محمد حسن مدنی کے والد خواجہ محمد زماں ثانیؒ کی وفات ۱۲۴۷ھ کے وقت حمل کی عمر تقریباً ۲۲ سال تھی ، ممکن ہے حمل نے آپ سے بھی بیعت کی ہو ، بہرحال حمل نے " سلسلہ شاہان نقشبندی " کے عنوان سے لواری شریف کے بزرگوں کی مدح میں ایک طویل قصیدہ لکھا اس کے علاوہ " مرشد حقیقی و راہنمائے حقیقی " کے عنوان سے اپنے مرشد خواجہ محمد حس مدنی ، (غوث عالم) کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس سے حمل کی اس آستانہ سے ارادت اور والہانہ لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ مرشد کی نگاہ میں حمل فقیر کا معرفت میں کیا مقام تھا ، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خواجہ محمد حسن مدنیؒ نے حمل فقیر کو سلسلہ قادریہ میں معرفت نامہ لکھنے کا حکم دیا ، چناچہ ۱۲۷۷ھ میں اس نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قادری طریقہ کے بیان میں ایک طویل نظم لکھی اس کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کے اسرار و رموز کے بیان میں " معرفت نامہ " کا دوسرا حصہ اس نے تحریر کیا ، جس سے اس کے تصوف میں درک اور اچھے خاصے ملکہ کا پتہ چلتا ہے۔ آخری عمر میں اس کی اپنے مرشد کے آستانہ سے ارادت اور عقیدت اس حد کو پہنچ گئی کہ جو کوئی اہم واقعہ ہوتا وہ اس

پر ضرور اشعار لکھتا تھا۔ مثلاً ۱۲۷۹ھ میں جب تبلیغی نشان جھنڈہ بلند کرنے کی رسم ادا کی تو حمل فقیر نے "درباب تاریخ نیزہ مبارک" کے عنوان سے ایک نظم لکھی۔ اور یہ رسم ۱۸ شوال ۱۲۷۹ھ کو جب اداء کی گئ تو اس میں خود شرکت بھی کی۔ ۱۲۸۰ھ میں جب روضہ کے دروازہ لگانے کی رسم ادا کی گئ تو حمل نے تاریخ دروازہ روضہ مبارک، کے عنوان سے اس پر بھی نظم لکھی،۔ ۱۲۸۱ھ میں آپ کے مرشد جب چوتھی دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے واپس آئے تو حمل فقیر نے اپنے مرشد کی شان میں سرائیکی زبان کے اندر ایک قصیدہ تحریر کیا۔ ۱۲۹۲ھ میں اپنے مرشد کے پانچویں دفعہ حج سے واپسی پر ایک نظم قلمبند کی

وفات:۔ بختیار خاں کا لڑکا میاں میر خاں جب حمل فقیر کی عیادت کے لئے آیا اور اس نے مزاج پرسی کی تو حمل فقیر نے اس کے جواب میں فارسی کا یہ شعر پڑھا

عشق آساں نیست جاناں ! کوہ بہ مژگاں کندن است
کشتی کاغذ میان قعر دریا بردن است

اس کے بعد انہوں نے دوسرا یہ شعر پڑھا۔

وقت نیکاں گذشت کار وزداں رسید
باغ زاغاں گرفت بلبل حیران پرید

الغرض اسی بیماری میں حمل فقیر نے اپنے گاؤں گوٹھ محمود فقیر لغاری میں ۲ صفر ۱۲۹۶ھ ہفتہ کی رات کو انتقال کیا۔

مزار:۔ حمل لغاری کا مزار گوٹھ محمود خاں لغاری کے قریب "ابراہیم شاہ" والے مشہور قبرستان میں ہے۔ جہاں قبر پر تاریخ وفات کا قطعہ بھی تحریر کیا ہوا ہے۔

اولاد:۔ حمل فقیر نے دو شادیاں کی تھیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور ایک

لڑکی اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ لڑکے کا نام اپنے والد کے نام پر " رحیم خاں " رکھا جو اپنے وقت کا کامل عارف اور عمدہ شاعر اور نہایت قابل آدمی بنا ۔ رحیم خاں کے پھر ایک لڑکا ہوا جس کا نام اس نے اپنے والد کے نام پر " حمل خاں " رکھا ۔ لیکن یہ لڑکا بچپنہ ہی میں باپ کے سامنے انتقال کر گیا ۔ اس کے بعد اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی ، ہاں البتہ فقیر حمل خاں کی دوسری لڑکیوں کی اولاد ابھی تک موجود ہے ۔

شاعری :۔ حمل فقیر نے سندھی ، سرائیکی اور ھندی تین زبانوں میں شاعری کی ہے اس کی شاعری اکثر تصوف کے مسائل اور اپنے پیروں کے متعلق ہے ۔ اس کی شاعری کے چند نمونے تحریر کئے جاتے ہیں ۔

سندھی کلام :۔ سندھی زبان میں ایک طویل نعت شریف کے چند اشعار ۔

سيد سجا سر دار تون عالم سندا آذارتون
كل مر سلن مهندارتون كرمهر مون تي مصطفي
توتي رحم رب پاک جو تو كي لقب لولاک جو
غم ميٽ مون غمناكجو كر مهر مون تي مصطفيٰ
مرسل تو كي معراج ٿيو تنهنجو كلي كم كاج ٿيو
آسان كل احتياج ٿيو كر مهر مون تي مصطفيٰ

چہار یار کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ یہ قصیدہ ۱۲ محرم ۱۲۹۰ ھ کو تحریر کیا ۔

دم دم هر دم حمد هزار رسڃي جاسؤ سد بار
مير محمد ٿيو مختيار پنجتن پاک پيارا يار

چارئي يار نبي جا نور يارئي هر دم منجهه حضور
چارئي يار نبي جا ياور چارئي دين دنيا جا داور

چارئي دانا دل دلاور چارئي جابر جنگ جنگاور
چارئي يار نبي جا نور چارئي هر دم منجهہ حضور

" لواريات " کے عنوان سے سلسلہ شاہان نقشبند کہ تحت لواری شریف کے تمام اولیاء کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ تحریر کیا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

محل قطب عالي همت اعلي قدم — کل قطب کنئون هن رکيو بالا قدم
هن جو آخر هن جو اول ابتداء — کير کو ڄاڻي تنهن جو انتها
هي ڏٽي جو لاڏلو هي دلربا — خود خدا عاشق مٿس قمر خدا

سد هزاران شير هن جي دان هيٺ — صد هزاران فرشتگان فران هيٺ
آنبي جي پيروي تي پائيدار — آڏٽيء جي مهند هي مختيار کار

کل نبي دعاگو تنهين جا کل ولي — پشت پاکر آسندس مولي علي
آڏٽيء راضي مٿن ۽ پنجتن — آمٿس نالو مٿو محمد حسن
حمد حمل ڇٺو هزارين شکر کر — سلسلو ثابت صحي ٿيو سر بسر

خاص اپنے مرشد غوث العالم خواجہ محمد حسن مدنی کی شان میں ایک طویل قصیدہ ۱۲۸۱ ھ میں لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

مرشد مٺا منٺار تون صاحب سخي سردارتون
اولن آڙن آڌار تون فرياد رس يا مرشدا
صاحب ڏني تو سروري پر پيروي پيغمبري
وهلو کجو واهر وري فرياد رس يا مرشدا
مرشد آهين مشکل کشا راحم رفيق و رهنما
سڻ عرضِ آزي التجا فرياد رس يا مرشدا
حمل گهري حق جي طلب ايمان ۽ عشق و ادب
کلمون سدا هو منجهہ قلب فرياد رس يا مرشدا

" معرفت ناموں " کے اندر " صحیفہ اول " میں سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ کے متعلق اور صحیفہ ثانیہ میں سلسلہ قادریہ کے اسرار و رموز اور ان طریقوں کی اصطلاحات کی تشریح وغیرہ بزبان اشعار کی ہے ۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں ۔

سو طريقو نقشبندن جو افضل ۽ اعلي
۽ آهن نزد انهين ۽ جي صحيح لطيفا
ستو نالا تن جاء تن جا مقاما
سي آهن مڙيئي ڏه لطيفا مرکب انسانا
۽ "اخفي " آهي هيٺان قدم محمد مصطفيٰ
سهسين صلواتون تنهن تي ۽ سلاما

اصل حقيقت احمد جان کل نئي تنهن کان ڇان سڃاڻ
کو تسليم رضا جي حاصل تان تون ٿئن حق سان واصل
فنا في الصفات ٿيو جو سالک سڀ صفتن جو ٿيو سو مالک
ثمره تخلقو باخلاق الله بي شک هٿ ۾ آيو بالله

سرائیکی کلام :۔ سرائیکی زبان میں اپنے مرشد خواجہ محمد حسن مدنی (لواری شریف) کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ یہ قصیدہ ۲۳ رجب ۱۲۹۲ھ میں قلمبند کیا ۔

وہ محبوب مکمل مرشد کامل قطب ربانی
لائق لعل لواری دا ، شہ نقشبندی نورانی
دین دنیا موجود مہیا ، شرطن شان شہانی
مسند منصب مسلم تیکوں جیں جوڑ جھانی

سن فریاد فراق میڈے دی اے محبوب حقانی
تیڈا لطف لغاری منگوئیے ، تیڈ رحم رعایت
تیڈی مدد مداحی منگوا ، تیڈی عین عنایت
حاضری وقت ھلائی ہو دین ، حمل نال حمایت
نال ایماں جلاں پڑھ کلماں ظاہر آ کھ ربانی
سن فریاد فراق میڈے دی اے محبوب حقانی

اسی زبان میں عشق سے متعلق ایک قطعہ

دلبر دا دیدار ڈٹھے کل درد الم غم دور تھیون
حواری پریاں دیکھ حسن سبھ چپٹ سے چکور تھیون
مائوں جن جنار و جملہ مست ملک مخمور تھیوں
حمل دے ھر بیت ھمہ جا ملکین وچ مشہور تھیون

یار جنہاں کوں یاد سدائیں یار تنہاں کوں یاد کرے
تنہیں درجو فریاد کرے تنہیندا داد کے
مشکل تنہندے میٹ سبے ، غم درد کنوں آزاد کرے
حمل کون ھر وقت شالا ! سو عشق آداب امداد کرے

ہندی کلام :۔ ھندی کلام سے بطور نمونہ چند اشعار

کیا دیوؤں کیا دلاؤں ، کچھ بھی نہیں میرا
سیس کاٹ قربان کروں توئی صاحب تیرا
زلف کے نانگ ڈنگن لبے سانگ موھیا من مانگ
تھاں بر بانگ تہ مژ گاں تیر تمہارا
جبیں کے چیں دیکے غمگین موھے مسکین
وسارے دین ، دنیا عقبیٰ را

بنی کانور ھو یا مشہور تھیا دکھ دور

کیا مسرور ملک محتارا

شفیع کے شان اوپر فرقان مکھار حمان

تھیا قربان جملہ جگ سارا

حمل دن رات نبی کی نعت پڑھو صلوات

یہ کلمہ بات تھیں چھٹکارا

اردو کلام:۔ حمل کے اردو کلام سے چند اشعار۔۔

دل آرام جو آوے تو دل آرام بھی آوئے

جو دل آرام نہ آوے تو دل آرام نہ آوے

جس وقت مجھے یار ملے ، وقت اس رقیب

بدنام وہ فرخام سیہ نام نہ آوئے

مرغ و مئے مطرب گر ہووے حمل حاضر

بے دوست دلارام کسی کام نہ آوے

جس کو ہے داغ جگر اس کو نہیں آرام دل

عشق میں پکا نہیں وہ بے خبر ہے خام دل

جو سجن دل لوٹ لے گیا وہ کبھی آتا نہیں

رات دن وہ ڈھونڈھتا ہے گلبدن گلفام دل

ہر گھڑی ہر وقت مجھ کو یاد ہے وہ دلربا

دمبدم کر کے لیا ہے درد اس کا نام دل

ھور حمل کی نہیں کچھ آرزو اس یار بن
اس کا ملنا مانگتے ہیں ہر صبح ہر شام دل

حالات ماخوذ از:۔

(۱) مقدمہ کلیات حمل، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص ۱ تا ۴۸۔

(۲) کلیات حمل، حمل فقیر لغاری۔

نصیر الدین نوشہرائی

نام و نسب:۔ آپ کا اسم گرامی نصیر الدین تھا، والد کا نام مخدوم عبدالحیٔ اور دادا کا نام مخدوم شہاب الدین نقشبندی تھا۔

صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ لکھتے ہیں کہ یوں تو آپ کا خاندان " انصاری (یعنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے مشہور ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ اصلاً عربی نہیں بلکہ سندھی ہی ہیں، اور آپ کے مورث اعلیٰ یہاں کے نومسلم بزرگوں میں سے ہیں۔

سلسلہ طریقت:۔ آپ کے آباؤ اجداد سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور اسی سلسلہ کی ترویج و اشاعت فرمایا کرتے تھے آپ کے والد ماجد مخدوم عبدالحیٔ نے اگرچہ یہی سلسلہ رکھا لیکن اس کے ساتھ " وحدۃ الوجود " کی آمیزش کر لی اور جھرک کے مشہور فقیر فضل اللہ قلندر سے بیعت ہو کر اس مسلک کے داعی بن گئے۔ اور وہی اثر آپ کے صاحبزادے یعنی مولانا نصیر الدین صاحب میں بھی آیا اور آپ بھی نقشبندیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ " وحدۃ الوجود " کے زبرست حامی اور مبلغ بن گئے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ وحدۃ الوجود کی تشریح اور " ہمہ اوست " کا دلفریب نعرہ سن کر بہت سے ھندو بھی آپ کے مرید ہو گئے۔ یہاں تک کے آپ کی محفل میں ہندو اور مسلم سب ایک ساتھ بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے، لیکن آگے چل کر یہ صورت لادینیت میں بدلتی چلی گئی، آپ کے بعد آپ کے تمام مریدوں نے شیعہ مذہب کو اختیار کر لیا اور ھندوؤں نے یہاں سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی۔

مریدین :۔ نوشہرہ کے علاوہ لاڑکانہ میں بھی آپ کے مریدوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے کیونکہ آپ نے اس علاقہ میں کافی وقت گزارا تھا

سفر :۔ آپ نے اپنی زندگی میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ہمراہ ، قندھار بلوچستان اور اجمیر شریف کے سفر بھی فرمائے ۔ اس کے علاوہ سرہند شریف میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں بھی حاضری دی ۔ بمبی کی طرف بھی آپ تشریف لے گئے تھے لیکن آخر میں آپ نے تمام زندگی نوشہرہ فیروز میں بسر فرمائی ۔

عقائد :۔ عقائد کے لحاظ سے آپ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے طریقہ کے مطابق " اہل سنت و الجماعت " کے تمام نظریات پر کاربند تھے ۔ چنانچہ آپ کے دیوان میں آپ کی ایک غزل موجود ہے ، جس میں آپ نے حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت تعریفیں فرمائی ہیں ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اہل سنت والجماعت کے مسلک پر قائم تھے ۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے اور آپ کے تمام مریدوں نے مذہب شیعہ کو اپنا لیا ، اور بقول علامہ دین محمد وفائی تصوف اور طریقت کی روح آپ کے بعد آپ کے خاندان میں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی ۔

علوم ظاہری :۔ نصیر الدین فقیر کا دیوان پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربی اور فارسی پر پورا عبور حاصل تھا ، اور آپ نے علوم عربیہ کی بھی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں ۔

تحریر بھی آپ کی بہت خوشخط اور عمدہ ہوتی تھی ۔ اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے فقیر خیر محمد (جسکانڑی) اور عثمان فقیر (سانگھی کی صحبت اختیار کی " ہمہ اوست " کے مسئلہ کی انسے تربیت حاصل کی ۔ آپ کے زمانہ میں ہی یہاں کے فقراء اور معتقدین میں بھنگ نوشی کی عادت پڑ گئی تھے جبکہ آپ کے بزرگ

ان چیزوں سے پاک اور بڑے شریعت کے پابند بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔

وفات:۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ نے خیرپور کے "اگھڑن" گاؤں میں وفات پائی۔

شاعری:۔ آپ ایک اچھے صوفی شاعر بھی تھے، اردو، فارسی اور سندھی میں شعر گوئی فرماتے تھے، جو اکثر وحدۃ الوجود کے صوفیانہ رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کے سندھی کلام کو اکثر سندھ کے لوگ گاتے رہتے ہیں۔

فارسی کلام:۔ آپ کے چند فارسی کے اشعار نمونے کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں جس کا آخری شعر حافظ شیرازی کا ہے۔ اور اس پر آپ نے تضمین کی ہے۔

غبار کوئے او بادیدہ رفتیم
ز درد جو ریش شبہا نخفتیم
زیار اغیار، حال دل نہفتیم
بشمشیرم زدو باکس نگفتیم
کہ راز دوست از دشمن نہاں بہ

اس کے علاوہ حافظ شیرازی کی ایک پوری غزل پر آپ نے تضمین باندھی ہے جس میں سے آپ کی طبع رواں اور فارسی میں مکمل دست رس کا پتہ چلتا ہے۔

اردو کلام:۔ اردو زبان میں بھی آپ نے سخن گوئی فرمائی ہے، آپ کی ایک غزل ہے۔

پنجۂ مرجان سے اس کے جب پیا جام مے
اڑ گیا دل سے مرے جو خوف مر جانے کا تھا۔
ساقیا میخواروں نے کی آج میخواری. عجب
زعفرانی سارنگ سارا زرد میخانے کا تھا۔

مرغ دل کو دام گیسو میں نہیں چینے کا غم
اک خیال اسکو مگر اس خال کے دانے کا تھا
رشک رضوان لیتا ہے ، اس یار کے دربان سے
اے نصیرا شرگین کا شان کا شانے کا تھا

ھندی کلام :- ھندی زبان میں ایک کافی کا نمونہ

رکھ نور جمال نظر وچ تصویر نگار اندرچ
سن عاشق عشق اشارا ، برہ نقارا
جنھن وچ معشوق سمادندا پھر موت نہ اس نوں آوندا
قسم رسول خدارا ، کر اعتبارا
برھاں وچ بے خود ہو کے چتد جاں کنوں ھٹ دھوکے
پیچھے ماریں نینھن نظارا ، اناالحق دارا
سانوں پیر مغاں فرمایا وحدت راہ بتایا
بلھا چواں بلھاری ، یوسف یارا

اس کے علاوہ سندھی میں بھی آپ کا بہت سا کلام ہے آخری عمر میں آپ نے شعرو شاعری چھوڑدی تھی لیکن پھر بھی کبھی کبھی وحدت الوجود کے رنگ میں کوئی کوئی شعر فرما دیا کرتے تھے۔

تاریخ وفات :- آپ کی وفات پر قادر بخش بیدل نے یہ تاریخ وفات کہی ۔

این چہ دوری ، کہ درزماں رفتہ
عارف کامل از جہاں رفتہ
یوسف مصر جان عزیز وجود
جانب ملک جاوداں رفتہ

گشت روپوش زیں تجلی گاہ
رفتہ بہ نہاں خانہ بے نشاں رفتہ

نور حق مدتے بہ پستی ماند
باز براوج لامکان رفتہ

سال و صلش خردبجست سروش
گفت " طائر بہ آشیاں رفتہ

۱۲۶۹ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائیؔ ، مطبوعہ ادبی بورڈ حیدرآباد ، ص ۲۷۶ تا ۲۷۹ ۔

مخدوم ابوالحسن ڈاھری

ضلع نوا شاہ میں گیارھویں صدی ہجری کے ایک مشہور نقشبندی بزرگ مخدوم ابوالحسنؒ ڈاھری جو متبحر عالم بھی تھے اور کامل عارف بھی ۔

خاندان :۔ سندھ کے قدیم باشندگان جن کو " سماٹ " کہا جاتا تھا ان کے ایک گروہ کا نام " انڑ " تھا اور اسی " انڑ " کا ایک مشہور قبیلہ تھا جو مخدوم ابوالحسنؒ کے جد اعلیٰ ڈاھر کے طرف منسوب ہونے کی بناء پر " ڈاھری " کے نام سے مشہور و معروف تھا ۔ مخدوم ابوالحسن کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے اسی لئے آپ کو ڈاھری کہا جاتا ہے ۔ اور چونکہ آپ کی والدہ کا تعلق خاندان قریش سے تھا ، اس لئے مخدوم ابوالحسنؒ خود کو اپنی تصنیفات میں ڈاھری کے علاوہ " قریشی " بھی لکھتے ہیں ۔

وطن اصلی :۔ " مورو " کے علاقہ میں " کنڈی والی کھارجانی " کے نام سے ایک گاؤں ہے جو " بیسن " نامی قریہ سے مشرق کی جانب چھ (۶) میل پر واقع ہے ۔ یہی گاؤں مخدوم ابوالحسن کے آباؤ اجداد کا وطن اصلی ہے ۔ اور اسی گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی تھی ۔

آباء واجداد :۔ آپ کے دادا کا نام " عبدالرشید تھا " مذکورہ بالا آبائی گاؤں سے آدھے میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب " قبرستان عبدالرشید " کے نام سے ایک قبرستان ہے وہیں آپ مدفون ہیں ۔

آپ کے دادا عبدالرشید کے تین فرزند تھے ، جنکی تفصیل یہ ہے ۔

۱۔ میاں جنگل :۔

ان صاحبزادے کی اولاد و احفاد ضلع نواب شاہ میں مشرق کی جانب نواحی

" باندھی " میں رہائش پذیر ہے۔

۲۔ میاں مہر علی:۔

یہ دوسرے صاحبزادے ہیں، ان کی اولاد و احفاد " سن " نامی گاؤں میں قیام پذیر ہے اور یہ لوگ " قاضی " کے لقب سے مشہور اور موسوم کئے جاتے ہیں مہر علی کے ایک فرزند تھے جنکا نام ابوالمعلیٰ " تھا اور " ابوالمعلیٰ " کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام نعمت اللہ تھا وہ بڑے عالم و فاضل اور حکیم حاذق تھے۔

۳۔ میاں بادل:۔

عبدالرشید کے یہ تیسرے صاحبزادے ہیں انہی کے فرزند مخدوم ابوالحسن ڈاھری ہیں میاں بادل نے سندھ سے باہر کسی مقام پر وفات پائی۔

تحصیل علوم و فنون:۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اس کے بعد مزید علوم و فنون کی تحصیل کے لئے اس وقت کے معروف عالم شیخ ابو بکر ہالانی کے مدرسہ میں داخل ہو کر ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور علوم رسمیہ ان سے حاصل کئے، چناچہ اپنی تصنیف " ینابیع الحیاۃ الابدیہ فی طریق الطلاب النقشبندیہ میں شیخ ابو بکر ہالانی سے اکتساب علوم رسمیہ کا ذکر وہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

> وایں فقیر محرر ایں تحریر کہ ابوالحسن نام دارد می گوید کہ
> دراں ہنگام کہ تحصیل علم رسمی می کرد نزد استاذ خود شیخ
> ابو بکر ہالانی قدس سرہ روزے کرخ استاذ مذکور اعنی
> رحل مصحف اوبدست ایں فقیر شکستہ شد آلخ" ع۲

مصنف کی اسی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ابو بکر ہالانی کے علاوہ مولانا نور الدین احمد آبادی سے بھی آپ نے اکتساب علوم کیا۔ ینابیع میں

جہاں بھی " مولانا " کا لفظ استعمال کرتے ہیں ، اس سے مراد یہی " مولانا نورالدین " ہوتے ہیں ۔ اپنے انہی استاذ کی جن کتابوں کا آپ نے اپنی تصنیف ینابیع میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں ۔

(۱) مظہر الانوار فی الصلوۃ علیٰ سید الابرار (باب ۶ فصل ۱۶ ینابیع)

(۲) عین الحیات ۔ وحدت الوجود کے اثبات میں (ینابیع باب ا فصل بست ویکم)

(۳) تجلیۃ القلوب عن سواد الذنوب (ینابیع ب ۶ فصل ۶ ص ۷۸)

(۴) وسیلہ القابئیض

ان کے علاوہ مخدوم ابوالحسن نے اپنے جن تیسرے استاذ کا ینابیع میں ذکر کیا ہے ان کا نام مرزا محمد خلیل بدخشانی ہے ، اپنے ان استاذ کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے انکے اسماء یہ ہیں ۔

(۱) مرجع اہل الحیات عند ذکر احکام الممات

(۲) عدۃ الخلیل عن مواہب الجلیل ۔

(۳) معارف العلوم ۔

(۴) رسالہ احکام عاشوراء ۔

ان کے علاوہ جن دیگر علماء اور فضلاء سے آپ نے اکتساب علوم کیا ان میں سید ہاشم قطبی گجراتی (معاصر مولانا نوالدین) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی اور مولانا محمد حیات کا ذکر بھی ملتا ہے ۔

بیعت و خلافت :۔ علامہ ابوالحسن " نے ینابیع میں اپنا نام ذکر کرنے کے بعد دعائے مغفرت کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے کہ

عَفَیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْ وَالِدَیْہِ وَ اُسْتَاذَیْہِ وَ مُرْشِدَیْہِ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ بخشش کرے میری ، میرے دونوں ماں باپ کی ، میرے دونوں استاذوں کی اور میرے دونوں مرشدوں کی ۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ شاید آپ کے دو مرشد تھے ، اگرچہ ینابیع میں آپ نے صرف اپنے ایک مرشد عبدالرسول قدس سرہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں اپنی بیعت کا ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ دوسرے سلسلوں میں کسی اور بزرگ سے بھی آپ کو فیض پہنچا ہو اور ان سلاسل میں ان بزرگ سے اجازت حاصل ہو

بہرحال سلسلہ نقشبندیہ میں جس بزرگ سے آپ کو فیض پہنچا اور جن سے آپ بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی وہ حضرت عبدالرسول قدس سرہ کی ذات گرامی ہے ، ان سے اپنے بیعت کا واقعہ ینابیع میں اس طرح ذکر فرماتے ہیں کہ علوم رسمیہ سے فارغ ہونے کے بعد مجھے زیارت حرمین شریفین کا شوق غالب ہو گیا ۔ چناچہ میں نے اپنے وطن کو الوداع کہا اور سفر پہ روانہ ہو گیا ، جب کاٹھیاوار پہنچا تو ایک رات مسجد میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی زیارت ہوئی آپ مجھ سے خواب میں فرمارہے ہیں کہ پہلے کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرو اس کے بعد ہمارے پاس آنا ۔ حتیٰ کے دوسری رات پھر زیارت ہوئی اور آپ نے یہاں تک فرمایا کہ " پہلے ایک مرد بزرگ جن کا نام عبدالرسول ہے ان کے ہاتھ پر بیعت کرو " اس بشارت کے بعد آپ نے احمد آباد جا کر حضرت عبدالرسول قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلوک کے منازل طے کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

خلافت نامہ :۔ آپ کے مرشد نے آپ کو جو خلافت نامہ اور اجازت نامہ عطاء فرمایا اس کو آپ نے ینابیع کے باب دوم فصل ہشتم (۸) میں نقل فرمایا ہے جس میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا شجرہ بھی منقول ہے جس کی ابتداء اس طرح سے ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی

رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْکَمَالِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَرْبَابِ النَّوَالِ اَمَّا بَعْدُ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الرَّاجِی اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْفَقِیْرُ عَبْدُ الرَّسُوْلِ الصِّدِّیْقِی الْاَحْمَدْ اٰبَادِی قَدْ اَلْبَسْتُ الْخِرْقَۃَ الْفَقِیْرِیَّۃَ الْاَخْ فِی الدِّیْنِ اَبَا الْحَسَنِ السِّنْدِی جَعَلَہُ اللّٰہُ مِنَ الصَّالِحِیْنَ الصَّادِقِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ وَ اَنَا اَلْبَسْتُھَا مِنْ یَدِ الشَّاہ فَتْحُ اللّٰہِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَ ھُوَ لَبِسَھَا مِنْ یَدِ مُحَمَّدِ الْمَعْصُوْمُ وَ ھُوَ لَبِسَھَا مِنْ یَدِ مُجَدِّدُ الْاَلْفِ الثَّانِیْ الشَّیْخُ اَحْمَدُ السَّرْھِنْدِیْ وَھُوَ لَبِسَھَا مِنْ یَدِ الشَّیْخُ مُحَمَّدُ الْبَاقِی اَلخ ۔ ھ

وطن واپسی:۔ بیعت و خلافت سے فارغ ہونے کے بعد ۱۱۴۳ھ میں آپ حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد آپ واپس احمد آباد تشریف لائے اور اپنے مرشد سے اپنے وطن سندھ واپس جانے کی خواہش ظاہر کی، آپ کے مرشد نے آپ کو اس شرط پر اجازت عطاء فرمائی کہ ہمارے انتقال کے وقت تم یہاں آؤ گے اور اپنے ہاتھوں سے ہمیں غسل دو گے، آپ نے وعدہ فرما لیا اور اپنے وطن کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

احمد آباد دوبارہ آمد:۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا ابوالحسن "گھوڑ اڈہ" نامی ایک مقام پر عبادات و ریاضات میں مصروف تھے کہ ایک روز آپ کو اتنا پسینہ آیا کہ سارا جسم پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ اسی وقت آپ کو خیال آیا کہ ہو نہو میرے مرشد کو کوئی تکلیف ہے اور وہ کسی مرض میں مبتلا ہیں، اس خیال کے آتے ہی آپ احمد آباد کے لئے چل پڑے اور مرشد کی وفات سے چند دن قبل وہاں پہنچ گئے اور کچھ روز بعد حضرت کی وفات ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق اپنے

ہاتھوں سے آپنے مرشد کو غسل دیا اور دفن کیا۔

کرامت :۔ ینابیع میں " معونت " کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

عون خارقہ راگویند کہ بردست صبیاں و مجانین وعامۃ المسلمین ظاہر شود"

یعنی معونت اس خرق عادت کو کہتے ہیں جو عام مسلمانوں سے ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔ اور اس کے تحت کسر نفس کے طور پر اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ بھی " معونت " ہی میں سے ہے لیکن چونکہ آپ اپنے وقت کے کامل اولیاء میں سے تھے اس لئے ہم آپ کے اس واقعہ کو بطور آپ کی کرامت کے یہاں ذکر کرتے ہیں ۔

جس زمانہ میں آپ اپنے استاذ مخدوم ابو بکر ھالانی سے ان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ایک روز آپ کے ہاتھ سے اپنے استاذ کی قیمتی رحل گر کر آپ سے ٹوٹ گئ آپ کو بڑی فکر اور پریشانی لاحق ہوئ کہ کل جب استاذ تلاوت کلام پاک کے وقت رحل طلب کرینگے تو میں ان کو کیا منہ دکھاؤں گا ، بہر حال اس رحل کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے آپ نے حجرہ میں رکھ دیئے اور ادھر بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو کر گڑ گڑانے لگے کہ اے قادر و قیوم ! میرے لاج رکھ لے اور کل مجھے استاذ کے سامنے شرم سار نہ کر خدا نے ان کی دعا قبول فرمالی دوسرے روز جب استاذ ابو بکر ھالانی نے وہی رحل طلب کی تو پہلے تو انہوں نے سوچا کہ کوئی بہانہ بنادوں لیکن جب کوئی معقول بہانہ سمجھ میں نہیں آیا تو یہ سوچ کر رحل لینے کیلئے چلدئے کہ استاذ کے سامنے جا کر رکھ دونگا انہیں کیا پتہ ہو گا کہ رحل کس نے توڑی ہے لیکن جب آپ حجرہ میں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدانے ان کی دعا قبول کر لی تھے اور وہ ٹوٹی ہوئی رحل جڑی ہوئی صحیح سالم حالت میں رکھی ہوئی تھی ۔

ازدواج و اولاد :۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ اپنے وطن سندھ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور یہاں آپ نے اپنے خاندان میں شادی کی جس سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام آپ نے اپنے مرشد کے نام پر " عبدالرسول " رکھا ۔ پھر میاں عبدالرسول کے اولاد میں ایک لڑکا " محمد پریل " اور ایک لڑکی " مائی مریم " ہوئی ۔ میاں عبدالرسول کی وفات تک یہ خاندان اپنے آبائی گاؤں " کھارجانی " میں ہی رہا لیکن ان کے انتقال کے بعد محمد پریل یہاں سے منتقل ہو کر " سن " میں رہائش پذیر ہوگئے ۔ اور اس زمانہ میں " میاں شاہ محمد ولد محمد پریل ولد شاہ محمد ولد محمد پریل " کہ جو مخدوم ابوالحسن کی اولاد امجد میں سے ہیں وہ مقبرہ حاجی ابوالحسن کے قریب اپنے چار بھائیوں سمیت اقامت گزیں ہیں اور ہر ایک صاحب اولاد ہے ۔ چونکہ مخدوم ابوالحسن کو نقشبندی سلسلہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی اس لئے یہ تصوف اور پیری مریدی کا سلسلہ آپ کی اولاد میں بھی جاری رہا ۔ اور علم کے تاج زریں سے میاں مہر علی جو مخدوم ابوالحسن کے چچا تھے ان کی اولاد سرفراز ہوئی ۔

علمی خدمات :۔ آپ چونکہ ایک متبحر عالم اور پایۂ کے صوفی تھے لہذا آپ نے علم شریعت اور علم طریقت دونوں میں بڑی بلند پایہ تصانیف قلم بند فرمائی ہیں

(۱) یَنَابِیعُ الْحَیٰوۃِ الْاَبَدِیَّۃ فِیْ طَرِیْقِ الطُّلَّابِ النَّقْشْبَنْدِیَّۃ ۔

تصوف کے موضوع پر یہ آپ کی سب سے پہلی اور سب سے ضخیم تصنیف ہے جس کو آپ نے ۱۱۵۶ھ میں تصنیف فرمایا ۔ یہ کتاب نوابواب اور ایک خاتمہ و تذنیب پر مشتمل ہے جبکہ ہر باب میں متعدد فصلیں ہیں ۔ اس نادر و نایاب ضخیم کتاب کے قلمی نسخے سندھ کے ان مندرجہ ذیل حضرات کے کتب خانوں میں موجود ہیں ۔

۱۔ مولانا محمد ہاشم جان سرھندی ، ٹنڈوسائینداد ، ٹنڈو محمد خان

۲- سید غلام مرتضیٰ شاہ سنائی المعروف ، جی ایم سید سن

۳- مکتبہ درگاہ یوسفی خیاری شریف ضلع نواب شاہ حکیم معین الدین

۴- پیر سید محب اللہ شاہ ، کتب خانہ پیر جھنڈو۔

۵- مولانا ابوالحسن نواب شاہ۔

۶- مولانا محمد معروف صاحب متعلوی ، مٹیاری

(۲) سِرَاجُ المُصَلّیٰ :۔

یہ فارسی زبان میں منظوم رسالہ ہے ۔ جس میں مصنف نے نماز کے مسائل کو بیان کیا ہے ۔ یہ رسالہ تقریباً پانچ ہزار ابیات پر مشتمل ہے اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔ اس کتاب کے آخر میں جو اشعار مصنف نے لکھے ہیں اس سے اس کتاب کا سن تالیف بھی نکلتا ہے

چو بر بوالحسن کرد احسان تمام — بکردہ سراج المصلی تمام
بتاریخ نظم جلی عزباب — باحسانہ الحض تم الکتاب
خدایا بایماں بود ختم بہ — مرا بہر تاریخ ایں ختم دہ
معما است خیرات دلکش زغیر — جو با قلب خیرات راقم بخیر ۱۱۶۳

اس منظوم رسالہ کے آخر میں ستائیس صفحات کا ایک اور رسالہ بھی سوال و جواب کی صورت میں موجود ہے جن کے متعلق خود مصنف اس کی ابتداء میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" امابعد ! این چند مسائل بطریق لیجاز و اختصار بر سبیل سوال و جواب نوشتہ شدہ تا در دیباچہ سراج المصلی ودر فصل اخلاص کہ در سراج المصلی است بکار آید چہ دریں ہر دو موضعہ احتیاج باں مسائل می باشد "

اس سے معلوم ہوا کہ یہ رسالہ سراج المصلی کے بعض مقامات کی تشریح

اور تفسیر کے طور پر مصنف نے تحریر فرمایا ہے ۔ اس کتاب کا سوال وجواب نمونہ کے طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔

س ۔ اول مخلوق چہ چیز بود ؟

ج ۔ اول ما خلق اللہ نوری ۔ اول ما خلق اللہ روحی ۔ اول ما خلق اللہ العلم ، اول ما خلق اللہ العقل ۔ ایں چہار روایت در معارج النبوۃ و عین الحیات و لب لباب مثنوی است و تطبیق ہر چہار بایکدیگر در معارج النبوۃ است .... اما جمہور علمائے مسلمین برآں اند کہ اول مخلوقات نور محمد است وسائر ردایات ہمہ راتا ویل کردہ اندو اولیت حقیقۃ مر نور محمدی را اثبات نمودہ اندو باقی را اولیت اضافی می گویند دیا ایں اسمائے متعددہ اسمائے نور محمدی است و نور محمدی روح الارواح و عقل العقول است و اللہ اعلم ، بیت ۔

محمد گر نبووی کس نبووی نبودی ہر دو عالم در وجودی

(۳) اَلْبِدْعَۃُ الْمَرْعِیَّۃُ لِلْوَزْنِ الشَّرْعِیَّۃِ :-

مہر کے متعلق یہ بھی فارسی زبان کا منظوم رسالہ ہے ۔ یہ دو شعر اسی رسالہ کے ہیں ۔

مہر خاتون دو عالم چار صد مشقال سیم یک صدو شصت دگر از روپیہ دردل نگار

در نصاب مہر شرعی دہ درم بیشک شمار جملہ آں دو روپیہ باشند وگر اخماس چہار

(۴) نِبْرَاسُ تَصَارِفِ فَارِسِیَّہ :-

فارسی زبان کے اصول و قواعد پر مشتمل اس رسالہ کی ابتداء مصنف نے اس طرح فرمائی ۔

الحمد للہ علیٰ کل حال والصوۃ والسلام علیٰ سید ارباب الکمال وعلیٰ آلہ وصحبہ فی الغدو والاصال من تبعھم باحسان علیٰ النوال ۔ امابعد می گوید بندہ ضعیف نحیف ابوالحسن سندھی ، قریشی ، ڈاھری ، نقشبندی عفی اللہ عنہ وعن والدیہ واستاذیہ کہ ایں رسالہ است

مسمی بہ " نبراس تصارف فارسیہ " مشتمل بر مقدمہ و دو باب و خاتمہ باب اول جامع است مر شش قاعدہ را ، وباب دوم جامع است مرپنج قاعدہ را آلخ :۔

(۵) دَفْعِ الْفِرْیَۃِ وَرَفْعِ الْمِرْیَۃِ بِلَا مَیْنٍ فِیْ اَحْکَامِ الْعَیْنِ وَالدَّیْنِ :۔

اس رسالہ کے آخر میں تاریخ اور سن تالیف ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ تحریر ہے ۔اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے پاس موجود ہے ۔

(۶) کَچکول نَامَہ :۔

فارسی زبان کا یہ منظوم رسالہ ایک ہزار چھتر (۱۰۷۶) اشعار پر مشتمل ہے اس رسالہ میں تصوف ، علم کلام ، فلسفہ ، اور عقائد کے باریک مسائل کو نظم کی صورت میں بیان کیا گیا ہے ۔اس کی ابتداء میں مصنف نے اس کا سن تالیف ۱۱۷۶ھ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۔

بگو ید بو الحسن کایں خوش نمیقہ نوشتم در معانی بس دقیقہ
نہادم نام آں ۔ کچکول نامہ بود کچکول نامہ بہر عامہ
ہزار دیکصدو ہفتا وباششش گذشتہ ایں ہمہ تاریخ ختمش

یہ رسالہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے تحت شائع کر دیا ہے ۔

شاعری :۔ مخدوم ابوالحسنؒ شعر و شاعری سے بہت دلچسپی رکھتے تھے چناچہ انہوں نے ینابیع کے اندر ایک مستقل فصل قائم کی ہے ، جس میں اشعار کے اوذان و بحور اور اس کے محاسن و قبائح پر تفصیلی بحث کی ہے اور اپنی تصانیف میں جابجا شعراء کے کلام پیش کئے ہیں شعر گوئی بھی فرماتے تھے ۔ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں اشعار کہا کرتے تھے آپ کے فارسی کے چند اشعار تو اوراق گزشتہ میں گزرے ، عربی کے چند اشعار جو سراج المصلی کی ابتداء میں " حمد اور نعت

دونوں کے طور پر آپ نے کہے ہیں ۔ ان میں سے چند بطور نمونہ یہاں تحریر کئے جاتے ہیں ۔

لَکَ الْحَمْدُ یَا مَنْ جَعَلَ اَحْمَدًا ۔۔۔ رَسُولًا اِلَیٰ خَلْقِہٖ لِلْھُدیٰ
رَسُولًا شَفِیعًا شَفِیقًا لَنَا ۔۔۔ رَؤُفًا رَحِیمًا رَفِیقًا لَنَا
بَدَا کُلُّ اَمْرٍ بِتَبْیِیْنِہٖ ۔۔۔ دَعَانَا جَمِیْعًا اِلَیٰ دِیْنِہٖ
کَفیٰ جُوْدُہٗ رَحْمَۃً نَرْتَجِی ۔۔۔ لَنَا کُلَّ حِیْنٍ اِلَیْہِ الْتِجَاء
لَکَ الْحَمْدُ اِذْ کُلُّ فَضْلٍ لَہٗ ۔۔۔ لَہٗ اِذْ خُلِقَتْ الْوَرٰی کُلُّھُمْ
لَکَ الْحَمْدُ یَا مَنْ ھَدَانَا بِہٖ ۔۔۔ وَبِالْاٰلِ طُرًّا وَاَصْحَابِہٖ
لَکَ الْحَمْدُ اِذْ ھُوَ ھَدَانَا اِلَیْکَ ۔۔۔ فَنِلْنَا صِرَاطًا سَوِیًّا لَدَیْکَ

وفات :۔ ۱۱۸۱ھ میں مخدوم ابوالحسنؒ اس دارفانی سے رحلت فرماگئے ۔ وفات سے قبل آپ نے خاندان کے بزرگوں کے مشورہ سے اپنے قبرستان کی جگہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ آپ کا آبائی قبرستان نشیب میں واقع تھا اور وہاں بارش کے زمانہ میں پانی کھڑا ہو جاتا تھا لہٰذا قبرستان کے لئے ایک بلند مقام کا انتخاب ہو گیا جو اس وقت ضلع نواب شاہ کے اندر گوٹھ ۶۹ میں واقع ہے ۔ اسی بلند مقام پر آج آپ کے اور آپ کے چچا مہر علی اور آپ کی اولاد کے مزارات واقع ہیں ۔

آپ کے صاحبزادے یا آپ کے صاحبزادے کے صاحبزادے نے ان مزارات پر قبہ بھی تعمیر کر دیا تھا ، اسی قبہ میں مغرب سے مشرق کی جانب تین قبریں ہیں ، پہلی قبر مخدوم ابوالحسن کی ہے ، دوسری ان کے صاحبزادے میاں عبدالرسول کی ہے اور تیسری قبر آپ کے پوتے میاں محمد پریل کی ہے۔[۳]

مخدوم ابوالحسن کی وفات کے بعد سے یہ قبرستان آپ ہی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا اور ابھی تک اسی نام سے معروف و مشہور ہے۔

(۱) شیخ نورالدین بن محمد صالح، احمد آباد (گجرات ہندوستان) کے بہت بڑے عالم تھے جو ہندوستان میں تدریس کے اندر بڑی شہرت رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت جمادی الاول ۱۰۶۳ھ میں ہوئی، اکرم الدین نے آپ کے لیے احمد آباد میں ایک عظیم مدرسہ بنوا دیا تھا آپ اسی مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیا کرتے تھے آپ نے ۱۱۴۳ھ میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کا مزار وہیں احمد آباد میں آپ کے مدرسہ کے قریب واقع ہے۔ (نزهة الخواطر ج ۲ ص ۳۹۰۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۲۴۰، ماثرالکرام ص ۲۲۰)

(۲) ینابیع الحیاہ الابدیہ۔ ابوالحسن ڈاھری باب اول فصل سیزدھم۔

(۳) حالات گذشتہ صفحہ پر۔

(۴) حضرت عبدالرسول کی وفات ۱۰ ربیع الثانی ۱۱۴۸ھ کو ہوئی، "منبع ذکر اللہ" سے سنہ وفات نکلتا ہے۔

(نیابیع باب، فصل ۳)

(۵) ینابیع الحیاہ الابدیہ۔ ابوالحسن ڈاھری۔ باب اول۔ فصل سیزدھم۔

(۶) حالات ماخوذ از مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈاکٹر ابوالفتح صغیرالدین۔ و تذکرہ مشاہیر سندھ، ص ۱۱۹۔

پیر اللہ بخش غفاری

سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک اور بزرگ پیر اللہ بخش غفاری جنہوں نے اپنے مخصوص طرز تبلیغ سے اس سلسلہ کو سندھ میں کافی پھیلایا۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کے نصف اول میں آپ کے آبائی گاؤں قصبہ خانواھن تحصیل کنڈیارو ضلع نواب شاہ میں ہوئی۔

والد ماجد:۔ آپ کے والد حضرت محمد مٹھل ایک زندہ دل بزرگ صفت انسان تھے، ان کے زھد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ ایک روز اپنی زوجہ محترمہ سے بچوں کے حق میں مال و دولت کی فراوانی کی دعا سن کر فرمانے لگے۔ نہیں نہیں! دنیا کی دعا نہ کرو بلکہ یہ دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو عالم، فاضل نیک اور صالح بنائے اور لوگ دینی امور میں ان کے پاس آئیں۔ یہ اسی نیک نیتی خلوص اور دعا کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیر اللہ بخش غفاری جیسا فرزند عطاء کیا جو بعد میں سھنا سائیں اور "وڈا سائیں" کے لقب سے مشہور و معروف ہوا۔

تعلیم و تربیت:۔ پیر اللہ بخش ابھی پانچ ماہ کے بچے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تربیت فرمائی اور تربیت بھی ایسی کہ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے اپنے بچوں کو کبھی بغیر وضو کئے دودھ نہیں پلایا۔ جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کو دینی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ الحاج رضا محمد صاحب نے آپ کو دینی تعلیم دی۔

بیعت و خلافت:۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد تقریباً ۲۵ سال کی عمر میں ۱۳۵۴ھ میں آپ نے خواجہ محمد فضل علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق

پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ ابھی طریقہ عالیہ کے صرف دو ہی لطیفے (لطیفہ قلب و روح) طے کر پائے تھے کہ اسی سال حضرت پیر قریشی انتقال فرماگئے، پھر حضرت پیر قریشی کے انتقال کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ محمد عبدالغفار سے آپ بیعت ہوئے اور بقیہ سلوک کے منازل ان سے آپ نے طے کئے آپ کی استعداد اور لیاقت کو دیکھتے ہوئے آپ کے مرشد پیر عبدالغفار پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے جلد ہی آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر تبلیغ و ارشاد کا حکم دے دیا۔

جانشینی:۔ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق آپ نے رشد و ہدایت کے کام کا آغاز کردیا، اور نواب شاہ، دادو، لاڑکانہ، شکارپور، جیکب آباد، اضلاع کے دورے کئے اور لوگوں کو دین کا صحیح راستہ بتایا اس دینی کام اور تبلیغی مشن میں آپ کو ایسا انہماک اور دلچسپی ہوئی کہ آپ اپنا آبائی گاؤں خانواھن کو ہمیشہ کے لئے خیرآباد کر کے اپنے مرشد کے پاس آکر رہنے لگے۔ اور دن رات اسی رشد و ہدایت کے کام میں مصروف رہنے لگے۔ آپ کی اس شبانہ روز محنت، لگن، تقویٰ پرہیز گاری کو دیکھ کر آپ کے مرشد پیر مٹھانے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا جانشین مقرر کر کے اپنے تمام خلفاء کو آپ سے بیعت ہونے کا حکم دے دیا۔ چناچہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ کو جب حضرت پیر مٹھا کا انتقال ہوا تو ان کے تمام مریدوں معتقدوں اور خلفاء نے آپ کو ان کا جانشین تسلیم کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

رشد و ہدایت:۔ جانشینی کے بعد آپ نے سب سے پہلے رادھن اسٹیشن (ضلع دادو) کے قریب "فقیرپور" کے نام سے ایک تبلیغی مرکز قائم کیا جہاں سے آپ نے اپنے تبلیغی مشن کا آغاز کیا، رشد و ہدایت کی ابتداء اس گاؤں کے رہنے والوں سے کی جس کا اثر یہ ہوا کہ آج بھی اس گاؤں کے مرد عورتیں بوڑھے بچے

سب روزہ نماز کے پابند ہیں ، مرد پوری پابندی سے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں ، سنت رسول ، مسواک اور عمامہ کی پوری پابندی کرتے ہیں ، تہجد پڑھنے کے لئے رات کے سناٹے میں گھر سے نکل کر مسجد میں جاتے ہیں اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ صبح و شام ذکر کے حلقہ مراقبہ میں شریک ہوتے ہیں ۔آپ نے یہاں فقیرپور میں چاند کی گیارہ تاریخ کا ایک جلسہ مقرر کیا جو آج تک پوری پابندی سے منعقد ہوتا ہے ۔اس کے علاوہ اسی گاؤں میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا جہاں عربی فارسی کی تعلیم عمدہ طریقے سے دی جاتی ہے ۔

طاہر آباد کا قیام :۔ فقیرپور قیام کے پانچ سال بعد کراچی ، حیدرآباد بدین اور میرپور خاص اضلاع کے عوام کی سہولت کے پیش نظر ٹنڈوالہ یار (ضلع حیدرآباد سے سات میل کے فاصلہ پر چمبڑ روڈ پر بوزدار قوم کے فقیروں کے نزدیک آپ نے دوسرے تبلیغی مرکز کی بنیاد رکھی جس کا نام بعد میں طاہرآباد رکھا گیا ۔یہاں ہر سال آپ موسم گرما کے ڈھائی تین ماہ قیام کرتے اور پندرہ پندرہ دن بعد عظیم الشان اجتماعات منعقد کرتے تھے ،یہاں بھی ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو ابھی تک دین مصطفوی کی اشاعت میں مصروف ہے ۔

اللہ آباد کا قیام :۔ فقیرپور قیام کے دوران آپ ایک عرصہ تک ہر ماہ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے سے مورو ، کنڈیارو ، محراب پور ، تبلیغ کے لئے آتے تھے اور جگہ جگہ کئی ماہانہ جلسے منعقد کرتے تھے ۔ لیکن بعد میں جسمانی عوارض لاحق ہو جانے کے باعث آپ کے لئے ہر ماہ ایسا کرنا ناممکن ہو گیا لیکن اشاعت اسلام کے لئے آنا بھی آپ کو ضروری تھا چنانچہ اس کے لئے آپ نے شہر کنڈیارو کے متصل قومی شاہراہ پر تیسرے بڑے مرکز کی بنیاد رکھی جس کا نام اللہ آباد رکھا ۔ فی الحال مرکزی حیثیت اسی مرکز کو حاصل ہے ۔یہاں چاند کی ۲۷ تاریخ کی رات کو ایک عظیم الشان جلسہ بھی ماہانہ منعقد ہوتا ہے جس میں

مریدین کی اکثر تعداد شرکت کے لئے دور دور سے آتی ہے ۔ یہاں ایک دینی دارالعلوم بھی قائم ہے جس سے ۵۰ کے قریب فضلا فارغ التحصیل ہو کر ملک بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

آپ نے اپنے بعض مریدوں کو اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حیدرآباد سندھ کی معروف دینی درسگاہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد میں بھی بھیجا جہاں سے بہت سے غفاری طلباء نے تکمیل درس نظامیہ کے بعد دورہ حدیث اور دورہ قرات کی اسناد حاصل کیں اور اب وہ ملک کے اہم مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں ۔

آپ نے اپنے صاحبزادہ کو اسی دارالعلوم میں تجوید و قرائت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔

وصال :۔ الغرض ۱۳۸۴ھ سے ۱۴۰۴ھ تک تقریباً بیس سال تک اپنے مرشد کے بعد اور تقریباً تیس سال اپنے مرشد کے سامنے ، گویا نصف صدی تک تبلیغ دین میں مصروف رہ کر ۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ بروز پیر تہجد کی نماز ادا فرمانے کے بعد دو بجکر چالیس منٹ پر آپ انتقال کر گئے ۔

آپ کے صاحبزادے محمد طاہر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔

جانشینی :۔ آپ کے بعد آپ کے تمام مریدین نے آپ کے صاحبزادے مولانا محمد طاہر کو آپ کا جانشین مقرر کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔

حالات ماخوذ از :۔

(۱) گنجینہ حیات غفاریہ ۔ فتح محمد بخشی ۔

(۲) انتخاب گنجینہ حیات بخشیہ ۔ حبیب الرحمن غفاری ۔

نظر محمد دیہاتی

حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عالم و عارف مرید با صفا، نظر محمد دیہاتی، آپ کے والد گرامی کا نام قاضی عبدالرحمن تھا۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد کے پاس پڑھیں اس کے بعد آپ کے والد عربی کی تعلیم کے لئے آپ کو ٹنڈوسائیں داد چھوڑ گئے۔ یہاں آپ نے صرف و نحو کی ابتدائی کتب حضرت پیر عبداللہ جان عرف شاہ آغا کے پاس پڑھیں، اور بہت جلد بڑی کتابوں تک پہنچ کر حضرت شاہ آغا کے ہم سبق ہو گئے اور ان کے ساتھ عربی کی آخری کتابیں پڑھیں یہاں سے آپ دھلی چلے گئے جہاں آپ نے مدرسہ مولوی عبدالرب میں تقریباً پانچ، چھ سال رہ کر کچھ منتہی کتابیں پڑھیں اور واپس سندھ آکر مولوی خیر محمد مگسی کے پاس اپنی تکمیل کی اور دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریس و تلقین:۔ ضلع نواب شاہ میں "دیہات" نامی اپنے گاؤں میں آپ نے "مدرسہ مجددیہ" کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور یہاں تدریس کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی شروع کردیا اور ساتھ ساتھ طبابت کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔ گویا ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علاج شروع کردیئے چنانچہ حضرت شاہ آغا آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ۔

" گویا ہم طبیب روحانی بود وہم حکیم جسمانی مرد ماں از اکناف واطراف پیش او رجوع کروند"۔

تاثیر صحبت:۔ آپ کی صحبت اور آپ کا وعظ بڑا پراثر ہوتا تھا، بہت سے لوگ آپ کی صحبت کی باعث راہ راست پر آگئے بہت سے فاسق و فاجر، نیک اور صالح بن گئے۔ اور بہت سے بد عقیدہ لوگ راہ ہدایت پا گئے۔

دشمنی و عداوت:۔ آپ نے بہت سے قادیانیوں اور شیعوں سے مناظرہ کئے اور ان کو مغلوب کیا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے اور آپ کو ایذاء اور نقصان پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ لیکن کسی کی مخالفت، دھمکی دھونس، آپ کو مرعوب نہ کر سکی اور آپ کو آپ کے مقصد سے باز نہ رکھ سکی۔

فنافی الشیخ:۔ آپ اپنے مرشد کی محبت میں فنائیت کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے صبح شام طریقہ نقشبندیہ اور اپنے مرشد کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے تھے حضرت شاہ آغا فرماتے ہیں کہ اس علاقہ کے لوگوں کی اکثریت جو خواجہ حسن جان سے بیعت تھی وہ آپ ہی کے توسط سے تھی اپنے مرشد سے عقیدت اور اس عقیدت میں فنائیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نگاہ سوائے مرشد کے کسی کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی تھے، چناچہ حضرت شاہ آغا فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سفر ھندوستان میں آپ میرے ہمراہ تھے راستہ میں جب بھی میں کسی بزرگ سے ملاقات کی خواہش کرتا تو آپ کسی نہ کسی بہانے ٹال جاتے تھے۔ کبھی کہتے کہ گرمی زیادہ ہے کبھی کہتے کے راستہ بہت دور ہے وہاں جاکر کیا کریں گے الغرض ہر بار جانے سے روک دیا کرتے تھے ایک روز جب میں نے اصل وجہ دریافت کی تو کہنے لگے کہ جب محبوب خود ہمارے گھر میں موجود ہے تو پھر دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔

وفات:۔ آپ نے ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ بروز منگل اپنے گاؤں " دیھات "

میں وفات پائی ۔

اولاد: ۔ آپ نے اپنے بعد دو لڑکے چھوڑے بڑا لڑکا غلام مجدد عرف مولانا غلام حسین تھا جو بڑا نیک اور صالح نیک صورت اور نیک سیرت تھا ۔ دوسرا لڑکا نور احمد تھا، جو بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا علم ظاہر کا بھی فاضل تھا ۔

حالات ماخوذ از:۔
مونس المخلصین ۔ عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ۔

قاضی خاں محمد

حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے جانثار اور انتہائی خدمت گزار مرید تھے، قاضی عبدالرحمن کے لڑکے تھے اور مولانا نظر محمد کے سگے بھائی تھے زمیندار تھے اور اپنے مرشد کی محبت اور ارادت میں فنا تھے۔ چنانچہ آپ کے متعلق حضرت شاہ آغا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"حاجی خاں محمد مروے صاحب اخلاق و محبت کشادہ دل بلند حوصلہ وعالی ہمت است"

آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام قاضی غلام رسول تھا اور دوسرے کا نام حاجی غلام صدیق تھا۔ دونوں صاحبزادے بہت نیک صالح اور بڑے سعادت مند تھے۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی۔

حاجی جان محمد

حضرت خواجہ محمد حسن جان (رحمتہ اللہ علیہ) نقشبندی کے ایک اور درویش صفت مرید حاجی جان محمد تھے ۔آپ قاضی عبدالرحمن کے صاحبزادے اور قاضی خان محمد اور مولانا نظر محمد کے سگے بھائی تھے ۔

اپنے والد اور بھائیوں کی طرح آپ بھی اپنے مرشد کی محبت میں وارفتہ تھے ، انگریزی میں ماہر تھے ، سرکاری ملازمت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے لیکن صورت و لباس خالص اسلامی ہوتا تھا ۔ اللہ کا رنگ ایسا چڑھا کہ ساری رنگ ختم ہوگئے صرف ایک اللہ اور اللہ والوں کا رنگ باقی رہ گیا ۔

آپ کے تین فرزند تھے ، بڑے صاحبزادے حاجی عبداللطیف تھے جو علوم دینیہ و عربیہ کے فارغ التحصیل تھے اور بڑے عالم و فاضل تھے ۔ اور فہم و فراست میں یگانہ تھے دوسرے صاحبزادے غلام قادر تھے ، جو انگریزی دانی کے ساتھ ساتھ انتہائی نیک اور صالح تھے ۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین ۔ عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی

مخدوم محمد یوسف خیارین شریف

سندھ کی ایک اور معروف و مشہور خانقاہ خیارین شریف (نواب شاہ) کے مورث اعلیٰ مخدوم محمد یوسف جن کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا ۔ اپنے وقت کے ولی کامل اور بہت بڑے عالم تھے ۔ آپ کی ولادت خیارین شریف (جو نواب شاہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) میں ہی ہوئی ۔

تعلیم آپ نے مٹیاری میں اس وقت کے معروف عالم دین مولانا عبدالکریم اور دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل کیا ۔

جدامجد :۔ آپ کے جدامجد مخدوم سعید الدین بلاولی جو " ملا ساند " کے نام سے مشہور و معروف ہیں اپنے وقت کے کامل اولیا اللہ میں سے ہیں اور سہون کے مشہور کامل بزرگ حضرت مخدوم بلال تلٹی کے خلفاء میں سے ہیں اسی لئے آپ کو بلاولی کہا جاتا ہے ۔

سلسلہ طریقت :۔ آپ کے مرشد مخدوم محمد اسماعیل وسین (ضلع بدین) ہیں جو مخدوم محمد ابراہیم مڈئی والا کے خلیفہ ہیں اور مخدوم محمد ابراہیم مڈئی والا مخدوم محمد صفی اللہ مجددی کے خلیفہ ہیں ۔

بیعت :۔ آپ جب ظاہری تعلیم سے فارغ ہوئے تو باطنی علوم کی تحصیل کے لئے کسی کامل مرشد کی تلاش ہوئی چناچہ آپ اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم سعید الدین بلاولی المعروف بہ ملا ساند تلٹی کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور انسے اس مسئلہ پر رہبری و ھدایت کی درخواست وہاں سے آپ کو اشارہ ہوا کہ لاڑ (بدین کی طرف چلے جائیں ۔ آپ یہ اشارہ پاتے ہی اس طرف چل دیئے وہاں ایک خانقاہ تھی نظامی آپ وہاں پہنچے اور ایک رات اس خانقاہ میں آپ نے قیام فرمایا لیکن دل آپ کا مطمئن نہ ہوا یہاں آپ نے کسی سے پوچھا کہ اس علاقہ میں اور

کوئی خانقاہ بھی ہے جہاں کوئی اور بزرگ بھی ہیں لوگوں نے آپ کو بتایا کہ اس علاقہ میں وسین کے مقام پر ایک بزرگ مخدوم محمد اسماعیل وسین بھی رہتے ہیں آپ فوراً وہاں پہنچ گئے اور کچھ روز وہاں قیام کیا جب وہاں سے آپ جانے لگے تو مخدوم محمد اسماعیل وسین نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہاں جاتے ہو آپ کو اشارہ ہمارے لئے ہی ہوا ہے۔آپ حضرت مخدوم محمد اسماعیل کا یہ روحانی کمال دیکھ کر فوراً ان سے بیعت ہو گئے۔

ریاضات :۔ آپ نے روحانی ترقی اور کمال کے لئے بڑی بڑی ریاضات کیں جن میں سے ایک ریاضت یہ ہے کہ سات سال تک اپنے مرشد کے گھوڑوں کی خدمت کی اور اسطرح اپنی انا اور خودی کو مٹا کر فنا کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔

محبوب مرشد :۔ آپ کی ریاضات و مجاہدات اور کامل ارادت و عقیدت نے آپ کو اپنے مرشد کا محبوب بنادیا، جس کا اظہار اکثر ہوتا رہتا تھا۔چنانچہ ایک دفعہ آپ کے مرشد کے پاس کچھ تحفے آئے وہ آپ نے اپنے خاص مخلصین میں تقسیم فرما دیئے اور کچھ اپنے لئے رکھ لئے پھر دریافت فرمایا کہ محمد یوسف نے کچھ لیا یا نہیں لوگوں نے کہا کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے اسلئے وہ نہیں لے سکے آپ نے فرمایا اچھا یہ جو ہمارا حصہ ہے یہ محمد یوسف کے لئے رکھ دو۔ مرشد کی اس خاص عنایت کو دیکھ کر دوسرے مریدوں کو رشک ہوا اور بعض سرگوشیاں کرنے لگے آپ کے مرشد نے فرمایا اعتراض مت کرو محمد یوسف تو مکمل تیاری کر کے آیا تھا ہمیں تو صرف تیلی لگانی پڑی اور آگ بھڑک اٹھی یہاں تمہارے لئے سب کچھ ہمیں کرنا پڑ رہا ہے۔یاد رکھو وہ ہمارے تمام مریدوں میں ہمیں سب سے زیادہ پیارا ہے۔

وصیت :۔ آپ کے مرشد نے وصیت فرمائی کہ ہمارے وصال کے بعد ہمیں غسل بھی محمد یوسف دینگے اور وہی ہماری نماز جنازہ بھی پڑھائیں گے۔چنانچہ

ادھر آپ کے مرشد کے وصال کا وقت قریب آیا اور ان کی طبیعت ناساز ہوئی ادھر بغیر کسی اطلاع کے آپ کا دل ایسا پریشان اور مضطرب ہوا کہ آپ زار و قطار رونے لگے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مرشد کی طبیعت ناساز ہے ، اسی وقت کھڑے ہوئے اور خیارین شریف سے وہیں اپنے مرشد کے آستانہ کی طرف بدین چل دیئے ۔ ادھر آپ کے مرشد بار بار دریافت فرما رہے تھے کہ محمد یوسف پہنچا یا نہیں ۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ اپنے مرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے ۔ آپ نے یہاں پہنچ کر مرشد کی طبیعت ناساز دیکھی تو حضور سرور دو جہاں صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ الصدقۃ ترد البلاء کہ صدقہ بلاء کو رد کرتا ہے ، آپ نے اپنے مرشد پر سے اپنا عمدہ گھوڑا صدقہ کر کے دے دیا تاکہ یہ بلاء اور بیماری ٹل جائے ۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ گھوڑا چند بار نیچے گرا اور پھر کھڑا ہو گیا اس پر آپ کے مرشد نے فرمایا محمد یوسف رہنے دو اللہ کو کچھ اور منظور ہے اب ہمارا وقت آچکا ہے ۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد آپ واصل بحق ہو گئے ۔

عبادات :۔ آپ ہر وقت عبادات اور اوراد و وظائف میں مصروف رہا کرتے تھے ، سال کے اکثر دنوں میں آپ روزے رکھا کرتے تھے حتیٰ کے آپ " روزہ والے " کے نام سے مشہور و معروف ہو گئے ۔

وفات :۔ آپ نے ۲ ربیع الاول کو خیارین شریف میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے ۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ محمد عبدالحق المعروف (بنگو والے) نے اپنی جانشینی کے دور میں ۱۲۹۷ھ میں آپ کے روضہ شریف اور گنبد کی تعمیر کرائی ۔

اولاد :۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے ۔ جنکے بالترتیب اسمائے گرامی یہ ہیں ۔ (۱) مخدوم عبداللہ (۲) مخدوم عبدالحق (۳) مخدوم عبدالحی (۴) مخدوم عبدالکریم ۔

آپ کے تمام صاحبزادے عالم و فاضل گزرے ہیں۔

جانشین :۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مخدوم عبداللہ آپ کے جانشین ہوئے۔

آپ کے دو صاحبزادے مخدوم عبداللہ اور مخدوم عبدالحق کے مزارات قبہ شریف کے اند آپ کے برابر میں ہیں باقی صاحبزادگان کے مزارات قبہ شریف کے باہر ہیں۔

خلفاء :۔ میاں فضل اللہ پاٹائی آپ سے بیعت ہوئے اور کئی سال آپ کی خدمت میں رہ کر ریاضات اور مجاہدات میں مصروف رہے، ایک دن آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ میں نے اتنا روحانی کمال حاصل کر لیا پھر بھی مجھے خلافت اور اجازت نہیں دی جارہی یہ سوچ کر جب آپ وہاں سے جانے لگے تو آپ کے مرشد نے فرمایا تمہارا معاملہ ہم نے حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیا ہے. بہرحال تم یہاں سے جا کر اچھا نہیں کر رہے، تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائیگی۔

چند دن بعد میاں فضل اللہ پاٹائی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جارہے تھے کہ گھوڑے سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس وقت ان کو یکدم خیال آیا کہ جو میرے مرشد نے کہا تھا وہ سچ ہو گیا آپ فوراً واپس اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے معافی کے خواستگار ہوئے اور اپنی روحانی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، جب مرشد نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی تکمیل کر لی ہے اور روحانی مدارج طے کرلئے ہیں تو ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما دیا۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیادین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

مخدوم عبداللہ (محفہ والے)

آپ خیاریں شریف (نواب شاہ) کی عظیم خانقاہ کے مورث اعلیٰ مخدوم محمد یوسف کے بڑے صاحبزادے اور ان کے جانشین ہیں آپ کی ولادت یہیں خیاریں شریف میں ہوئی ۔

آپ نے اپنے عالم و عارف والد گرامی سے علم ظاہر اور علم باطن کی تکمیل کی ۔ بیعت ہوئے اور مدارج سلوک طے کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے بے شمار مخلوق خدا کو فیض پہنچایا ، قاضی بوبکائی جیسے نامور علماء و صلحاء آپ سے شرف بیعت رکھتے تھے اور آپ کے فیض یافتہ تھے ۔

آپ اپنے والد گرامی کے بعد ان کی جگہ پر صرف سات سال جانشین رہے اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا ۔

روحانی کمال :۔ آپ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ، ایک روز بوبک کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف تھے کہ باہر کنویں پر کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں اتنے میں ایک اونٹ کو مستی آگئی عورتیں گھبرا گئیں اور آپ سے عرض کرنے لگیں کہ ہمیں اس اونٹ سے بچائیے آپ نے نماز سے فارغ ہو کر اس اونٹ سے فرمایا " اتنی مستی مت کیا کرو " آپ کا ارشاد سن کر وہ فوراً خاموش اور پرسکون ہو گیا اور ایسا درست ہوا کہ پھر کبھی اس نے مستی نہیں کی

سلب کمال :۔ حاجی جعفر بوبکائی کے قبیلہ میں ایک شخص تھا جو علم جفر وغیرہ کا بڑا ماہر تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو بھی کوئی صاحب کمال یا صاحب نسبت

بزرگ اس علاقہ میں آتا تھا تو وہ اپنی روحانی طاقت اور فن کے زور پر انکا کمال اور انکی نسبت سلب کر لیا کرتا تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لائے تو اس نے آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا چاہا اور اپنی ایک چادر اپنی روحانی طاقت سے ہوا میں اڑاکر آپ کی طرف پھینکی، حاجی جعفر بوبکائی نے عرض کیا کہ حضور یہ اسی شخص کی حرکت ہے اور وہ آپ کا بھی کمال اور نسبت صلب کرنا چاہتا ہے اسی لئے اس نے یہ چادر آپ کی طرف بھیجی ہے یہ سنکر آپ نے الحمد پڑھنا شروع کردی اور جوں ہی وہ چادر آپ کے قریب آئی آپ نے اس پر دم کر دیا آپکا پھونکنا تھا کہ وہ چادر جل کر خاک ہو گئی۔ ادھر آپ نے اس کی طرف روحانی توجہ ڈالی اور جو کچھ اس کا روحانی کمال تھا وہ سب سلب فرما لیا آپ کی اس روحانی طاقت کو دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں آکر گر گیا اور آپ سے بیعت ہو کر آپ کا مرید اور معتقد بن گیا۔

محفہ والا:۔ آپ ڈولی میں بیٹھ کر جایا کرتے تھے اسلئے " محفہ والا " کے نام سے مشہور و معروف ہو گئے۔

وصال:۔ ماہ صفر میں آپ کا وصال ہوا۔ خیاریں شریف میں اپنے والد کے پہلو میں قبہ شریف کے اندر مدفون ہوئے۔

جانشین:۔ چونکہ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی مخدوم عبدالحق آپ کے جانشین ہوئے۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیارین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

مخدوم عبدالحق (بنگلہ والے)

آپ خیارین شریف کی خانقاہ کے تیسرے سجادہ نشین ہیں جو مخدوم محمد یوسف کے صاحبزادے اور مخدوم عبداللہ کے چھوٹے بھائی ہیں جو ان کے بعد اس مسند پر متمکن ہوئے آپ کی ولادت خیارین شریف ہی میں ہوئی۔

تعلیم:۔ خیرپور کے مشہور عالم مفتی سعید اللہ (خیرپور والے) اور مولانا عبدالروف وغیرہ اس زمانہ میں خیارین شریف کے مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے بھی اس ہی مدرسہ میں اپنی تعلیم مکمل فرمائی۔

بیعت:۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر رہ کر اپنی باطنی تکمیل کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

روحانی طاقت:۔ آپ روحانی طور پر بڑے بلند مقام پر فائز تھے، ایک دفعہ آپ کے کچھ مرید اپنے علاقہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آرہے تھے کہ راستہ میں ان کو بھیڑیوں نے گھیر لیا۔ آپ اس وقت خیارین شریف میں وضو فرما رہے تھے آپ نے غیض و غضب کے عالم میں لوٹا زمین پر دے مارا۔ جب وہ مرید خیر و عافیت کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا فقیر بچ گئے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ جب ہمیں بھیڑیوں نے گھیر لیا تھا تو اس وقت ہم نے آپ کو یاد کیا اچانک ہم نے دیکھا کہ ان بھیڑیوں کے کچھ پتھر ٹھیکرے آکر لگے اور وہ بھاگ گئے ہم وہ ٹھکرے اٹھا کر لے آئے ہیں جب سب نے دیکھا تو یہ وہ ہی آپ کے لوٹے کے ٹکڑے تھے جس کو آپ نے غصہ سے اس وقت زمین پر مارا تھا۔

خلفاء :۔ آپ کی تربیت نے بڑے باکمال صوفیاء پیدا کئے انمیں سے چند کے نام یہ ہیں ۔

(۱) حافظ محمد حسین میمن :۔ حالا کے رہنے والے تھے ۔ آپ سے بیعت تھے اور آپ ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی ۔

(۲) محمد ابراہیم جنپہ عرف حاجی بھلارو :۔ آپ جوہی ضلع دادو کے رہنے والے تھے بڑے باکمال اور صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں ۱۹ ذی الحجہ کو انکے مزار پر نہایت دھوم دھام سے عرس منایا جاتا ہے ۔

(۳) میاں محمد شفیع پاٹائی :۔ آپ کو خلافت میاں عبدالحق سے حاصل تھی ۔

(۴) حافظ ابوبکر سموں :۔ ضلع دادو میں پیارو گوٹھ کے قریب ایک گاؤں ٹرکہ گوٹھ کے نام سے ہے آپ وہاں کے رہنے والے تھے ۔ اپنے گاؤں میں آپ نے مدرسہ قائم کیا جہاں آج بھی قرآن کی تعلیم دی جارہی ہے اور سینکڑوں طلباء قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کررہے ہیں ۔

(۵) فقیر محمد پناہ شاہ لاشاری :۔ آپ ماتلی کے رہنے والے تھے اور حضرت سے ہی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی ۔ آجکل ان کی اولاد تعلقہ ٹنڈوالہیار میں واگوڈر نبی بخش لاشاری گوٹھ میں آباد ہے ۔

وفات :۔ آپ کی وفات خیارین شریف میں ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے ۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیارین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

مخدوم محمد

آپ خیاریں شریف (نواب شاہ) کی خانقاہ کے چوتھے سجادہ نشین ہیں جو اپنے والد مخدوم عبدالحق کے بعد اس مسند پر جلوہ افروز ہوئے ۔

تعلیم :۔ آپ نے خیاریں شریف میں ہی ولادت پائی اور یہیں کے مدرسہ میں مفتی محمد سعید اللہ (ہالہ والے) کے علاوہ بختیارپور ضلع دادو کے بڑے بڑے علماء سے علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی ۔

بیعت و خلافت :۔ اپنے والد گرامی مخدوم عبدالحق سے ہی بیعت ہوئے اور انہی سے باطنی تکمیل کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

روحانی کمال :۔ روحانی طور پر بڑے باکمال بزرگ ہوئے ہیں ۔ ایک روز آپ کے ایک مرید حاجی فقیر اپنے گاؤں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جارہے تھے کہ راستہ کے اندر جنگلی درندوں نے آپ کو شہید کردیا ، گھر والوں نے بہت تلاش کیا لیکن آپ کی لاش وغیرہ کا کوئی نشان نہیں ملا ۔ آخر ان کے رشتہ داروں نے آپ سے عرض کیا آپ نے انکی ایک لاٹھی جو درگاہ شریف میں ہی وہ چھوڑ گئے تھے ان کو دے کر کہا کہ اس عصا کو اپنے ساتھ جنگل میں لیکر ان کو پکارتے ہوئے جاؤ ، لوگوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق ایسا ہی کیا تو ایک مقام پر بہت سی ھڈیاں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں ان میں سے آواز آئی میں یہاں ہوں لوگ ان ہڈیوں کو جمع کر کے لائے اور بڑی عزت و تکریم سے ان کو دفن کردیا ۔

دل پر نگاہ :۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام عطاء فرمایا تھا کہ دلوں کے حالات اور وساوس بھی آپ کی نگاہ سے اوجھل نہیں تھے ۔ چنانچہ ایک روز آپ ایک سید صاحب کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے گئے ، راستہ میں ایک

مقام پر کسی کے یہاں ایک نہایت خوبصورت لوٹا رکھا ہوا تھا سید صاحب کو وہ لوٹا بہت اچھا لگا اور دل میں خیال آیا کہ مجھے یہ لوٹا مل جائے تو کتنا اچھا ہو آپ فوراً ان کے دل کے خیال پر مطلع ہو گئے اور آپ نے فرمایا سید صاحب یہ لوٹا درست نہیں اس کے نیچے سوراخ ہو رہا ہے یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد سید صاحب نے جب لوٹے کو اٹھا کر دیکھا تو واقعی اس کے نیچے سوراخ تھا۔

دفتر کی پوری حاضری:۔ ایک دفعہ آپ سفر پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اس وقت آپ کا ایک مرید جو ریلوے میں ملازم تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ سفر پر چلو وہ آپ کے حکم پر آپ کے ساتھ سفر پر چل دیا اس سفر پر تقریباً آپ کو پورا مہینہ لگ گیا وہ بے چارہ سوچنے لگا کہ اس مہینہ دفتر سے غیر حاضری رہی لہٰذا اب اس مہینہ کی تنخواہ تو گئی۔ جب واپس اپنے دفتر پہنچا اور تنخواہ لینے کے لئے گیا تو اس کو پورے مہینے کی تنخواہ دی گئی اس نے یہ دیکھ کر واپس کرنی چاہی کہ میں تو دفتر میں پورے مہینہ حاضر ہی نہیں ہوا لیکن دفتر والوں نے حاضری کا رجسٹر اس کو دیکھا دیا کہ اس پورے مہینہ آپ کے ہاتھوں کے دستخط موجود ہیں اس لئے آپ کو اس پورے مہینہ کی تنخواہ دی گئی۔

کھیتوں کی حفاظت:۔ اسی طرح ایک اور تبلیغی سفر پر آپ روانہ ہو رہے تھے تو ایک اپنے مرید کو اپنے ہمراہ چلنے کے لئے فرمایا اس نے عرض کیا حضور! میں اپنے کھیتوں وغیرہ کا کوئی انتظام کر کے نہیں آیا ہوں۔ فصل تیار ہونے والی ہے کوئی چوکیدار وغیرہ بھی مقرر نہیں کیا ہے اگر بغیر کسی انتظام کے آپ کے ساتھ چلا گیا تو چڑیاں وغیرہ سارا کھیت اجاڑ دینگی آپ نے فرمایا فکر مت کرو تم ہمارے ساتھ چلو تمہارے کھیتوں کا انتظام ہو جائے گا، آپ کے حکم پر وہ آپ

کے ہمراہ چلدیا لیکن طبیعت اس کی پریشان رہی کہ نہ معلوم میرے کھیتوں کا کیا حال ہوا ہو گا ، بڑی مشکل سے ایک ماہ وہ آپ کے ساتھ رہا اور پھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگا آپ نے فرمایا ہم نے تمہارے کھیتوں کا انتظام تو کر دیا ہے ویسے اگر جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ اس سے اب مزید صورتحال برداشت نہ ہو سکی اور وہ آپ سے اجازت لے کر روانہ ہو گیا جب اپنے گاؤں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ کچھ دن اور نہ آتا تو بغیر کسی محنت اور مشقت کے تجھے تیری فصل پکی ہوئی مل جاتی اس لئے کہ جب سے تو گیا ہے ۔ اس دن سے روزانہ ایک باز صبح آتا ہے اور شام تک تیرے کھیتوں کی حفاظت کرتا رہتا ہے کسی پرند اور جانور کو تیرے کھیتوں کے قریب آنے کی ہمت نہیں ہوتی ۔ اس وقت اس کو خیال آیا اپنے مرشد کا کہنا مان لیتا تو کچھ دن اور ان کی صحبت کے فیوضات سے مستفیض ہو لیتا اور ادھر میری فصل بھی پک کر تیار ہو جاتی ۔

وفات :۔ ۱۹ جمادی الاول کو آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار بھی خیارین شریف کے اندر اپنے آباء و اجداد کے پہلو میں ہے ۔

اولاد :۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے ۔ (۱) مخدوم عبداللہ (۲) مخدوم محمد یوسف (۳) مخدوم غیاث الدین (۴) مخدوم محمد معصوم (۵) مخدوم رفیع الدین (۶) مخدوم محمد نعمان (۷) مخدوم خلیل الرحمن ۔

جانشین :۔ آپ کی وفات کے بعد مخدوم رفیع الدین آپ کے جانشین ہوئے ۔ آپ آج بھی بقید حیات ہیں اور مخلوق خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں ۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیارین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

مخدوم رفیع الدین

آپ خیارین شریف (نواب شاہ) کی نقشبندی خانقاہ کے پانچویں سجادہ نشین ہیں جو اپنے والد گرامی مخدوم محمد کی وفات کے بعد سے آج تک اس مسند رشد و ھدایت کو آباد کئے ہوئے ہیں ۔

ولادت :۔ آپ کی خیاریں شریف (نواب شاہ) میں ۱۹۱۴ء کو ولادت پائی ۔

تعلیم :۔ آپ نے خیارین شریف کے مدرسہ میں ہی مولوی محمد قاسم (دادو والے) سے اپنی دینی اور عربی کی تعلیم مکمل کی ۔

بیعت و خلافت :۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے اور مدارج سلوک طے کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔۔

عمر شریف :۔ آپ کے صاحبزادے نے فرمایا اس وقت (۱۹۹۴ء) آپ کی عمر ۷۸ سال ہے ۔ فالج کا حملہ ہوا ہے جسکی وجہ سے آپ سخت بیمار ہیں اسلئے آجکل باہر بھی تشریف نہیں لارہے ورنہ پانچوں وقت مسجد میں نماز کی امامت آپ خود فرماتے ہیں ۔

آپ علم و عمل تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنے اسلاف کا نمونہ ہیں ۔ اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلتے ہوئے مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور ان کے قلوب کو علم و عرفان سے روشن کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے علمائے حق اور صوفائے باصفا کا سایہ تا دیر سلامت رکھے ۔

دعا کی برکت :۔ ہمارے ساتھ آنے والے حاجی سعید انور اور حاجی قربان علی

نے بتایا کہ ایک دفعہ رمضان المبارک کے پہلے جمعہ کو ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے گئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے ایک مرید اللہ جڑیو نے آپ سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی جب آپ ان کے لئے دعا فرمانے لگے تو ہم نے اپنے لئے بھی عرض کیا آپ نے ہمارے لئے بھی دعا فرما دی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی عمرہ کی سعادت عطاء فرمائے جوں ہی یہ خانقاہ شریف سے نکلے یکدم ان کا عمرہ کے لئے جانے کا پروگرام بن گیا حالانکہ اس سے قبل کوئی ارادہ اور خیال تک نہیں تھا فوراً کراچی گئے بغیر کسی مشقت کے اسی وقت ویزا مل گیا اور ہم کو حضرت کی دعاؤں سے حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہو گئی۔

اولاد:۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں (۱) پیر ولی اللہ (۲) پیر مطیع اللہ (۳) پیر عبدالسلام (۴) پیر حماداللہ (۵) پیر فخرالدین۔

جانشین:۔ آجکل آپ کے تمام معاملات آپ کے بڑے صاحبزادے پیر ولی اللہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت خوش اخلاق اور بڑے حسین کردار کے مالک ہیں، آپ کے والد گرامی نے آپ کی دینی تعلیم کے لئے رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے فارغ التحصیل متبحر عالم علامہ صوفی رضا محمد صاحب کو آپ کے پڑھانے کے لئے رکھا جن سے آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی اور اپنے والد سے علوم باطنیہ کی تحصیل فرمائی۔ سادگی متانت شریعت مطہرہ کی پابندی الغرض تمام اوصاف و کمالات میں آپ اپنے آباؤ اجداد کا بہترین نمونہ ہیں۔

راقم الحروف آپ کے آباؤ اجداد کے حالات معلوم کرنے کے لئے خیارین شریف حاضر ہوا تو آپ راستہ میں ہمیں مل گئے آپ کی پھوپی کی سخت طبیعت ناساز تھی ان کو ایمبولنس میں ہسپتال داخل کرانے کے لئے جارہے تھے لیکن ہمیں دیکھ کر اپنی گاڑی روکی بڑی محبت اور شفقت سے ملے۔ سارے اہم کام چھوڑ کر کئی گھنٹے ہمیں عنایت فرمائے اور بڑے پیارے انداز سے اپنے آباؤ اجداد

کے حالات و کرامات سے ہمیں مستفیض فرمایا جب ہم نے اجازت چاہی تو فرمانے لگے کہ میں برسوں پہلے آپ کے دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ میں ایک دفعہ حاضر ہو چکا ہو، میری تو تمنا اور خواہش یہ ہے کہ کسی دن آرام سے آپ خیارین شریف آئیں اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔ میں نے دوبارہ حاضری کا وعدہ کیا اور شکریہ کے ساتھ اجازت لیکر واپس حیدرآباد آگیا۔ لہذا آج بھی ان کے اخلاق کریمانہ اور ان کی سادگی کا اثر دل میں موجود ہے اور دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی روحانی خانقاہوں کو آباد رکھے۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیارین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

صوفیائے شکارپور

شاہ فقیر اللہ علوی

آپ اٹھارویں صدی عیسوی کے ایک جلیل القدر عالم اور ایک عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔

ابتدائی حالات:۔ آپ کا نام شاہ فقیر اللہ علوی، والد گرامی کا نام شاہ عبدالرحمن اور جدامجد کا نام شمس الدین تھا۔ آپ کی ولادت گیارہوں صدی ہجری کے اوائل میں افغانستان کے ایک علاقہ "روتاس" میں ہوئی۔ آپ کا اصلی وطن حصارک، جلال آباد (افغانستان) ہے لیکن آپ وہاں سے ہجرت فرما کر شکارپور آگئے تھے۔ ان علاقوں کے علاوہ آپ نے قندھار میں بھی قیام فرمایا اور وہاں تعلیم حاصل بھی کی اور تعلیم دی بھی۔ وہاں ایک مسجد آپ ہی کے نام سے موجود ہے

علم ظاہر:۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل آپ نے افغانستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وقت کے جید علماء اور فقہاء اور محدثین سے کی۔

علم باطن:۔ علم ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے، ایک طویل عرصہ تک دوردراز کا سفر کرتے رہے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مستفیض ہوئے اور اسی اثناء میں آپ کی ملاقات پشاور کے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک کامل بزرگ حضرت شیخ محمد مسعود دائم سے ہوئی جو حضرت شیخ محمد سعید لاہوری کے خلیفہ تھے، آپ ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنی باطنی تکمیل کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، نقشبندیہ خاندان میں آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح سے ہے۔

"شاہ فقیر اللہ علوی، شیخ محمد مسعود دائم، شیخ محمد سعید[1]
لاہوری شیخ آدم بنوری، شیخ مجدد الف ثانی فاروقی
نقشبندی سرھندی۔

ہجرت:۔ سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ سلسلہ قادریہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل ہے مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد ۱۷۳۷ء ۱۱۵۰ھ میں آپ افغانستان سے ہجرت فرما کر سندھ تشریف لے آئے اور یہاں اپنے قیام کے لئے سندھ کے ایک مشہور علاقہ "شکارپور" کو منتخب فرمایا، اسی شہر کو اپنا وطن بنا کر یہاں اپنی خانقاہ قائم کی اور سلسلہ نقشبندیہ کا اس کو مرکز بنایا۔

آپ کی اس خانقاہ میں سندھ، پشاور، لاہور، ہرات اور قندھار تک سے علم و عرفاں کے پیاسے کھنچ کھنچ کے آتے تھے اور آپ کے فیوضات سے سیراب ہو کے جاتے تھے۔

عقیدت سلاطین:۔ بزرگی اور ولایت میں آپ کا یہ مقام تھا کہ وقت کے امراء و سلاطین، حکمراں اور شہنشاہ بھی آپ کے در کی گدائی پر فخر محسوس کرتے تھے اور آپ کے دربار کی حاضری کو سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے چنانچہ افغانستان کا حکمران "احمد شاہ ابدالی" قلات کا حکمران نصیر خان بلوچ اور سندھ کا حکمران میاں سرفراز خاں کلھوڑا اور مکران کا حکمراں محبت خان بلوچ، آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے فیض صحبت سے اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کرتے تھے اور اپنے ملکی اور سیاسی نظریات کے لئے روشنی حاصل کرتے تھے۔چنانچہ آپ کے مکاتیب کا جو مجموعہ لاہور سے شائع ہوا ہے، اس کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سلاطین وقت کی کس طرح ہدایت اور رہبری کا کام انجام دیا ہے۔

آپ نے جو خطوط احمد شاہ ابدالی کے نام لکھے ہیں ان میں اس بادشاہ کو حسن خلق خدا ترسی، اعلائے کلمۃ الحق اور صبر کی نصیحتیں کی ہیں۔ اسی طرح احمد شاہ ابدالی کے وزیر اعظم شاہ ولی خاں، اور ابدالی کے ولی عہد شہزادہ سلیمان کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں ان میں ان دونوں کو متعدد نصائح اور اخلاقی درس دئے ہیں، اس کے علاوہ والئ قلات نصیر خاں، اور والئ سندھ، سرفراز خاں کلھوڑہ اور والئ مکران محمد خاں بلوچ کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں ان میں انکو حق شناسی، مردم پروری، عرفاں اور نکوکاری کی تلقین فرمائی ہے اور بعض تصوف و حقیقت کے نہایت اہم اور ادق مسائل کو خوبصورتی سے حل فرمایا ہے۔

تحائف کا تبادلہ:۔ سرفراز خاں کلھوڑا (والی سندھ) کی آپ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اس نے آپ کو نذرانے کے طور پر ایک مرتبہ پانچسو روپے، ایک مرتبہ ایک ہزار روپے، دو مرتبہ سو سو روپے ارسال کئے، اس سے اس کی ارادت اور صوفیاء و علماء کی قدردانی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

لیکن حضرت شاہ فقیر اللہ صاحب علویؒ آجکل کے پیروں کی طرح صرف مریدوں سے لینے والے ہی نہیں تھے بلکہ ان کو اپنی عطاء و بخشش سے نوازتے بھی تھے چناچہ آپ نے بھی بہت عمدہ نسل کے دو گھوڑے سرفراز خاں کلھوڑہ کو اپنی طرف سے تحفہ کے طور پر ارسال فرمائے۔ جیسا کہ آپ کے ایک مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے۔

سرفراز خاں کلھوڑا سے محبت:۔ والئ سندھ میاں سرفراز خاں کلھوڑہ نے اپنی لیاقت اور قابلیت، محبت فقراء اور عقیدت اہل اللہ کے باعث حضرت کے دل میں بہت جگہ پیدا کر لی تھی وہ بڑے علمی اور عارفانہ سوالات حضرت سے دریافت کیا کرتا تھا۔ جس سے حضرت کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ عقیدت اولیاء

اور قدر دانی فقراء کی بدولت حضرت کو اس سے جو قلبی لگاؤ اور انس تھا۔ اور آپ کے دل میں اس کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ ان القاب سے ہوتا ہے جو آپ نے اسکو اپنے مکاتیب میں تحریر فرمائے، مثلاً ایک مکتوب میں ان القاب سے ان کو یاد کیا۔

" زبدہ محبان اہل اللہ، خلاصۂ مخلصان فقراء عاکف باب اللہ، عالی جاہ، رفیع جائیگاہ، محب صادق میاں محمد سرفراز خاں سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ "

ایک مکتوب گرامی میں اسکو یوں مخاطب کیا ہے۔

زبدہ محبان خاص و نقادہ ارادتمنداں خاص الخواص ؟ عزیز دلہائے درویشاں دعاگو، انیس قلوب دعا گویان یک دل ویک روے، مہبط انوار عظمت، محور فلک حشمت، عالی جاہ، رفیع جائے گا محب صادق الا رادہ میاں محمد سرفراز خاں "۔

سرفراز خاں اکثر آپ سے علمی سوالات پوچھتا رہتا تھا۔ حتی کہ تصوف کے بعض مسائل کے بارے میں بھی آپ سے استفسار کرتا تھا چناچہ ایک مرتبہ اس نے آپ سے " دعوات اور تصوفات " کے بارے میں سوال کیا اس کے جواب میں آپ نے اسکو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں تحریر فرمایا کہ اھل اللہ تجلیات جمالیہ اور جلالیہ دونوں سے لذت حاصل کرتے ہیں، اسی لئے خوشی اور رنج دونوں میں وہ ایک ہی حال پر رہتے ہیں۔

آنچہ او ریخت بہ پیمانۂ ما نوشیدیم
دگر از خمر بہشت است دگر بادہ جام

معاصرین:۔ خودی اور تکبر بالکل نہ تھا، اپنے ہم عصر علماء سے ملاقات کرتے

تھے اور ان کی تعظیم و احترام کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ سب بھی آپ سے بیحد محبت رکھتے تھے، دل میں آپ کی وقعت رکھتے تھے اور ظاہر میں آپ کا احترام کرتے تھے۔ اس وقت کے جن علماء و صوفیاء سے آپ کی راہ و رسم اور مراسلت تھی ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ملا فیض اللہ کاکر قندھاری۔

۲۔ ملا عبدالحکیم کاکر عرف ناناجی، قندھار کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔

۳۔ ملا عبداللہ کاکر۔

۴۔ ملا عبداللہ خرقہ پوش۔

۵۔ ملا صاحب داد۔

۶۔ ملا وارث پشاوری۔

۷۔ ملا صلاح پتی کوٹی۔

۸۔ حاجی مولاداد قندھاری۔

۹۔ ملا رحیم داد سنجر خیل ژوب۔

سندھ کے علماء اور صوفیاء میں جن حضرات کو حضرت شاہ علوی سے خاص ربط اور تعلق تھا۔ اور انکے درمیان سلسلہ مراسلت بھی تھا، انمیں سے یہ حضرات مشہور ہیں۔

(۱) مخدوم محمد معین ٹھٹوی۔
(۲) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی۔
(۳) سید مرتضائی سیوستانی۔
(۴) سید شکر اللہ ٹھٹوی۔
(۵) میاں عبدالرؤف ہالہ کندی۔
(۶) تاج محمد خوش نویس، ٹھٹہ۔
(۷) محمد میرداد قاری عرب۔
(۸) قبول محمد۔
(۹) حاجی اسماعیل۔
(۱۰) پیر سید محمد راشد ابن سید محمد بقاء۔

حضرت کے ایک مخلص خاص، "ملا رحیم داد" بھی تھے۔ جن کو آپ نے

کفر و الحاد کی بیخ کنی اور اس کی تردید کے لئے "قبائل کا کری ثوب" بھیجا آپ نے رشد و ہدایت کا بہت اہم کام بہت عمدہ طریقہ سے انجام دیا اور حضرت کے ایک اور مخلص مرید اور خلیفہ محمد بن محمد جامی کے صاحبزادے "محمد" سے ملحدوں کے رد میں ایک رسالہ تحریر کروایا جس کا ایک قلمی نسخہ مولوی محمد شفیع لاہوری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

کتب خانہ :۔ حضرت شاہ فقیر اللہؒ نے اپنے شکارپور قیام کے دوران ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد رکھی تھی جس میں بڑی محنت اور کاوشوں سے نادر و نایاب کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کیا تھا لیکن افسوس اخلاف نے اسلاف کے اس گنجہائے گراں مایہ کو تلف کر دیا، اسی کتب خانے کے نسخے اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں، مثلاً پیر سید حسام الدین راشدی کے پاس اسی کتب خانہ کا ایک نادر نسخہ "قلمی جامع ترمذی" موجود ہے۔ جو حرم کعبہ میں لکھا گیا اور اس پر شاہ فقیر اللہ علوی نے چند سطریں تحریر فرما کے اپنی مہر ثبت فرمائی۔

تصانیف :۔ آپ کی علمی اور تحقیقی تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) فَتحُ العَجِیلُ فِی المَدَارِجِ التَّکمِیلُ۔ تصوف اور سلوک میں عربی زبان کے اندر ہے

(۲) بَرَاهِینُ النِّجَاتِ مِنْ مَصَائِبِ الدُّنیا وَ العَرَصَاتِ۔

(۳) فیوُضَاتِ الٰهِیَه۔

(۴) طَرِیقُ الاِرشَادُ فِی تَکمِیلِ المُومِنِینَ وَ الاَولَادَ۔

(۵) مُنتَخَبُ الاُصُولُ۔ اصول فقہ میں

(۶) وَثِیقَتهُ الاَکَابِرُ (۱۱۶۰) (عربی میں اسناد علم حدیث پر) قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے۔

(۷) قُطبُ الاِرشَادُ۔ تصوف میں، قلمی نسخہ پشاور لائبریری میں قاہرہ سے طبع

بھی ہوئی ۔

(۸) فُتُوحَاتُ الْغَیْبِیَّۃ فِی شَرْحِ عُقَائِدِ الصُّوفِیَّۃ ۔ عربی میں تصوف پر قلمی نسخہ پیر حسام الدین کے پاس ہے ۔ اس کتاب کو یا اس کے مقدمہ کو ڈاکٹر سعید اللہ جان نے سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے کے لئے ایڈٹ کیا ہے ۔

(۹) جَوَاھِرُ الْاَوْرَادُ ۔

(۱۰) قَصِیدَہ مَبْرُوْرَہ ۔ وہ قصیدہ جو شاہ صاحب نے ۱۲ جمادی الاول ۱۱۹۲ھ کو روضۂ رسول کے سامنے نظم کیا ۔

(۱۱) کِتَابُ الْاَزْھَارُ فِی ثُبُوتِ الْاٰثَار ۔ عربی میں ۔

(۱۲) فَوَائِدِ فَقِیرُ اللّٰہ ۔ پشتو زبان میں طب اور وظائف پر ۔

(۱۳) شَرحُ قَصِیدَہ بَانَتْ السُّعَادْ ۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل فارسی میں شرح ۔

(۱۴) مَلفُوظَاتُ وَ عَمَلِیَاتُ ۔

(۱۵) شَرحِ اَبیَاتِ مُشکِلِ مَثنَوِیْ ۔ ۴۰۰ صفحے کی کتاب ،

(۱۶) مَلفُوظَات ۔ ۳۳۲ صفحے کی کتاب ، قلمی نسخہ حافظ خان محمد کے پاس کوئٹہ میں ہے ۔

مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی :۔ آپ کے مکتوبات کا وہ مجموعہ جو ۳۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور علم و ادب ، تصوف و اخلاق کا ایک گنج گراں مایہ ہے ان میں آپ کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے وقت کے جلیل القدر علماء ، صوفیاء ، سیاسی مفکرین ، اور فرمانروایان وقت کے نام تحریر فرمائے تھے ، چونکہ زیادہ تر لوگ آپ سے علمی سوالات پوچھتے تھے اس لئے یہ مکتوبات تصوف ، اخلاق ، فقہ اور دوسرے مسائل اور انکے اسرار پر مشتمل ہیں ۔ ضمناً کہیں تاریخی واقعات بھی آگئے ہیں ۔ سلاطین اور امراء کو جو مکاتیب تحریر فرمائے ہیں وہ حسن خلق ، خدا ترسی ، عدل و انصاف ، صبر ، اعلائے کلمتہ الحق اور اس جیسی دیگر بادشاہوں کے مناسب نصیحتوں پر مشتمل ہیں ۔

بہرحال ان خطوط کے ذریعہ حضرت کی متبحر علمی آپ کی معرفت میں بلند پروازی اور رشد وہدایت میں اعلیٰ کارکردگی کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ان خطوط کو آپ کے ایک ممتاز اور ہونہار شاگرد محمد فاضل نے جمع کیا ہے جنہیں حضرت نے خطوط جمع کرنے پر مامور فرمایا تھا۔

آخر میں حضرت کے پیرو مرشد حضرت مسعود صاحب دائم پشاوری کے چند مکتوبات بھی اس میں درج ہیں جو انہوں نے شاہ فقیر اللہ علوی کو ارسال فرمائے تھے۔یہ مکتوب لاہور سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان مکتوبات میں بعض اکابرین کے نام جو مکاتیب ارسال کئے گئے ہیں ان کی کیفیت اس طرح سے ہے۔

مکتوب الیہم	تعداد
۱۔احمد شاہ ابدالی۔	۴
۲۔میاں سرفراز خاں کلھوڑہ۔	۳
۳۔میر نصیر خان والی قلات۔	۲
۴۔شاھزادہ سلیمان شاہ بن احمد شاہ ابدالی	۳
۵۔شاہ ولی خان وزیراعظم احمد شاہ ابدالی	۲
۶ مخدوم محمد معین ٹھٹوی۔	۵

ان مکاتیب میں چونکہ تیمور شاہ کے نام حضرت کا کوئی مکتوب نہیں ہے اسلئے اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ آپ شہزادہ سلیمان اور شاہ ولی خاں کی طرف تھے اور ان کی حمایت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی کے انتقال پر آپ نے تعزیتی مکتوب بھی شہزادہ سلیمان ہی کے نام بھیجا ہے جسے ولی خاں نے تخت پر بیٹھایا تھا، لیکن اس نے تیمور خاں کے مقابلے میں شکست کھائی تھی اور ولی خاں مارا گیا تھا۔

مکتوب گرامی:۔ مکتوبات ساہ فقیر اللہ علوی میں سے ایک مکتوب تبرکا نمونہ

کے طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے جو آپ نے سندھ کے ایک درویش "شیخ عبدالروف ہالاکندی کے نام ارسال فرمایا تھا مکتوب یہ ہے۔

"مکتوب بیست و ہنفتہ بنام زبدہ مشائخ میاں عبدالروف ہالاکندی صدوریافتہ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ خاتم فص الرسالہ وآلہ واصحابہ الکرام الیٰ یوم القیام ،

بخدمت سدہ منیف عنصر لطیف مظہر وجود حقانی مرآت نعوت سبحانی ، میاں عبدالروف جیو سلمہ ربہ ، سلام سنت سید الانام علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات من اللہ الملک العلام ۔ واصل یاد خلیفہ محمد پناہ جیو رقم کلکہ بیان ساختہ بودند کہ حضرت عالی فطرت تحیات و دعوات می رساند احقر بمطالعہ مکتوب مرغوب فائز السرور مسرور گشت ، حضرت حق جل فی جلالہ در مرتبہ ذات بحت معرا از صفات فانی ساختہ بوجود حقائی رجوع دادہ ور مرتبہ قلب داعی ساکنان سفل بجناب قدس گر داناد دریافت ملاقات مربوط بہ ارادہ ازلی است نظر بر الامور مرھونتہ باوقاتہا داشتہ بمنائق رنائق فرحت افزا گردیدہ ۔ باشد ، والسلام

شعرو سخن:۔ حضرت فقیر اللہ علوی کو شعرو سخن سے بھی لگاؤ تھا ، آپ تخلص فقیر رکھتے تھے ۔ اور تین زبان یعنی عربی ، فارسی اور پشتو میں اشعار کہتے تھے آپ کی ایک غزل ہے ۔

مصور فیضے کہ عالم را تروتازہ نمود
فی الحقیقت ہست چوں مرآت در جسم شہود
خاکی از زیبا رخ سلمیٰ است اگر بنگری
قلب دانارا ازیں رہ بیس در معنیٰ کشود

ے پرست ارے نیا شاند نمی گر دو درست

بادجام مئے بیکر عقل صوفی در ربود

سرمۂ چشم عزیزاں است خاک میکدہ

یاوری بخت فیروز است کو ایں کردہ سود

لب اگر تر سازد آں رندے خراباتی بے

جامہ و جاں را نثار جام مے خواہد نمود

مست باعقل آنچناں گر دو کہ در روز جزا

چوں رخ دلبر بنا شد دیگرش گفت و شنود

وردمی یا بدشفا از صدق دل گرمے خورد

درد مندے گرچہ درامراض بس مرھوں بود

رو بخمار آورد آں کو کہ از روز اول

از نقوش ایں و آں لوح دل اوسادہ بود

وفات :۔ آپ شکارپور میں ۳ صفر المظفر ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۷۸۱ء بروز پیر مخلوق کو چھوڑ کر اپنے خالق سے واصل ہو گئے ۔ آپ کا مزار شکارپور (سندھ) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

---

(۱) ڈاکٹر غلام مصطفے خاں نے اپنے انگریزی مقالہ میں شیخ محمد سعید کے بعد شیخ اسد اللہ (وزیر آباد) کا واسطہ بھی ذکر ہے جب کہ اعجاز الحق قدوسی نے تذکرہ صوفیائے سندھ میں بلاواسطہ شیخ محمد سعید کو شیخ آدم بنوری کا خلیفہ ظاہر کیا ہے (تذکرہ صوفیائے سندھ ۔ اعجاز الحق قدوسی ... ذیل ۔)

(۲) تاریخ سندھ ، غلام رسول مہر ، ج ۲ ص ۱۹۷ ۔ بحوالہ رسالہ سرفروش (فارسی) شمارہ نمبر ۲۱ ج ۲

(۳) تاریخ سندھ ، غلام رسول مہر ، ج ۲ ، ص ۲۰۷ تا ۱۹۷ ۔ بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ ، ص ۱۲۰ تا ۱۲۱ تا ص ۱۵۷ ۔

(۴) تاریخ سندھ ، غلام رسول مہر ۔ ج ۱ ۔ ص ۳۱ ۔

(۵) ڈاکٹر غلام مصطفے خاں " مضمون نقشبندی سنٹس آف سندھ " ، جی ۔ آر ، ایس پی ۔ ص ۳۸ ۔ ۱۹۷۶ء بحوالہ " سروش " ۔

حاجی قائم شکارپوری

سندھ کے ایک علاقہ شکارپور کی ایک علمی اور مذہبی شخصیت جن کی ساری زندگی یادِ خدا اور یادِ رسول میں گزری آپ عالم بھی تھے اور عارف بھی تھے

تعلیم و تربیت:۔ آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل شکارپور کے ہی ایک مدرسہ میں مختلف علماء سے کی اس مدرسہ کو مشہور روحانی بزرگ حضرت شاہ فقیر اللہ علویؒ نے وہاں قائم فرمایا تھا اور وہ آپ ہی کی زیرِ نگرانی اس وقت چل رہا تھا۔

بیعت و خلافت:۔ آپ نے اپنی روحانی تربیت کے لئے اسی مدرسہ کے بانی اور وقت کے معروف نقشبندی بزرگ حضرت شاہ فقیر اللہ علویؒ کا دامن تھاما، ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور انہی سے سلوک کے منازل طے کئے۔

شاعری:۔ شعر و شاعری سے بھی آپ دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ آپ نے "مرشد کے شہر شکارپور" کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ تحریر فرمایا جس میں اپنے مرشد حضرت شاہ فقیر اللہ علویؒ کی بھی مدح و ثناء کی۔

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۱۷۱ھ میں اپنے مرشد کے سامنے ہی ہو گئی کسی شاعر نے آپ کی وفات پر یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

مقبل نیک حاجی قائم
شد بجنت بخواہش تو اب
جستم از عقل سال رحلت او
رضی اللہ عنہ ۔ داد جواب

۱۱۷۱ھ

حالات ماخوذ از:۔ "تذکرہ مشاہیر سندھ" د۔ محمد وفائی ...

خواجہ نظام الدین شکارپوری

سرہندی مجددی خاندان کے سندھ میں ایک اور چشم و چراغ حضرت خواجہ نظام الدین مجددی جو اپنی وقت میں اپنے علم و عرفاں کے باعث " قطب جہاں " اور " سراج الاولیاء " کے لقب سے مشہور ہوئے۔

سلسلہ نسب:۔ آپ کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت صرف چھ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

" خواجہ نظام الدین بن خواجہ غلام محی الدین بن خواجہ محمد صادق (غلام صادق بن خواجہ غلام محمد الملقب بہ معصوم ثانی، بن خواجہ محمد اسماعیل بن خواجہ صبغتہ اللہ بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرہندی "

ولادت و تربیت:۔ آپ کے آباؤ اجداد شہر پشاور میں سکونت پذیر تھے وہیں آپ کی ولادت ہوئی، بچپن میں آپ نے اپنے دادا کی زیر عاطفت ظاہری اور باطنی تربیت پائی، تحصیل علوم ظاہری کے علاوہ انہی سے تصوف اور سلوک کی منزلیں بھی طے کیں۔

سندھ میں آمد:۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ سفر حج پر روانہ ہوئے راستہ میں حیدرآباد سندھ میں آپ نے قیام فرمایا، یہاں آپ کے والد کی مشہور کرامت کے باعث (جسکا ذکر آپ کے والد کے تذکرہ میں ہے) یہاں سندھ کے حکمراں میروں نے آپ کو ۲۵ ہزار ایکڑ زمین بطور جاگیر پیش کی اور آپ کو اصرار کر کے سندھ میں ٹھیرالیا۔ شکارپور کے علوی خاندان کے بزگوں نے، آپ کی رہائش کے لئے حویلیاں خالی کردیں، آپ نے وہیں قیام فرمایا اور مخلوق خدا کی رہبری میں مصروف ہوگئے۔

استغنیٰ و بے نیازی :- اتنی بڑی جاگیر اور مریدوں کے بے شمار نذرانے کے باوجود آپ نے اپنی زندگی بڑی سادگی، درویشی اور فقیری میں بسر فرمائی۔ دنیا کی طرف آپ کی کوئی توجہ نہیں تھی۔ حتیٰ کے تمام جاگیریں آپ نے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ فدا محی الدین کے حوالہ کی ہوئیں تھیں وہ ہی ان کی تمام آمدنی وصول کیا کرتے تھے اور آپ ان سے اس سلسلہ میں کسی قسم کا کوئی حساب کتاب طلب نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپ کے چھوٹے بھائی کو اپنی خانقاہ میں فقراء کے لئے مزید کچھ رقم یا غلہ وغیرہ کی ضرورت پیش آجاتی تھی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے لے جایا کرتے تھے۔

دست غیب :- آپ کی خانقاہ میں سینکڑوں مریدین سالکین اور بے شمار مہمان آتے جاتے رہتے تھے جنکے بے پناہ اخراجات تھے، اور وہ تمام اخراجات شکارپور کے ایک مشہور سیٹھ "نیوند مل" کے ذمہ تھے۔ سیٹھ نیوند مل کہتا ہے کہ تمام سال میں قرض وغیرہ لیکر اخراجات پورے کرتا رہتا تھا اور جب سال کا آخر ہوتا تھا تو حساب کتاب دینے دلانے والی رات کو حضرت خواجہ ایک کمرہ میں پرانے کاغذوں کو جمع کر کر کے روپوں کی شکل میں قینچی سے کاٹ کاٹ کر ڈھیر کرلیا کرتے تھے اور ساری رات اسے یوں ہی چھوڑ دیا کرتے تھے، پھر صبح کو جب چار آدمی ان کو آپ کی خدمت میں لیکر آتے تھے تو وہ روپے بن جایا کرتے تھے اور سیٹھ نیوند مل نے تمام سال جن جن لوگوں سے قرض لیا تھا ان کو کہتا تھا کہ جس جس کا جتنا جتنا قرض ہے وہ اس میں سے اتنا لیتا جائے لیکن دیکھو کوئی زیادہ نہ لے پھر باقی جو بچ جاتا تھا وہ سیٹھ نیوند مل کے حوالہ کردیا جاتا تھا۔

ماہر عملیات :- شہر سے باہر ایک پانی کا بڑا تالاب تھا آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ روزانہ رات کو وہاں تشریف لاکر وضو فرماتے اور نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ایک رات جب آپ وہاں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ اس سرد

ترین رات میں اس تالاب کے ٹھنڈے پانی میں ایک شخص بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے ہو ؟

اس نے کہا کہ سائیں ! کسی بزرگ نے مجھے سورۃ یس کا عمل بتایا ہے وہ کر رہا ہوں آپ نے پوچھا کہ تم نے اپنی مٹھی کیوں بند کی ہوئی ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ اس پر پڑھ کے دم کرتا جاتا ہوں ، آپ نے فرمایا اچھا اب ہمارے کہنے سے سورۃ یس کی دو تین آیتیں پڑھ کر اپنی بند مٹھی پر دم کرو اور پھر مٹھی کھول کر دیکھو ۔ اس نے جب آپ کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ساری مٹھی خالص سونے سے بھری ہوئی تھی ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ عملیات وغیرہ کچھ نہیں " اصل چیز اللہ کی بندگی اور اسکی رضا ہے " اور ہمارے دادا سے ہمیں یہی سبق ملا ہے وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ۔

" آنچہ برما فقیراں لازم است دو ام ذل است وافتقار و انکسار و تضرع و التجا و ادائے وظائف عبودیت و محافظت حدود شرعیہ و متابعت سنتہ سنیہ "

آپ نے انہی اصولوں پر اپنی ساری زندگی گزاری اور تاحیات اسی دستورالعمل پر چلتے رہے ۔ ان چند الفاظ میں آپ کی ساری زندگی محیط ہے ۔

شاعری :۔ آپ کو اپنے خاندانی ورثہ شاعری سے بھی بھرپور حصہ ملا تھا ، چنانچہ آپ فارسی زبان میں بہت عمدہ غزلیں اور مناجاتیں لکھا کرتے تھے ، آپ کی کہی ہوئی ایک مناجات کے چند اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں ۔

گنا ھائیکہ من دارم نمی گنجد بہ تحریرے
اگر عمر ابد باشد نمی آید بہ تقریرے

درختاں جملگی کاغذ سیاہی گر شود دریا
نیستاں کلک گر گردد وکجا آید بہ تسطیرے

زاحوال دروں خود لبے شرمند گی وارم
شیاطین دمش مقید گشت نفس من بہ زنجیرے
کریم است و رحیم است و غفور وجرم بخش کل
بجز فضلش شکستہ دل نیا بد ہیچ تعمیرے
شفیعم ہست چوں احمد ندارم غم زعصیا نہا
بود الطاف او یاور بہ ایں مسکیں دلگیرے
نظامی غم مخوری باش بر لاتقنطوا خرم
برت ایں مژدہ کافی ہست از قرآن تفسیرے

تصنیفات :۔ آپ کی تصنیفات میں ایک تصنیف " اسرار و رموز نقشبندیہ " ہے جس میں آپ نے نقشبندیہ طریقہ کی خوبیاں ، مشائخ نقشبندیہ کے حالات اور تصوف و سلوک کے بہت سے اسرار و رموز بیان فرمائے ہیں ۔

اس کے علاوہ آپ کی دوسری تصنیف " مخمس کریما " ہے ۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جواب ناپید ہیں ۔

صاحب تکملہ مقالات شعراء کی نظر میں :۔ تکملہ مقالات الشعراء کے مصنف مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی آپ کی شان اور مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ۔

" جناب فیض مآب ، برگزیدہء خاندان احمدی ، زبدہ دودماں مجددی ، نتیجہ عالی قبایان سرھند ، باعث افتخار اہل سندھ حضرت پیر نظام الدین صاحب سرھندی است "۔

مناجات :۔ آپ کی ایک مسدس مناجات جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ نے کہی ہے وہ مولانا محمد ابراہیم گڑھی لیسیں والے کے ذریعے پیر حسام الدین راشدی کو پہنچی تھی جو انہوں نے حاشہ تکملہ مقالات

الشعراء میں نقل کی ہے اس کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

اے کہ تو شمع درگہ احمدی نائب خاص حضرت محمدی
عالمی راتو سید و سندی سربسر غرق گشتہ ام بیدی
یا حبیب الہ خذ بیدی
مالعجزی سواک مستندی

چوں توئی نزد حق لبے ارفع ہادی خلق اشفع و انفع
ذات عالیست اختر والمع برکشا بھر حق زرخ برقع
کن رحیمالزلتی واشفع
یا شفیع الوریٰ الیٰ الصمدی

اے وجودت بود چو مہر جلی خادمت ہست ہر نبی و ولی
در ہمہ انبیاء تو بے بدلی تو حبیب جناب لم یزلی
اعتصامی سویٰ جنابک لی
لیس یا سیدی من الاحدی

توئی سالار سرور کونین شافع جرم و سید الثقلین
ہریکی یافتہ بذات توزیں ھست ایم مدام در شفتین
غیر عرواک لیس فی الدارین
لعلیل ذلیل معتمدی

برورت اے شہ خستہ سیر اوفتادہ نظام دیں نبگر
نیست جز تو وسیلہ اش دیگر نعرھا میکند بشام و سحر
استغیثوا لعاجز مضطر
شمروا ذیلکم الی مددی

وفات:۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے تمام دوستوں کو

اطلاع کرادی اور علوی خاندان کے میروں کو کھلوایا کہ ہمارے اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا لہذا ہمارے مقبرہ کے لئے کسی مناسب جگہ کا بندوبست کرو چنانچہ انہوں نے شکار پور میں لکی دروازے کے قریب اپنی ملکیت میں سے ایک قطعہ زمین آپ کے لئے مختص کردیا۔ الغرض آپ سے آخری ملاقات کے لئے آپ کے ہزاروں مریدین معتقدین دوست احباب ٹوٹ پڑے۔ آپ کا خاص مرید سیٹھ نیوند مل بھی آپ سے اجازت لینے کیلئے آپ کے حجرے میں داخل ہوا آدھ گھنٹے تک تنہائی میں اس نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کے فیوضت و برکات سے اپنے سینے کو منور کیا۔ اسلام سے تو وہ پہلے ہی مشرف ہو چکا تھا اب آخری ملاقات کر کے جب باہر نکلا تو اس کا چہرہ عرفان کے نور سے چمک رہا تھا۔

بہرحال یہ آخری ملاقات آپ نے جمعہ کے دن فرمائی اور دوسرے دن ہفتہ کی صبح بتاریخ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۷۳ھ کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور لکی دروازے کے قریب آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

قطعات تاریخ:۔ مخدوم محمد صالح ایک کہنہ مشق شاعر تھے جو آپ ھی سے شرف بیعت رکھتے تھے انہوں نے آپ کی وفات پر بہت سے قطعات وفات لکھے جو پورے ایک دیوان پر محیط ہیں۔ اور وہ دیوان (۱۱۵) فارسی ابیات پر مشتمل ہے اس میں سے چند "قطعات وفات" یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

آندوست دلنواز کہ شدنا گہاں جدا
گوئی کہ رفت از تن کا ھیدہ جاں جدا
بلبل بشاخ گل کہ ہم آغوش بود دوش
امروز شد بغم زگل و بوستان جدا
در ماتم و فراق جانب شہ "نظام"

رفتم زہوش و از خردم بیگماں جدا
آندم چہ بود واقعہء سخت جانگداز
کاں قطب وقت گشت زمستر شداں جدا
افسوس سایہ کرم لطف حق یقین
گردید ناگہاں زسر مخلصاں جدا
صالح چو جست سال ازیں حادثہ دلش
گفتاکہ " ہی بگشتہ زتن وائی جاں جدا "
صد ہزاراں الغیاث ، از درد ہجراں الغیاث
الغیاث اے درد دل رانیست درماں الغیاث
گشت از باد خزاں باغ طرب چوں برگریز
بلبلاں گشتہ زہر سو زادو نالاں الغیاث
سرد ارشاد از گلستان طریقت رفت چوں
قمریاں معرفت شد غم نوایاں الغیاث
ہی دریغا شد نظام الدین جناب نقشبند
حضرت قیوم اعظم قطب دوراں الغیاث

سال تاریخش چو جستہ " صالح " از دردوالم "
صاحب دل بد " ولم گفتابہ " افغاں الغیاث "

ایک قطعہ میں آپ کی تاریخ ولادت اور وفات دونوں لکھی ہیں

چراغ از سال تولیدش شمروم
بلے روشن ، چراغ باصفا بود
ولی پاک داں سال حیاتش
نعم آں غوث تاج اولیا بود

خرداز سال ترحیلش بگوشم

بگفتا "مرشد و مشکل کشا بود"

اولاد :- دین محمد وفائی لکھتے ہیں کہ آپ کے نو فرزند تھے ، جس میں سے سب سے بڑے فرزند خواجہ امام الدین آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین ہوئے ۔ جبکہ پیر حسام الدین راشدی حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء میں لکھتے ہیں کہ آپ کے صرف دو فرزند تھے ایک پیر رفیع الدین اور دوسرے پیر امام الدین ، لیکن دین محمد وفائی کا قول درست ہے کیونکہ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی نے اپنی کتاب انساب الانجاب میں بڑی تحقیق کیساتھ آپ کے ان نو صاحبزادگان کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں جو یہ ہیں ۔ ۱- پیر امام الدین ، ۲- پیر غیاث الدین ، ۳- پیر نصیر الدین ، ۴- پیر علی اکبر ، ۵- پیر فضل معصوم ، ۶- پیر فضل قیوم ، ۷- پیر معین الدین ، ۸- پیر رفیع الدین ، ۹- پیر مظہر الدین ۔ (انساب الانجاب ، خواجہ محمد حسن جان ص ۵۵-۵۶)

حالات ماخوذ از :-

(۱) تذکرہ مشاہیر سندھ (اول) دین محمد وفائی ۔ سندھی ادبی بورڈ ص ۲۵۶

(۲) تکملہ مقالات الشعراء ، محمد ابراہیم خلیل سندھی ادبی بورڈ ص ۵۹۹ تا ۶۱۸

(۳) مونس المخلصین ، عبداللہ جان ، عرف شاہ آغا مطبوعہ ، عباسی پریس کراچی ص ۵۳۰ ۔

(۴) انساب الانجاب ، محمد حسن جان ۔

خواجہ امام الدین مجددی

آپ حضرت خواجہ نظام الدین مجددی کے صاحبزادے اور سجادہ نشین ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب و طریقت چھ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح سے ہے۔

" خواجہ امام الدین بن شاہ نظام الدین بن غلام محی الدین بن شاہ غلام صادق بن غلام محمد معصوم بن محمد صبغتہ اللہ بن محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرھندی "

آپ کی سندھ میں آمد اور مستقل سکونت ، اور وقت کے حکمرانوں کی طرف سے آپ کے آباء و اجداد کو جاگیریں وغیرہ دینے کی تفصیلات آپ کے آباء و اجداد کے حالات میں گزر چکی ہے۔

رشد و ھدایت :۔ آپ اپنے والد خواجہ نظام الدینؒ کی وفات کے بعد ان کی مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہوئے اور شکارپور میں " ہزاری " دروازہ کے باہر آپ نے اپنی حویلی اور خانقاہ بنائی جہاں آپ آخیر دم تک مخلوق خدا کی رہبری میں مصروف رہے۔

وقت کے بڑے بڑے حاکم اور امراء آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت رکھتے تھے۔ انگریز حکومت کی طرف سے اس وقت شکارپور کے کلکٹر مسٹر انسٹرویل تھے جنہوں نے اپنے والد کی جاگیروں میں پانچ ہزار جریب زمین علیحدہ کرکے آپ کے نام کی اسکے علاوہ اور بہت سے آپ کے معتقدین اور مریدین نے بھی آپ کو بہت سی زمینیں نذر کیں۔

شاعری:۔ شعر کہنے کا ذوق آپ کو خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ آپ کے ایک معتقد تاج محمد خاں افغان گورنمنٹ برطانیہ میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے ان پر ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ) میں غدر کی سازش کا الزام لگ گیا لیکن بعد میں تحقیقات کے بعد ان کو اس الزام سے بری کر دیا گیا، اس کے متعلق حضرت خواجہ امام الدین نے اپنی نظم میں اس طرح اظہار خیال فرمایا۔

حدیثہ ہزار بار. عجب ، کہ سر انجام گفت کار. عجب
بار دیگر بلطف حق بشگفت چمن بخت را ، بہار. عجب
بلبل خوشنوا بخو اند ، از دل غزل شکر صد ہزار. عجب
شاھد بخت چہرہ روشن کرو گشت پر نقش پر نگاہ. عجب
بہر تاریخ ترقیش بنوشت قلم بنفس شکبار . عجب
ھاتف از سال ترقی اقبال مژدہ گفت " بختیار . عجب

اسی طرح بہت سے دوستوں اور مخلصوں کی ولادت اور وفات پر بھی آپ کے بہت سے قطعات تاریخ آپ کے کمال فن پر دلالت کرتے ہیں۔

حرمین شریفین کی حاضری:۔ ۱۲۹۲ھ میں آپ سفر حج کے ارادے سے نکلے اس سفر میں آپ کے دونوں صاحبزادے، پیر شمس الدین اور پیر نور الدین آپ کے ہمراہ تھے، حرمین شریفین پہنچ کر آپ نے تقریباً کچھ مہینے وہاں قیام فرمایا، اس زمانہ میں مکہ شریف کے اندر خواجہ محمد عمر جان مجددی اور مدینہ شریف میں خواجہ مظہر جان مجددی سکونت پذیر تھے جنکا حرمین شریفین میں بڑا اثر تھا، اور ترکی حکومت کے اعلیٰ عہدیداران بھی آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ان دونوں بزرگوں نے حضرت خواجہ امام الدین کا وہاں پہنچنے پر شاندار استقبال کیا اور آپ کو بڑی عزت دی اور خواجہ امام الدین نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو جو آپ کے ہمراہ آئے تھے حضرت خواجہ مظہر جان

سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرادیا، خواجہ محمد مظہر جان کا یہ دستور تھا کہ آپ رات کو غسل فرما کے مسجد نبوی میں آتے تھے اور روضہ شریف کے اندر بیٹھ کر روزانہ پانچ پارے پڑھا کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد اشراق تک وہیں بیٹھتے تھے اور اشراق کے بعد گھر واپس تشریف لے جایا کرتے تھے، اس دوران حکومت وقت کی طرف سے روشنی وغیرہ کی آپ کو پوری سہولت اور دیگر مراعات دی جاتی تھیں۔

محبت رسول:۔ آپ کے دل میں اپنی نبی کی کسقدر محبت اور کتنا ادب و احترام تھا، اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ جب آپ مدینہ شریف جارہے تھے تو راستہ میں "بدویوں" نے آپ کو بڑا پریشان کیا جب یہ خبر خواجہ محمد مظہر جان کو ملی تو انہوں نے مدینہ کے گورنر کو حکم دیا کہ جو جو بدوی قافلہ کے ساتھ تھے ان کو قید کردیا جائے چنانچہ آپ کے حکم پر وہ قید کر دیئے گئے۔ آپ کو ایک پنجابی مولوی صاحب نے آکر کہا کہ "آپ حضور کے روضہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں اور "جوار رسول" میں رہنے والوں کو آپ نے قید کرادیا ہے"۔ یہ الفاظ سنتے ہی آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور آپ چارپائی سے نیچے آکر بیٹھ گئے اور فوراً خادموں کو حکم دیا کہ خواجہ محمد مظہر جان کو جا کر کہو کہ انہیں فوراً رہا کردیں چنانچہ جب وہ بدوی رہا ہو گئے جب آپ کو قرار آیا اور اس کے بعد آپ چارپائی پر بیٹھے۔

وفات:۔ بڑی حسرت و یاس سے آپ نے حرمین شریفین کو الوداع کہا اور اپنے وطن کے لئے روانہ ہو گئے، کراچی پہنچے اور کراچی سے کشتی کے ذریعہ "لکی" پہنچے، لکی" پہنچ کر حرمین کی یاد اور محبوب کے فراق کا صدمہ سہہ نہ سکے اور تمام احباب کو کہا کہ اچھا اب الوداع ہم رخصت ہوتے ہیں اور کلمہ طیبہ پڑھ کے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ یہ ۱۲۹۲ھ کا واقعہ ہے۔

مزار مبارک :۔ آپ کے ہم سفروں نے آپ کو "لکی" کے پہاڑوں میں سپرد خاک کردیا اور شکارپور پہنچ کر آپ کے وصال کی خبر دے دی ۔ وہاں اک کہرام مچ گیا اور آپ کے معتقدین اور مریدین مصر ہوگئے کہ آپ کو شکارپور لا کر دفن کیا جائے چنانچہ چھ مہینہ کے بعد آپ کے بڑے فرزند نے "لکی" سے آپ کے جسد مبارک کو نکالا اور شکارپور میں لا کر خواجہ نظام الدین کے مقبرہ میں لکی دروازہ کے قریب دفن کر دیا۔

جسد :۔ کہتے ہیں کہ چھ ماہ بعد جب آپ کا جسم مبارک قبر سے نکالا گیا تو وہ اسطرح صحیح سالم تھا جیسے آج ہی دفن کیا ہو ، ہزار ہا لوگوں نے اس کی زیارت کی اور آپ کی اس کرامت کو بچشم دید دیکھا ۔ آپ کے جسد مبارک کو ایک میل لمبے جلوس کی شکل میں شکارپور لایا گیا۔

تاریخ وفات :۔ آپ کی وفات پر بہت سے وقت کے شعراء نے آپ کی تاریخ وفات لکھیں جن میں سے حاجی قائم الدین شکارپوری نے بہت سے قطعات لکھے جنمیں سے ایک یہ ہے۔

عشہ امام الدین عارف نامور   چائيو جو جام دلبر دوست در
نسل کان حضرت مجدد جي جواڻ   صدر سرهندي سچو سالڪ سڄاڻ

گل نظام الدين شہ جي باغ جو   و پوهٽي سڪو دلين تي داغ جو
هولڙا ۽ حشر ۾ ماتم تيا   جن انسان ۽ ملڪ منجهہ غم تيا
قائم الدين آهي ڪماٽو يار ليئي   بلبليون بي خوش رهيون گلزار لئي

آہ صد حسرت زفوت حضرت صاحب کمال
ضعف دل افزود از ایں واقعہ اندوہ حال

حاجی الحرمین پیر خلق آل احمدی
منبع حلم و حیا آں صاحب جودو نوال
شہ امام الدین کامل وائی صدافسوس وائے
رفت ز ایں جا درجناں آں صاحب شیریں مقال
سال وصل آں حضرت عارف ولے نیک خو
باہزاراں درد از ہاتف رفیع کردہ سوال
گفت ہاتف ، سال نقلش باہزاراں درد گو
شاہ زیبا آں امام الدین کو "زیبا خصال"

۱۲۹۴ھ

اولاد:۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے ۔ آپ اپنے بعد دو صاحبزادے چھوڑے ایک کا نام پیر رفیق الدین تھا اور دوسرے کا نام پیرامام الدین تھا پھر پیر امام الدین کے تین صاحبزادے ہوئے ۔

(۱) بہاؤالدین ۔ (۲) شمس الدین ۔ (۳) نور الدین ۔

جس میں میاں بہاؤالدین لاولد فوت ہوئے جبکہ دوسرے صاحبزادے حاجی شمس الدین کے پانچ صاحبزادے ہوئے ۔ علی اصغر / زین العابدین / فضل احمد / عبداللہ / عبدالواحد ۔ اور آپ کے تیسرے فرزند میاں نور الدین کے تین صاحبزادے ہوئے علی گوہر / فضل اللہ اور لطف اللہ ۔

حالات ماخوذ از:۔

(۱) تکملہ مقالات الشعراء ، محمد ابراہیم خلیل ، سندھی ادبی بورڈ ص ۶۰۱ ۔

(۲) تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ، سندھی ادبی بورڈ ص ۱۶۸ تا ۱۷۳ ۔

(۳) انساب الانجاب خواجہ محمد حسن جان ص ۵۶

امیر حیدر مجددی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ایک باکمال روحانی بزرگ امیر حیدر مجددی ہیں جنہوں نے شکارپور میں قیام فرما ہو کر مخلوق خدا کو رشد وہدایت سے سرفراز فرمایا۔ آپ بڑے زبردست عالم بھی تھے اور نہایت عابد و زاہد بھی تھے۔ آپ کی طبیعت بڑی جلالی تھی۔ خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ صاحب علم و عمل تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ فضل مجدد تھا۔ آپ کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے جن میں سے ایک کا نام فضل الرحمن اور دوسرے کا نام آغا غلام جان تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تک اسطرح سے ہے۔

"حضرت امیر حیدر مجددی بن حضرت شیخ فضل مجدد بن شیخ نور مہدی مجددی بن شیخ محمد رضا مجددی بن شیخ محمد مھدی مجددی بن شیخ محمد صدیق بن شیخ خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرھندی"۔

وفات: ۔ آپ نے اسی شہر شکارپور میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔

اولاد: ۔ آپ نے اپنے بعد چار صاحبزادے چھوڑے ۱۔ پیر محمد عمر ۲۔ پیر محمد عثمان ۳۔ پیر غلام صدیق ۴۔ غلام سرور۔

ان میں سے بڑے صاحبزادے پیر محمد عمر جو شکارپور میں ہی سکونت رکھتے تھے ان کے تین صاحبزادے ہیں ۔۱۔ میاں غلام مصطفیٰ ۲۔ میاں غلام مھدی ۳۔ میاں غلام مرتضیٰ۔

اس میں میاں غلام مھدی کے ایک صاحبزادے ہیں میاں عطاء محی الدین
اسی طرح آپ کے دوسرے صاحبزادے میاں پیر محمد عثمان کے ایک صاحبزادے
ہیں میاں فضل الرحمن ۔

حالات ماخوذ از :۔
انساب الانجاب ، محمد حسن جان مجددی ۔ ص ۲۴

محمد کاظم شکارپوری

آپ قیوم جہاں حضرت خواجہ صفی اللہ کے مقتدر اور قدیم مریدین میں سے ہیں ، آپ شکارپور کے رہنے والے تھے اور خواجہ صفی اللہ کے شکارپور کے زمانہ قیام میں آپ نے ان سے اکتساب فیض کیا اور سلوک کی منزلیں طے کر کے بہت جلد مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے ۔

صاحب عمدۃ المقامات کی نظر میں :۔ عمدۃ المقامات کے مصنف اور حضرت خواجہ محمد صفی اللہ کے خلیفہ خواجہ محمد فضل اللہ آپ کے مقام اور مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ۔

" خلیفہ محمد کاظم شکارپوری نیز از قدمائے اصحاب ایشاں بودہ بدلالت مخدوم صاحب بخدمت ایشاں رسیدہ بود و مظہر فیوضات شدہ "

بیعت :۔ آپ کے بیعت ہونے کا واقعہ اس طرح سے ہے ، کہ اس زمانہ میں سندھ کے نام ور محقق اور فقیہ حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی شکارپور میں پڑھایا کرتے تھے آپ بھی ان سے قرائت کی ایک مشہور کتاب " جزری " پڑھ رہے تھے ، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز جب مخدوم صاحب سبق پڑھانے کے لئے آئے تو میں نے دیکھا کہ ان پر عجیب سی کیفیت طاری ہے ، اور سبق پڑھانا ان سے مشکل ہو رہا ہے ۔ آخر میں نے ان سے دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ؟ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ آج ایک شکاری سے آنکھیں دو چار ہو گئیں اور اس کے دام میں گرفتار ہو گیا ہوں " یہ

حالت اسی وجہ سے بدلی ہوئی ہے آؤ آج تمہیں بھی اس ہی نظر کا شکار کرادوں "۔

حضرت محمد کاظم فرماتے ہیں کہ مخدوم صاحب یہ فرما کے مجھے اپنے ہمراہ خواجہ صفی اللہ کی خدمت میں لے گئے، جہاں میں بھی خواجہ صفی اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گیا اور آپ کے فیض سے میرا دل بھی منور و روشن ہو گیا۔

آپ حضرت صفی اللہ سے حاصل ہونے والے فیض کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

" دبخدمت ایشاں آمدورفت داشتم و روشنی در خود میدیدم "

زیارت حرمین شریفین:۔ حضرت خواجہ صفی اللہ کے شکارپور سے تشریف لیجانے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ شکارپور میں گزارا اس کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے جہاں آپ حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور وہاں تمام اماکن متبرکہ کی زیارتوں سے مشرف ہونے کے بعد اپنے وطن واپس مراجعت فرما ہوئے۔

خلافت:۔ خواجہ محمد صفی اللہ کے خلیفہ خواجہ محمد فضل اللہ جب دوسری مرتبہ حرمین شریفین کے سفر سے واپس تشریف لائے، تو آپ نے ان کی خدمت میں رہ کر معرفت کے اعلیٰ مدارج طے کئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے حضرت خواجہ محمد فضل اللہ آپ کو خلافت دینے کا جس انداز میں ذکر فرماتے ہیں اس سے آپ کے مقام قرب خداوندی کا پتہ چلتا ہے۔

" باذن ارواح طیبہ فقیر باواجازت داو و مخلصان آن نواحی راحوالہ وے نمود "

لیکن افسوس ابھی رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کئے ہوئے آپ کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ حضرت خواجہ محمد فضل اللہ کی حیات طیبہ میں ہی وفات پا گئے۔

حالات ماخوذ از:۔

عمدۃ المقامات، خواجہ محمد فضل اللہ، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹۴ تا ۴۹۵۔

محمد قاسم گڑھی یاسینی

نام و لقب:۔ آپ کا اسم گرامی محمد قاسم تھا، والد کا نام مولانا محمد ہاشم تھا، آپ کا لقب "صاحب التکبیر" تھا۔ اس لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ کی نماز جنازہ حضرت عبدالستار جان سرھندی (خلف اوسط خواجہ حسن جان سرھندی) نے پڑھائی اور نماز میں جب تکبیریں پڑھیں تو آپ کے جسد مبارک سے بھی تکبیروں کی آواز آرہی تھی۔ اس وقت سے آپ "صاحب التکبیر" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ کی اس عظیم کرامت سے آپ کے روحانی اور باطنی مقام کا بھی بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے

ولادت:۔ ۲۹ ربیع الاخر ۱۳۰۵ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت اس شعر سے نکلتی ہے۔

پرسش از میلاد او کردم ، سروش
" صدر اعظم " گفت تاریخش بگو

تعلیم و تربیت:۔ چار سال کی عمر کو جب پہنچے تو اپنے والد گرامی حضرت مولینا محمد ہاشم صاحب کے پاس ہی قرآن کریم اور فارسی کی ابتدائی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کر دیا۔ اور آخر تک عربی اور فارسی اور علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد کے پاس ہی کی، والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ کتابیں جو پڑھنے سے رہ گئی تھیں وہ آپ نے وقت کے مشہور عالم حضرت علامہ عبدالغفور ہمایونی سے پڑھیں، یعنی میبندی توضیح تلویح، اور مطول شرح تلخیص المفتاح کا حضرت مولانا ہمایونی سے درس لیا اور آپ ہی کے ہاتھوں سترہ سال (۱۷) کی عمر میں دستار فضیلت حاصل کر کے اپنے والد کی مسند تدریس مسند امامت اور مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہو گئے۔

علم باطن :۔ علم ظاہر کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ نے علم باطن کی بھی تکمیل کی اور اس راہ میں اپنا مرشد حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب مجددی ٹھکرائی کو بنایا ان کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے سلوک کے اعلیٰ مقامات طے کئے ۔ اور زھد و اتقاء عبادات و ریاضات میں ایک ارفع مقام پر فائز ہوئے ۔

علمی خدمات :۔ فقہ کی جزئیات پر آپ کو بہت عبور تھا ، بڑی تحقیق کے بعد فتوے کا جواب تحریر فرماتے تھے آپ کے ان فتوؤں کا مجموعہ " فتاویٰ قاسمیہ " کے نام سے پہلے لاہور میں پھر قندھار سے چھپ چکا ہے اس مجموعہ کو دیکھ کر آپ کی عظیم فقاہت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی برابر آپ نے جاری رکھا اور سینکڑوں لوگوں کو مستفیض فرمایا ۔

فقہ کے علاوہ علم ادب (عربیت) میں بھی آپ مہارت تامہ رکھتے تھے ، اور اس فن میں آپ کو خصوصی مقام حاصل تھا ۔ علامہ دین محمد ، وفائی صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ ، جو آپ کے شاگرد بھی ہیں لکھتے ہیں کہ اس فن کے آپ اتنے بڑے عالم تھے کہ اس وقت سندھ میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہیں تھا ۔

عقائد :۔ آپ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے عقائد پر سختی کیساتھ کاربند اور عامل تھے فتاویٰ قاسمیہ کا مطالعہ کرنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے ، چناچہ نمونہ کے طور پر آپ کے انہی فتاویٰ کے مجموعہ سے ایک فتویٰ اور اس کا جو آپ نے جواب تحریر فرمایا ہے وہ بعینہٖ آپ کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے جس سے آپ کی علمیت اور آپ کے عقائد کی ایک جھلک نظر آجائیگی ۔

سوال :۔ استمداد اولیاء اللہ کہ وفات کردہ اند شرعاً جائز و روا است یا نہ ؟

جواب :۔ اگر خدا ممد حقیقی دانستہ استمداد از اولیاء اللہ مجازاً می نماید

فلاشک فی جوازہ قال الامام غزالی فی احیاء العلوم من یستمد بہ فی حیاتہ یستمد بہ بعد وفاتہ والتحقیق بالتفصیل والتشریح فی رسالہ الدر المنثور فی رد منکری استمداد من اہل القبور للعلامہ الھمایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ فمن اراد الاستیفاء بالبحث فلینظر فیھا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم ،

حررہ الفقیر محمد قاسم الیاسینی

بر سر کوثر محمد قاسم است" (۱)

شاعری :۔ شعر و اشعار کی طرف آپ کی طبیعت بچپن سے ہی راغب تھی ، چناچہ ابتدائی دور میں جب آپ فارسی کی اپنے والد سے تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت ہی ہزاروں اشعار آپ کو ازبر یاد تھے اور آپ اپنے ساتھوں سے بیت بازی کیا کرتے تھے اور اس میں سب پر سبقت لیجاتے تھے چناچہ زمانہ طالب علمی کی آپ کی ایک غزل جو فارسی میں آپ نے لکھی تھے اس کے چند اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں ۔

روئے دلدار من است ایں ، یامنور اخترے
یاید بیضا است ایں ، یا ماہتاب انورے
حلقہ لعل است ، یاقنداست ، یاآب حیات
یا لب یاراست ، یا حوضے ز آب کوثرے
چھچھائے طوطی است ایں ، یا نوائے عندلیب
یا کلام قاسم است ، اندر ثنائے سرورے

جب بچپن کے کلام کا یہ عالم ہے تو جوانی کا کلام کا کیا عالم ہو گا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فارسی کے پختہ گو شاعر آپ کے کلام کو بہت سراہتے تھے اور بحد پسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے ۔

عادات:۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ بہت مہمان نواز، بیحد ملنسار حد درجہ متقی و پرہیز گار تھے، کبھی کسی نے آپ کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا، کبھی آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ یا زبان سے تکلیف نہیں دی۔ تقوے کا یہ عالم تھا کہ کسی غیر شرعی فعل کی طرف آپ نے نظر اٹھا کر کبھی نہیں دیکھا جو بھی کوئی آپ کے پاس آتا تھا آپ اس سے بیحد نرمی، شفقت، محبت، اور پیار کے ساتھ ملتے تھے۔ انتہائی شیریں اور فصیح زبان تھے۔ کچھ آپ کو "ثقل سماعت" کی بھی شکایت تھی۔

وفات:۔ ۴۴ سال کی عمر کو پہنچ کر آپ بخار کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے اور اسی تکلیف میں آپ اپنے گاؤں گڑھی یاسین میں ۱۷ ذیقعد ۱۳۴۹ھ کو راہی ملک عدم ہو گئے اسی گاؤں میں اپنے والد کے مزار کے قریب ہی آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات پر بہت سے لوگوں نے تواریخ وفات لکھیں، جس میں سے ایک صاحبزادہ محمد اسماعیل جان سرہندی مجددی متخلص "روشن" کی کہی ہوئی قطعہ تاریخ بھی ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

محمد قاسم آں علامہ دہر
نکو روئے نکو خوئے نکو نام

شرافت در وجودش بود مضمر
شہامت بانہادش داشت او غام

بہ تقویٰ واتقا وزھد و پرہیز
ربودہ گوئے از فقہائے فہام

ہزاروں طالباں نزدش رسانید
نصاب علم حقانی بانجام

بہ نور درس دائم باز فی داشت
شبستان ہمہ عالم از اظلام
بہ زور بازوئے تقریر می کرد
زمشکل تر مسائل رفع ابہام
دریغارفت از دنیائے فانی
بہ حکم خالق ارواح و اجسام
زماں زیں حادثہ مملو زحسرت
زمین زین واقعہ پر رنج و آلام
چناں تیر غمش دلہا خراشید
کہ نتواں رفت نقش آں بر اعوام
بہ علیین رسد اعلیٰ مقامش
ز لطف حضرت داوار منعام
زو صلش گفت روشن با سرآہ
بگو گل گشت ، شمع اہل اسلام (۲)

۱۳۴۹ھ

اس کے علاوہ مولانا صاحبداد ناصح کوٹی ، قاضی محمد ابراہیم کارڑائی ، حکیم مطیع الرحمن مولوی محمد عظیم ، سید عبدالفتاح ، مولوی نذیر حسین جلالی ماسٹر جان محمد مولانا قمرالدین نے بھی آپ کی تواریخ وفات لکھی ہیں ۔

شاگرد:۔ یوں تو آپ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا لیکن ان میں سے یہ چند حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

۱۔ مولانا محمد ابراہیم یاسینی ۔ (آپ کے بھائی)

۲۔ مولانا صاحبداد سلطان کوٹی ، (جنہوں نے آپ کے فتوے، جمع کئے)

۳۔ مولانا احمد صاحب قاضی مکران ۔

۴۔ مولانا ولی محمد قاضی منتھری ، بلوچستان ۔

۵۔ مولانا عبدالحلیم ۔

۶۔ مولانا غلام صدیق مخی ۔

۷۔ مولانا محمد حسین مرحوم (مدیر " الحنیف " جیکب آباد)

۸۔ مولانا محمد حسن صاحب مکرانی ۔

۹۔ مولانا صاحب ڈنو قرنی ۔

۱۰۔ مولانا عبدالرحمن بلوچستانی ثم جیک آبادی ۔

۱۱۔ مولانا حافظ محمد ھاشم اسحاق دیرائی ۔

۱۲۔ مولانا فضل محمد واعظ یاسینی ۔

۱۳۔ مولانا محمد عابد رستوی ۔

۱۴۔ مولانا نصیرالدین شہداد کوٹی ۔

فتاویٰ قاسمیہ :۔ آپ کے ہونہار شاگرد مولانا صاحبداد صاحب سلطان کوٹی (ضلع سکھر) نے آپ کے تمام فتووں اور علمی تحقیقات کو بروز جمعہ ۱۸ ربیع الاخر ۱۲۵۰ھ میں ترتیب دیکر " فتاویٰ قاسمیہ " کے نام سے ایک ضخیم کتاب تیار کی جو ایک ہزار صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے ۔ اور سندھ کی علمی اور تاریخی ورثہ کا ایک نادر و نایاب حصہ ہے ۔

---

(۱) فتاوی قاسمیہ ص ۶۱۳ ، محمد قاسم یاسینی ، ج اول مطبع (گیلانی الیکٹرک پریس لاہور)

(۲) دیوان روشن ، خواجہ محمد اسماعیل روشن ۔ مطبوعہ حیدرآباد ۔ ص ۱۶۴ ، ۱۶۵ ۔

حالات ماخوذ از ۔

(۱) تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ، مطبوعہ حیدر آباد ، ص ۲۸۳ تا ۲۸۶ ۔

(۲) حاشیہ تذکرہ مشاہیر سندھ ، سید حسام الدین راشدی ، ص ۲۸۵ یا ۲۸۶ ۔

(۳) دیوان روشن ، خواجہ محمد اسماعیل روشن ، مطبوعہ حیدر آباد ص ۱۶۴ تا ۱۶۵ ۔

(۴) فتاوی قاسمیہ ، محمد قاسم گڑھی یاسینی ، مطبوعہ گیلانی الیکٹرک پریس لاہور ، ص ۶۱۳ ۔

(۵) مقدمہ فتاوی قاسمیہ ، مولانا ، صاحبداد سلطان کوٹی ، مطبوعہ لاہور ۔

(۶) مہران (رسالہ) شخصیات نمبر ، ۱۹۵۳ء ص ۱۲۱ تا ۲۳ ۔

صوفیائے خیرپور

مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی

ریاست خیرپور میرس ضلع گھمبٹ کے ایک قصبہ "پریاں لوء" میں مخدوم محمد اسماعیل نامی ایک ولی کامل گذرے ہیں جو اجل علمائے دھر بھی تھے اور اکمل صوفیائے عصر بھی اور علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ تھے، پیران پاگارہ کے مورث اعلیٰ اور جد امجد حضرت سید محمد بقا شہید کے سلسلہ نقشندیہ میں پیر و مرشد بھی تھے۔

کتابت :۔ تحریر اور کتابت میں آپ بڑی مہارت رکھتے تھے، معقولات و منقولات کی وہ تمام کتب جن سے آپ نے تحصیل علم کیا وہ سب آپ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائیں تھیں اور اس پر حواشی وغیرہ بھی آپ ہی کے ہاتھ کے تحریر کردہ تھے۔

قرآن پاک بھی اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا کرتے اور جہاں جہاں "لفظ" اللہ آتا تھا اس کو شنگرف یعنی سرخ رنگ کی قیمتی سیاہی کیساتھ تحریر فرماتے تھے۔

معاصرین :۔ مخادیم کھوڑہ میں سے اپنے وقت کے کامل ولی اور عارف مخدوم محمدی ابن مخدوم عبدالرحمن شہید جو مشائخ سلسلہ اویسیہ کے اکابرین میں سے تھے اس وقت کے شاہان دھلی جنکا بڑا ادب و احترام کرتے تھے، وہ آپ کے ہم عصر تھے، اور ان دونوں حضرات کے درمیان بڑی محبت اور مودت تھی یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کا بڑا ادب و احترام کیا کرتے تھے، مخدوم محمد اسماعیل جب بھی مخدوم محمدی کی ملاقات کیلئے آتے تھے تو ہمیشہ ادب کے باعث ان سے پیچھے رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور مخدوم محمدی ہمیشہ ان کو آگے کرنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن جب بھی مخدوم محمدی ان سے آگے ہونے کے لئے

فرماتے تھے تو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ۔

" مجوبا اسم اعظم درجبین مبارک الیشان ہست مارا
طاقت پشت دادن بشما نیست "

یعنی اے میرے محبوب ، تمہاری پیشانی میں تو " اسم اعظم " کی جلوہ فرمائی ہے میری ہمت نہیں کہ میں اس کو پشت کر سکوں ۔ اس سے مخدوم محمدی کے مقام اور مرتبہ کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ اور مخدوم محمد اسماعیل کا حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے عشق اور ادب بھی آشکار ہو جاتا ہے ۔

اسی خاندان کے مخدوم احمدی اور مخدوم عاقل اور اس وقت کے ایک کامل روحانی بزرگ پیر موسیٰ شاہ گھونکی ، اور پیر میاں محمد جمال شاہ وغیرہ آپ کے ہم عصر صوفیاء میں سے تھے ۔ مخدوم محمدی کے چھوٹے بھائی مخدوم میاں احمدی اور مخدوم محمد اسماعیل کے خاندان کے درمیان محبت اور انس کی ایک وجہ تو علمی اور روحانی قرب تھا اور دوسری وجہ قرابت داری بھی تھی کیونکہ مخدوم احمدی کے فرزند مخدوم محمد عاقل ، مخدوم محمد اسماعیل کے داماد تھے ۔

پاس شریعت :۔ آپ خود متبع شریعت تھے اور آداب شریعت کا بڑا خیال رکھتے تھے ۔ خواہ کوئی ولایت کے کتنے ہی اعلیٰ مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہو آپ کو اس کا بھی شریعت کے آداب سے سرموانحراف ذرا سا بھی پسند نہ تھا ۔ چنانچہ ایک روز فرقہ ملامتیہ کے ایک مجذوب بزرگ دھلی سے آپ کے قصبہ پریاں لوئی میں پہنچے لمبے لمبے بالوں والے یہ مجذوب بزرگ اپنے ایک ہاتھ میں تمباکو والا حقہ اور دوسرے ہاتھ میں ایک خوشبودار درخت کی شاخ لئے آپ کی مسجد میں آکر بیٹھ گئے ۔ وہیں حقہ پینا شروع کر دیا اور وہیں اس شاخ کے پتوں کو جو بھنگ کی طرح سے تھے کوٹ کر ملنا شروع کر دیا ۔ مخدوم صاحب کے خلفاء نے ان کو مسجد میں اس طرح کرنے سے منع کیا لیکن جب وہ باز نہ آئے تو خلفاء نے آپ

سے عرض کیا آپ نے ایک خلیفہ کو مقرر فرما دیا کہ اگر آج وہ نہ مانے تو اس کو پکڑ کے مسجد سے باہر نکالدینا۔ چناچہ جب دوسرے دن انہوں نے ایسا ہی کیا تو دو تین اصحاب ان کو نکالنے کے لئے مسجد میں داخل ہوئے لیکن ان مجذوب نے ان کے ارادے اور دل کی حالت کو جان کر جوں ہی ان پر ایک نظر ڈالی تو وہ بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑے جب مخدوم صاحب کو اس کی اطلاع ملی تو آپ خود تشریف لائے اورر ایک ٹھوکر مار کر ان مجذوب کے حقہ کو توڑ دیا، پھر اس برتن کو جس میں وہ پتوں کو گھوٹ رہے تھے اٹھا کر پھینک دیا، اور اس کے بعد ایک قینچی منگا کر ان مجذوب کے غیر شرعی لمبے لمبے بالوں کو اپنے دست مبارک سے کاٹ کے چھوٹا کر دیا۔ اور اس کو شریعت کے مطابق کر دیا۔ فرمایا کہ " فلاں فلاں شہر سے جن درویشوں کی تم نے امانت (روحانی نسبتیں اور توجہات) چھینی ہے انہیں ابھی واپس کرو اس نے عرض کی کہ میں نے واپس کی اور پھر کہنے لگا کہ دھلی میں تمہاری روحانی طاقت اور کرامات کے متعلق جو جو سنا تھا ویسا ہی پایا۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ ہم نے اس مجذوب کو یہ بھی کہتے سنا کہ " میرے لمبے لمبے بال جو میں نے مخلوق کی ملامت کے لئے رکھے ہوئے تھے تم نے وہ قطع کر دیئے، ہم لوح محفوظ سے تمہاری لمبی عمر کو قطع کر دیتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا ہمیں تو اتباع شریعت کی خواہش ہے عمر کی طوالت کی کوئی تمنا نہیں۔

شہر محبوب :۔ ایک عورت لسی بیچنے کے لئے اپنے گاؤں سے شہر آ رہی تھی اتفاق سے راستہ بھول گئی، راستہ میں آپ جا رہے تھے آپ نے فریاد سن کے پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے کہا " پریاں لوئی " شہر کہاں ہے ؟ مجھے وہاں تک پہنچا دو۔ آپ نے فرمایا کہ سندھی زبان میں " پریا " محبوب کو کہتے ہیں اور " لو " شہر کو کہتے ہیں، تو " پریاں لوئی " کے معنی ہوئے شہر محبوب یعنی محبوب کا شہر، اس وقت آپ پر وجدانی کیفیت طاری تھی فرمایا کہ آ تجھے شہر محبوب تک پہنچا دوں آنکھ بند کر اس نے آنکھ بند کر لی پھر چند لمحوں کے بعد فرمایا آنکھ کھول۔ جب

اس نے آنکھ کھولی تو مدینہ منورہ میں تھی اور گنبد خضریٰ اس کے آنکھوں کے سامنے تھا۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کے فرمایا دیکھ لے یہ ہے "پریاں لوئی" (شہر محبوب) لیکن وہ بے وقوف اور نادان عورت جب شہر مدینہ میں داخل ہوئی عربی زبان سنی نئے نئے لباس دیکھے اور ایک اجنبی سا ماحول دیکھا تو چلانے لگی کہ یہ مجھے کہاں لے آئے یہ تو "پریاں لوئی" نہیں ہے۔ آپ پھر تشریف لائے اور فرمایا آنکھ بند کر پھر کہا کھول جب آنکھ کھولی سندھ میں پریاں لوئی کے اندر موجود تھی۔

سنگ پارس:۔ ایک بزرگ دور دراز علاقہ سے "آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت ہوئے اور آپ کی خدمت میں ایک "پارس کا پتھر پیش کیا، اور کہا کہ یہ وہ پتھر ہے کہ اگر کسی لوہے کو ملایا جائے تو وہ سونا ہو جائیگا، یہ میں لنگر خانہ کے اخراجات کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ آپ نے اس کو لیا اور اسے ایک مرید کو دیکر فرمایا کہ جاؤ مسجد کے برابر میں جو کنواں ہے وہاں جا کر اس "پارس" کو ڈال آؤ۔ وہ مرید اسے لیکر گیا اور کنویں میں ڈال دیا۔ ان صاحب کو جنہوں نے بڑی مشکل سے حاصل کیا تھا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کے ضائع ہونے کا بڑا افسوس ہوا اور دل میں خیال آیا کہ اتنی قیمتی چیز نہ میرے ہی کام آئی اور نہ کسی اور کے کام کی رہی۔ مخدوم صاحب نے یہ کیا کیا۔ آپ پر ان کا یہ خیال منکشف ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ اس کنویں میں سے ایک لوٹا پانی بھرو، چرخہ ہم خود چلاتے ہیں، چنانچہ جب آپ نے چرخہ چلایا تو وہ لوٹا پانی کے علاوہ بہت سے "پارس" کے ٹکڑوں سے بھر گیا۔ آپ نے انہی صاحب کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ اس میں سے تمہارا جو پارس ہو وہ لے لو۔ وہ شخص آپ کی اس شان اور مقام کو دیکھ کر حیران ہو گیا، اپنے خیالات فاسدہ اور عقائد

باطلہ سے تائب ہوا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"عنایت الٰہی پارس است دیگر پارس راچہ کنم"۔

کہ سب سے بڑا پارس تو "عنایت الٰہی" ہے جو اللہ نے ہمیں عطاء کر رکھی ہے اب ہمیں کسی اور پارس کی کیا ضرورت۔

فقہی مسائل:۔ فقہی مسائل ہوں یا دیگر امور آپ کا علم ان کے متعلق عین الیقین اور حق الیقین کے مرتبہ کو پہنچا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ اس وقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ قاضی عبدالمطلب (ساکن کھنگ) نے آپ سے شفق کے متعلق پوچھا کہ شفق کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ سرخی کو کہتے ہیں یا سفیدی کو آپ کا اس میں کیا مسلک اور رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رات کو پوچھنا، جب رات ہوئی تو "قاضی عبدالمطلب، حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھتے ہیں کہ آپ کے ہمراہ مخدوم صاحب بھی ہیں اور قاضی صاحب سے مخاطب ہو کہ کہہ رہے ہیں کہ اے قاضی اب خود حضور سے شفق کے بارے میں دریافت کر لو، چناچہ انہوں نے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا "ھی الحمرۃ" وہ سرخی کو کہتے ہیں۔

تصرفات فاطنی:۔ آپ کے تصرفات باطنی کی قوت کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک سالک ظاہری و باطنی فیض کے حصول کیلئے تلاش مرشد میں حیران و پریشان دھلی سے سندھ میں پیر موسی شاہ صاحب کے پاس پہنچا، جو اس وقت اپنے وقت کے مانے ہوئے ولی اللہ شمار ہوتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا ظاہری اور باطنی افلاس دور کر کے ظاہری معنوی فیوضات سے مجھے مالا مال کر دیجیئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے اندر استعداد نہیں کہ تو ابھی فیضان الٰہی کو برداشت کر سکے۔ لہذا پہلے ظرف تیار کرو تاکہ پھر اس میں مظروف یعنی فیض الٰہی سما سکے کیونکہ اگر ظرف ہی نہ ہو تو پھر فیض

کہاں اور کیسے حاصل کر سکو گے۔

وہ شخص پیر صاحب کی باتوں سے مایوس ہو کر " مخدوم محمد اسماعیل " پریاں لوئی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا اور وہ ہی سوال بیان کیا۔آپ نے اس کے قلب کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور ایک لمحہ میں آئینہ دل کو مجلی و مصفیٰ کر کے تجلیات الھیہ کی جلوہ گاہ بنا دیا۔اور ظاہری افلاس اس کا ایسا دور کیا کہ جب وہ حضرت سے رخصت ہو کر جانے لگا تو اس کے ہمراہ سینکڑوں گھوڑوں اور اونٹوں کی ایک کثیر تعداد تھے، حضرت مخدوم صاحب نے اس کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم پیر موسیٰ شاہ صاحب کے پاس سے گزرو تو ہمارا ان کو سلام پہنچانا اور کہنا کہ " جب کسی کریم کے دروازہ پر کوئی مہمان آتا ہے تو وہ کریم اس کی مہمان نوازی اس طرح کرتا ہے کہ ظرف بھی خود ہی مہیا کرتا ہے، اور اس ظرف کو انعام واکرام سے بھی خود ہی معمور کر کے دیتا ہے۔ مہمان سے یہ کبھی نہیں کہا جاتا کہ " برتن لے آو تا کہ تمیں کھانا دیا جائے " بلکہ برتن بھی اور کھانا بھی سب خود ہی دینا پڑتا ہے "۔جب یہ شخص اپنے مریدوں کی ایک جماعت اور سینکڑوں گھوڑوں اور دیگر بے شمار مال و اسباب کے ساتھ پیر موسیٰ شاہ کی خدمت میں پہنچا اور مخدوم صاحب کا سلام و پیام پہنچایا تو آپ فرمانے لگے کے۔

" ایں کار آں برادر ما است کہ خزانۂ غیب برخود مفتوح دارد "

کہ یہ عظیم کام ہمارا وہی بھائی کر سکتا تھا جس پر غیب کے خزانے کھلے ہوئے ہیں۔

صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ کی نظر میں:۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ کے مولف حضرت مخدوم الہ بخش عباسی جو خود بھی عالم و عارف تھے اور عالم و عارف باپ

کے بیٹے ، اور مخادم کھڑہ کے گوہر تابدار تھے ، وہ فرماتے ہیں کہ مخدوم محمد اسماعیل کا فیض آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح جاری رہا جس طرح آپ کی حیات میں تھا۔

اور اس کا تجربہ مجھے خود اس طرح ہوا کہ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد میں تنگ دستی اور غربت میں ایسا پھنسا کہ عبادات و ریاضات اور علمی مشاغل سب سے دل ہٹ گیا ہر وقت تنگی معاش کا فکر پریشان کئے رکھتا تھا۔ آخر ایک روز اپنے آباؤ اجداد کے کتب خانہ سے تلاش کر کے ایک کتاب نکالی جس میں ایک وظیفہ لکھا ہوا تھا اور اس پر میرے جد امجد حضرت مخدوم محمد عاقل کے دستخط بھی تھے ، وہ وظیفہ حصول فتوحات غیبیہ کے لئے تھا ، میں نے اپنے والد اور مرشد کے مزار پر جا کے اس کو پڑھنا شروع کر دیا لیکن جب میں اس کو پڑھنے لگتا مجھ پر نیند کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ وظیفہ پڑھا نہیں جاتا تھا اور میں اس کو نامکمل چھوڑ کے سو جایا کرتے تھا۔ آخر ایک روز خیال آیا کہ مخدوم محمد اسماعیل کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے ہیں اور وہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا وغیرہ بھی کریں گے وظیفہ بھی وہیں جا کر پڑہیں گے۔ چناچہ فرماتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور جمعہ کے دن " پریاں لوئی " شہر پہنچ گیا ، شب کے ابتدائی حصہ میں خوب آرام سے سویا اور پھر بیدار ہو کے شب کے آخری حصہ میں مخدوم صاحب کے روضہ مبارک میں داخل ہو کر میں نے نفل ادا کی اور دعا و استمداد کرنے لگا کہ کیا دیکھتا ہوں حضرت مخدوم صاحب میرے سامنے کھڑے ہوئے مجھ سے فرما رہے ہیں کہ " خدا سے اسی کو چاہو " یعنی خدا کی بارگاہ سے اس کی عنایات اس کی رضا اور اسکی رؤیت کو طلب کرو کہ اس حقیر اور بے وفا دنیا کو اس عظیم بارگاہ سے طلب نہ کیا جائے۔

آپ کے اس ارشاد پر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ شاید مخدوم صاحب حصول دنیا کے لئے وظیفہ پڑھنے سے مجھے منع کر رہے ہیں لیکن یہ

جو اخراجات کا بوجھ میرے سر پر ہے ، اس سے مجھے نجات کس طرح ملیگی ، اس خیال کے آتے ہیں میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور سونے کی اشرفیاں میرے سامنے کرکے فرمایا کہ خرچ کی کیوں فکر کرتے ہو یہ سب تمہارے لئے ہیں ، یہ ختم ہو جائینگی تو اور آجائیگی صاحب تذکرہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے اس وظیفہ کے پڑھنے کا خیال دل سے نکال دیا اور الحمد للہ مخدوم صاحب کی برکت سے خدا نے مجھے وسعت اور فراخی بھی خوب عطاء فرمادی

وفات :۔ علم و عرفان کا یہ آفتاب ۸ ربیع الاول ۱۱۷۴ھ بروز پیر اس افق دنیا سے غروب ہو گیا۔

قطعۂ تاریخ وفات ہے۔

بھشتم از ربیع الاول اور فت
زتاربخش بمن ہاتف چنین گفت
دو شنبہ چوں کہ بار آمدز حانوت
مقام روح پاکش جائے لاہوت

تذکرہ مخادیم کھرڑہ قلمی ، مخدوم اللہ بخش عباسی ، ص ۱۶۷-تا ۱۷۱

مخدوم عبدالخالق بن مخدوم ضیاء الدین

ریاست خیرپور ضلع گھمبٹ کے ایک علمی اور روحانی خانوادہ " مخادیم کھوڑہ " کے ایک چمکتے ہوئے آفتاب و ماہتاب علوم ظاہری و باطنی کے ایک درخشندہ ستارے مخدوم عبدالخالق ، جو مخدوم ضیاء الدین محمد کے بڑے فرزند اور مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی کے نواسہ تھے ۔ آپ مخدوم محمد عاقل بن مخدوم احمدی کے وصال کے بعد ۱۲۳۲ ھ میں اس علمی خانداده کی مسند شریعت پر متمکن ہوئے ۔

آپ اپنے وقت کے علماء کے سردار اور اکابر صوفیاء میں شمار کئے جاتے تھے ۔

علم لدنی :۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی سے سرفراز فرمایا تھا چناچہ آپ معقولات اور منقولات کے بڑے بڑے مشکل اور ادق مقامات کو اس طرح حل فرما دیا کرتے تھے کہ علماء حیران رہ جایا کرتے تھے تذکرہ مخادیم کھڑہ کے مصنف فرماتے ہیں کہ کافیہ سے لیکر صحاح ستہ تک میں نے حضرت کی خدمت میں کتابیں پڑھیں اور ہر ایک کی اجازت مع اسناد کے حضرت مخدوم سے ہی حاصل کی ۔ علم تفسیر علم حدیث اور علم فقہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے ۔

علم معرفت :۔ علم معرفت کے حصول کے لئے آپ نے سرھندی نقشبندی سلسلہ کے ایک معروف و مشہور کامل بزرگ حضرت شاہ فضل اللہؒ (جو حضرت شاہ صفی اللہ کے بھائی تھے) کے دست اقدس پر بیعت کی اوران سے روحانی فیوضات حاصل کئے اور اس کی تکمیل کی اس کے علاوہ اپنے اجداد میں سے مخدوم صمد (جو مخدوم عبدالرحمن شہید کے والد تھے) کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے ان کی روحانیت سے بھی فیض حاصل کیا ۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب

میں لپنے جدامجد مخدوم محمد کے مزار پر اکتساب فیض کیلئے حاضر ہوا تو مخدوم محمد لپنے مزار سے باہر تشریف لے آئے اور انہوں نے مجھے وہ توجہ پہنچائی کہ میرے دل میں جو کچھ تھا وہ سب محو ہو گیا حتیٰ کے میرے مرشد حضرت شاہ فضل اللہ نے جو توجہ اور فیض پہنچایا تھا وہ بھی ختم ہو گیا اس کے بعد سے تمام حجابات جو سالک کے سامنے ہوتے ہیں وہ سب میرے سامنے سے اٹھ گئے ۔یہاں تک کہ مجھے سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی دائمی حضوری نصیب ہو گئی اب وہ مقام مجھے نصیب ہو گیا ہے کہ میں ہر وقت لپنے نبیؐ روٴف الرحیم کی بارگاہ میں ان کے سامنے رہتا ہوں اور وہ میرے سامنے ہوتے ہیں ۔

حاکمان وقت کی ارادت:۔ خیرپور کے تالپور حکمرانوں میں سے میر علی مراد خاں آپ کا بڑا ادب و احترام کرتا تھا اور حاکموں سے تنازعات کے وقت اس نے آپ کے ساتھ بڑا تعاون کیا ۔وڈیرہ مستی خاں مری کے لڑکے وڈیرہ محبت خاں جو بلوچ مری قبیلہ کے سردار تھے بعد میں حضرت کے مقام و مرتبہ ولایت و صداقت کے قائل ہو گئے تھے اور ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ سربرھنہ کر کے حضرت مخدوم کے دروازے پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور حضرت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بڑی بڑی نذریں خدمت اقدس میں پیش کرتے تھے ، اسی طرح حیدرآباد کے اس وقت کے حکمراں بھی آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت رکھتے تھے ۔ان کی طرف سے ہر سال نواب ولی محمد خاں لغاری حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک قطعہ جاگیر پیش کیا کرتے تھے ۔

استغنا:۔ امراء و سلاطین کے یہاں آمدورفت رکھنے سے آپ طبعی نفرت رکھتے تھے حتیٰ کے خیرپور اور حیدرآباد کے اس وقت کے حکمرانوں نے لپنے لپنے عریضوں میں اس " دین کی فرمانروا " سے ملاقات کی تمنا کا اظہار کیا لیکن ان کی وہ درخواستیں آپکی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل نہ کر سکیں ۔چناچہ حیدرآباد آپ

صرف دو مرتبہ تشریف لے گئے، وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ "دین متین" کے کام سے ایک کسی مقدمہ اسلام کے سلسلہ میں "میر ٹھارہ خاں" کے یہاں گئے اور دوسری بار میر نور محمد خاں تالپور کی فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اس وقت بھی آپ نے وہاں کوئی دنیوی کام کاج کی بات نہیں کی بلکہ سارا وقت قرآن و حدیث کے ذکر اور حاکموں کو عدل و انصاف کی نصیحت میں صرف کیا، آخیر میں جب پانچ روزہ قیام کے بعد آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو وہاں کے حکمرانوں نے عمدہ عمدہ قسم کے کپڑے اور پانچسو روپے بطور نذرانہ پیش کئے اور عرض کیا کہ ہمارے لائق کوئی بھی کام ہو ہمیں بلاتکلف حکم فرمادیا کریں ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں۔

معاصرین:۔ آپ کے معاصرین میں ان مندرجہ ذیل علماء، صوفیاء اور مشائخ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پیر میاں صبغتہ اللہ شاہ (میاں محمد راشد کے صاحبزادے) پیر میاں محمد صالح شاہ جیلانی، پیر میاں ابراہیم "صاحبان درازا میں سے میاں خدا داد صاحب فاروقی "ھنگورجی" کے سادات میں سے سید میاں خیر محمد شاہ (ناصر علی شاہ کے بھائی) ٹھٹہ کے بزرگوں میں سے میاں محمد حامد، اونڑ کے بزرگوں میں سے فقیر میاں محمد مستقیم "سہتہ" کے بزرگوں میں سے میاں طاہر محمد اور میاں طیب یہ حضرات نہ صرف یہ کہ آپ سے قربی تعلق اور آپ کی خدمت میں آنا جانا رکھتے تھے بلکہ اسلامی شعائر کے احیاء کے لئے اگر کبھی میدان میں نکلنا پڑتا تھا تو یہ حضرات مشائخ اور فقرائے کرام آپ کے ہمراہ ہوتے تھے، چناچہ وڈیرہ محبت خاں مری کی غیر شرعی حرکتوں پر اس کی گرفت کے لئے سات ہزار اپنے غلاموں کے ہمراہ جب آپ حیدرآباد تشریف لے گئے تو یہ تمام فقراء اور مشائخ آپ کے ہمراہ تھے ہاں البتہ پیر صاحب میاں صبغتہ اللہ شاہ صاحب نے اس موقعہ پر آپ کو پیغام بھیجا تھا کہ اگر مخدوم صاحب فرمائیں تو ہم

ان کے اور میر رستم خاں کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کریں اس کے جواب میں مخدوم صاحب نے کہلوا دیا تھا کہ ہماری اور میر رستم کی لڑائی کسی زمین کے قطعہ یا جاگیر پر نہیں اور نہ ہی آپ سے ہماری یہ درخواست تھی کہ آپ اس سے ہمیں ملک کا حصہ دلادیں۔ بلکہ ہماری جنگ تو "اعلائے کلمۃ الحق" کے لئے ہے اور قرآن کے اس ارشاد کے مطابق کہ "وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ" ہم شریعت عزہ کے لئے جہاد کرنے کھڑے ہوئے ہیں، اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہے تو شوق سے اپنی شہر میں تشریف رکھیئے۔

تاثیر صحبت:۔ آپ کی بابرکت صحبت نے آدمیوں اور انسانوں پر تو نہ جانے کیا اثر کیا ہو گا؟ جبکہ آپ کا صحبت سے جانور بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ آپ کا وہ گھوڑا جس پر آپ سواری فرمایا کرتے تھے اس کو آپ سے اس قدر انس اور تعلق ہو گیا تھا کہ اس نے ایک دن نہ چارہ کھایا اور نہ پانی پیا کیونکہ اس روز اس کے سوار یعنی حضرت مخدوم نے بھی کسی دینی مہم میں پریشانی کے باعث نہ کھانہ کھایا تھا اور نہ پانی پیا تھا۔ اور جوں ہی حضرت نے کھانا پانی شروع کیا تو اس گھوڑے نے بھی شروع کر دیا۔

تاثیر زبان:۔ اسی طرح آپ کی زبان میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی تھی جو زبان سے ایک بار نکل جاتا تھا وہ ہی ہو کر رہتا تھا۔ چنانچہ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ رقم طراز ہیں کہ جب "مری اور بلوچ" حکمرانوں نے شریعت کی حدود سے تجاوز شروع کیا اور آپ کے فرمان کو پاس خاطر نہ لائے تو آپ نے سندھ کے برگزیدہ مشائخ (جنکا اوپر تذکرہ گذرا) کے ہمراہ میلاد شریف سے متعلق اشعار پڑھ کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کیا اور اسی فریاد کے دوران آپ کی زبان سے کچھ ایسے کلمات ان حاکموں کے لئے نکل گئے جس نے ان کی حالتوں کو بدل دیا اور ان کی حکومت و سلطنت ان کی

طاقت وقوت کو پارہ پارہ کر کے رکھدیا، یہ حضرت مخدوم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا ہی اثر تھا کہ جب بادشاہ شجاع الملک سے ان بلوچ حکمرانوں کی جنگ ہوئی تو بہت سے اس جنگ میں مارے گئے جیسے عالم خان وغیرہ۔ بہت سے دریا میں غرق ہو کے ہلاک ہو گئے اور وڈیرہ محبت خاں مری جیسے بلوچ حاکم ذلیل ورسوا ہو کر بھاگ گئے۔

تصرفات بعداز وفات:۔ صاحب تذکرہ مخادیم کھوڑہ لکھتے ہیں کہ وصال کے بعد آپ اکثر مجھے خواب میں آکر ھدایتیں دیا کرتے تھے اور میری پریشانیاں حل فرمایا کرتے تھے چناچہ ایک روز مزارعین کے کاغذات گم ہو گئے اور تلاش بسیار کے باوجود مجھے نہیں مل سکے رات کو آپ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ وہ کاغذات فلاں جگہ موجود ہیں جب صبح دیکھا تو واقعی وہیں تھے۔

اسی طرح ایک روز سخت بارش ہو رہی تھی جب میں سویا تو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اتنی مشکل سے کتابیں جمع کی ہیں اور تمہیں ان کا کوئی خیال نہیں دیکھو فلاں فلاں کتاب تک بارش کا پانی پہنچ گیا ہے اٹھکر دیکھا تو واقعی جن کتابوں کا آپ نے نام لیا تھا وہ ہی کتابیں بارش کے پانی سے بھیگی ہوئی تھیں۔

تصنیفات:۔ آپ کی سب سے اہم تصنیف دو جلدوں کی وہ ضخیم بیاض ہے جس میں تمام علوم کے قواعد کلی درج ہیں بالخصوص فقہ کے بہت سے عمدہ اور نادر مسائل پر محققانہ انداز میں آپ نے اس میں بحث فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ علم حدیث میں ایک ضخیم کتاب "منتخب جامع الصغیر" تالیف فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ چھوٹے بہت سے رسائل آپ نے تصنیف فرمائے تھے جن کے ناموں کا تذکرہ مخادیم کھوڑہ میں ذکر نہیں ہے۔

وفات:۔ علم و معرفت کا یہ کوکب تاباں ۱۸ رجب المرجب ۱۲۶۸ھ بروز ہفتہ

دنیا کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے چھپ گیا۔

قطعۂ تاریخ:۔ شکارپور کے معروف نقشبندی بزرگ پیر نظام الدین سرھندی کا لکھا ہوا یہ قطعہ، تاریخ آپ کے مزار کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔

ضیاء بخش شریعت نجم ثاقب — سراج دین و خورشید مبین بود
بوده مخدوم ملک دین اسلام — عمیم الفیض و زین العابدین بود
مسمی عبد خالق بود شہور — چراغ بزم شمع کاملین بود
ستودہ گوہر دریائے افضال ، — کل علم و عمل فرخ جبین بود
رئیس جملہ علماء محقق — شعاعیش در ھمہ روئے زمین بود
بدہ ہادم زبدعت حامی شرع — امام مقتدائے مسلمن بود
رفتہ زیں جہاں از امر یزداں — کہ او از علم حق در ثمیں بود
خرا میدہ سوئے گلزار جنت — کہ اودر ملک دل صاحب نگین بود
بروز شنبہ وقت ظہر ہی آہ — ز رجب ہژدم یوم سنی بود
جو میے برفلک پروار بنود — کہ حکم خاص رب العالمین بود
ماتم جمگی احباب بر تخت — جہاں از فرقتش اندو ہگیں بود
ھمہ برباد پیر سر از ماتم او — چوں رعد نعرہ زن یادل غریں بود
زسر چادر فرد انداخت افلاک — بھر یک از غمش نوحہ ھمیں بود
" چراغ دین آمد " سال وصلش — دگر تاریخ او واضح ازیں بود
کہ جستہ چوں نظام الدین زہاتف — بگفتا ، خاتم علمائے دیں بود

۱۲۶۸ھ

حالات ماخوذ از:۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی مخدوم اللہ بخش، ص ۱۱۴ تا ۱۳۰۔

مخدوم محمد عاقل بن مخدوم عبدالخالق

" مخادیم کھڑہ " کے ایک اور آفتاب و ماہتاب جو ۱۲۶۸ھ میں اپنے والد مخدوم عبدالخالق کے انتقال کے بعد اس خانوادہ کی عظیم مسند علم و معرفت پر متمکن ہوئے ۔ اور اپنے اسلاف کے کمالات اور فضائل و مراتب کے امین رہے ۔ آپ نہ صرف عالم بلکہ عامل و عارف کامل اور فارسی کے بڑے زبردست انشاء پرداز اور فصیح اللسان شاعر بھی تھے ۔

والئی بھاوالپور کی ارادت :۔ پیران گھوٹکی اور پیران اوچہ کے درمیان وراثت کے نزاعی مسئلہ کے فیصلہ کے لئے جب آپ بھاولپور تشریف لے گئے تو آپ کی فصاحت و بلاغت عرت ، و عظمت ، جلالت و کرامت کے متعلق سن کر والئی ریاست بھاولپور " جناب خانصاحب بہادر حاجی محمد فتح خاں " کو آپ سے ملاقات کا اشتیاق بڑھ گیا چناچہ انہوں نے آپ کو " احمد پور " آنے کی دعوت پیش کی جسے آپ نے قبول فرمالیا ، جب آپ احمد پور پہنچے تو شہر سے تین میل دور خود والئی ریاست بھاولپور اپنے تین ہزار کے علم و نقارہ اور اسلحہ سے آراستہ و پیراستہ لشکر کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے پہنچا اس کے ادب کا یہ عالم تھا کہ حضرت مخدوم کو آگے آگے رکھا اور خود پیچھے رہا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ علماء وسادات کے قدموں کی خاک تو میرے لئے مشک اذفر سے بہتر ہے ۔

۲۷ رجب المرجب ۱۲۷۴ھ کو جمعہ کے دن جناب خان صاحب بہادر کی فرمائش پر آپ ہی نے جمعہ کی امامت فرمائی اور نماز کے بعد " عظمت خدا محبت مصطفیٰ اور عدالت امراء کے موضوع پر آپ نے " فصیحانہ اور بلیغانہ خطبہ ارشاد فرمایا ۔

قصیدہ مدحیہ :۔ اس بھاولپور کے تاریخی سفر کے اختتام پر اسی ریاست کے

ایک بہت بڑے عالم اور شاعر مولوی قمرالدین صاحب نے ایک طویل قصیدہ آپ کی شان میں لکھ کر آپ کو پیش کیا، کیونکہ یہ قصیدہ مدحیہ بہت سے صنائع شعریہ پر مشتمل ہے اس لئے اس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے حضرت مخدوم کے مقام و مرتبہ اور علماء کی نگاہوں میں آپ کی وقعت و قدر کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مہ برج شریعت شمس عرفان — در درج طریق شمع ایقاں
محمد عاقل اندر راہ عقبیٰ — عمیم اللطف مخدوم معلیٰ
مبارک طلعت و میموں شمائل — ہمایوں سیرت و موزوں فضائل
جمیل الخلق دریائے کمالت — شریف النسب ماحی الضلالت
رؤف الطبع خوش اخلاق خوشخو — یگانہ در بمعنی ہر نکو گو
جدا از ماسوائے مشاغل بہ یکتا — طریقش شرع و توفیقش زمولی
قریشی ہاشمی اولاد عباس — یقیں رتبہ مہیں عتبہ پئے ناس
رواں باجاں پئے عرفان و عارف — امین سریزداں راز واقف
طریقش رھبری بہر خلائق — فراغ خاطر از جملہ علائق
دوامش دل بذکر ذات سبحاں — ولایت مرتبہ مقبول یزداں
محیط علم فیضان. الہیٰ — مبرا دل ز امراض مناہی
نمودم مثنوی در مدح مخدوم — حروف اسمش ازھر مصرعہ مفہوم
چویک یک حرف از ہر مصرعہ آں — جدا سازی دوبیت اندر میاں شان
بود چو شمس روشن در زمانہ — قمر دائم بود با او یگانہ

معرفت و طریقت:۔ معرفت و طریقت کی تکمیل کے لئے آپ خواجہ محمد عبدالباقی مجددی کے دامن اقدس سے وابستہ ہوئے، آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اپنے سلوک کی تکمیل کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے مرشد

نے آپ کو جو اذکار تلقین فرمائے تھے اس پر آپ آخر تک کاربند رہے ۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد ذکر قلبی کی مشق اور نماز عصر کے بعد " ختم خواجگان نقشبندیہ پڑھنا آپ کے ایسے معمولات میں سے تھا جو کبھی اور کسی حالت میں ناغہ نہیں ہوتے تھے ۔

معمولات روز و شب :۔ اپنی کتاب " ریاض المحافل " میں آپ نے اپنی روز و شب کی مصروفیات اور اپنے اورادو وظائف کی جو تفصیل ذکر کی ہے اس کی رو سے آپ تہائی رات گزرنے کے بعد رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد حمد و ثناء میں مصروف رہتے تھے اور پھر حضور سرور کائنات پر درود سلام کا نذرانہ پیش کرتے تھے ، اس کے بعد " قصیدہ بردہ " پڑھتے تھے ۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس قصیدہ کا پڑھنا ہمارے آباؤ اجداد کا معمول رہا ہے ۔ صبح کی نماز کے بعد اپنے مرشد سے حاصل کئے ہوئے ذکر قلبی کی مشق فرماتے تھے اس کے علاوہ دیگر وظائف مثلاً یا باسط ، یا منعم ، یا مجیب ، یا واسع ، یا منعم ، سبحان اللہ وغیرہ ان کے اعداد کیمطابق پڑھ کر آخر میں سو مرتبہ درود شریف پڑھ کے اپنے اوراد کو ختم کرتے تھے گھر آکر کھانا تناول فرماتے تھے اور اس کے بعد حجرہ میں تشریف لا کر کوئی مقدمہ یا کوئی نزاعی مسئلہ در پیش ہوتا تو اس کا شرعی فیصلہ فرماتے ورنہ ظہر تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے نماز ظہر کے بعد ایک نفل (برائے حل مشکلات) پڑھ کے حرب الاعظم اور دلائل الخیرات شریف پڑھتے تھے ، عصر کی نماز کے بعد خاندان نقشبندیہ کا مخصوص ختم خواجگان پڑھا کرتے تھے ، اور مغرب کی نماز تک درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے ، نماز مغرب سے فارغ ہو کے اپنے اسلاف اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیکر فیوض و برکات حاصل کرتے ۔ بعد مغرب اوابین کے علاوہ دیگر چند نوافل ادا کر کے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور ھدیہ اس کو پیش کر دیا

کرتے تھے ۔ اس کے بعد دو رکعت کا ثواب حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں اور مزید دو رکعت پڑھ کے اس کا ثواب اپنے والدین کریمین کو پہنچا دیا کرتے تھے ، اس طرح عشاء کی نماز پڑھ کے استراحت فرما ہوتے تھے ۔ آپ کے یہ وہ معمولات تھے جو سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہیں ہوتے تھے ۔

تصنیفات :۔ تمام علوم میں آپ کی تصنیفات لائقہ اور تالیفات فائقہ سے آپ کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے ۔ آپ کی چند تصانیف "تذکرہ مخادیم کھڑہ میں ذکر ہے

(۱) مَنْبَعُ الْمَعَانِیُ :۔ اس میں حضرت مخدوم نے قرآن پاک کے آخری پارہ کی شریعت و طریقت کے باریک نکات کے ساتھ تفسیر لکھی ہے ۔

(۲) جَوَابُ بَاصَوَابُ :۔ کے نام سے آپ کی یہ تصنیف مذہب اہل تشیع کے رد میں ہے جو ان کی ایک کتاب "جواب لاجواب" کے رد میں آپ نے تصنیف فرمائی ہے ۔

(۳) اس کے علاوہ نماز میں "ہاتھ باندھنے کے" مسئلہ پر مذہب حنفی کی تائید میں قرآن و حدیث کہ دلائل کے ساتھ مدلل ایک کتاب بھی آپ نے تصنیف فرمائی ہے ۔

(۴) فارسی نظم و نثر میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے ، چناچہ آپ کا ایک فارسی کا مکمل دیوان حروف تہجی کی ترتیب کیساتھ مدون ہے ۔

(۵) فارسی نثر کے اندر "قصہ چہار درویش" بھی آپ نے تحریر فرمائی ۔ جو "بہار دانش" کے رنگ میں ایک خزینہ بلاغت اور گنجینہ فصاحت ہے ۔

(٦) اِنْشَائے مَرْغُوبِی :۔ کے نام سے فارسی اور عربی میں آپ نے یہ کتاب اس صنعت کیساتھ رقم فرمائی ہے کہ اس میں الف سے "ی" تک ہر خط میں ایک ایک حرف تہجی کو ترک کیا گیا ہے ۔ بعض خط ایسے ہیں کہ اس کا ہر فقرہ

مکتوب الیہ (قاضی غلام محمد) کے نام کے عدد کے موافق ہے۔

(۷) آئینۂ جہاں نما :- یہ کتاب فارسی زبان میں تاریخ کے اندر آپ نے قلمبند فرمائی ہے۔

(۸) رِیاضُ المُحَافِل :- " آداب سخنوری " اور " نکات مجلس آرائی " سے متعلق یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ اسی کتاب میں آپ نے اپنے معمولات روز شب اور اپنے اورادو وظائف کا بھی تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔

شاعری :- آپ فارسی میں شاعری فرماتے تھے، آپ کی تحریر کردہ نعت کے چند اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

از دیدہ خاطر شد چشمہ صد ہزار الحاح
بہ اشتیاق رفت یا نبی مساء و صباح

بیادو برفگن از رخ نقاب دکن نظری
کہ تا بر آید کام دلم زکوئے فلاح

سوی صبح رخت گشت شمع دل بے نور
بیا کہ تا شود از نور حکمت چو صباح

بغیر دست رسی ساقی شہ مرداں
کسی نہ کرد در دل کشاد یا مفتاح

لب توخضر حیاتست خیز شمع جہاں
بکن منور دین رابہ شعلہ مصباح

مدام بادبہ عاقل ہوائے آل رسول
بروضہ اش برسانم تو خالق الاصباح

صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ نے آپ کے بہت سے تحریر کردہ مکاتیب " انشاء مرغوبی " سے نقل کئے ہیں جو مختلف اقسام کی صنعتوں کے مطابق لکھے

گئے ہیں ، لیکن ہم طوالت کے باعث اس کو یہاں نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں

وفات

۶ شعبان المعظم ۱۲۹۳ھ کو شکارپور میں آپ رحلت فرما گئے ۔ حضرت پیر اشرف نقشبندی نے آپ کا یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے ۔

آہ از فوت حضرت مخدوم
از جہاں رسم جودوحلم برفت
سال وصلش جو از خرد جستم
گفت ہے ہے شعاع علم برفت
۱۲۹۳ھ

حالات ماخوذ از :۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ (قلمی) مخدوم اللہ بخش ، ص ۱۳۱ تا ۱۵۵ ۔

مخدوم عبدالخالق بن مخدوم عاقل

مخدوم عبدالخالق اپنے والد مخدوم عاقل کے انتقال کے بعد ماہ شعبان المعظم ۱۲۹۳ھ میں ان کی جگہ سجادہ نشین مقرر ہوئے، چونکہ آپ اپنے والد کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اور آپ کے والد کا سلسلہ بیعت نقشبندیہ تھا اس لئے ان کی جگہ پر بیٹھنے والے ان کے صاحبزادہ کا بھی سلسلہ نقشبندی ہی معلوم ہوتا ہے۔

زھد و عبادت:۔ آپ بڑے زاھد و عابد اور اوراد و وظائف کے بڑے پابند تھے آپ کے زھد و عبادت کا یہ عالم تھا کہ تہجد کی نماز کو فرض کی طرح آپ پابندی سے ادا کرتے تھے سفر ہو یا خضر، بیماری ہو یا تندرستی یہ نماز آپ کی کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔ سورۃ یٰسین ہر وقت آپ کے ورد زبان رہتی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے والد ماجد کے طریقہ کے مطابق۔ دلائل الخیرات، درود مستغاث، اور حزب الاعظم آپ کے وظائف میں پابندی کے ساتھ شامل رہتی تھی۔

حج بیت اللہ:۔ سجادہ نشینی کے ابتدائی دور میں یعنی ۱۲۹۵ھ میں آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول کر کے تقریباً چھ ماہ بعد اپنے وطن کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ایام اسیری:۔ ۱۲۹۷ھ میں اس وقت کے حاکم میر علی مراد صاحب بہادر والیٔ ریاست خیرپور نے اپنا اقتدار قائم رکھنے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اس جرم میں آپ کو احمد آباد کے قلعہ میں چند روز کے لئے محبوس و مقید کر دیا کہ آپ نے شہر کھڑہ میں ایک ہندو کو اسلام لانے پر مجبور کیا ہے جبکہ انگریزوں کے قانون کیمطابق یہ سراسر جرم ہوتا ہے کہ کسی کو مذہب اختیار

کرنے پر مجبور کیا جائے ۔ اگرچہ بظاہر وہ اسیری اور قید تھی لیکن حقیقت میں حضرت مخدوم کی خاطر تواضع عزت و احترام میں وہاں بھی کوئی فرق نہیں آنے دیا گیا ۔ اور جب ان ایام اسیری میں حضرت سے کچھ کرامات کا ظہور ہونا شروع ہوا تو حاکمان وقت نے گھبرا کر آپ کو بڑے عزت و احترام سے نہ صرف یہ کہ رہا کیا اور آپ کو آپ کے وطن تک پہنچایا بلکہ والئ ریاست کی طرف سے میر فیض محمد خاں بہادر اور میر خاں محمد خاں بہادر نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس فعل پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا اور معذرت طلب کی ، آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور بخوشی پانچ ماہ کے بعد واپس اپنے وطن مراجعت فرما ہوئے ۔

شاعری :۔ آپ نے سندھی زبان اور کچھ فارسی زبان میں شاعری فرمائی ہے ۔ آپ کی سندھی زبان کی شاعری اس وقت بڑی مقبول عام تھی ۔ لیکن صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ نے آپ کا کوئی شعر نقل نہیں کیا ۔

وفات :۔ یکم صفر المظفر ۱۳۲۶ ھ کو یہ عابد و زاھد اس دار فانی سے رحلت کر کے جوار رحمت الہی میں پہنچ گئے ۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ کے مولف نے جو آپ کے چھوٹے بھائی بھی ہوتے تھے ۔ آپ کی وفات پر یہ قطعہ ، تاریخ کہا ہے ۔

چوں عبدالخالق آں مخدوم مبرور
رواں شد سوئے جنت شادو مسرور
پئے سال وصالش ہاتفم گفت
بگو تاریخ او ز لفظ " مغفور "

۱۳۲۶ھ

حالات ماخوذ از :۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی ، مخدوم اللہ بخش ، ص ۱۵۶ تا ۱۵۸ ۔

مخدوم عطاء محمد المعروف بہ مخدوم اللہ بخش

" فَوْزُ الْاَخْلَاقِ مِنْ فُیُضِ الْاَسْلَافِ " المعروف بہ " تذکرہ مخادیم کھڑہ " کے مؤلف ، اور اس علمی اور روحانی خانوادہ کے ایک سجادہ نشین " مخدوم عطاء محمد ہیں " جو مخدوم اللہ بخش کے نام سے معروف ہیں ، جیسا کہ " تذکرہ مخادیم کھڑہ " کے آخر میں ایک فتوے کا جواب دیتے ہوئے آخر میں اپنا نام آپ اسطرح تحریر فرماتے ہیں ۔ اس میں اپنے تخلص " عاصی " کی طرف بھی اشارہ فرما دیتے ہیں ۔

حَرَّرَہُ الْعَاصِیْ کَثِیْرُ الْمَعَاصِیْ مَخْدُوْمُ عَطَاءُ
مُحَمَّدُ الْمَدْعُوْبِہٖ مَخْدُوْمُ اَللّٰہُ بَخْشُ عَبَاسِیُ
اَلْکَھُوْرُوِیْ عُفِیَ عَنْہُ رَبُّہُ الْقَوِیُّ " ۔

خاندان :۔ آپ اسی مخادیم کھڑا کے علمی اور روحانی خاندان سے تعلق رکھنے کے باعث اپنے اسلاف کے ظاہری و باطنی ورثہ کے امین اور علم شریعت کے مجمع البحرین تھے ۔ کیوں نہ ہو آپ کے والد مخدوم محمد عاقل بن مخدوم عبدالخالق (جن کا ذکر گزشتہ اوراق میں گزرا) اور آپ کے دادا مخدوم عبدالخالق (جن کا ذکر گذشتہ اوراق میں گزرا) کا شمار بھی اپنے اپنے وقت کے اکابر علماء اور صوفیاء میں ہوتا تھا ، آپ کے والد مخدوم عاقل کے بعد آپ کے بڑے بھائی مخدوم عبدالخالق اس آبائی مسند شریعت و طریقت پر متمکن ہوئے اور ان کے بعد آپ اس مسند پر متمکن ہوئے اور ظاہری و باطنی علوم سے خلق خدا کو بہرور کیا ۔

علوم ظاہریہ :۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل آپ نے اپنے جدامجد اور وقت کے منبع عالم و عارف حضرت عبدالخالق بن مخدوم ضیاء الدین کے پاس فرمائی ۔ چنانچہ تذکرہ مخادیم میں حضرت مخدوم کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" میں نے کافیہ سے لیکر تفاسیر اور احادیث کی بڑی بڑی کتابوں تک کی تحصیل حضرت مخدوم کے سامنے صرف ان کی توجہ کی برکت سے حاصل کی فرماتے ہیں کہ اس کا واضح ثبوت یہ تھا کہ جب بیضاوی، شرح عقائد اور ھدایہ جیسی مشکل اور فنون کی ان انتہائی کتابوں کا میں رات میں مطالعہ کرتا تھا تو بہت سے مشکل مقامات میری سمجھ میں نہیں آتے تھے لیکن جب صبح میں ان کتابوں کا درس لینے کے لئے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کتاب کھولکر اس کی عبارت پڑھنا شروع کرتا تو محض حضرت کی روحانی توجہ کی برکت سے عبارت پڑھتے ہی وہ مشکل مقامات خود بخود میرے لئے حل ہو جاتے تھے اور حضرت کے بتانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی ۔ اور یہ بھی حضرت کی توجہ کی برکت ہی تھی کہ ان چار کتابوں کے مسائل مجھے ایسے یاد ہیں کہ مجھے کبھی بھولتے نہیں ہیں ۔

اسناد و اجازات: ۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمام کتابوں کی تکمیل کے بعد حضرت مخدوم نے مجھے حدیث میں صحاح ستہ (یعنی بخاری ، مسلم ، ترمذی ، ابو داؤد ، نسائی ابن ماجہ) کی فقہ میں کنزالدقائق اور ھدایہ اور شرح وقایہ ، بحر نہر اور فتح القدیر کی اور علم معانی میں " مختصر المعانی " کی اجازت تحریری طور پر عطاء فرمائی ، جیساکہ ان کتابوں کے مصنفین سے اجازتیں آپ تک چلی آرہی تھیں وہ نام بنام آپ نے مجھے عطاء فرمائیں اس کے علاوہ تلاوت قرآن کی اجازت جو حضور سرورکائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ بسلسلہ چلی آرہی تھی وہ بھی مجھے عطاء فرمائی ۔ اور چونکہ مجھ پر حضرت مخدوم کی خاص نگاہ کرم تھے اس لئے اپنے خاص عملیات اور مجربات کی اجازت سے بھی مجھ کو سرفراز فرمایا ۔

علوم باطنیہ: ۔ علوم باطنیہ کی تحصیل بھی آپ نے اپنی علوم ظاہری و باطنی کی جامع شخصیت حضرت مخدوم عبدالخالق کے پاس فرمائی اور حضرت کی خدمت

میں رہ کر نقشبندی سلوک کی تکمیل کی ۔ چنانچہ حضرت مخدوم کے احوال کے تحت آپ فرماتے ہیں کہ حضرات نقشبندیہ کے ذکر اذکار اور آداب تلقین مرشدانہ جو حضرت مخدوم نے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ فضل اللہ سرہندیؒ سے بیعت ہوتے وقت تحریر کرا کے رکھ لئے تھے ، ان کا بھی مجھے درس دیا اور ان کی مجھے مشق کرائی ، چناچہ فرماتے ہیں کہ آج کل میں حبس نفس (سانس روک کر ذکر کرنا) کرکے نقش اللہ کو جمانے کی مشق کر رہا ہوں اور اب میں اس منزل پر آگیا ہوں کہ ایک سانس میں ایک ہزار مرتبہ ذکر کرلیتا ہوں ۔

شوق سماع :۔ فرماتے ہیں کہ قوالوں کی پر سوز آواز میں سماع کا مجھے اتنا شوق تھا کہ مجھے اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا ، یوں کہیے کہ سماع میرے لئے مثل غذا ہو گیا تھا اگر نہ ملے تو پریشان ہو جاتا تھا اور جب سماع میں مصروف ہوجاتا تھا تو میرا یہ حال ہوتا تھا کہ ساری ساری رات بے ہوشی کے عالم میں بے حس و حرکت گزر جاتی تھی حضرت مخدوم کو میری اس حالت کا علم تھا لیکن آپ نے تسامح فرمایا اور مجھے کبھی اس سے منع نہیں فرمایا ۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نقشبندیوں کے پیشواء حضرت باقی باللہ (حضرت امام ربانی کے پیرومرشد) کے مکتوبات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں میری نظر آپ کے اس ارشاد پر پڑی کہ " طریقہ نقشبندیہ کے اندر سماع منع ہے ۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہمارے آباء و اجداد اور بزرگان سلف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ بھی اس سے منع فرماتے تھے ۔ ان خیالات کے آتے ہی میں بڑا پژمردہ ہو گیا انہی تفکرات میں حیران و پریشان تھا کہ میری آنکھ لگ گئی ، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مخدوم تشریف فرما ہیں ، اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ " بیٹا ! دل میں کوئی وسوسہ لانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تمہارے لئے سماع معاف ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے روحانی قوت کے حصول اور ذکر و فکر

کی تقویت کا باعث ہے ۔ فرماتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو ساری پریشانی میری دور ہو چکی تھی اور مجھے فرحت کلی حاصل تھی ۔

روحانی فیض :۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم عبدالخالقؒ کا روحانی فیض آپ کے وصال کے بعد بھی جاری رہا ۔ اور مجھے دینی یا دینوی جو بھی کوئی پریشانی کبھی لاحق ہوئی تو آپ نے خواب میں آکر اسی وقت اس مشکل کو حل فرمادیا مثلاً کچھ کاغذات نہیں مل رہے تھے ۔ سخت پریشانی تھی حضرت مخدوم نے رات ہی کو خواب میں تشریف لاکر اس کا پتہ بتا دیا اور مشکل میری آسان کردی اس ہی طرح ایک روز رمضان کے اندر اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فتویٰ میرے پاس آیا جس کا جواب حضرت مخدوم محمد عارف سیوستانی کے صاحبزادے مخدوم محمد نے تحریری فرمایا تھا لیکن وہ جواب میری نظر میں درست نہیں تھا ۔ لیکن جب اس مسئلہ کو حضرت مخدوم کی بیاض میں تلاش کرنے بیٹھا تو کہیں نہیں ملا، تھک گیا، ادھر شب بیداری کی تھکن بھی تھی آخر نیند آگئی ، خواب میں حضرت مخدوم کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں ، آپ فرمارہے ہیں کہ ، بیٹا ! اس مسئلہ میں جو تمہاری رائے ہے وہ بالکل درست ہے مخدوم محمد صاحب کے جواب سے ان کے والد مخدوم عارف کی تردید ہوتی ہے بیاض نکالو میں نے خواب ہی میں بیاض نکالی آپ نے بیاض کھول کر مجھے وہ مقام دکھایا اور جب صبح میں بیدار ہوا تو وہ مسئلہ بیاض میں اسی جگہ پر میں نے پایا ۔ اور اسی طرح لکھ کر مخدوم محمد کی طرف ارسال کردیا ۔ جب وہ جواب ان تک پہنچا تو انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنے جواب سے رجوع کیا ۔

علمی مقام :۔ ایک تو اس مندرجہ بالا واقعہ سے آپ کی شان علمی کا پتہ چلتا ہے کہ سندھ کے نامور اور بڑے بڑے (مخدوم محمد جیسے) علماء کی فقہی مسائل میں آپ گرفت فرمارہے ہیں ۔

اس کے علاوہ تذکرہ مخادیم کھڑہ کے آخیر میں آپ کا تحریر کردہ ایک فتوے کا جواب منسلک ہے جس میں مسجد کو منہدم کرنے اور اس کی سزاء کے متعلق آپ نے سات صفحہ کا جو علمی اور تحقیقی جواب مع کتب متداولہ کے حوالہ جات کے نقل کیا ہے وہ آپ کی فقاہت اور علمی مقام کو سمجھنے کے لئے کافی ہے

اس فتوے کی خصوصیت یہ ہے کہ صوفیا کی عبارات کے علاوہ سندھ کے نامور فقہاء مثلاً مخدوم محمد عارف سیوستانی وغیرہ کی بیاض کے حوالہ جات سے بھی اسکو مدلل اور مزین کیا گیا ہے۔

شاعری:۔ فارسی زبان میں شاعری بھی فرماتے تھے، اور تخلص "عاصی" رکھتے تھے۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ کے آخیر میں "پل کی تعمیر پر بطور تہنیت آپ کا لکھا ہوا ایک قصیدہ منقول ہے جس کے چند ابتدائی اشعار بطور نمونہ یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔

هزار حمد بدرگاہ پاک یزداں
زمیں بحکمش قائم و فلک بجولاں است

زبہر فیض خلائق مناہل آب صفا
زقدرتش بہ جہاں بین ہمیشہ جریاں است

برائے زندگی خلق در وجود زمیں
مثال آب چوں خوں درمیاں شریاں است

بہائے یک جرعہ آب سلطنت دنیا است
چنانچہ قصہ مشہور شہ داں است

زدل درود فرسیم بہر صباح و مساء
بہ بارگاہ شہ دیں کہ شاہ شاہاں است

بہ برج عظمت خورشید عالم افروز است

به آسمان بنوت مه درخشاں است
فراز مسند ارشاد دستگیر گداست
به تخت گاه رسالت شه جہانباں است
سکندری که بگوشت رسید شوکت او
به بارگاه بلندش کمیں درباں است
ہمی پرید سلیمان که تخت اوبر ہوا
بحضرتش تو ببین کم تر از گدایاں است
به آں جمال که یوسف به مصر شاہی کرد
بر آستان درش در صف غلاماں است
خلیل طالب دیدار اوست دررہ شام
کلیم برسر طورش سراغ جوباں است
وجود پاک گرامی است باعث لیجاد
طفیل اوست نعیم جہاں که ارزاں است
دعائے عمر درازت وظیفۂ عاصی است
ہمیں احوال بدرگاه پاک سبحان است

بتاریخ ۹ جون ۱۹۱۵ء

حالات ماخوذ از :۔ فوزالا خلاف من فیض الاسلاف المعروف به تذکره مخادیم کھہڑہ ، قلمی ، مخدوم اللہ بخش عباسی، ص ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶ ، ۱۲۸ ، ۱۲۹

سید محمد بقا شہید

خاندان سادات کے چشم و چراغ اور پیران پاگارہ کے مورث اعلیٰ اور جدامجد حضرت سید محمد بقا شہید جو ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نقشبندی اور قادری سلسلہ کے ایک کامل بزرگ بھی تھے اور سندھی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

سلسلہ نسب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے محمد بقا بن محمد امام شاہ بن فتح محمد بن شکر اللہ بن شاہ عثمان بن کٹھن بن سنجرین بولن بن حسین بن میر علی بن ناصر الدین بن عباس بن فضل اللہ بن شہاب الدین بن بہاؤ الدین بن محمود بن حسین بن چھکن بن علی مکی لکیاری (جو سندھ میں وارد ہوئے) بن عباس بن زید بن اسداللہ بن عمر بن حمزہ بن ہارون بن عبداللہ بن حسین بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی کرم اللہ وجہہ۔

سندھ میں آمد:۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سے جو بزرگ سب سے پہلے یہاں سندھ میں تشریف لائے وہ "سید علی لکیاری" ہیں۔ آپ کی یہاں سندھ میں آمد کس زمانہ میں ہوئی؟ اس میں مورخین کا زبردست اختلاف ہے، چنانچہ تحفۃ الکرام اور مرزا قلیچ بیگ کی روایت کے مطابق سید علی مکی لکیاری مشہور اسلامی کمانڈر محمد بن قاسم کے ساتھ ۷۱۱ء میں یا ان کے قریبی زمانہ میں سندھ کے اندر تشریف لائے۔ جناب جی ایم سید کی تصنیف "جنب گذاریم جن سیں" کے مطابق آپ کی سندھ میں آمد ۵۲۰ھ، ۱۱۲۷ء میں ہوئی اور "لکی" میں آپ نے سکونت اختیار فرمائی۔ اعجاز الحق قدوسی کی تصنیف تذکرہ صوفیائے سندھ کی رو سے آپ کی یہاں سندھ میں آمد چوتھی صدی ھجری میں بنو عباس کے دور حکومت میں ہوئی۔ اس

تیسرے قول کی تائید اور ترجیح موجودہ پیر پاگارہ (سید سکندر شاہ المعروف بہ سید شاہ مردان شاہ) کے اس انٹرویو سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو روزنامہ جسارت کو دیا اس میں انہوں نے فرمایا کہ۔

" اس خاندان کے مورث اعلیٰ سید علی مکی تھے جو عباس دور حکومت میں سندھ میں آئے ان کی بیسویں پشت میں سید محمد بقاء نام کے ایک بزرگ پیدا ہوئے جنکے ایک فرزند سید محمد راشد تھے "۔

بہرحال سادات کا یہ پہلا خانوادہ تھا جس کا سندھ میں ورود ہوا، اور آپ کی اولاد " لکیاری سادات " کے نام سے آج بھی سندھ کے ہر حصہ میں موجود ہے

لکعلوی و لکیاری:۔ سندھی زبان میں " لک " اس خوبصورت اور دلکشا وادی کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان آباد ہو۔ تو چونکہ سید علی مکی عراق سے ہجرت فرما کر تبلیغ اسلام کے لئے جب سندھ میں تشریف لائے تو آپ نے پرگنہ سیوستان ضلع دادو میں " بھگے توڑھے " نامی پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے ایک پرفضا مقام پر رہائش اختیار کی، اسی لئے یہ گاؤں آگے چل کر آپ کے نام سے " لک علوی " کے نام پر مشہور ہو گیا اور بعد میں استبداد زمانہ کے ہاتھوں یہ لفظ لکیاری " بن گیا اور آپ کی اولاد " لکیاری سادت " کے نام سے معروف و مشہور ہو گئی۔

ولادت:۔ اس لکیاری سادات کے چشم و چراغ سید محمد بقاء شہید کی ولادت یکم شعبان ۱۱۳۵ھ کو رسول پور عرف سائدی ریاست خیرپور میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید امام شاہ تھا۔

علم شریعت و طریقت:۔ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی دینی تعلیم کی تکمیل

کر لی تھی ، علم شریعت کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد علم طریقت کے تحصیل کی طرف آپ متوجہ ہوئے اور اس کے لئے آپ نے قادری سلسلہ میں حضرت پیر عبدالقادر حسینی جیلانی کے ہاتھ پر بیعت کی آپ کے یہ مرشد صوبہ پنجاب میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں " سوڈھانی " کے رہنے والے تھے ، اور شیخ سید صالح شاہ کے مرید اور خلیفہ تھے آج کل یہ مقام " چنہاں شریف " کی درگاہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے ۔ اپنی روحانی تشنگی اور پیاس بجھانے کے لئے آپ نے صرف اسی پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ سلسلہ نقشبندیہ کے بھی فیوضات و برکات حاصل کرنے کے لئے آپ نے اس وقت سندھ میں ریاست خیرپور کے ایک کامل بزرگ حضرت مخدوم محمد اسماعیل[1] پریاں لوئی (جو قصبہ پریاں لوء میں رہتے تھے) کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس نقشبندی سلسلہ کے فیوضات سے اپنے قلب کو منور و مستنیر کیا ۔

تذکرہ مخادیم کھڑہ کے مطابق محمد اسماعیل پریاں لوئی کے انتقال کے بعد حضرت پیر محمد بقاء نے اپنی ارادت و عقیدت کا سلسلہ مخدوم احمدی سے قائم کیا اور ان سے بھی اکتساب فیض کیا[2] ۔ الغرض وقت کے اکابر مشائخ اور عظیم صوفیا سے کسب فیض کر کے آپ طریقت و حقیقت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے ۔ اور تصوف کی منزلیں طے کرتے ہوئے بہت جلد اپنے وقت کے عرفاء کے مقتدا بن گئے ۔

تدریس و تلقین :۔ علم شریعت و طریقت کی تکمیل کے بعد آپ مخلوق خدا کی فیض رسانی کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ دینی کتب کی تدریس کے ساتھ ساتھ علم باطن اور تصوف کی تعلیم بھی آپ نے دینی شروع کر دی اور مخلوق کو علم ظاہری و باطنی سے خوب سیراب کیا ۔

مستقل رہائش :۔ آپ کی مستقل رہائش " رسول پور " شہر میں تھی جب

عرف عام میں " تنڈی سائینڈی " کہا جاتا ہے ۔ لیکن بعد میں آپ وہاں سے ہجرت فرما کے موضع رحیم دنہ کلہوڑو دیہہ فرید آباد میں آکر آباد ہو گئے ۔

شہادت :۔ آپ کو دینی اور علمی کتابوں سے بے پناہ محبت تھی ، چونکہ اس زمانہ میں پریس وغیرہ ہوتے نہیں تھے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں ۔ اس لئے آپ کی نظر میں ان کتابوں کی اور بھی قدر تھی اور اس قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی آپ کسی دوسری جگہ تبلیغ وغیرہ کے سلسلہ میں تشریف لیجاتے تو ان قیمتی کتابوں کا ایک گٹھڑ آپ کے ہمراہ ہوتا تھا ، ایک مرتبہ اسی طرح آپ کتابوں کا گٹھڑ سر پہ رکھے سفر فرما رہے تھے کہ راستہ میں ڈاکوؤں نے آپ کو دیکھ لیا ، اور یہ سمجھ کر کہ اس گٹھڑ میں بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آئیگا آپ پر حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیا اور جب اس گٹھڑ کی تلاشی لی تو سوائے کتابوں کے اس میں کچھ نہ ملا ۔

بہر حال آپ کی شہادت کا یہ واقعہ ۹ ربیع الثانی ۱۱۹۸ ھ میں پیش آیا ۔ اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی ۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کمال محبت اور کمال متابعت کی دلیل ہے ۔ آپ کا مزار مبارک " شیخ طیب " ریاست خیرپور میں مرجع عام و خاص ہے

اولاد :۔ بعض روایات کے لحاظ سے آپ کے لڑکوں کی تعداد (اٹھارہ) پتہ چلتی ہے لیکن آپ کے مندرجہ ذیل چار صاحبزادے زیادہ مشہور ہیں ۔

(۱) حضرت سید محمد راشد شاہ روضے دھنی (مقبرے والے)

(۲) حضرت سید عبدالرسول شاہ

(۳) حضرت سید محمد سلیم شاہ

(۴) حضرت علی مرتضیٰ شاہ ، (جو ایک نو مسلم خاتون کے بطن سے تھے)

قبولیت نذرانہ :۔ پیر سید محمد بقا شاہ کے ملفوظات شریف جو پیر جو گوٹھ کے

قلمی کتب خانہ میں موجود ہیں ان سے آپ کے اس واقعہ کا پتہ چلتا ہے کہ ایک روز آپ اپنے مرشد حضرت مخدوم محمد اسماعیلؒ پریاں لوئی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مخدوم صاحب نے آپ سے فرمایا شاہ صاحب! میری شریکہء حیات نے پیر دستگیر کی نذر مانی تھی یہ پانچ پیسے اسی نذر کے ہیں چونکہ پیر دستگیر کی نذر کے صحیح مستحق آپ ہیں۔ لہذا اس کو قبول کر لیں آپ نے وہ پیسے لے لئے اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے ہم نے نذر قبول کرنا شروع کر دی۔ (۳)

قطعہء تاریخ شہادت:۔ ذیل کے قطعہ سے آپ کی تاریخ شہادت نکلتی ہے

چوں سید محمد بقاء شد شہید — حلاوت ز رحمت الٰہی چشید
بے بود نافع بہرخاص و عام — کز زود طالب خداشد رسید
خردسال تاریخ او در دلم — بگفتا "بدرجہ شہادت رسید"

۱۱۹۸ھ

---

(۱) آپ کے حالات گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

(۲) تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی، مخدوم اللہ بخش عباسی، ص ۸۲۔

(۳) مکتوب مفتی محمد رحیم مفتی جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ، بنام راقم الحروف محررہ ۲۵ جون ۱۹۸۳ء بحوالہ ملفوظات شریف پیر محمد بقاء۔

حالات ماخوذ از تذکرہ پیران پاگارہ، تبسم چودھری، مطبوعہ حیدرآباد و ملفوظات پیر محمد بقاء تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی، مطبوعہ کراچی و تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی مخدوم اللہ بخش عباسی۔

سید محمد راشد شاہ (روضے دھنی)

سادات لکیاری میں سید علی مکی لکیاری کی اولاد میں حضرت سید محمد بقاؒ[1] شہید کے سب سے چھوٹے فرزند، سید محمد راشد شاہ (روضہ دھنی)۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے علم و عرفان کے ذریعہ اور اپنے بعد اپنی اولاد و احفاد (یعنی پیران پگارا) اور اپنے خلفاء (پیر جھنڈہ) خلیفہ سوئی خلیفہ دین پور، خلیفہ بھرچونڈی خلیفہ، امروٹ وغیرہ ہم، کے ذریعہ علم حکمت شریعت و طریقت اور اور معرفت و حقیقت کے درہائے بے بہا سے اس سرزمین سندھ کو مالا مال کردیا بلکہ صدیاں گزرجانے کے باوجود آج بھی آپ کی اولاد میں پیر صاحب پاگارا شریف، اور آپ کے دیگر خلفاء اس مادی دور میں اپنے اسلاف کے روشن کئے ہوئے ان علمی اور روحانی چراغوں کو جلائے ہوئے ہیں اور مخلوق خدا کے تاریک قلوب کو اپنے فیوضات سے منور و مستنیز کر رہے ہیں۔

ولادت:۔ پیران پاگارہ کے مورث اعلیٰ اور سندھ کے اس نامور روحانی پیشواہ کی ولادت، سید محمد بقاء کے یہاں یکم شعبان المعظم ۱۱۷۰ھ کو گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑہ میں ہوئی اس زمانہ میں آپکا سارا خاندان اسی گاؤں میں آباد تھا آج کل اس گوٹھ کو پرانی درگاہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعد میں حضرت پیر علی گوہر شاہ (المقلب بہ بنگلے دھنی) کے زمانہ کے اندر جب اس گاؤں کو دریا کی طغیانی کے باعث شدید خطرہ لاحق ہو گیا تو آپ وہاں سے نقل مکانی کر کے نئے گوٹھ میں اقامت پذیر ہو گئے جسے " نئی درگاہ " کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ ریاست خیرپور میں کنگری نام کا ایک قصبہ ہے جس کو بادشاہ پور بھی کہتے ہیں اس کو باقاعدہ آباد سید علی گوہر شاہ کے صاحبزادے سید حزب اللہ شاہ نے کیا تھا (جو پیر پاگارو نمبر ۳ ہیں) ان کے آباد

(۱) آپ کے حالات گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

ہونے کے بعد ہی یہ مقام "پیر جو گوٹھ" کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔

روضہ دھنی (روضہ والے) :۔ بچپن سے اس لقب کے ساتھ آپ کی شہرت کی دو وجہ معلوم ہوتی ہیں ۔ایک تو یہ کہ اپنی پیدائش کے بعد جب پہلا رمضان المبارک آیا تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پینا چھوڑ دیا، شاید اسی وجہ سے آپ بچپن میں "روزے دھنی" سے مشہور ہوئے اور وفات کے بعد آپ کو پہلے گوٹھ رحیم ڈنہ کلھوڑہ میں دفن کر دیا گیا تھا پھر سید علی گوہر شاہ نے دریا کی طغیانی کے پیش نظر جب آپ کا تابوت وہاں سے نکلوا کر "پیر جو گوٹھ" میں دفن کیا اور آپ کے مزار پر "روضہ" تعمیر کرایا تو آپ روضے دھنی کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

طفولیت :۔ بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر آثار سعادت ہویدا تھے ۔ عزلت پسندی، غور و فکر کی عادت، لہو و لعب سے اجتناب، حتیٰ کے عالم شیر خوراگی میں رمضان کے اندر ماں کا دوردھ چھوڑ دینا، یہ سب امور اس امر پر دلالت کرتے تھے کہ یہ بچہ لپنے وقت کا ولی کامل ہو گا، اور مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت کا کام سر انجام دیگا۔

آپ خود فرماتے ہیں کے بچپن میں ہمارے دل کے اندر یہ خیال آتا تھا کہ ہم عارف بنیں گے اور صاحب ارشاد ہو کر دوسروں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کیا کریں گے ۔ اور خود تجلیات اور انوار الہیٰ کے کیف و سرور میں مست اور سرشار رہا کریں گے ۔ یہ خیال گویا ایک الہامی کیفیت، اور آپ کے قلب کی پاکیزگی کا آئینہ دار تھا۔

مخدوم اسماعیل کی پیش گوئی :۔ بچپن میں آپ کے والد ماجد سید محمد بقاء شہید نے ایک روز آپ کو لپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی کی خدمت اقدس میں پیش کیا جبکہ آپ ان کے گاؤں میں تشریف لائے

ہوئے تھے ، سید محمد بقا شہید نے حضرت مخدوم سے آپ کیلئے دعا کی درخواست کی ، حضرت مخدوم نے آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کا ، آپ کا نام پوچھا اور پھر فرمایا۔

" بہت اچھے ہونگے " (واضح رہے کہ " راشد " کے معنی بھی یہی ہیں) پھر آپ کو گود میں لیکر پیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مبارک روح ہے جس سے دنیا کا بہت بڑا حصہ فیضیاب ہوگا "

مستقبل نے حضرت مخدوم کی اس پیش گوئی کو حرف بحرف درست ثابت کردیا اور ایک ولی کامل کی زبان سے نکلی ہوئی بات کی سچائی آج ہمارے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

علم ظاہر:- آپ نے ابتدائی قرآنی تعلیم " حافظ زینؒ " کے پاس حاصل کی اس کے بعد آپ کو حضرت فقیراللہ شاہ علوی (م ۱۱۹۵ھ) کی خدمت میں شکارپور بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ کچھ عرصہ ان کے مکتب کے خوشہ چین رہے ، ایک روز جب آپ کے والد آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے یہاں مکتب میں آئے تو دیکھا کہ آپ کو بڑا پرتکلف کھانا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عزت و احترام اور تعظیم و تکریم کا سلوک آپ سے کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا جس مدرسے میں پر تکلف کھانا ملتا ہو وہاں تحصیل علم مشکل ہے " (کیونکہ نفس پرور اور شکم سیر طالب علم، عالم اور عارف ہونے کے بجائے غافل اور کاہل ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ کے والد آپ کو وہاں سے لے آئے اور " کوٹڑی کبیر " میں مخدوم میاں یار محمد کے پاس تحصیل علم کے لئے چھوڑدیا۔

کچھ آخری کتابیں آپ نے " مولانا محمد عاربجو " کے پاس بھی پڑھیں۔ اس کے علاوہ سندھ کے ایک کامل عالم و عارف بزرگ حضرت مخدوم احمدیؒ[2] سے بھی آپ کو شرف تلمند حاصل تھا۔ چنانچہ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ لکھتے ہیں۔

"وداں حسین پیر صاحب پیر میاں محمد راشد لکعلوی بتدریس مخدوم صاحب میخواند ند و در حجرہا شمالی مسجد مبارک متوقف بودند ہنوز عمراشیاں بایام دو از دہ سیزدہ سالکے بود، پسر مخدوم صاحب مخدوم محمد عاقل در عنفوان جوانی صاحب کمال و جمال بودند"

ترجمہ :۔ یعنی جس وقت سید محمد راشد صاحب مخدوم احمدی کے پاس پڑھ رہے تھے اور آپ کا قیام مسجد کے شمالی حجرہ میں تھا، اس وقت آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی جبکہ آپ کے صاحبزادے مخدوم محمد عاقل پورے جوان اور صاحب جمال و کمال تھے۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابتدائی کتابیں مخدوم احمدی سے پڑھیں اور ان کے انتقال کے بعد بقیہ کتابیں ان کے صاحبزادے مخدوم محمد عاقل سے پڑہیں[۱۷]۔ چناچہ سید محمد عاقل سے سید محمد راشد کی نسبت تلمند رکھنے کا ذکر صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ، حضرت مخدوم عاقل کے حالات کے ضمن میں یوں بیان فرماتے ہیں

پیر صاحب پیر محمد راشد کہ طریقہ شاگردی داشتند و سالہا پیش مخدوم صاحب بدرس خواندہ بودند آلخ"۔

آگے ایک واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت مخدوم عاقل کے سامنے ہمیشہ آداب شاگردی کا پاس رکھا، اور آپ نے نیاز تلمندانہ میں کبھی فروگزاشت نہیں ہونے دی۔

" باوجود کہ طریقہ ادب و نیاز تلمندانہ پیر صاحب ہر گز نمی گذاشت "

علم باطن :۔ علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن کی تحصیل کا سلسلہ بھی جاری رہا چناچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اور بھائی مرتضیٰ، کوٹڑی کبیر میں

مخدوم یار محمد کے پاس علوم ظاہری کی تکمیل کے سلسلہ میں مقیم تھے تو ایک روز ہمارے والد محترم سید محمد بقا شہید وہاں تشریف لائے اور ہم سے فرمایا کہ " اے ہمارے بیٹو! مجھ سے حضرت مخدوم عبدالرحمنؒ نے دریافت فرمایا ہے کہ تم نے اپنے بیٹو کو طریقت کے کس سلسہ میں بیعت کیا ہے میں نے ان سے عرض کیا کہ ابھی تک تو کسی میں نہیں کیا ہے ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں کسی نہ کسی سلسلہ میں ضرور بیعت کر لو ، لہذا میں اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں بیعت کروں " اس کے بعد آپ نے ہم دونوں بھائیوں کو " نقشبندی " سلسلہ میں بیعت فرمایا اور واپس اپنے گاؤں روانہ ہو گئے ۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی دینی علوم کے ساتھ ساتھ طریقت کی اس راہ پر بھی گامزن ہو گئے اور سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں ، میرے بھائی علی مرتضیٰ کو اس سلسلہ نقشبندیہ میں محویت ہونے لگی لیکن میری طبیعت پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا ، دوسری مرتبہ ہمارے والد محترم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہماری باطنی کیفیت کے متعلق استفسار کیا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی خبر اثر یا کیفیت کا پتہ نہیں چلتا ، یہ سن کر آپ نے مجھے " قادری " سلسلہ میں بیعت فرمایا اور قادری نسبتوں سے میرے سینے کو روشن فرمایا ۔ میں نے ذکر جہر کی مشق شروع کر دی جس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں میری یہ کیفیت ہو گئی کہ میرے روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو گیا اور تھوڑے ہی دونوں میں انوار و تجلیات کی بارشیں ہونے لگیں ۔

حلقہء ارادت :۔ اپنے والد کی شہادت کے بعد آپ ان کی جگہ پر مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے ، اور مخلوق خدا کو علوم و عرفان کی کوثر و سلسبیل سے آپ نے خوب فیض پھنچایا ، آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی حلقہ ارادت لاڑ ، سندھ ، جیسلمیر ، بلوچستان کے علاوہ جودھ پور گجرات کاٹھیاواڑ تک

پھیلا ہوا تھا۔

شجرہ نقشبندیہ:۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ دونوں میں بیعت ہوئے جبکہ آپ کے بعد سے صرف سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کیا گیا اور نقشبندی سلسلہ ختم ہوگیا آپ کا سلسلہ نقشبندیہ تیرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ تک پہنچتا ہے۔

شجرہ اس طرح سے ہے۔ "سید محمد راشد، عن سید محمد بقا، عن مخدوم محمد اسماعیل، عن خواجہ جمال الدین عن خواجہ ایوب، عن خواجہ سعدی لاہوری، عن خواجہ سید آدم بنوری، عن شیخ احمد سرھندی، عن خواجہ باقی باللہ، عن خواجہ امکنگی، عن خواجہ درویش محمد عن خواجہ محمد زاھد عن خواجہ عبیداللہ عن خواجہ یعقوب چرخی عن خواجہ بہاؤالدین نقشبند"

شجرہ قادریہ:۔ آپ کا سلسلہ قادریہ بیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ قادریہ کا شجرہ اسطرح سے ہے۔

"سید محمد راشد عن سید محمد بقا عن سید عبدالقادر عن صالح شاہ عن شمس الدین عن حامد شاہ عن شمس الدین محمد عن عبدالقادر عن شمس الدین عن عبدالقادر عن حامد شاہ عن عبدالرزاق عن عبدالقادر عن محمد غوث عن شمس الدین عن شاہ میر عن سید علی عن مسعود عن احمد عن صوفی عبدالوہاب عن شیخ عبدالقادر جیلانی"

اساتذہ کا ادب:۔ حضرت پیر محمد راشد اپنے اساتذہ کا بڑا ادب و احترام فرماتے تھے چنانچہ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری سے بھی آپ نے چونکہ اکتساب

فیض کیا تھا اس لئے آپ ان کا احترام کرتے تھے اور شاہ صاحب بھی آپ کا ایک بزرگزادہ اور ایک سید زادے کی حیثیت سے بڑا خیال رکھتے تھے اور غیر معمولی شفقت و محبت کا سلوک رکھتے تھے جیسا کہ پچھلے اوراق میں گزرا کہ آپ کو بڑا پرتکلف کھانا دیا جاتا تھا۔ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کے مکتوبات میں حضرت میاں صاحب کے نام سے جو تذکرہ ملتا ہے اس سے مراد حضرت پیر محمد راشدی ہیں۔

پیر محمد راشد کی اولاد امجاد نے بھی اپنے والد کے استاذ ہونے کی وجہ سے حضرت فقیر اللہ شاہ علوی کو بڑی عزت و تکریم دی، اس کا اندازہ اس واقع سے ہوسکتا ہے کہ پیر محمد راشد کے صاحبزادے اور جانشین پیر سید صبغتہ اللہ شاہ نے شاہ فقیر اللہ علوی کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح بخاری کا ایک نسخہ تبرکاً منگوایا، جب لوگ اس نسخہ کو لیکر آئے تو پیر صبغتہ اللہ شاہ نے ہزارہا آدمیوں کے ساتھ اپنے والد کے استاذ کے اس نسخے کا استقبال کیا، اور اس نسخہ کے حصول کو اپنے لئے بڑی خوش قسمتی سمجھا۔

رسول خدا سے عقیدت :۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی روحانی عقیدت محبت اور قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو کوئی مشکل در پیش ہوتی تھی تو آپ درود شریف کثرت سے پڑھ کر حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے۔ تو وہ مشکل اسی وقت آسان ہوجاتی تھے چنانچہ جس زمانہ میں کوٹڑی کبیر کے اندر آپ مخدوم میاں یار محمد کے پاس تحصیل علم فرما رہے تھے ایک روز آپ کی طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا، اس کے حل کے لئے آپ نے رات کو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کے پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضور اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے حضور استمداد اور استغاثہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقت قبض کی کیفیت دور ہو گئی اور بسط کا دروازہ کھل گیا۔ اور طبیعت

میں نشاط و انبساط اور کیف و سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔

اتباع سنت رسول:۔ اتباع رسول اور متابعت سنت نبوی کا آپ کو کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز آپ اپنے مریدین کے ہمراہ دریا کی طرف تشریف لیجا رہے تھے تاکہ مسجد کی چھت کے لئے سرکنڈے کٹوا کر لائیں، راستہ میں آپ نے مریدوں کے سامنے اپنی عزت یا مشیخیت کی پرواہ کئے بغیر سید مرتضیٰ شاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے صحابہ کرام کے ہاتھ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر سفر کیا کرتے تھے، لہذا آؤ آج ہم بھی اس سنت کی متابعت کرتے ہیں یہ فرما کر آپ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تقریباً آدھے کوس تک سفر فرمایا۔

اور سنت نبوی صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اپنے قلب کو منور و مستنیز فرمایا۔

خدمت اساتذہ:۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی خدمت میں اپنی صاحبزادگی اور خاندانی وجاہت کو آڑے نہیں آنے دیا، چنانچہ "ھر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" کے مصداق اسی خدمت نے آپ کو مخدوم جہاں بنا دیا۔ اسی سے متعلق ایک واقعہ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ نے ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ مخدوم احمدی کے پاس علوم ظاہری کی تکمیل کر رہے تھے۔ ایک دن کوئی خادم موجود نہیں تھا جو مخدوم احمدی کی بھینسوں کا دودھ نکال کر لاتا جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو خود پیر عیسیٰ کے مکان کی طرف تشریف لے گئے ہاں بھینسیں بندھی ہوتی تھیں آپ نے خود دودھ نکالا اور دودھ کا بھرا ہوا گھڑا اپنے استاذ کی حویلی میں لیکر حاضر ہو گئے۔ وہاں حضرت مخدوم احمدی کی والدہ تشریف فرما تھیں جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں، ان کی ریاضت و عبادت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ (سو لاکھ) کھڑے ہو کر "درود

قدسی " پڑھ کر حضور سرور کائنات صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ بہرحال جب اس کاملہ ولیہ کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کے دل میں پیر محمد راشد کی طرف سے ترحم و رافت اور شفقت و محبت کے جذبات امنڈ آئے اور آپ نے پیر صاحب موصوف کے سر پر مشفقانہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میرے ہاتھ کے نیچے تمہارے سر کے جتنے بال آئے ہیں اتنی تعداد میں لوگ تیرے اراتمند ہو کر تجھ سے مرید ہوں گے اور اپنا لعاب دھن پیر صاحب موصوف کے منہہ میں لگاتے ہوئے فرمایا کہ اب خدا تمہاری زبان میں وہ تاثیر دیگا کہ جس کو بھی تم ہدایت کرو گے تمہاری بات اس کے دل یں تیر کی طرح اترتی چلی جائیگی اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپتا ہوا تمہارے قدموں میں ہو گا۔ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ فرماتے ہیں کہ یہ انہی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ پیر صاحب سے ظاہری و باطنی فیض خوب پھیلا اور ہزارہا لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر آپ سے مستفیض ہوئے۔

مخدوم عاقل کا احترام:۔ آپ کے دل میں اپنے استاذ مخدوم محمد عاقل کا کتنا ادب و احترام تھا اور اس کا آپ نے کس طرح پاس کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت مخدوم عاقل کو آکر یہ خبر دی کہ پیر محمد راشد شریعت کے قوانین کی پابندی نہیں کر رہے ہیں ان کا جو مرید ان کو لڑکی دیتا ہے اسی سے شادی کر لیتے ہیں تقریباً بیس آزاد عورتوں سے شادی کر چکے ہیں جبکہ شریعت میں صرف چار عورتوں سے شادی کی اجازت ہے یہ سنکر آپ نے بغیر کسی رورعایت کے اس وقت کے سندھ کے حاکم میر سہراب خاں کو کہا کہ تمہاری حکومت میں یہ شریعت کے خلاف کام ہو رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ اس کو روکو اور پیر صاحب کا احتساب کرو، لیکن چونکہ اس زمانے میں تمام بلوچ پیر صاحب سے بیعت و ارادت رکھتے تھے اور آپ کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ تھا اس لئے فساد اور ہنگامہ کے پیش نظر میر سہراب خان نے پیر صاحب کے خلاف

کسی بھی قسم کا قدم اٹھانے سے گریز کیا، اس پر مخدوم صاحب نے اس کو فرما دیا کہ اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو پھر یہ معاملہ سلطان وقت شاہ شجاع الملک کی خدمت میں پیش کیا جائیگا، بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ سلطان وقت حضرت مخدوم کا بڑا عقیدت مند ہے، اور آپ کو اس کے دربار میں بڑا اثر رسوخ حاصل ہے یہ سن کر سندھ کے حکمران گھبرا گئے، لیکن قبل اس کے کہ معاملہ بڑھتا پیر محمد راشد یہ بات سن کر خود اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بڑے ادب سے اپنے صفائی پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں شریعت کے خلاف کبھی نہیں جاسکتا، یہ جو خبر آپ نے سنی ہے اس کی حقیقت صرف اسقدر ہے کہ جب میرے مرید ارادت اور عقیدت کے طور پر اپنی لڑکیاں میرے عقد میں دیتے ہیں تو میں ان سے نکاح کر لیتا ہوں لیکن "پانچویں" عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کرتا جبتک کہ چوتھی کو طلاق نہیں دیدیتا۔ اس پر پیر محمد راشد صاحب نے شریعت کے مطابق دو معتبر گواہ بھی پیش کئے۔ اس وضاحت سے آپ کے استاذ حضرت مخدوم محمد عاقل مطمئن ہو گئے اور آپ کو اپنے سینہ سے لگالیا اور مصافحہ کیا۔

تصانیف:۔ پیر محمد ارشدؒ کا مطالعہ بیحد وسیع تھا۔ چنانچہ رشد و ہدایت سے جو وقت بچتا تھا اس میں آپ تصنیف و تالیف کا اہم کام سرانجام دیا کرتے تھے، آپ کی تصانیف میں شرح اسماء الحسنیٰ، جمع الجوامع، اور آپ کے مکاتیب ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے ملفوضات بھی آپ کے دو ممتاز خلفاء یعنی خلیفہ محمد حسین مہیر اور خلیفہ محمود نظامانی گڑیہ والہ نے علیحدہ علیحدہ جمع کئے ہیں،۔ بہرحال ان تمام تالیفات سے آپ کے علمی اور روحانی بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

خلفاء:۔ آپ کے متعدد خلفاء تھے جنہوں نے سلسلہ قادریہ میں آپ سے بیعت کی اور اس روحانی فیض کو خوب عام کیا ان میں سے بعض مشہور خلفاء کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) خلیفہ محمد حسین مہیسر،
(۲) خلیفہ سوئی والے :۔ جن سے بھرچونڈی کے بزرگوں نے اکتساب فیض کیا اور ان سے امروٹ شریف کے بزرگوں نے روحانی فیوضات حاصل کئے ۔ اور امروٹ شریف ہی کے بزرگوں کے ارشد تلامذہ میں مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا احمد علی لاہوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں
(۳) خلیفہ خانگڑہ، تعلقہ میرپور ماتھیلہ، ضلع سکھر۔
(۴) خلیفہ سارنگ کلہوڑو، تعلقہ ٹنڈو باگو۔
(۵) خلیفہ آمری والا، ٹنڈو باگو۔
(۶) خلیفہ محمود کرایائی۔
(۷) خلیفہ محمد پناہ کیہر، رتوڈیرو۔
(۸) خلیفہ محمد لقمان کوری کوٹڑی ضلع دادو۔
(۹) خلیفہ مابان والا، تعلقہ ٹنڈو باگو۔
(۱۰) خلیفہ گل محمد ھالائی (صاحب دیوان گل)
(۱۱) خلیفہ نبی بخش لغاری لٹھی والے، ان کے ذریعہ یہ سلسلہ کچھ اور کاٹھیا واڑ میں پھیلا۔

وفات :۔ یکم شعبان ۱۲۳۳ھ، ۱۸۱۸ء کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔ اور پرانی درگاہ " یعنی گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑہ میں مدفون ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ کے پوتے حضرت سید علی گوہر شاہ نے دریا کی طغیانی کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے آپ کا تابوت وہاں سے نکال لیا اور ۶ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ کو نئی درگاہ پیر جو گوٹھ میں دفن کیا۔

اولاد :۔ قدیم سندھ " کے مصنف مرزا قلیج بیگ کہتے ہیں کہ آپ کے تیرہ بیٹے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ان کے درمیان " دستار خلافت " پر نزاع پیدا ہوگیا،

لیکن چونکہ آپ نے اپنے ایک صاحبزادہ " سید صبغت اللہ شاہ " کو اپنا وارث بنایا تھا اس لئے دستار سجادگی ان کے سر پر باندھی گئی ، اس خاندان کے یہ پہلے پیر ہیں جو پیر پگارہ (یعنی صاحب دستار) کے لقب سے مشہور ہوئے ، ان کے دوسرے بھائی پیر محمد لیسین ان سے اختلاف کرتے ہوئے جھنڈا یا علم لیکر دوسری جگہ چلے گئے ، اس لئے انہوں نے پیر جھنڈا کے نام سے شہرت پائی ۔ اور آج تک یہ دونوں گدیاں اسی نام سے چلی آرہی ہیں ۔ پیر راشد کے بعد سے لیکر موجودہ پیر پاگارا تک آپ کی جو اولاد اس مسند رشد و ھدایت پر یکے بعد دیگرے متمکن ہوتی رہی ان کے ناموں کا سلسلہ مع القاب کچھ اس طرح سے ہے ۔

۱۔ پیر سید محمد راشد (لقب روضے دھنی ، وفات یکم شعبان ۱۲۳۳ ھ ، ۴ جون ۱۸۱۸ء ۔

۲۔ سید صبغت اللہ شاہ (لقب پیر پاگارا) وفات ۵ رمضان ۱۲۴۶ ھ ، ۸ فروری ۱۸۳۱ء

۳۔ سید علی گوہر شاہ (لقب بنگلے دھنی) وفات ۱۱ جمادی الاول ۱۲۶۳ ھ ، ۲۸ اپریل ۱۸۴۷ء ۔

۴۔ سید حزب اللہ شاہ (لقب تخت دھنی) وفات ۶ محرم ۱۳۰۸ ھ ۲۱ اگست ۱۸۹۰ء ۔
۵۔ سید علی گوہر شاہ ثانی (لقب محنہ دھنی) وفات محرم ۱۳۱۴ ھ ، ۱۸۹۶ء
۶۔ سید شاہ مردان شاہ اول (لقب کوٹ دھنی) وفات ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ ھ ۹ نومبر ۱۹۲۱ء
۷۔ سید صبغت اللہ شاہ ثانی (لقب پگ دھنی) وفت ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء
۸۔ پیر سکندر شاہ مردان شاہ ثانی (لقب پیر پاگارا) موجودہ پیر صاحب پیدائش ۲۲ نومبر ۱۹۲۸ء ۔

پیر محمد راشد کے بعد انکی اولاد کا جو سلسلہ پھیلا وہ راشدی خاندان کے نام سے مشہور ہوا یہ خاندان اپنی شرافت وجاہت ، علمی اور روحانی عظمت کی جہ

سے سندھ کے ممتاز خاندانوں میں شمار کیا جاتا ہے، سندھ کے مشہور مورخ سید حسام الدین راشدی اور سندھ کے مشہور صحافی پیر علی محمد راشدی یہ دونوں بھائی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

حر تحریک:- حروں کے آغاز کی تاریخ بتاتے ہوئے سندھ کے مشہور مورخ مرزا قلیچ بیگ اپنی کتاب "قدیم سندھ" میں لکھتے ہیں۔

> " پیر محمد راشدی کی وفات کے وقت دستار خلافت پر جھگڑا ہوا لیکن انہوں نے اپنے لئے صبغتہ اللہ کو وارث بنایا، جنہوں نے دریائے نارہ (مہران اصغر) کے آس پاس بہت سے مرید کئے دوسرے بھائیوں نے ان کو (پیر صبغت اللہ شاہ) مارنے کی کوشش کی لیکن ان کے مریدوں نے باہم اتفاق کر کے یہ طے کر لیا کہ اپنے پیر صاحب (پیر صبغت اللہ شاہ) کے علاوہ ان کے کسی رشتہ دار یا بھائی کی یعنی کسی کی بھی فرمانبرداری نہیں کریں گے اس نمک حلالی اور جانثاری کی وجہ سے پیر صبغت اللہ نے ان کو " حر " کا نام دیا۔ یہ مناسبت اس حضرت حرؓ سے تھی جنہوں نے حضرت امام حسین کی خاطر کربلا میں سر قربان کیا تھا

ہو سکتا ہے یہ تاریخی حقیقت درست نہ ہو لیکن اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جس زمانہ میں پیر صبغت اللہ شاہ اس مسند پر متمکن ہوئے وہ زمانہ سلطنت اسلامیہ کے انحطاط کا تھا، غیر مسلموں میں مہاراشٹر کے مرہٹوں اور سکھوں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لی تھیں بلکہ انیسویں صدی تک سکھوں نے سارے پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا، اور اب سندھ کی طرف سکھوں اور انگریزوں کی نظریں جمی ہوئیں تھیں، اس پر آشوب دور میں پیر صبغت اللہ شاہ نے جہاد کا عزم کیا اپنے مریدین میں تحریر و تقریر کے ذریعہ جذبہ جہاد موجزن کیا ان کی روحانی

اور ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی فوجی تربیت کا آغاز بھی کیا، درزیوں کو بلا کر ان کے لئے جنگی لباس تیار کرائے انکو اسلحہ سے لیس کیا اس طرح آپ کے لاکھوں جانثار مریدوں میں " حریت اور آزادی " کے متوالوں کی " حروں " کے نام سے ایک عسکری جماعت تیار ہو گئ جنہوں نے ہر دور میں انگریزی تسلط، برطانوی استعمار اور سکھوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا حتیٰ کے انہوں نے ۹۶-۱۸۹۵ میں سندھ کے اندر انگریزوں کیخلاف عام بغاوت کردی جس کی پاداش میں انگریزوں کی جابر حکومت کی طرف سے مختلف صعوبتیں اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں چونکہ بظاہر سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کا بھی یہی مشن تھا، اس لئے جب وہ راجپوتانہ کے راستے سندھ ہوتے ہوئے شمال مغربی کہساروں کی طرف نکلے تو سندھ میں حضرت پیر صبغت اللہ شاہ صاحب نے ہی آپ کی مدد کی اور اپنی اسی " حر فوج " کے ذریعہ ان کو ہر محاذ پر عسکری اخلاقی اور معاشی تعاون سے سرشار کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں جبکہ یورپ شمالی افریقہ اور مشرقی بعید میں پے در پے شکست کھاتے ہوئے برطانوی استعمار کیلئے آخری پناہ گاہ برطانوی ھندوستان رہ گیا تھا اس وقت موجودہ پیر پاگارا کے والد سید صبغت اللہ شاہ ثانی نے (پیر پگارا ششم) نے اس برطانوی استعمار پر یہاں بھی کاری ضرب لگانے کے لئے مسلح جدوجہد کا مجاہدانہ منصوبہ بنایا۔ لیکن آزادی کا یہ عظیم منصوبہ قبل از وقت انگریزوں کے علم میں آ گیا اور اس طرح برطانوی سامراجیوں نے پیر صاحب پاگارہ کی تحریک کو نہایت بیدردی کے ساتھ کچل دیا آزادی کے متوالے مردان آزاد ان کے حر مرید حریت کی اس بے مثال تحریک میں داستان شجاعت کے ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے تھے گولیوں سے بھوندیا گیا لیکن انہوں نے انگریزوں کے خلاف گوریلا جنگ لڑی اس پر قابو پانے کے لئے پورے سندھ پر فوجی آپریشن ہوا توپخانہ اور فضائیہ تک استعمال کی گئی، پیر صاحب پاگارا سید صبغت اللہ شاہ کو گرفتار کر لیا گیا، ان کے مرکز پیر جو گوٹھ پر

بمباری کی گئی پھر اسے ڈائنامیٹ بم لگا کر اڑا دیا گیا۔ پیر صاحب پاگارا کو انگریز کی فوجی عدالت نے سزائے موت دی جس کی اطلاع ان کو صرف چند گھنٹے پیشتر دی گئی، لیکن اس عظیم مجاہد نے اس خبر کو سن کر کسی اضطراب کا اظہار نہیں کیا، نوافل ادا کئے، بلکہ جیل سپرٹینڈنٹ بتاتا ہے کہ آپ کے اعصاب کی مضبوطی اور طمانیت کا یہ عالم تھا کہ میری فرمائش پر آپنے آخری بار شطرنج کی بازی کھیلی اور اس میں مجھے تین بار شکست دی اور نوافل پڑھنے میں مصروف ہو گئے، پھانسی کے مقررہ وقت سے ذرا پہلے عبادت ختم کی اور جب وقت ہو گیا تو خود سپرٹینڈنٹ سے کہا کہ وقت ہو گیا ہے چلو وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے موت کو دیکھ کر اس استقامت کا مظاہرہ کیا ہو۔

بہرحال پیر صبغت اللہ شاہ کو شہید کردیا گیا، اور آپ کی لاش بھی کسی نا معلوم مقام پر دفن کردی گئی جس کا آج تک پتہ نہ چل سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس گدی کو ختم کرنے کا اعلان کردیا۔ سجادہ نشینی کو ممنوع قرار دیکر پیر صاحب پاگارا کے دونوں صاحبزادوں (موجودہ پیر پگارا شاہ سکندر شاہ مردان شاہ اور ان کے بھائی پیر نادر شاہ) کو جلا وطن کر کے انگلستان بھیج دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں خان لیاقت علی خاں کے دور میں حکومت پاکستان نے پیر صاحب پاگارہ کی گدی بحال کی اور انہیں عزت و احترام سے وطن واپس بلالیا گیا یہاں آکر موجودہ پیر پگارا صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور اس ملک کی بقاء اور سالمیت اور اس میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنے حر مریدوں کے ہمراہ بھرپور کوششیں کیں چنانچہ ۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ کی اسی حر فوج نے تھرپار کر کے محاذ پر جنگ میں حصہ لیا اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کے علاوہ اس حر جماعت کا دوسرا پہلو بھی قابل ستائش ہے کہ جب صوبہ سندھ میں لسانی فسادات ہوئے تو انہوں نے

اپنے پیر کے حکم سے ان کو ختم کرانے کی بھرپور کوششیں کیں ، اپنے مہاجر بھائیوں کی حفاظت کی اور انہیں کسی نقصان سے دوچار نہیں ہونے دیا امن اور جنگ دونوں میں ان حروں کی مساعی اور کوششیں قابل قدر اور لائق صد ستائش ہیں ۔

---

(۲) آپ ریاست خیرپور کے مخادیم کھڑہ کی علمی اور روحانی مسند پر ۱۱۰۱ھ میں متمکن ہوئے ، آپ کے والد مخدوم عبدالرحمن شہید ہیں ، علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اس وقت کے سلسلہ قادریہ کے ایک کامل بزرگ اور معتبر عالم پیر موسیٰ شاہ لوئی سے کی۔ فارسی اور سندھی زبان کے مولود (یعنی میلاد شریف) آپ اکثر پڑھوایا کرتے تھے لوگوں کی ارادت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا فضلہ وضو لے جاکر بیماروں کو پلاتے تھے اور وہ صحت یاب ہو جاتے تھے۔ بادشاہان وقت مثلاً ظل اللہ احمد شاہ اس کا بڑا لڑکا " تیمور شاہ " اپنے اپنے عہد حکومت میں آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے، آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے جس کا اظہار ان خطوط سے ہوتا ہے جو وقتاً فوقتاً انھوں نے آپ کے نام ارسال کیے تھے جس میں انھوں نے آپ کو فضائل و کمالات پناہ ، شرافت پناہ افاضت دستگاہ جیسے القاب سے آپ کو یاد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " از اھل دعا از علمائے دین متین و درویشان سالک مسالک راہ یقین بباشند "۔ اس کے علاوہ آپ کے لنگر کے مصارف کے لیے بہت سی جاگیریں بھی ھدیتہً پیش کیں۔ آپ کسی شرعی فیصلہ کے سلسلہ میں شکارپور تشریف لے گئے جہاں زیادتی سواری کے باعث آپ کے پاؤں کی پشت پر ہلکا سا زخم ہوگیا ، اس کو دکھانے کے لیے طبیب کو بلایا ، کافروں اور دشمنان اسلام نے طبیب کو چند سکوں کے عوض خرید لیا تھا چنانچہ اس نے دوائی میں زہر ملا کر پلا دیا جس کا اثر آپ کے جسم میں پھیلتا چلا گیا اور جب تیسرے روز شکار پور سے آپ اپنے شہر کھڑہ پہنچے تو اسی دن جام شہادت نوش فرمایا ۔ یہ ۱۲۰۳ھ کا واقعہ ہے ، قطعہ تاریخ شہادت ہے۔

آں ولی چوں زایں جہاں بے بقا   رفت سوئے خلد دار سرمدی

سال تاریخش بجستم از خرد   گفت بودہ " پیر قاضی احمدی " ۱۲۰۳ھ

حالات ماخوذ از :- تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی ، مخدوم اللہ بخش عباسی ، ص ۱، تا ۸۸

آپ کے حالات اگلے صفحے پر درج ہیں۔

تذکرہ مخادیم کھیڑہ قلمی، مخدوم اللہ بخش عباسی، ص ۸۰

(۳۰) مخدوم محمد عاقل بھی اپنے والد مخدوم احمدی کی طرح بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ اور بڑے معتبر عالم ہوئے ہیں، شاہان وقت آپ سے بڑی ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ جودھپور اور بیکانیر کے راجہ آپ کو عمدہ عمدہ تحائف ارسال کرتے تھے قندھار کا فرمانروا "تیمور شاہ" (احمد شاہ ابدالی کا لڑکا المتوفی ۹۳ء،ھ ۱۲۰۷ء) آپ سے نیازمندانہ روابط رکھتا تھا اس نے شاہی فرمانوں میں آپ کو حقائق و معارف آگاہ، فضیلت و کمالات پناہ، زبدہ العارفین، زبدہ السالکین، جیسے القاب سے یاد کیا ہے، اور شرعی فیصلوں کے لیے آپ کو قاضی مقرر کر کے پورے سندھ کے باشندگان کو آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ تیمور کے بعد اس کے لڑکے زمان شاہ نے اور اس کے بعد محمود شاہ (م ۱۸۲۹ء) اور اس کے بعد شاہ شجاع الملک نے بھی مخدوم صاحب کی تعظیم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خانقاہ کے لیے آپ کی جاگیروں میں اضافہ کیا اور آپ کی دعاؤں کے ہمیشہ طالب رہے۔ ۱۲۳۲ھ میں آپ نے شہر کھرڑہ ریاست ریاست خیرپور میں وفات پائی، وہیں آپ کا مزار ہے۔ قطعہ تاریخ وفات ہے۔

جستم ام عقل سال خاتم او — تاجہ عنوان شود جواب وصول
پاسخم زود ترجمان گفتہ — "نور کامل بودہ بشرع رسول" ۱۲۳۲ھ

حالات ماخوذ از :- تذکرہ مخادیم کھرڑہ، قلمی، مخدوم اللہ بخش عباس، ص ۸۹ تا ۱۱۳

پیر محمد راشد کے حالات اور اس مضمون کی ترتیب ہیں مندرجہ ذیل کتب، درسائل اور اخبارات سے مدد لی گئی۔

(۱) تذکرہ مخادیم کھرڑہ قلمی، مخدوم اللہ بخش عباسی۔
(۲) تذکرہ صوفیائے سندھ اعجاز الحق قدوسی۔
(۳) تذکرہ پیران پاگارہ۔ تبسم چودھری۔
(۴) قدیم سندھ۔ مرزا قلیج بیگ۔
(۵) حاشیہ لب تاریخ سندھ، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ ۲۵۵۔
(۶) ہفت روز لیل و نہار "مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۷۲ ص،
(۷) "روزنامہ جسارت مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲
(۸) رسالہ نیں زندگی، ماہ مئی ۱۹۵۲ مضمون (سندھ کا ایک برگزیدہ خاندان ڈاکٹر نبی بخش خاں)

محمد رحیم لغاری

سندھی اور سرائیکی زبان کے مشہور شاعر حمل فقیر کے اکلوتے فرزند " محمد رحیم " جو اپنے باپ کی طرح صوفی شاعر تھے اور لواری شریف کے آستانہ سے تعلق رکھنے کے باعث نقشبندی صوفیاء میں جن کا شمار کیا جاسکتا ہے ۔

نام :۔ حمل فقیر کی بیاض میں اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو اسکے خاندان کا شجرہ نسب ملتا ہے اس میں اس نے اپنے اس فرزند کا نام " عبدالرحیم لکھا ہے ۔

مگر اسی بیاض میں اس کی شادی کی تاریخ اور دیگر دوسرے مقام پر جب اس کا ذکر کیا ہے تو " رحیم خاں " کے نام سے کیا ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے گھر والے اس کو اسی نام سے جانتے تھے لیکن اس کے قبیلے کے علاوہ ہر خاص و عام میں یہ محمد رحیم کے نام سے مشہور و معروف ہوا یہی وجہ ہے کہ حمل فقیر نے بھی اپنی بیاض کے آخیر میں چند مقامات پر اسکو " محمد رحیم " ہی کے نام سے یاد کیا ہے ۔ اسی طرح خود اس نے اپنے دستخط بھی " محمد رحیم " ہی کے نام سے کیئے ہیں ۔

ولادت :۔ محمد رحیم کی صحیح تاریخ ولادت کا پتہ نہیں ۔ مگر اندازہ یہ ہے کہ تقریباً ۱۲۶۰ ھ کے لگ بھگ اس کی ولادت ہوئی ہے ۔ کیونکہ حاجی میاں جمال خان کہتے ہیں کہ مامے محمد رحیم کی عمر اس کے انتقال کے وقت تقریباً ساٹھ برس کی تھی یا اس سے کچھ کم " جبکہ اس کی وفت ۱۳۱۶ ھ میں ہوئی ہے تو اس لحاظ سے سن ولادت تقریباً ۱۲۶۰ ھ ہی کے لگ بھگ بنتا ہے ۔

تعلیم :۔ محمد رحیم نے مروجہ تعلیم اپنے والد حمل فقیر سے ہی حاصل کی چناچہ

حاجی جمال کہتے ہیں کہ ہمارے ماموں میاں محمد رحیم فارسی بہت اچھی لکھتے تھے ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنی اچھی فارسی کس سے سکھی ہے تو انہوں نے کہا کہ فارسی میرے والد نے مجھے پڑھائی ہے "

ملازمتیں :۔ حمل فقیر کی اچھی تعلیم اور اچھی تربیت ہی کا اثر تھا کہ محمد رحیم اتنا قابل بن گیا کہ وہ جہاں گیا اس کو اچھی سے اچھی نوکری ملی ۔ چناچہ سب سے پہلے بھانڑو (پاٹوب) کے سید میاں نور شاہ نے اس کو اپنا منشی مقرر کیا اور اپنا سارہ کاروبار اس کے سپرد کر دیا، اس کے بعد برٹش گورنمنٹ میں وہ اسلحہ دار (گھوڑے سوار) مقرر ہوا لیکن اس کے باپ نے کہا بیٹیا! سرکاری نوکری اچھی نہیں ہوتی، چناچہ محمد رحیم وہ نوکری چھوڑ کر خیرپور ریاست میں میاں غلام حیدر کے پاس آکر ملازم ہو گیا ۔ اور اپنی لیاقت اور قابلیت سے وہ نام اور مقبولیت حاصل کی کہ والئ ریاست میر علی مراد خاں نے اس کو اپنے پاس لیجانے کا ارادہ کر لیا اور میر حیدر سے اشارتاً کہا کہ ہماری ایک خواہش ہے، کیا تم پوری کرو گے ؟ میر حیدر سمجھ گیا اور اس نے جواب میں کہا کہ مجھے آپ کا ہر حکم منظور ہے مگر لاڑ کے لغاری (یعنی سندھ کے جنوبی حصہ کا لغاری محمد رحیم) کو میں نہیں دے سکتا۔

پیر جو گوٹھ آمد :۔ میر غلام حیدر کی وفات کے بعد اس کے لڑکے نے بھی شروع میں بڑی قدردانی کی اور محمد رحیم کو عام مختارنامہ دیکر اپنی ساری جاگیروں کا کام اس کے سپرد کردیا۔ لیکن بعد میں میر صاحب نے " خوش محمد ناریجہ " کو کاردار مقرر کردیا جو کہ بالکل جاہل آدمی تھا اور محمد رحیم کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت اور قابلیت نہیں رکھتا تھا اس بات سے محمد رحیم کو بڑا دلی صدمہ ہوا اور وہ نوکری چھوڑ چھاڑ کے پیر جو گوٹھ آگیا اور اپنی زندگی کے باقی ایام یہیں گزارنے لگا۔

بیعت و ارادت:۔ محمد رحیم لواری شریف کے بزرگوں سے شرف بیعت رکھتا تھا چناچہ لواری میں مسجد کا ایک مینار جب تعمیر کرایا گیا تو اس کی تاریخ میں ایک طویل نظم محمد رحیم نے قلمبند کی، اس طویل نظم کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جس سے اس کی اپنے مرشدوں سے عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

حمد هزاران خالق کي جنهن جوڙي جوڙ جهاني
واجب آه همشان هر دم ياد ذکر يزداني
نوڙ منجهوڻ نروار کيو جنهن پرور پاک پيشاني
مير محمد شاه جنهن تي " لولاک " لٿي قرآني
تنهجو خاص خليفو نائب نقشبندي نوراني
بخش کئي آبادي تنهن کي سرزمين سلطاني
مهر منير مکمل مرشد رهبر راه رباني
لائق لعل لواريءِ جنهن مرد کئي مرداني
اهڙ و پير اسان جو دائم درد مندان درماني
لائق لعل لواري ۾ با شوکت شان شاهاني
تابع سڀ تبريزي تنهنجا طوسي ۽ گهر طوراني
چين توڙي ماچين وارا فغفور دگر خاقاني
کابل بابل بلخ بخاري ودلا درس دوراني
روسي رومي رام انهئي درخاک چمن خزراني

وفات:۔ محمد رحیم نے ۱۳ صفر المظفر ۱۳۱۶ھ بروز ہفتہ بوقت صبح اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔

اولاد:۔ محمد رحیم تحصیل روہڑی میں پیر پاگارا کے گاؤں پیر جو گوٹھ میں آکر جب آباد ہوا تو وہیں اپنے رشتہ داروں میں اس نے شادی کی اس کی شادی کی تاریخ اس کے والد نے اپنی بیاض میں اسطرح تحریر کی ہے۔

" شادی کذخدائی پسرم نور جان رحیم خان لغاری بتاریخ یاز دھم

ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ در شب دو شنبہ کردیم"۔

اس شادی کے سولہ سال بعد یعنی اس کے والد کی وفات کے چھ سال بعد محمد رحیم کے یہاں ۱۳۰۴ھ میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس کے دادا کے نام پر اس نے حمل رکھا، یہ لڑکا تقریباً سات سال کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کی وفات کا محمد رحیم کو بے پناہ صدمہ تھا۔ چناچہ اس نے فارسی میں اس درد ناک واقعہ پر اشعار لکھے جس میں تاریخ وفات بھی کہی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ تھا۔

گوشۂ جگر پریدہ کئے شود سر سبز باغ
جوئبارے اشک جاری خشک شد گلشن امید

ایک اور غزل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا جس کے آخری دو شعر یہ ہیں۔

ایں چمن آتشکدہ افروختی بھرچرا
راست گوبھر من است ایں یا بعالم سوختی ؟
دفتر ہجر و جدائی پیش شد محمد رحیم
ایں نخوانند و مبدم ورق وصالم سوختی

چند رباعیاں :۔ چھٹل خاں لغاری بڑا مدبر اور سنجیدہ شخص تھا، میاں محمد رحیم کا چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ پیر صاحب پاگارا پیر حزب اللہ شاہ کا خاص خلیفہ اور خاص خدمت گار شمار ہوتا تھا۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ کو حروں نے اسکو شہید کر دیا پیر صاحب کو بھی اسکی شہادت کا بڑا افسوس تھا اس موقعہ پر محمد رحیم نے یہ رباعی کہی اور پیر پاگارا کی مجلس میں سنائی

بر گشت زمن یارولے خوب نکرد
ایں صبر کہ من کردم ایوب نہ کرد

ایں گریہ کہ من کردم از درد فراق

در گم شدن یوسف یعقوب نہ کرد

اسی طرح میر علی مراد خاں والئ ریاست خیرپور کے یہاں میر فیض محمد خاں کی ولادت پر رباعی کہی۔

شبے شمس ومہ کوکبؑ بیک برجے جمع گشتہ

درونش فیض محمد خاں منور چوں شمع گشتہ

حالات ماخوذ از:-

ضمیمہ کلیات۔ حل:- ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ

ص ۲۵۷۔ ۳۶۴

حافظ سید مقصود علی

حیدرآباد سندھ کی ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے مرید اور خلیفہ مجاز حافظ سید مقصود علی صاحب جن کی اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھلی ہوئی زندگی ان کے مرشد کی ان پر خاص نگاہ کرم اور ان کی خصوصی تربیت کا پتہ دیتی ہے۔

ولادت:۔ حافظ صاحب کی ولادت یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو موضع کھیڑلہ تحصیل نوح ضلع گڑگانوہ (بھارت) میں ہوئی۔ موضع کھیڑلہ، ریاست الور کے قریب یہ وہ ہی متبرک اور مقدس مقام ہے جہاں ہندوپاک کے عظیم اور باکمال روحانی بزرگ اور حافظ سید مقصود علی صاحب کے دادا پیر حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسالہ رکن دین) کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور یہ آپکا آبائی گاؤں تھا۔ اور آج بھی وہاں حضرت محمد شاہ رکن الدین کے آباؤ اجداد کے مزارات موجود ہیں۔

والد ماجد:۔ آپکے والد ماجد کا نام سید منظور علی تھا جو حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے تھے اور ان کے خاص مخلصین میں شمار ہوتے تھے، سید منظور علی صاحب کا تقریبا تمام ہی گھرانہ حضرت خواجہ کا ارادتمند اور عقیدت مند تھا جبکہ سید منظور علی صاحب اپنے مرشد سے اپنی ارادت اور عقیدت میں "فنافی الرشد" کے مرتبہ پر فائز تھے۔ آخیر عمر میں جب وہ پاکستان ھجرت کر کے آگئے تو یہاں ان کو کینسر کا موذی مرض لاحق ہوگیا اس مرض کی شدت میں بھی مرشد کی یاد ہی ان کے لئے وجہ تسکین قلب بنی رہی جب مرشد کی یاد نے بہت بے چین کیا تو انہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب حیدرآباد ہی مرشد کے آستانہ پر چلتا ہوں اور بقیہ زندگی وہیں گذاردونگا ابھی یہ اردہ ہی کیا تھا کہ موت

نے آلیا اور جنت کے اندر مرشد کے قرب میں پہنچا کر ان کی آرزو کو پورا کر دیا۔

حافظ سید مقصود علی صاحب نے ایسے محبت کرنے والے باپ کے آغوش میں تربیت پائی یہی وجہ ہے کہ ان کے اور ان کے بھائیوں (سید محفوظ علی اور ڈاکٹر سید ارشاد علی) کے رگ وپے میں بھی مرشد کی محبت رچی اور بسی ہوئی ہے۔

تعلیم :۔ حافظ صاحب نے دھلی میں مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر اور اپنے وقت کے عظیم عالم اور مفتی حضرت مولانا مفتی مشرف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۴۶ء میں قرآن پاک حفظ کیا، جس وقت قرآن پاک کا حفظ آپ نے مکمل کیا اسوقت آپ کی عمر دس سال کی تھی۔

۱۹۴۷ء میں اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ہمراہ آپ پاکستان آگئے اور یہاں آپ نے اسکول کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کی چنانچہ آپ نے ایک ایم اے اردو میں کیا اور دوسرا ایم اے اسلامیات میں کیا اس کے علاوہ بی ٹی کی سند بھی حاصل کی۔

ملازمت :۔ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دوسروں کی تعلیم کا کام سنبھال لیا یعنی کالج میں بحیثیت پروفیسر ملازمت اختیار کر لی۔ اور اب ماشاء اللہ گورنمنٹ کالج خیرپور میں بحیثیت پرنسپل اور صدر شعبہ علوم اسلامیہ کے اپنے فرائض بڑی حسن و خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت :۔ چونکہ آپ کے آباؤ اجداد حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اس لئے یہ ارادت آپ کو گھٹی میں ملی اور آپ نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ محمد رکن الدینؒ کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ سے (جنکا مزار مبارک راجپوتانہ ہسپتال کے پاس جامشورو روڈ حیدرآباد میں واقع ہے) شرف بیعت حاصل کیا اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر اپنی سلوک کی

منازل طے کیں، جب آپ کے مرشد نے اس جوہر کو اس قابل پایا کہ یہ " تبلیغ اور رشد و ہدایت کا بار گراں اٹھا سکتا ہے تو آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اخلاص :۔ حافظ صاحب کی اپنے مرشد سے بے لوث عقیدت و محبت اور اعلیٰ درجہ کا اخلاص ان کے کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے عداوت رکھی اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔ چنانچہ حافظ کے اس اخلاص اور خلوص پر مہر تصدیق خود آپ کے مرشد نے اس طرح ثبت فرمائی کہ ایک روز حافظ صاحب نے اپنے مرشد کے لئے از قسم طعام کوئی ھدیہ روانہ کیا آپ کے مرشد نے فرمایا " ایسی خالص چیز حافظ صاحب جیسے مخلص ہی بھیج سکتے ہیں "۔

نماز تراویح :۔ حافظ صاحب کو یہ بھی ایک بڑا شرف حاصل ہے کہ آپ کے مرشد اکبری تکونیہ مسجد میں نماز اداء فرمایا کرتے تھے، ۱۹۶۳ء میں اسی مسجد کے اندر ماہ رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں اپنے مرشد کو پورا قرآن پاک سنانے کی آپ کو سعادت حاصل ہوئی۔ جب آپ نے ختم قرآن کیا تو آپ کے مرشد نے خوش ہو کر آپ کو بڑی دعاؤں اور عنایتوں سے سرفراز فرمایا۔

وعظ و تقریر :۔ دھلی کی جامع مسجد فتحپوری میں ہر سال ایک عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتا تھا جس کی صدارت حضرت مفتی اعظم شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور اس جلسہ میں اس زمانہ کے نامور مشائخ اور علمائے کرام شرکت فرمایا کرتے تھے خود حضرت شاہ محمد رکن الدینؒ اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ بھی خصوصی طور پر شریک ہوتے تھے۔ اس جلسہ میں ۱۹۴۶ء کو بڑے بڑے مشائخ اور علماء کی موجودگی میں حافظ صاحب نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر فرمائی اور وہاں پر موجود

مشائخ اور علماء کی دعاؤں سے خوب خوب مستفیض ہوئے یہ انہی دعاؤں کا اور نگاہوں کا صدقہ ہے کہ آج ریڈیو پاکستان سے مذہبی قومی پروگراموں میں دینی اور اصلاحی موضوعات پر آپ کی کثرت سے تقاریر نشر کی جاتی ہیں اور عوام میں بے حد مقبول ہیں ۔ کیونکہ سادہ اور سلیس زبان پر مغز مضامین اور اس پر آپ کا دلکش و دلنشین انداز خطاب ہر عام و خاص کے لئے کشش اور جذب کا باعث ہوتا ہے ۔ اس پر تصوف اور روحانیت کی چاشنی سونے پہ سہاگہ کا کام کرتی ہے ۔ مگر حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ۔

یہ سب کچھ فضل ربی کے ساتھ اپنے مرشد کامل کی توجہ فیضان
صحبت اور آپ کی روحانی تربیت کا نتیجہ ہے

عادات و خصائل :۔ حافظ صاحب بے حد متقی و پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بااخلاق اور خوش مزاج ہیں اپنی پر لطف اور پر کشش گفتگو سے حاضرین محفل کو فرحان و شاداں رکھتے ہیں چونکہ طبیعت میں ظرافت بھی ہے اس لئے محفل کو کشت زعفران رکھتے ہیں ۔ بہت ذہین اور حاضر جواب بھی ہیں ۔ مسجد میں پابندی سے خود جماعت کراتے ہیں اور اپنے پیران کرام کے بتائے ہوئے اوروظائف پر پابندی سے کاربند ہیں ان کے بچے ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت نیک ہیں اور اپنے والد کی علمی اخلاقی اور دینی تربیت کا بہترین نمونہ ہیں ۔

حالات ماخوذ از :۔ (۱) مکتوب حافظ سید مقصود علی بنام راقم الحروف از خیرپور، محررہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء
(۲) راقم الحروف کے ذاتی مشاہدات

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ
عارف جامی

حضرات نقشبندیہ عجب سالار قافلہ ہیں کہ خفیہ راستہ سے کارواں کو حرم میں لیجاتے ہیں

چوں شوی دور از حضور اولیاء
در حقیقت گشتہ دور از خدا
مولانا رومی

جو اولیاء سے دور ہو گیا وہ در حقیقت خدا سے دور ہو گیا

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانے کاملے
درویش لاہوری

اگر تو اپنی مشت خاک کو سونا بنانا چاہتا ہے تو کسی ولی کامل کے آستانہ کو بوسہ دے

صوفیائے سکھر

عبدالرحمن سکھری

ابتدائی حالات:۔ آپ کا اسم گرامی مولانا عبدالرحمن تھا، والد کا نام مولانا کمال الدین تھا، آپ شریعت کے بڑے پابند اور بڑے بے نفس بزرگ تھے شروع میں جب نیا سکھر آباد ہو رہا تھا اس وقت آپ اپنے والد کے ہمراہ بلوچستان سے آکر دریا بندر (یعنی کراچی) میں آباد ہوئے۔

علوم ظاہری:۔ علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے اس وقت کے معروف و مشہور عالم و محقق حضرت مولینا خلیفہ محمد یعقوب صاحب ہمایونی سے کی اور انہی کے ذریعہ آپ کی دستار بندی ہوئی

علوم باطن:۔ علوم باطنی کی تکمیل آپ نے سندھ کے معروف سرہندی بزرگ حضرت خواجہ عبدالقیوم مجددی قندھاری سے کی اور انہی کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت حاصل کر کے مدارج تکمیل طے کئے۔

عادات و خصائل:۔ آپ شریعت و طریقت کے پابند تھے، بڑے مہمان نواز تھے کتنے ہی مہمان مسافر آجائیں سب آپ کے دسترخوان سے مستفیض ہو کے جاتے تھے۔ شروع میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھا لیکن بعد میں آپ ہمہ تن سب کچھ چھوڑ کر مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور ان کی رہبری و رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ چناچہ آپ کی رشد و ہدایت سے بہت سے کفار دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو کر دارین کی فوز و فلاح سے ہمکنار ہو گئے۔ حتیٰ کے اس سلسلہ میں آپ پر مقدمے بھی قائم کئے گئے لیکن آپ کے پایہ استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی اور آپ

سب کچھ سہتے ہوئے اعلاء کلمتہ الحق اور تبلیغ دین مبین میں مصروف رہے ۔ اور مسلسل کافروں کو مسلمان کرتے رہے ۔

اثر انگیزی :۔ علوم ظاہری کا جب آپ درس دیتے تھے تو آپ کا روحانی فیض اس وقت بھی جاری رہتا تھا ۔ اور اپنے باطنی تصرفات سے آپ دلوں کی دنیا بدل دیا کرتے تھے ۔ چناچہ آپ کے پوتے مولانا غلام محمد صاحب کا بیان ہے کہ روہڑی کے مشہور فقیر اور بزرگ قادر بخش بیدل کو بھی آپ ہی سے شرف تلمذ حاصل تھا ایک دن فقیر قادر بخش آپ کے پاس علم نحو کی منتھی کتاب " شرح جامی " پڑھ رہے تھے کہ اثنائے درس کتاب میں " عشق " کا کہیں لفظ آگیا اسکو پڑھ کر فقیر قادر بخش بیدل پروہ کیفیت طاری ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور وہ کتاب بند کر کے اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالرحمن سے عرض کرنے لگے کے سائیں ! مجھے تو اس " عشق " کے لفظ میں آسمان و زمین کی تمام وسعتیں سمٹتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ بس یہی کافی ہے اب مجھ سے آگے نہیں پڑھا جاتا ۔

معاصرین :۔ آپ کی مولانا تاج محمود صاحب امروٹھی سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں مولوی عبدالقادر قاسم پوری سے بھی آپ کی بڑی راہ و رسم تھی ، مخدوم محمد صاحب ، مجذوب " سہوانی " سے بھی آپ نے بہت کچھ استفادہ کیا ہے ۔

پیر سید حزب اللہ شاہ صاحبؒ (پیر پاگارا) بھی آپ کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے ۔

وفات :۔ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۱۴ھ کو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر ستر سال کی عمر میں آپ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے ۔

تاریخ وفات :۔ مولوی محمد صالح مرحوم ساکن ڈکھن (ضلع سکھر) نے مندرجہ

ذیل آپ کی تاریخ وفات کہی ہے۔

صاحب فیض و کرامت ، عارف قطب زماں
مولوی عبدالرحمن شیخ اسلام جہاں

وارث سجادہ، حضرت رسول ذوالکرم
شیخ اکمل ، فخر علماء عارف عالی مقام

درجہاد نفس و شیطان عمر خود را کرد صرف
دوسرائے باغ جنت شد خراماں جو شہان

سال تاریخ وصالش جست صالح از خرد
صورت تاریخ وصلش ، اینچنیں کردہ بیاں

بیست وسوم ازمہ شوال ، شب آدنیہ بود
کان گہردر گنج داں خاک لحدشد نہاں

بازاز سال وصالش اینچین دادہ خبر
• مجتہد دوراں دور نامہ رونق اسلامیاں

۱۳۱۴ھ

حالات از خود تذکرہ مشاہیر سندھ • دین محمد دفائی ، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد • ص ۲۲۶٬۲۲۵

مخدوم محمد صالح وزیر آبادی

ضلع سکھر میں "لکی کے قریب وزیر آباد نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اسی گاؤں میں مخدوم محمد صالح نام کے ایک نقشبندی بزرگ گزرے ہیں، جو نہ صرف جید عالم بلکہ بڑے عابد و زاہد بھی تھے۔

بیعت:۔ آپ کو نقشبندی طریقہ میں شکارپور کے مشہور بزرگ خواجہ نظام الدین مجددی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ انہی سے آپ نے مدارج سلوک طے کئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور اپنے علاقہ میں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ نقشبندی سلسلہ میں آپ مرید بھی کرتے تھے۔ اور آپ کا آستانہ مرجع خلائق بنا رہتا تھا۔

حکمت:۔ آپ حکیم حاذق بھی تھے۔ اور حکمت میں "لکی" کے سادات سے آپ کا تعلق تھا۔

شاعر:۔ آپ فارسی کے بڑے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال پر جو آپ نے قطعہ، تاریخ کہا تھا وہ آج بھی ان کی لوح مزار پر کندہ ہے جس سے آپ کی اپنے پیر سے والہانہ محبت اور عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام نعتیہ ہوتا تھا۔ اس کے چند نمونے تحریر کئے جاتے ہیں جس سے آپ کے کلام کی پختگی اور بے ساختگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بیا ساقی بگرداں جام مے را
جز اک اللہ فی الدارین خیرا

صبا از منزل لیلیٰ بیاور
پئ مجنوں شمیم خاک حی را

سرم مخمور از عشق رسول است
مغنی خوش نواکن چنگ نے را
خدائے پاک از فرط محبت
گزیدہ سرور فرخندہ پئے را
صلائے عام خدام جنابش
نمودہ طے بساط جود طے را
بحمد اللہ کہ نام پاک احمد
جو شہد و شیر شیریں کردنے را
زعشقش صالح بے خود نداند
کنوی تاب تمو زرنج دے را

ایک اور نعت کے چند اشعار

از کف ساقی گرفتم جام را
نوش کردم بادہ گلفام را
کعبہ مقصود خودرا یافتم
بستم از شوق ورون احرام را
درسرم سودائے عشق آمدبدید
خواہم از گیسوش برپا دام را
تاز زلفش سا ختم زنار دل
کفر دادہ رونق اسلام را
اضطراب عشق اوتسکین ما است
مانمی خواہم کنوں آرام را
اے صبازین عندلیب خستہ گو
اشتیاقم عرض آں گلفام را

در حضور مصطفیٰ در طیبہ
قاصد از من ببر پیغام را

حافظ شیرازی کی ایک غزل پر آپ کی نعتیہ تضمین کی ایک جھلک

اے خوش آں کس کز فیض عشقت مدح خوانی میکند
ہر گدائے بارگاہت کامرانی میکند
با غم عشق تو صالح شادمانی میکند
بلبل شیراز تلقین خوش بیانی میکند
خسروا پیرانہ سرحافظ جوانی میکند
برامید عفو جاں بخش گنہ فرسائی تو

وفات:- یہ عاشق رسول ۱۲۶۸ھ میں اس دار فانی سے رحلت کر کے اپنے محبوب سے جاملا۔

قطعہ تاریخ:- میاں نور محمد پیرزادہ نے آپ کی وفات پر ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

زہے واصل حضرت ذوالجلال ۔۔۔ پسندیدہ مصطفیٰ در حضور
وسیلہ جہاں رہبر خاص و عام ۔۔۔ از و فیض حق گشت ہر جا ظہور
عجب خاور آفتاب علا ۔۔۔ کہ رخشاں کند سینہ راز نور
چو آہنگ ترحیل دنیائے دوں ۔۔۔ نمودہ بحکم خدا باسرور
زہاتف شیندم صدائے بگوش ۔۔۔ از و گشت راضی خدائے غفور

۱۲۸۷ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۲ ص ۹،

محمد علی طالب بکھری

سندھ میں فارسی کے جو شیریں گو اور صوفی شعراء گزرے ہیں انمیں سے ایک محمد علی طالب بکھری کی ذات بھی ہے ۔

آپ قلعہ بکھر کے قریب " رھی " گاؤں کے رہنے والے تھے آپ کے والد کا نام حاجی محمد پناہ تھا ۔ چنانچہ آپ خود اپنے اشعار میں اپنے متعلق اور اپنے والد اور جائے سکونت کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں ۔

نام پدر ماست محمد پناہ ساختہ در ظل محمد پناہ
حاجی حرمین شریفین ھست زائر فرخندہ مقامین ھست
برسرم سایہ ایں پائندہ باد از سببش بختم فرخندہ باد
نیز مرا نام محمد علی است طالب ھم باز تخلص علی است
طالب خیر آمدہ ام از خدا طالب زاں گشت تخلص مرا
مسکن ماطجن بکھر حصار قریہ رھی ھست ھماں جا قرار

روہڑی میں موئے مبارک کے مجاور میاں رحمت اللہ کے ساتھ آپ کی بڑی دوستی تھے اور اکثر ان کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست رہا کرتی تھے ایک روز میاں رحمت اللہ کے خیال دلانے پر آپ نے موئے مبارک کے ظہور کی تاریخ میں ایک نظم قلمبند کی ۔ اس فارسی نظم کے ۴۴۲ اشعار ہیں جس میں سے بطور نمونہ چند تحریر کئے جاتے ہیں

ھست یکے شخص نیک ذات سلمۂ اللہ عن الحادثات
کاشف اسرار کنوز علوم واقف اسرار رموز قیوم
نطق دل آویز زبس دلکشاد لعل شکر ریزش صدجاں فزا
واصف انوار از روئے رسول عاکف بود آگہ موئے رسول
درنہ آن رحمت دار مقر رحمت اللہ شدہ نامور

من کہ شدم ناظم نظم ایں کتاب — از سببش یا فتم ایں نصاب
پیش ازیں نزدش چوں رفتمی — گفتنی خویش بدو گفتمی
اد بہ چنیں خلق بگشتی انیس — بامن بے چارہ مسکین جلیس
جملہ دراں سمع قبول آمدی — ناظم را ناطق تحسین شدی
گفت بروزی بمن خام ہوش — ناظم ایں نامہ لبشو دار گوش
تا شرف لطیف خدایت رسد — بہر ازیں باب دعایت رسد
داد بمن درقہ تاریخ او — گفت بمن ناظم تاریخ شو
یافتم ایں عز از آں آستاں — دست فگندیم باں داستاں
" نامہ ظہور[1]" آمد نامش نکو — باز ایں قصہ مارا شنو

بیعت :۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ نظام الدین مجددیؒ شکارپوری سے شرف بیعت حاصل کی اور انہی کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں۔

اپنی کتاب " ظہور نامہ " میں آپ نے اپنے مرشد کے بارے میں بھی بہت سے تعریفی اور مدحیہ اشعار تحریر کئے ہیں جس سے آپ کا اپنے مرشد سے والہانہ لگاؤ اور قلبی ارادت و عقیدت اور محبت کا پتہ چلتا ہے۔

عادات :۔ آپ انتہائی نیک خصلت دیندار ، متقی و پرہیزگار اور بڑے عاشق رسول تھے۔

وفات :۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اس عاشق رسول اور صوفی باصفا نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

(۱) " نامہ ظہور " نامی یہ رسالہ آپ نے ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۰۲ھ کو مکمل کیا۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۲۲۰

میاں نور محمدؒ پیرزادہ

ضلع سکھر میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کے ایک مشہور خلیفہ مخدوم شاہ عثمانی ۷۰۶ ھ میں گزرے ہیں ان کی تمام اولاد سندھ میں "پیرزادہ" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

ولادت:۔آپ کی ولادت اسی ضلع سکھر کے ایک قصبہ "عبدولھر" میں ہوئی۔ اس ہی لئے آپ کو "میاں نور محمد پیرزادہ عبدوی" کہا جاتا ہے۔

علم ظاہر:۔ علوم ظاہری کی تعلیم اور تکمیل آپ نے اپنے خاندان کے مقتدر علماء سے ہی کی۔

علوم باطنی:۔ آپ کے خاندان کے افراد سلسلہء سہروردیہ میں خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے ارادت و خلافت رکھتے تھے لیکن چونکہ آپ کو "لکی" کے سادات کی صحبت اکثر حاصل رہی اس لئے سادات لکی کی طرح آپ کا رجحان بھی لواری شریف کے آستانہ کی طرف ہو گیا اور اس آستانہ کی ارادت و عقیدت آپ کے دل میں گھر کر گئی لہذا آپ سلسلہء نقشبندیہ مین اسی آستانہ کے بزرگوں سے بیعت ہو کر فقر کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔

اوصاف و خصائل:۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی۔ سندھ میں انگریزوں کے قبضہ سے لیکر میروں کے زوال تک کے تمام ادوار آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ لیکن یہ پوری زندگی آپ نے اللہ کی عبادت ذکر و اذکار، بے نفسی اور خاموشی میں گزار دی۔

شاعری:۔ فارسی شاعری بالخصوص قطعات تاریخ کہنے میں آپ کو خاص ملکہ

حاصل تھا چنانچہ اپنے خاندان کے اکثر بزرگوں کی وفات پر آپ ہی نے قطعات تاریخ قلمبند کئے۔

تالپوروں کے زوال اور میروں کی گرفتاری کے تاریخی واقعہ پر آپ نے ایک طویل نظم تحریر فرمائی۔ جس کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

جوں بیفتاد از مراتب جاہ — صوبیدار ولد غلام علی
دیگر میر میر محمد خاں — پور علی تبار فتح علی
میر شہزاد خاں میر نصیر — ابن الابن بن مراد علی
حیدرآباد و ملک سندھ تمام — ہمہ ز انصاف ساں مدام جلی
ہمہ حبس آسماں کردہ — ملک شان وا دگر نمود ولی
سال تاریخ یکہزار دو صد — چھل ود و نہ زے است جلی

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۳ محرم الحرام ۱۳۲۰ ھ کو ہوئی آپ کی وفات پر ایک شاعر نے آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

آں کہ بد خلق را امام زماں — صاحب شرع ہمہ یگانہ زماں
چونکہ رفت از جہاں بجنت خلد — جستم از سال انتقال نشاں
ناگہ از ہاتفم رسید آواز — کہ بہ جنت الخلد شد امام زماں

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۲ ص ۹۹

صوفیائے لاڑکانہ

فقیر عثمان لاڑکانوی

ولادت:۔ ضلع لاڑکانہ کے ایک "سانگین" نامی گاؤں میں ایک ہاری کے گھر ۱۱۹۷ھ میں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی جو بعد میں "فقیر عثمان" کے نام سے سندھ کا مشہور صوفی شاعر اور بزرگ پہچانا گیا۔

علم ظاہر و باطن:۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز فارسی کی ابتدائی کتابوں سے کیا، لیکن جلد ہی آپ کی طبیعت روحانیت کی طرف مائل ہو گئی چنانچہ اس کی تکمیل کے لئے آپ نے نوشہروفیروز کے مشہور صوفی اور بزرگ مخدوم عبدالحیٔ نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے روحانی تربیت حاصل کی اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے مرشد کے ایک اور کامل مرید اور خلیفہ فقیر خیر محمد "ھسبانی" کی صحبتوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ الغرض ان صحبتوں کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی پوری زندگی تصوف کی سانچے میں ڈھل گئی، اور آپ کے قول و فعل اور ہر ادا سے عشق و محبت اور جذب و سلوک کی جھلک نظر آنے لگی۔

ایک عرصہ آپ اپنے مرشد کی خدمت میں ان کے گاؤں میں ذکر و فکر، مراقبے و مشاہدے اور چلے وغیرہ کرتے رہے، پھر باقی زندگی آپ نے لاڑکانہ میں آکر گزاری۔

شاعری:۔ آپ کا کلام عشق و محبت اور تصوف کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا، بڑے بڑے تصوف کے مسائل آپ اپنے اشعار میں حل فرمادیا کرتے تھے۔ یوں تو سندھ میں آپ کی کافیاں بہت مشہور و مقبول ہوئیں لیکن ان کی حقیقت اور ان کے معنی کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اور جو سمجھتے ہیں وہ اس سے بڑا روحانی ذوق اور سرور حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی کافی کے چند اشعار نمونے کے طور پر یہاں لکھے جاتے ہیں ۔

پهريون پاڻ سڃاڻ سيکا صورت پۇ سڃاڻي
خلق .... صورت سارو پاڻ و ساري ڪرتون نظارو
اهو سڻ اهڃاڻ ڄاڻ و ڄاڻي پۇ تون ڄاڻي
گهوٽ آيو تنهنجي گهر ۾ و في انفسڪم اهي اندر ۾
منهنجو وجود وڻاڻ طرف هٽي تون ڇوٽوٽاڻي
ڪثرت نالو تنهنجو ناهي اها ذات اصل جيڪا آهي
ساتان توٽي سان آء و ڇۇن تون ڇو ٽو آٽي
پير مغان عثمان اهوئي بي خود جام پياري جوئي
مٽي ڏنئي مهراڻ موج اللهي پۇ تون ماٽي

وفات:۔ " عثمان فقیر نے تالپوروں کی حکومت کے تمام دور دیکھے اور تقریباً ۵ے سال کی عمر پاکر ۱۲۷۹ ھ ، ۱۸۶۰ء میں اس دنیا سے کوچ کر گئے ۔ °

قصیدہ:۔ آپ کی وفات پر فقیر خیر محمد ھیسبانی نے طویل قصیدہ آپ کی تعریف میں لکھا جس میں آپ کی صوفیانہ زندگی کا کچھ نقشہ کھینچا۔ اس کے کچھ اشعار یہ ہیں ۔

عثمان عاشق، آفرين ! پنهنجو جسم پروانو ڪيئي
طالبن جي طور ۾ نالو پنهنجو نيشان ڪيئي
غازي ڪنيئي وڪ واه جو سانگور ڪيئي نه سر ساه جو
تو ڪي ذوق وجه الله جو توئي نفي سامان ڪيئي
غازي بولئي گنوريا گوهر بڌي عاشقن ڪي ٿيو اثر
اهڙو رهيو سالڪ سڌر وه درد جو اعلان ڪئي
خوش خير محمد يار جو هيڙو پڪي تنهن پار جو
عاشق هئين الله جو اڏري وڃي آشيان ڪئي

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ، مطبوعہ حیدر آباد ص ۲۱۵ تا ۲۱۷ ۔

محمد عبدالغفارؒ رحمتپوری

سندھ کے ایک مخصوص طریقہ ذکر رکھنے والے نقشبندی بزرگ محمد عبدالغفارؒ جن کی ہزاروں پیروکار اور معتقدین " غفاری حضرات " کے نام سے سندھ کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

خاندان :۔ آپ ایک مذہبی اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ، آپ کے والد ماجد مولانا یار محمد صاحب بڑے عالم و فاضل اور درویش صفت انسان تھے ، معراج نامہ رسالہ نصیحت اور انتخاب چالیس احادیث ، آپ کی تصانیف ہیں ۔ مولانا یار محمد صاحب کے چار فرزند تھے جو سب کے سب عالم با عمل تھے ۔ ایک صاحبزادے مولانا محمد اشرف تھے جنہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا محمد عاقل سے علم حاصل کیا اور انہی کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی ان کا مزار قبرستان شاہ ولی اللہ میں ہے ۔

دوسرے صاحبزادے مولانا عبدالرحمن تھے جو عالم و فاضل اور واعظ پر تاثیر تھے ۔ انہوں نے مولانا الہیٰ بخش مرحوم انڑاں والہ سے اکتساب علم کر کے دستار فضیلت حاصل کی ، اور ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری ، ان کا مزار ان کے والد کے مزار مبارک کے پاس جلالپور پیر والہ کے ایک گاؤں " چنڑاں " میں واقع ہے ۔ تیسرے صاحبزادے یہی محمد عبدالغفار ہیں ۔ جو عالم بھی تھے اور عارف بھی تھے ۔ اور چوتھے صاحبزادے مولانا عبدالستار ہیں ، جنہوں نے مولوی عزیز اللہ کے پاس تحصیل علم ظاہر کیا اور حضرت پیر فضل علی قریشی کے پاس تحصیل علم باطن کر کے ان سے خلافت و اجازت حاصل کی ۔

ولادت و تعلیم :۔ خواجہ محمد عبدالغفار کی ولادت ملتان ضلع کی تحصیل شجاع آباد میں جلالپور پیروالہ کے قریب " لنگر شریف " نامی ایک گاؤں میں ہوئی ابتدائی

تعلیم آپ نے اسی گاؤں میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا یار محمد صاحب سے حاصل کی اس کے بعد عربی تعلیم کے لئے اوچ شریف حضرت مولانا امام الدین صاحب کے پاس چلے گئے پھر وہاں سے آپ نے ڈیرہ نواب میں آکر کچھ وقت " مولوی نظام الدین " کے پاس بھی گزارا ۔ مولوی نظام الدین یوں تو بڑے قابل عالم تھے لیکن پیران کرام اور اولیائے عظام بالخصوص مولانا رومؒ کے سخت مخالف اور منکر تھے جب یہ بات خواجہ عبدالغفار کے والد ماجد کو معلوم ہوئی تو انہوں نے خواجہ صاحب کو ان کے پاس پڑھنے سے منع کردیا اور فرمایا کہ " بد عقیدہ عالم کے پاس پڑھنے سے اچھا ہے کہ انسان ان پڑھ رہے " چنانچہ یہاں سے چھوڑ کر آپ واپس اپنے گاؤں آگئے اور یہاں اپنے بڑے بھائی مولانا اشرف صاحب سے کچھ دن درس لیا ۔ آخر میں آپ نے منتہی کتب مولانا محمد عاقل صاحب (خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب) کے پاس پڑھیں ، اور یہیں اپنی ظاہری تکمیل کی ۔

تجوید و قرائت :۔ تجوید و قرائت کی تعلیم آپ نے اس وقت کے اس فن میں استاذ کامل مولانا مطیع اللہ صاحب سے حاصل کی جنہوں نے سات سال حرم پاک میں تجوید و قرائت کا درس دیا تھا ۔

راہ علم کی مشقتیں :۔ حصول علم کی راہ میں جو جو مصائب اور مشقتیں آئیں آپ نے ان سب کو خندہ جبینی سے برداشت کیا ، چناچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوران تعلیم رات کی باسی روٹی کے سوکھے ہوئے ٹکڑے صبح آگ پر سیک کر میں کھا لیا کرتا تھا سالن چونکہ بہت تھوڑا ہوتا تھا اس لئے اس میں پانی ڈال کر کام چلایا کرتا تھا لیکن اس باسی روٹی اور اس سالن میں وہ مزا آتا تھا کہ جس کو میں کبھی نہیں بھلا سکتا ۔

سلسلہ قادریہ :۔ علم ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ علم باطن کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے ، تو چونکہ آپ کا آبائی طریقہ قادریہ تھا اسلئے آپ اسی سلسلہ میں خواجہ

حافظ فتح محمد صاحبؒ (جلال پور پیروالہ) سے بیعت ہو گئے، وہ ایک بڑے متوکل عالم با عمل واعظ پر اثر سادہ مگر بڑے بارعب روحانی بزرگ تھے، آپ کے رعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے بے دھڑک بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال فتح محمد صاحب جیسے ولی اور کامل پیر سے بیعت ہو کر اور ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے علوم باطنیہ کی تحصل کا آغاز کیا ہی تھا کہ ابھی اثناء میں آپ کے مرشد کا انتقال ہو گیا اور آپ کے علم باطن کی تکمیل ادھوری رہ گئی۔

مرشد کے انتقال کے بعد آپ کسی کامل رہبر اور ولی برحق کی تلاش میں کافی عرصہ تک حیران و سرگرداں رہے، آخر خدا نے رہبری فرمائی اور خواجہ محمد سراج الدین نقشبندی جیسے بزرگ کے خلیفہ خواجہ پیر فضل علی قریشی کی ذات عطا فرمائی جنہوں نے آپ کی باطنی تکمیل کر کے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

سلسلہ نقشبندیہ :۔ خواجہ پیر فضل علی قریشیؒ کے نقشبندی آستانہ تک آپ کی کیسے رسائی ہو؟ اس کا واقعہ اسطرح سے ہے کہ۔ آپ پریشانی کے دنوں میں دریائے ستلج کے کنارے علی گوہر لانگاہ کے پاس قیام پذیر تھے اور اسی عالم کرب میں آپ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں مولوی الٰہی بخش صاحب تشریف لے آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ مولوی "اللہ ڈتھو" کو تم جانتے ہو کتنا بڑا عالم مدرس اور پیسہ والا آدمی ہے اس کا کچھ دنوں سے عجیب حال ہو گیا ہے بڑے بڑے موٹے دانوں کی ایک لمبی تسبیح اس نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے ہر وقت اس کو زور زور سے بجاتا رہتا ہے۔ لوگ اس کا مزاق اڑاتے ہیں لیکن وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، آپ نے مولوی الہیٰ بخش سے پوچھا کہ مولوی اللہ ڈتھو نے یہ طریقہ کہاں سے سیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں

" متوئیں " میں ایک نقشبندی بزرگ ہیں ، یہ پتہ نہیں کہ کہاں سے آئے ہیں ، بہر حال یہ طریقہ مولوی صاحب نے ان سے سیکھا ہے ، بس اس وقت سے آپ کے دل میں ان بزرگ سے ملنے کا شوق موجزن ہو گیا اور آپ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روزانہ ہوگئے ، شب و روز کے سفر کے بعد صبح فجر کے وقت " آرائیں " نامی گاؤں میں پہنچے وہاں فجر کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر راستہ پوچھتے ہوئے حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ظہر کی نماز کے بعد آپ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے ، اور تسبیح پڑھنے کا مختصر طریقہ سیکھا ، اور دیگر ہدایات حاصل کر کے اپنے قلب کو منور کیا ۔

آپ کا سلسلہء طریقت تیرہ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے ۔

" امام ربانی شیخ احمد سرھندی ، خواجہ محمد معصوم ، سیف الدین ، محسن نور محمد ، مرزا مظہر جان جاناں ، شاہ غلام علی ، سعید احمد ، احمد سعید ، دوست محمد ، پیر عثمان ، لعل شاہ ، سراج الدین ، فضل علی قریشی ، عبدالغفار " ۔

بہر حال پیر فضل علی قریشی نے ایک عرصہ آپ کو اپنی صحبت میں رکھ کر آپ کی روحانی تربیت فرمائی اور سلسلہء عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ۔

بیعت ثانی :۔ چونکہ آپ نے بیعت ثانی کی تھی اس لئے بعض اھل علم اس پر اعتراض کرتے تھے تو آپ اس مسئلہ کے متعلق اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ " اگر پہلے پیر سے فائدہ کم حاصل ہو رہا ہو ، یا پیر ایسا گمراہ ہو گیا ہو کہ اس کے ھدایت کی کوئی امید نہ رہی ہو ، یا پیر اتنا دور ہو کہ اس سے

استفادہ ممکن نہ ہو، تو ان صورتوں میں وہ دوسرے کسی کامل پیر سے دوبارہ بیعت کرسکتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی بات نہیں ہے تو پھر اس کو اپنی پہلی عقیدت پر برقرار رہنا چاہیئے اور اپنے پیر کی محبت اور اطاعت میں سرموفرق نہیں لانا چاہیئے۔

ادب مرشد:۔ اپنے پیر و مرشد کا ادب و احترام اور ان سے محبت کرنا اس راہ سلوک میں ترقیات کے حصول کے لئے سب سے پہلی اور اہم شرط ہے، پیر عبدالغفار صاحب نے اس شرط کو کما حقہ ادا کر کے دکھایا، چنانچہ اپنے پیر خواجہ فضل علی سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنا تمام دھن دولت سب کچھ پیر کے قدموں پر نثار کردیا۔ باغ اور زمینوں کی وہ آبائی ملکیت جو آپ کو ورثہ میں ملی تھی سب پیر کے لنگر خانے کے لئے وقف اور خیرات کردی، حتیٰ کے اپنی بیٹی بھی پیر کے نکاح میں دیدی۔ اور ادب کا یہ عالم تھا کہ پیر کی درگاہ پہ کبھی آپ نے اپنے پاؤں میں جوتی نہیں پہنی، قضائے حاجت کے لئے درگاہ سے بہت دور جاتے تھے۔ حتیٰ کے آستانہ مرشد کے قرب و جوار کی کوئی مٹی بھی بطور ڈھیلے کبھی استعمال نہیں کی۔ جب آپ سندھ سے اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو سنکڑوں آپ کے مرید آپ کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن مرشد خانہ کے ادب کی خاطر کسی مرید کو اجازت نہیں تھی کہ وہ آپ کی جوتیاں اٹھائے، یا آپ کا پانی کا لوٹا بھرے، ادب کی خاطر یہ سب کام آپ خود کیا کرتے تھے اور اس کے کرنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

بیرون سندھ سفر:۔ اپنے مرشد کے ہمراہ آپ نے سرہند شریف کا بھی سفر کیا بارگاہ مجددی میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ

جب میرے مرشد حضرت پیر قریشی سرھند شریف پہنچے تو بڑے ادب و احترام اور عقیدت کے ساتھ انہوں نے حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانیؒ کے مزار کو بوسہ دیا، اپنے ہاتھ سے غلاف کو مزار پر درست کر کے رکھا اور اس کے بعد بہت دیر تک مزار کے قریب مراقبہ میں مصروف رہے "۔

سرھند شریف کے بعد اپنے مرشد کی معیت میں ہی لاہور کا سفر بھی کیا اور وہاں حضرت داتا گنج بخش علی ھجویریؒ کے مزار پر مراقب ہوئے فیوضات حاصل کئے اس کے علاوہ دھلی بھی تشریف لے گئے جہاں متعدد صوفیاء اور اولیاء کے مزارات ، بالخصوص حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ، خواجہ نور محمد بدایونی ، حضرت نصیر الدین چراغ دھلوی کے مزارات پر حاضری دی اور خصوصی فیضان حاصل کیا ۔ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پرانوار پر بھی حاضری دی ، اور اپنے مرشد کے ہمراہ " محفل سماع " سے بھی لطف اندوز ہوئے ، فرماتے تھے کہ

" میرے مرشد کو بین اور باجہ کی ہلکی سی آواز بھی ناپسند تھی ، مگر جب آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے طریقہ چشتیہ کا ادب اور لحاظ کرتے ہوئے محفل سماع میں خود بھی شریک ہوئے اور اپنی پوری جماعت کو شامل ہونے کی اجازت عطاء فرمائی اور یہی نہیں بلکہ آداب سماع کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے قوالوں کو نذرانے بھی پیش کئے "۔

سندھ میں قیام :۔ آپ کی مستقل رہائش پنجاب میں گوٹھ چی اسٹیشن (نواب ڈیرہ جنکشن سے پہلا اسٹیشن) کے قریب گاؤں میں تھی جسکا نام اپنے احباب کے مشورہ سے آپ نے " عاشق آباد " رکھ دیا تھا ۔ لیکن وہاں سے تبلیغ کے سلسلہ میں سندھ کے مختلف علاقوں میں آپ کا آنا جانا رہتا تھا ، سندھ کے احباب کے اصرار پر آپ نے یہاں کے مختلف علاقوں میں مختلف عرصہ قیام کیا

" مثلاً ضلع لاڑکانہ میں سوئی نامی گاؤں کے قریب " جونیجو " کی آبادی میں جو کہ جنگل میں دریا کے کنارہ ایک کچی آبادی تھے اس میں چار سال قیام فرمایا اور اس کا نام " دین پور " تجویز فرمایا ۔ اسی طرح ضلع دادو تحصیل میٹھر کے ایک گاؤں " ناری " جس کا بعد میں آپ نے نور پور نام رکھ دیا تھا ، کچھ عرصہ قیام کیا ۔ گوٹھ حاجی ماچھی کے قریب " راٹپور میں ایک ماہ قیام پذیر رہے ایک ماہ شہرانڑ پور (تحصیل کوٹھڑی) میں سکونت پذیرر رہے ۔ لیکن آخر میں دوستوں کے اصرار پر آپ لاڑکانہ تشریف لے گئے جہاں اسٹیشن کے قریب ھندؤں کی کچھ جگہ خالی پڑی ہوئی تھی وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی وہاں آستانہ قائم کر کے اس مقام کا نام " رحمت پور " رکھ دیا ۔ اس طرح سندھ میں اپنا مرکز قائم کر کے آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا ۔

حلیہ :۔ درمیان قد ، بھرہوا جسم ، گندمی رنگ پر گوشت اور چوڑا چہرہ ، گھنی ایک مشت داڑی ، بائیں ہاتھ کی کلائی پر زخم کا نشان ۔ ہمیشہ سفید کپڑے زیب تن فرماتے تھے کبھی کالی اور کبھی سبز اور کبھی فیروزی رنگ کی دستار پہنتے تھے ۔ رنگین عصا ہاتھ میں ہوتا تھا ۔ تقریر اکثر بیٹھ کر فرماتے تھے ۔

عادات و اطوار :۔ ہر روز فجر کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد حاضرین سے خطاب اور وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے ۔ کبھی تقریر میں ایسے محو ہوتے تھے کہ مسلسل سات سات گھنٹے لگاتار تقریر فرماتے رہتے تھے ۔

تقوے اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ بازار کی بنی ہوئی مٹھائی نہیں کھاتے تھے کہ نہ معلوم اس کی تیاری میں صفائی اور پاکی کا پورا خیال رکھا گیا ہے یا نہیں ۔ ہوٹل کی پکی ہوئی اشیاء سے بھی اسلئے اجتناب کرتے تھے کہ اس کے پکانے والے اکثر بے نمازی ہوتے ہیں جو بدن اور کپڑے کی پوری طہارت اور پاکیزگی کا خیال نہیں رکھ سکتے لہذا ان کے ناپاک ہاتھوں کا کھانا کیسے گوارہ

ہو سکتا ہے۔ گھی دودھ تیل گڑھ مصری وغیرہ کو پاک کر کے استعمال کرتے تھے ورنہ بغیر گھی کا سالن استعمال کر لیا کرتے تھے شہر کے گوشت سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ اس وجہ سے کہ اکثر قصائی ذبح کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر چوری کا مال بھی ذبح کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے تو جب تک اسکی وراثت تقسیم نہ ہو جائے ان لوگوں کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے، شریعت پر عمل کرتے اور اتباع مصطفیٰ کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے چناچہ ہمیشہ مسواک کرنا صافہ باندھنا، یک مشت داڑھی رکھنا نہ صرف آپ کا شعار تھا بلکہ آج تک آپ کے متعلقین اور مریدین کا یہ امتیازی نشان بنا ہوا ہے انگریزی لباس حتیٰ کے قمیض کے کالروں سے بھی آپ کو شدید نفرت تھی۔

معاصرین :۔ ہم عصر علماء و مشائخ میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ حاجی دل مراد فقیر (لوڑھائی بزرگ) مولانا عبدالکریم ویروی، کٹبار کے بزرگوں کے خلیفہ، مولانا میاں غلام محمد صاحب (گوٹھ کمال ڈیرہ ریاست خیرپور) ہرو شریف ضلع میہڑ کے ایک بڑے عالم مخدوم محمد عثمان میٹھرے ہی کے ایک عالم اور بزرگ سید علی اکبر شاہ واعظ الاسلام کے لقب سے مشہور مولانا محمد سلیمان کیر تھر کے ایک بزرگ حضرت محمد سلیمان اور دیگر بہت سے بزرگ علماء اور مشائخ آپ سے بڑی محبت انس اور عقیدت رکھتے تھے، اور ان حضرات کا اکثر آپ کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔

تصانیف :۔ فارسی، عربی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں آپکی مندرہ ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) داستان عشق (فارسی)

(۲) منقبت شریف، (اپنے پیر کی شان میں (اردو)

(۳) رسالہ ورد القاری (فارسی)

(۴) بیاض فضلیہ ، (فارسی ، اردو ، سرائیکی)

(۵) ملفوظات شریف خواجہ فضل علی قریشی (اردو)

(٦) رسالہ الفقہ (عربی)

(۷) کتاب مجمع الفوائد ، (انتخاب مسائل تصوف از کتب مختلفہ)

(۸) رسالہ انتخاب احادیث ، (عربی)

شاعری :- فن شاعری سے بھی آپ واقف تھے ، آپ کا کلام کافی کے انداز میں مختلف موضوعات پر مشتمل ہے ۔ مثلاً توحید ، حمد نعت ، مناجات ، منقبت ، اصلاحی کلام وغیرہ ، بطور نمونہ آپ کا کچھ کلام پیش کیا جاتا ہے ۔

نعت

دلبر مدني ولارا يا محمد يا رسول
تکيہ گاہ امت بي چارہ يا محمد يا رسول
غرض سٹ کر غير دي دل کون هي تيڈا آسرا
تون نہ هڻ کاري کرين ، بياکون هي تيڈي سوا
خود تبکون معلوم هي بيا کيا کران ئس ماجرا
هان گناہ وچ عرف سادا - يا محمد يا رسول
يا شفيع المذنبين هي، اوکا وقت امداد کر
لاج پا لو مونجھ تالو ، اجڑي کون آباد کر
کمترنيہ مضطرنيہ وجڑي کون ئس ياد کر
تلدي داڈيوين تون دارا يا محمد يا رسول
مدح جوڑ عبدالغفار هر دم لکيندا رهگيا
رات ڈينهان تحرير کر ، دفتر پٽيندا رهگيا
نت تيڈي ديدار کارڻ ، دل سکيندا رهگيا
حق نما حق داپيارا يا محمد يا رسول

نعت

حبيب خدا مالک دوسرا
گنهگار امت دا هي آسرا
اول يار بوبکرا ذيشان هي
عمر باوقر ٽريجها عثمان هي
تي چوٿها علي شير مردان هي
رکڻ جوندي حب ساڏا ايمان هي
هي راضي نبي جو انهان دي رضا
ابه هيس چار وچ شان هکي تووڌ
مدارج انهان دي خدا جاڻي حد
چميٽي کون سج نال کيون هي حسد
جو منکر هي ابليس دا اهل مد
پري رهي تون عبدالغفار سدا

منقبت در مدح مرشد:۔

نامش نامی فضل علی ، از رفیق جهاں نازیده
فهم فهیم سلیم مسلم ، تابنده فهمیده
رشک قمرشد نور رخش ، خورشید خجل گردیده
درجنوبی مجوبی هم نادیده هیچ شنیده
باده نوش حریفاں بیخود شوند زهوش رمیده
هندی سندهی هندوستانی دائم پشت خمیده
یاد فیوض فضل ، در قطعه فضا زمین در زیده
عبدالغفار مخل مخیل مانده کبد کبیده

مکتوبات و ملفوظات :۔ آپ کی بہت سی تقاریر " ٹیپ ریکارڈ " کی صورت میں محفوظ ہیں ۔ انہی سے چالیس تقریروں کو بعینہٖ آپ کے الفاظ میں تحریر کے اندر لے آیا گیا ہے اسی طرح آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے فارسی اور اردو زبان میں وہ مکتوبات جو آپ نے مختلف مواقع پر اپنے احباب کو ارسال کئے تھے وہ تقریباً دو سو کے قریب ہیں جو درگاہ شریف میں موجود ہیں ۔

وفات :۔ انتقال سے آٹھ دس روز پیشتر ماہ رجب کی آخری تاریخوں میں عصر کے وقت اپنے تمام مخلصین اور مریدین کو جمع کر کے فرمایا کہ بتلاؤ ! میں نے شریعت و طریقت کی باتیں تم تک پہنچائیں یا نہیں (سب نے بیک زبان ہو کر کہا واقعی آپ نے اپنی طرف سے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے ۔ اس پر آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ تو گواہ رہیو میں نے حق تیرے بندوں تک پہنچادیا ، اس کے بعد اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یاد رکھنا ! آج کے بعد سے کوئی بھی ہمارا مرید ہمارے طریقہ پر نہیں چلے گا تو قیامت کے دن ہم اس سے بری ہوں گے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا ۔

بہرحال آخر وقت تک مخلوق خدا کو ہدایت کرتے ہوئے فارسی زبان کی پر سوز مناجات کے اشعار پڑھتے ہوئے آپ ۸ شعبان المعظم ۱۳۸۴ ھ اتوار کو ساڑھے گیارہ بجے رات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

مولانا نورالدین انور نے اس شعر میں تاریخ وفات کہی ۔

" فیاض عارف طیب ، احسن " عجیب عامل قرآن ہو

۱۳۸۴ ھ

" غفار ، عاشق ، امین ، سالک ، خطیب کامل بیان ہو

۱۹۶۴ء

حالات ماخوذ از گنجینۂ حیات غفاریہ ۔ فتح محمد غفاری بخشی ۔ مطبوعہ سندھ پرنٹرس سرکیولر بلڈنگ حیدرآباد۔

حاجی محمد محسن

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک مرید باصفا جو بڑے صاحب استعداد صاحب حال اور صاحب خدمت بزرگ تھے ضلع لاڑکانہ میں ڈوکری " مقام کے رہنے والے تھے اسی لئے " ڈوکری والہ " کے نام سے معروف تھے ۔

آپ کو اپنے مرشد سے والہانہ محبت تھے ، اور آپ کے مرشد کی بھی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی چناچہ آپ کے مرشدزادے ، حضرت شاہ آغا آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

" از مخلصان جدید و باریافتگان رشید است منظور نظر حضور و مرغوب خاطر حضرت ایشاں بود "

باوجود سرکاری ملازمت کے آپ اکثراوقات اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر ذکر و فکر اور مراقبے میں مصروف رہا کرتے تھے ، اور حضرت سے لطائف خمسہ اور ذکر سلطانی کا درس لیا کرتے تھے ، اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ علم باطن میں آپ کتنے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے ۔

حالات ماخوذ از :۔ مونس المخلصین ، عبداللہ جان ، عرف شاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ۔

مآخذ و مراجع

اخبارات ورسائل

۱۔	الرحیم (ماہنامہ)	حیدر آباد	جولائی ۱۹۸۱ء
۲۔	جنگ (روزنامہ)	کراچی	دسمبر ۱۹۸۱ء
۳۔	جسارت (روزنامہ)	کراچی	اکتوبر ۱۹۸۲ء
۴۔	سروش (ماہنامہ)	شمارہ ۱۲ ج ۲۰	مارچ ۱۹۵۸ء
۵۔	لیل ونہار (ہفت روزہ)	کراچی	مئی ۱۹۸۳ء
۶۔	مہران (سہ ماہی)	شخصیات نمبر	۱۹۵۳ء
۷۔	نوائے وقت (روزنامہ)	کراچی	جنوری ۱۹۸۱ء
۸۔	تیں زندگی		مئی ۱۹۷۴ء
۹۔	ترجمان اہل سنت (ماہانہ)	کراچی	اگست ۱۹۷۴ء
۱۰۔	اداکار (ہفت روزہ)		جولائی ۱۹۷۵ء
۱۱۔	گنج کرم (سہ ماہی)	اوکاڑہ	جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء

الف

۱۔ آب کوثر	شیخ محمد اکرم	افروز سنز لاہور ۱۹۶۵ء
۲۔ انور معصومیہ	سید زوار حسین شاہ	ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۰ء
۳۔ اصول الوصول	محمد زکی ابراہیم	مبنی جامع البنات بالازہر القاہر ۱۹۸۳ء
۴۔ التصوف الاسلامی	محمد زکی ابراہیم	مبنی جامع البنات بالازہر القاہر ۱۹۸۳ء
۵۔ ایضاح الطریقہ	شاہ غلام علی دہلوی	فیروز پرنٹنگ پریس لاہور
۶۔ التعرف لمذہب اہل التصوف	ابوبکر محمد الکلابادی	عیسی البابی حلبی القاہرہ ۱۹۶۰ء
۷۔ الرسالۃ القشیریہ	ابو القاسم عبدالکریم	مصطفی البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۴۰ء
۸۔ المقدمن الضلال	امام محمد الغزالی	مکتبہ اشیق ، استنبول ترکی ۱۹۷۶ء
۹۔ التصوف والحیاہ العصریہ	عبدالحفیظ فرغلی	سلسلۃ البحوث الاسلامیہ الازہر قاہرہ
۱۰۔ التصوف والاتجاہ السلفی	مصطفی حلمی	دارلدعوہ اسکندریہ مصر ۱۹۸۳ء
۱۱۔ التعریفات	سید شریف جرجانی	مصطفی البانی الحلمی قاہرہ مصر ۱۹۳۸ء
۱۲۔ اقبال کا نظریہ تصوف	بشیر مخفی قادری	اشاعت منزل بل روڈ لاہور
۱۳۔ اولیائے لواری شریف	عبدالکریم جان محمد تالپور	ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۹۷۵ء
۱۴۔ انتخاب گنجینہ حیات بخشیہ	جبیب الرحمن غفاری	تبلیغ روحانیہ ۔ درگاہ اللہ آباد نواب شاہ ۱۹۸۴ء
۱۵۔ الاصول الاربعہ	محمد حسن جان سرہندی	مکتبہ ایشیق استنبول ترکی ۱۹۷۶ء
۱۶۔ العقائد الصحیحہ	محمد حسن جان سرہندی	خواجہ محمد حسن جان اکیڈمی مارکیٹ روڈ حیدر آباد ۱۹۸۴ء
۱۷۔ اکابر تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۶ء
۱۸۔ اولیائے نقشبند	محمد امین شرقپوری	پیکر لمیٹیڈ لاہور
۱۹۔ الجواہر البدائع	بلال	قلمی ۱۲۲۱ھ
۲۰۔ انساب الانجاب	خواجہ محمد حسن خان مجددی	مطبوعہ لاہور

۲۱۔ انساب ناموں — پیر غلام رسول مجددی — (قلمی)

ب

۲۲۔ بیاض واحدی — عبدالواحد سیوستانی — (قلمی)

۲۳۔ بزم جاناں — ابو الخیر محمد زبیر — رکن الاسلام پبلیکیشنز حیدر آباد ۱۹۸۰ء

۲۴۔ بزرگان دمائی — (قلمی)

پ

۲۵۔ پیر بادشاہ لواری — عبدالعزیز — حیدر آباد

ٹ

۲۶۔ ٹنڈو محمد خان کے سرہندی بزرگ (مقالہ) محمد اسحاق ابڑو (قلمی)

ت

۲۷۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ — محمد نور بخش توکلی — نوری بک ڈپو لاہور ۱۹۷۶ء

۲۸۔ تاریخ تصوف قبل از اسلام — بشیر احمد ڈار — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۲ء

۲۹۔ تحفۃ الکرام — علی شیر قانع — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

۳۰۔ تکملہ مقالات الشعراء — محمد ابراہیم خلیل / حسام الدین راشدی — سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء

۳۱۔ تذکرہ صوفیائے سندھ — اعجاز الحق قدوسی — اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۵۹ء

۳۲۔ تاریخ سندھ — غلام رسول مہر سرہندی — (قلمی)

۳۳۔ تحفۃ الطالبین — پیر غلام رسول سرہندی — (قلمی)

۳۴۔ تذکرہ شعرائے ٹکھڑ — اسد اللہ شاہ — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

۳۵۔ تذکرہ پیران پاگارا — تبسم چودھری — کنگری پرنٹرس حیدر آباد ۱۹۷۵ء

۴۳۔ تحفۃ لواری شریف — غلام محمد گرامی — حیدر آباد ۱۹۷۶ء

۴۴۔ تذکرہ اکابر اہل سنت — محمد عبدالحکیم شرف — لاہور ۱۹۷۶ء

۴۵۔ تذکرہ مظہر مسعود — محمد مسعود احمد ڈاکٹر — مدینہ پبلشنگ کراچی ۱۳۸۸ھ

۴۶۔ تاریخ معصومی — میر معصوم / ڈاکٹر داؤد پوتہ — مطبوعہ بمبئی ۱۹۳۸ء

۴۷۔ تذکرہ مشاہیر (سندھ) (۴) جلدیں) — دین محمد وفائی — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد ۱۹۸۵ء

۴۹۔ تخصیصات حضرت مسعود ملت — محمد عبدالستار — حیدر آباد

۵۰۔ تحفۃ الزائرین — محمد طفیل احمد — کراچی

ج

۴۸۔ جہاں مسعود — آر بی مظہری — حیدر آباد

ح

۵۱۔ حدیقۃ الاولیاء — عبدالقادر ٹھٹوی / پیر حسام الدین — سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد

۵۲۔ حضرت مجدد الف ثانی — سید زوار حسین شاہ — ادارہ مجددیہ کراچی ۱۹۸۲ء

خ

۵۳۔ خزینۃ المعرفت — میاں محمد ابراہیم — مکتبہ نور سلام شرقپور ۱۹۷۶ء

۵۴۔ خطیب پاکستان — مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی — کراچی

د

۵۵۔ دیوان روشن — محمد اسماعیل روشن — قصر دلکشا میر پور خاص ۱۹۶۱ء

۵۶۔ دراسات اللبیب — مخدوم محمد معین ٹھٹوی — حیدر آباد

ر

۵۷۔ روضۃ القیومیہ — کمال الدین محمد احسان — سیرک اسٹیم پریس لاہور ۱۳۳۵ھ

۵۸۔ رہنمائے سالکین — محمد اشرف منصور داؤد پوتہ — حیدری پرنٹنگ پریس حیدر آباد ۱۹۷۵ء

۵۹۔ رسالہ تہلیلیہ — محمد حسن جان سرہندی — (قلمی) ۱۰۱۰ھ

۶۰۔ رسالہ محمد شفیع اوکاڑوی — مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اکادمی العالمی کراچی

س

۶۱۔ سرد لبراں	سید محمد ذوقی	محراب ادب فریئر روڈ کراچی

ش

۶۲۔ شوقنامہ	قاضی احمد/میاں محمد صلح	(قلمی)
۶۳۔ شام کربلا	مولانا محمد شیفع اوکاڑوی	مطبوعہ لاہور

ص

۶۴۔ صقال الضمائر	خواجہ محمد سعید	مطبع حسین بمبئی ۱۳۰۳ھ
۶۵۔ صفتہ الصفوۃ	عبدالرحمان بن جوزی	دائرہ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۵۵ھ

ط

۶۶۔ طریق النجات	محمد جان سرھندی	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ ۱۹۷۹ء
۶۷۔ طبقات الصوفیہ	ابو عبدالرحمن السلمی	دار لکتاب العربی ۱۹۵۳ء

ع

۶۸۔ عمدۃ المقامات	محمد فضل اللہ مجددی	ایکسپرٹ پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۵۵ھ
۶۹۔ عوارف المعارف	عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۵ء

ف

۷۰۔ فردوس العارفین	میر بلوچ خاں تالپور	(قلمی) ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء
۷۱۔ فتاوی قاسمیہ	محمد قاسم گڑھی یاسینی	گیلانی الیکٹرک پریس لاہور
۷۲۔ فوز الاخلاف المعروف بہ تذکرہ مخادیم کھڑہ	مخدوم اللہ بخش	(قلمی) ۱۹۵۳ء
۷۳۔ فی التصوف الاسلامی وتاریخہ	رنیوالوالن نیکو بسون	القاہرہ مصر ۱۹۴۶ء
۷۴۔ فتاوی مجددیہ نعیمیہ	مفتی محمد عبداللہ نعیمی	کراچی

ق

۷۵۔ قرآن اور تصوف — میر ولی الدین — ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۲ء

۷۶۔ قدیم سندھ — مرزا قلیچ بیگ — سندھی ادبی بورڈ ۱۹۸۱ء

ک

۷۷۔ کشف المحجوب — سید علی بن عثمان ہجویری — حرمت مند سلیانف سمرقند ۱۳۳۰ھ

۷۸۔ کلیات حمل — نبی بخش خاں بلوچ — سندھی ادبی بورڈ کراچی

گ

۷۹۔ گنجینہ حیات غفاریہ — فتح محمد غفاری — سندھ پرنٹرس حیدرآباد ۱۹۷۴ء

ل

۸۰۔ لوائح خانقاہ مظہریہ — غلام خان ڈاکٹر — کراچی ۱۹۷۵ء

۸۱۔ لب تاریخ سندھ — بہادر خدا داد / مرزا قلیچ بیگ — مکتوبہ ۱۳۲۳ھ

۸۲۔ لطیفۃ التحقیق — سید رفیق علی حسینی — (قلمی) ۱۱۲۰ھ

م

۸۳۔ مکتوبات امام ربانی — شیخ احمد سرہندی — مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۹ھ

۸۴۔ مکتوبات خواجہ محمد معصوم — خواجہ محمد معصوم — مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۴ھ

۸۵۔ مکتوبات صدی — شرف الدین احمد یحیٰ منیری — پیکو آرٹ پریس لاہور ۱۹۶۸ء

۸۶۔ مبداؤ معاد — شیخ احمد سرہندی — مطبع مجددی امرتسر ۱۳۳۰ھ

۸۷۔ مقامات ارشادیہ — مقصود احمد عمری — دین محمد پریس لاہور ۱۹۵۹ء

۸۸۔ معیار السلوک — محمد ہدایت علی جیپوری — ایجوکیشنل پریس کراچی

۸۹۔ مرغوب الاحباب — میر نظر علی — (قلمی) ۱۲۷۳ھ

۹۰۔ مکتوبات سیفیہ — محمد اعظم — حیدرآباد ۱۳۳۱ھ

۹۱۔ مونس المخلصین	عبداللہ جان عرف شاہ آغا	کراچی ۱۳۶۶ھ
۹۲۔ مقالات الشعراء	میر علی شیر قانع	سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۷ء
۹۳۔ مقالہ برائے پی ایچ ڈی	ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین	(قلمی)
۹۴۔ مصلح الفتاح	سید علی محمد شاہ	سندھ یونیورسٹی جامشورو
۹۵۔ ملفوظات پیر محمد بقاء	پیر محمد بقاء	(قلمی) پیر جو گوٹھ
۹۶۔ مقولات تصوف	عبدالکریم تالپور میاں ابراہیم	سندھ پرنٹنگ پریس حیدر آباد ۱۹۷۲ء
۹۷۔ معین المنطق	معین الدین اجمیری	محراب ادب کراچی ۱۹۶۷ء
۹۸۔ مکاتیب قاضی احمد	قاضی احمد	(قلمی)
۹۹۔ مقامات خیر	ابوالحسن زید فاروقی	جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۷۲ء
۱۰۰۔ مسعود ملت اور رضویات	محمد عبدالستار طاہر	کراچی
۱۰۱۔ منزل بہ منزل	محمد عبدالستار طاہر	حیدر آباد

ن

۱۰۲۔ نفحات الانس	عبدالرحمن جامی	اللہ والے کی قومی دوکان لاہور ۱۹۰۷ء
۱۰۳۔ نوادر الکرامات	محمد اشرف منصور	سردار پرنٹنگ پریس حیدر آباد ۱۹۸۵ء
۱۰۴۔ نقشبندی سینٹس آف سندھ	غلام مصطفٰے خان، ڈاکٹر	جی آر ایس پی ج ۱۲ ۱۹۷۶ء
۱۰۵۔ نزھتہ الخواطر ج ۲	عبدالحئی	حیدر آباد دکن

ی

۱۰۶۔ نیابیع الحیواۃ الابدیہ	ابوالحسن ڈاہری	(قلمی)

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی
یادگار تصانیف
تفسیر ضیاء القرآن
۵ جلد
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کیلئے ایک نایاب تحفہ
ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجازِ قرآن کا حُسن نظر آتا ہے
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عظیم کتاب
ضیاء النبی
۷ جلد
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف
سنت خیر الانام
فتنۂ انکارِ سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب
مقالات
قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح
مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
فون:
گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
فیکس: 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2630411-2212011
فیکس: 2210212